

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

فتاوى قاسميه

منتخب فتاوى

حضرت مولانا مفتي شبير احمد القاسمي

خادم الافتاء و الحديث جامعه قاسميه

مدرسہ شاہی مراد آباد، الہند

(جلد ۱۰)

المجلد العاشر

بقية الجنائز من الصلوة الجنائز

الى باب الشهيد، كتاب الزكوة

۳۸۹۴ ————— ۴۴۰۴

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

فتاویٰ قاسمیہ

صاحب فتاویٰ
حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تجربہ صاحب فتاویٰ شبیر احمد القاسمی 094 12552294

تجربہ مالک مکتبہ اشرفیہ دیوبند 09358001571

088 10383186 01336-223082

محرم الحرام ۱۴۳۷ھ پہلا ایڈیشن

نشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور، الہند

01336-223082

ASHRAFI BOOK DEPOT

DEOBAND, SAHARANPUR, INDIA

Phone: 01336-223082

Mob. : 09358001571-08810383186

مکمل اجمالى فهرست ايك نظر مين

رقم المسأله	عنوانات
المجلد الأول	١ ١٧٢ مقدمة التحقيق، الإيمان والعقائد إلى باب ما يتعلق بالارواح.
المجلد الثاني	١٧٣ ٥٥٧ بقية الإيمان والعقائد من باب الحشر إلى باب ما يتعلق بأهل الكتاب، التاريخ والسير، البدعات والرسوم.
المجلد الثالث	٥٥٨ ١٠٠٥ بقية البدعات والرسوم من باب رسومات جنائز إلى رسومات نكاح، كتاب العلم إلى باب ما يتعلق بالكتابة.
المجلد الرابع	١٠٠٦ ١٤١٥ بقية كتاب العلم من كتابة القرآن إلى باب الوعظ والنصيحة، الدعوة والتبليغ، السلوك والاحسان، الأدعية والأذكار.
المجلد الخامس	١٤١٦ ١٩٣٥ الطهارة بتمام أبوابها، الصلوة من أوقات الصلوة إلى صفة الصلوة.
المجلد السادس	١٩٣٦ ٢٤٥٧ الجماعة، المساجد، الإمامة.
المجلد السابع	٢٤٥٨ ٢٩٦٤ بقية الصلوة من تسوية الصفوف إلى سجود التلاوة.
المجلد الثامن	٢٩٦٥ ٣٤٢٣ بقية الصلوة من الذكر والدعاء بعد الصلوة، الوتر، ادراك الفريضة، السنن والتوافل، التراويح، صلوة المسافر.

المجلد التاسع	٣٤٢٤	٣٨٩٣	بقية الصلوة، صلوة المريض، الجمعة، العيدين، الجنائز إلي حمل الجنازة.
المجلد العاشر	٣٨٩٤	٤٤٠٤	بقية الجنائز من صلوة الجنائز إلي باب الشهيد، كتاب الزكوة.
المجلد الحادي عشر	٤٤٠٥	٤٨٧٣	بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم، بتمام أبوابها إلي صدقة الفطر.
المجلد الثاني عشر	٤٨٧٤	٥٣٤٨	كتاب الحج بتمام أبوابها، النكاح إلي باب نكاح المكره.
المجلد الثالث عشر	٥٣٤٩	٥٩٤٣	بقية النكاح إلي باب المهر.
المجلد الرابع عشر	٥٩٤٤	٦٤٦٢	الرضاع، الطلاق إلي باب الكناية.
المجلد الخامس عشر	٦٤٦٣	٦٩٠٢	بقية الطلاق، الرجعة، البائن، الطلاق بالكتابة، الطلاق الثلاث، الشهادة في الطلاق، الحلالة.
المجلد السادس عشر	٦٩٠٣	٧٤٠٢	بقية الطلاق، تعليق الطلاق، التفويض، الفسخ والتفريق، الظهار، الإيلاء، الخلع، الطلاق على المال، العدة، النفقة، ثبوت النسب، الحضانة.
المجلد السابع عشر	٧٤٠٣	٧٨٦٧	الأيمان والنذور، الحدود، الجهاد، السلقطة، الامارة والسياسة، القضاء، الوقف إلي باب المساجد.
المجلد الثامن عشر	٧٨٦٨	٨٤٠٨	بقية الوقف من الفصل الثالث، المسجد القديم إلي مصلى العيد، والمقبرة. (قبرستان)

المجلد التاسع عشر	٨٤٠٩	٨٨٥٦	بقية الوقف، باب المدارس، كتاب اليسوع، البيع الصحيح، الفاسد، المراوحة، الصرف، السلم، الوفاء، الشفعة، المزارة.
المجلد العشرون	٨٨٥٧	٩٣٥٠	الشركة، المضاربة، الربوا بتمام أنواعها.
المجلد الحادي والعشرون	٩٣٥١	٩٧٣٥	الديون، الوديعة، الأمانة، الضمان، الهبة، الإجارة.
المجلد الثاني والعشرون	٩٧٣٦	١٠٢٤٥	الغصب، الرهن، الصيد، الذبائح بتمام أنواعها، الأضحية بتمام أنواعها، العقيقة، الحقوق، بأكثر أبوابها إلي باب حقوق الأقارب.
المجلد الثالث والعشرون	١٠٢٤٦	١٠٧٠٥	بقية الحقوق، الرؤيا، الطب والرقي بتمام أنواعها، كتاب الحظر والإباحة إلي باب السابع، ما يتعلق باللحية.
المجلد الرابع والعشرون	١٠٧٠٦	١١٢٠٥	بقية الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب، الانتفاع بالحيوانات، الخمر، الدخان، الهدايا، الموالاة مع الكفار، المال الحرام، الأدب، اللهو، استعمال الذهب والفضة، كسب الحلال، الغناء، التصاوير.
المجلد الخامس والعشرون	١١٢٠٦	١١٦٠٠	الوصية، الفرائض بتمام أبوابها.
المجلد السادس والعشرون	١	١١٦٠٠	فهارس المسائل



فہرست مضامین

۱۰/بقیۃ کتاب الجنائز

صفحہ نمبر	۶/باب صلاة الجنائز	مسئلہ نمبر:
۳۴	نماز جنازہ کا مسنون طریقہ.....	۳۸۹۴
۳۶	نماز جنازہ کی نیت کس طرح کی جائے.....	۳۸۹۵
۳۸	نماز جنازہ کا طریقہ.....	۳۸۹۶
۳۹	کیا جنازہ میں مقتدی کے لئے دعاء پڑھنا لازم ہے؟.....	۳۸۹۷
۴۰	متعد دینیوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا.....	۳۸۹۸
۴۲	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھنا.....	۳۸۹۹
۴۳	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم.....	۳۹۰۰
۴۵	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بنیت قرأۃ خفیہ کے یہاں کیوں ممنوع ہے؟.....	۳۹۰۱
۴۷	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ.....	۳۹۰۲
۴۸	نماز جنازہ میں ہر تکبیر پر ہاتھ کیوں اٹھایا جاتا ہے؟.....	۳۹۰۳
۵۰	نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کا مسئلہ.....	۳۹۰۴
۵۰	نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینا.....	۳۹۰۵

- ۳۹۰۶ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینے کا مسئلہ اور بارش میں جوتے پہن کر نماز پڑھنا.....
- ۳۹۰۷ نماز جنازہ میں امام صاحب دعا بھول جائیں تو؟.....
- ۳۹۰۸ الف نابالغ بچے یا بچی کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے؟
- ۳۹۰۸ ب نابالغ لڑکے اور لڑکی کی نماز جنازہ کی دعائیں کونسی ضمیر پڑھیں
- ۳۹۰۹ جس بچے کے زندہ یا مردہ نیز مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو اس کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے.....
- ۳۹۱۰ نماز جنازہ میں تین تکبیر پر سلام پھیر دینا.....
- ۳۹۱۱ نماز جنازہ میں تین یا پانچ تکبیر کہنے کا حکم.....
- ۳۹۱۲ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا.....
- ۳۹۱۳ جس شخص سے نماز جنازہ میں کئی تکبیریں چھوٹ جائیں تو وہ کس طرح پڑھے؟.....
- ۳۹۱۴ نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کرنے کا حکم.....
- ۳۹۱۵ الف عورت و مرد کے جنازے ایک ساتھ آجائیں تو چار پائیوں کی ترتیب کی ترتیب.....
- ۳۹۱۵ ب متعدد نابالغ بچوں کی نماز جنازہ میں کونسی دعا پڑھیں؟.....
- ۳۹۱۶ بڑوں کے ساتھ نابالغ بچوں کے جنازہ رکھنے کی ترتیب.....
- ۳۹۱۷ نماز جنازہ کی صفوں میں جگہ چھوڑنا.....
- ۳۹۱۸ نماز جنازہ کی صفوں میں کتنا فصل ہو؟.....
- ۳۹۱۹ مسلمان اور کافر کی لاش مخلوط ہو جائیں تو نماز جنازہ کا طریقہ
- ۳۹۲۰ غائبانہ نماز جنازہ کا حکم.....

۷۰ غائبانہ نماز جنازہ	۳۹۲۱
۷۱ ولی کی اجازت سے پڑھائی گئی نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا	۳۹۲۲
۷۳ ولی کی اجازت یا عدم اجازت سے پڑھی گئی نماز جنازہ کا تکرار	۳۹۲۳
۷۴ نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنا	۳۹۲۴
۷۴ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۳۹۲۵
۷۵ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۳۹۲۶

۱۱ / باب القبور



۷۷ ایک ہی قبر میں چند مردوں کو دفن کرنا	۳۹۲۷
۷۸ صندوق یا بکس میں دفن کرنا	۳۹۲۸
	مسجد یا مدرسہ کے ذمہ دار کا احاطہ مسجد یا مدرسہ میں دفن ہونا کیسا ہے؟	۳۹۲۹
۷۹ میت کو قبر میں رکھنے والوں کا جوتے چل پہنے رکھنا	۳۹۳۰
۸۱ دوران تدفین قبرستان میں جوتا چل پہن کر چلنا	۳۹۳۱
۸۲ قبر کس کیفیت کی ہونی چاہئے؟	۳۹۳۲
۸۳ قبر کی گہرائی کتنی ہو؟	۳۹۳۳
۸۳ قبر میں اوپر کے حصے کی گہرائی کتنی ہو؟	۳۹۳۴
۸۶ قبر کے اندرونی حصہ کی مٹی سے لپائی کرنا	۳۹۳۵
۸۷ ڈھائی ہوئی قبر کو ہموار کرنا	۳۹۳۶
۸۸ قبر میں ملنے والی ہڈیوں کا کیا کریں	۳۹۳۷
۸۸ مصنوعی دانتوں کو قبر میں رکھنا	۳۹۳۸
۸۹ دفن کرنے کے بعد ایک قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا	۳۹۳۹

- ۳۹۴۰ شک کی بنیاد پر دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا..... ۹۰
- ۳۹۴۱ الف معائنہ کی غرض سے دفن شدہ نعش کو نکالنا..... ۹۱
- ۳۹۴۱ ب چوبیس گھنٹہ پہلے اپنی قبر تیار کر کے رکھنا..... ۹۳
- ۳۹۴۱ ج زندگی میں اپنی قبر تیار کر کے اس میں دفن کی وصیت کرنا..... ۹۴

۱۲ / باب التدفین

- ۳۹۴۲ میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟..... ۹۶
- ۳۹۴۳ میت کو قبر میں دائیں کروٹ قبلہ رخ لٹانا..... ۹۷
- ۳۹۴۴ قبر پر تختہ کس طرح سے بچھانا بہتر ہے؟..... ۹۸
- ۳۹۴۵ تدفین کی دعاء منہا خلقنکم کا ثبوت..... ۹۹
- ۳۹۴۶ قبر میں مٹی بیٹھ کر ڈالیں یا کھڑے ہو کر..... ۱۰۰
- ۳۹۴۷ قبر میں مٹی ڈالنے کا صحیح طریقہ..... ۱۰۰
- ۳۹۴۸ دفن کے کئی دن بعد آنے والے کا قبر پر مٹی ڈالنا..... ۱۰۱
- ۳۹۴۹ تختہ وغیرہ کے بغیر میت پر مٹی ڈالنا..... ۱۰۲
- ۳۹۵۰ قبر میں رکھنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنا..... ۱۰۳
- ۳۹۵۱ عورت کو دفن کرتے وقت پردہ کرنا..... ۱۰۴
- ۳۹۵۲ پاٹن کس طرح سے بچھائے جائیں..... ۱۰۵
- ۳۹۵۳ میت کو پوسٹ مارٹم کے لئے قبر سے نکالنا..... ۱۰۶
- ۳۹۵۴ پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت..... ۱۰۷
- ۳۹۵۵ میت کا پوسٹ مارٹم کرنا..... ۱۰۸
- ۳۹۵۶ ایکسیڈنٹ میں ملنے والے معاوضہ کا حکم..... ۱۰۹
- ۳۹۵۷ ایکسیڈنٹ یا حادثہ میں مرنے والوں کا معاوضہ..... ۱۱۰

۳۹۵۸ سونا نکلنے والے کا پیٹ چاک کرنا ۱۱۱

□ ۱۳ / باب الدعاء بعد الدفن وغیرہ

۳۹۵۹ دفن میں مدد کرنے والوں سے میت کی طرف سے معافی مانگنا ۱۱۳

۳۹۶۰ تدفین کے بعد پسماندگان سے مصافحہ و معانقہ کرنا ۱۱۴

۳۹۶۱ میت کو دفنانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا ۱۱۶

۳۹۶۲ دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۱۱۷

۳۹۶۳ دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم ۱۱۸

۳۹۶۴ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۱۱۹

۳۹۶۵ دفن کرنے کے بعد اجتماعی طور پر جہری دعا کرنا ۱۲۲

۳۹۶۶ دفن کے بعد کے اعمال ۱۲۳

۳۹۶۷ بعد دفن اجتماعی طور پر دعا کرنا ۱۲۶

۳۹۶۸ دفنانے کے بعد قبر کی طرف متوجہ ہو کر سورہ بقرہ کی آیات پڑھنا ۱۲۷

۳۹۶۹ دفن کے بعد فاتحہ خوانی کرنا ۱۲۹

۳۹۷۰ قبر پر سورہ بقرہ پڑھنے کا طریقہ ۱۳۰

۳۹۷۱ بعد دفن جنازہ میں شریک ہونے والوں کیلئے کھانے کا اہتمام ۱۳۱

۳۹۷۲ تدفین کے بعد کھانا کھانے کے لئے اعلان کرنا ۱۳۲

□ ۱۴ / باب إلقاء الأَشجار والعطور

۳۹۷۳ قبر میں بیر کی شاخ رکھنا ۱۳۴

۳۹۷۴ دفناتے وقت تختوں پر بیر کی ٹہنی ڈالنا ۱۳۵

۳۹۷۵ قبر کی نشاندہی کے لئے قبر پر پودا لگانا ۱۳۵

۳۹۷۶	قبر پر شاخ گاڑنا.....	۱۳۷
۳۹۷۷	قبر پر شاخ گاڑنا.....	۱۴۰
۳۹۷۸	قبر پر پھول یا ہری پتی گھاس وغیرہ ڈالنا.....	۱۴۲
۳۹۷۹	قبر پر کتنی شاخیں گاڑیں.....	۱۴۳
۳۹۸۰	قبر پر درخت لگانا.....	۱۴۴
۳۹۸۱	کیا علمائے دیوبند قبروں پر شاخ گاڑنے کو منع کرتے ہیں؟	۱۴۵
۳۹۸۲	بعد دفن قبر پر اگر بتی جلانا گلاب کا پھول چھڑکنا.....	۱۴۶

۱۵ / باب البناء علی القبور

۳۹۸۳	کن لوگوں کی قبروں پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے؟.....	۱۴۸
۳۹۸۴	قبر پر کتبہ لگانا کیسا ہے؟.....	۱۴۹
۳۹۸۵	قبروں پر نام و تاریخ وفات کا کتبہ لگانا.....	۱۵۰
۳۹۸۶	قبر کی چاروں جانب پختہ عمارت تعمیر کرنا.....	۱۵۱
۳۹۸۷	قبر پر عمارت بنانا.....	۱۵۲
۳۹۸۸	قبروں پر کتبہ وغیرہ لگانا.....	۱۵۳

۱۶ / باب التعزیه و الحداد (سوگ منانا)

۳۹۸۹	موت ہو جانے کی وجہ سے کھانا نہ پکانا.....	۱۵۴
۳۹۹۰	کیا تین دن تک سوگ منانا ضروری ہے؟.....	۱۵۵
۳۹۹۱	میت کے اہل خانہ کا تین دن تک کھانا نہ پکانا اور دوسروں کا کھانا بھیجنا.....	۱۵۶
۳۹۹۲	نوحہ کرنا حرام ہے.....	۱۵۸

۳۹۹۳	تعزیتی جلسہ.....	۱۵۸
۳۹۹۴	تعزیتی جلسہ کرنا.....	۱۶۰
۳۹۹۵	تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟.....	۱۶۴

۱۷ / باب زیارة القبور

۳۹۹۶	مزار کی شرعی حیثیت.....	۱۶۶
۳۹۹۷	کن کن لوگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے مسافت سفر طے کرنا جائز ہے؟.....	۱۶۹
۳۹۹۸	زیارت قبور اور ایصال ثواب کا مستحب طریقہ.....	۱۷۱
۳۹۹۹	کیا اہل قبور سلام سن کر اس کا جواب دیتے ہیں؟.....	۱۷۲
۴۰۰۰	راستہ گزرتے ہوئے مزارات کو سلام کرنا.....	۱۷۳
۴۰۰۱	قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا.....	۱۷۶
۴۰۰۲	قبر بوی کا مسئلہ.....	۱۷۷
۴۰۰۳	روزانہ فجر کے بعد زیارت قبور کے لئے جانا.....	۱۷۸
۴۰۰۴	زیارت قبور کے لئے عورت کا قبرستان جانا.....	۱۷۹
۴۰۰۵	عورتوں کا مزارات پر جانا اور چادر چڑھانا.....	۱۸۰
۴۰۰۶	عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کا حکم.....	۱۸۱
۴۰۰۷	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۱۸۳
۴۰۰۸	عورتوں کا اولیاء کی قبروں پر جانا.....	۱۸۴
۴۰۰۹	قبروں پر چادر چڑھانا.....	۱۸۵
۴۰۱۰	حاجت روائی کی خاطر چراغاں کرنا.....	۱۸۶

۱۸ / باب ایصال الثواب للمیت



۱۸۸ کیا مؤمن اپنی قبر میں ثواب کا محتاج ہے؟	۴۰۱۱
۱۸۹ ایصال ثواب زندہ مردوں دونوں کو کیا جاسکتا ہے؟	۴۰۱۲
	ایصال ثواب سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا راحت میں	۴۰۱۳
۱۸۹ اضافہ ہوتا ہے!	
۱۹۱ مرنے کے بعد بعض جائز و ناجائز اعمال	۴۰۱۴
۱۹۲ کیا میت کو ثواب پہنچتا ہے؟	۴۰۱۵
۱۹۳ کیا ایصال ثواب کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے؟	۴۰۱۶
۱۹۴	قرآن خوانی، میلاد، خیرات اور نوافل کے ثواب کی مقدار	۴۰۱۷
۱۹۵ کیا مردہ ایصال ثواب کرنے والے کو پہنچاتا ہے؟	۴۰۱۸
۱۹۷ ایصال و ثواب کا بہتر طریقہ	۴۰۱۹
۱۹۸ غریبوں کو کھانا کھلائیں یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرائیں	۴۰۲۰
	مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا کس حدیث	۴۰۲۱
۱۹۹ سے ثابت ہے؟	
۲۰۰ کیا عبادات بدنہ کا ثواب پہونچانا بھی حدیث سے ثابت ہے؟	۴۰۲۲
۲۰۱ کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا	۴۰۲۳
۲۰۳ قرآن پڑھ کر متعدد اموات کو ثواب پہنچانا	۴۰۲۴
۲۰۵ نابالغ بچہ کا ایصال ثواب کرنا	۴۰۲۵
۲۰۵ نابالغ کو ایصال ثواب اور دودھ بخشنا	۴۰۲۶
۲۰۶ قبر کے پاس قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا	۴۰۲۷

۲۰۷	قبر پر بیٹھ کر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا.....	۴۰۲۸
۲۰۹	قبر پر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا.....	۴۰۲۹
۲۱۰	ایصال ثواب کے لئے تیجہ اور سوالا کھ کلمہ طیبہ پڑھنا.....	۴۰۳۰
۲۱۱	کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا.....	۴۰۳۱
۲۱۲	نماز، روزہ اور مالی صدقہ کا ثواب مرحومین کو بخشنا.....	۴۰۳۲
۲۱۳	تراویح میں پڑھے گئے قرآن شریف کا ثواب بخشنا.....	۴۰۳۳
۲۱۳	چنے پڑھوا کر ایصال ثواب.....	۴۰۳۴
۲۱۵	درو و شریف پڑھ کر ایصال ثواب.....	۴۰۳۵
۲۱۵	ایصال ثواب کی نیت سے مسجد میں صفیں خرید کر دینا.....	۴۰۳۶
۲۱۶	بلا وضو کئے ایصال ثواب کرنا.....	۴۰۳۷
۲۱۷	نماز جنازہ کے بعد ایصال ثواب کے لئے اعلان کرنا.....	۴۰۳۸
۲۱۸	کسی دوسرے مقام پر ایصال ثواب اور کھانا.....	۴۰۳۹
۲۱۹	ایصال ثواب کے لئے دن کی تعیین کرنا.....	۴۰۴۰
۲۲۰	مروجہ اجتماعی قرآن خوانی سے متعلق چند سوالات.....	۴۰۴۱
۲۲۳	قرآن خوانی کے لئے اعلان اور لوگوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟	۴۰۴۲
۲۲۶	قرآن خوانی کے لئے اعلان کر کے بلانا.....	۴۰۴۳
۲۲۷	ایصال ثواب کے لئے اجتماعی قرآن خوانی کا حکم.....	۴۰۴۴
۲۲۸	قرآن خوانی میں تلاوت کے بعد کچھ سورتیں پڑھ کر دعا کرنا	۴۰۴۵
۲۲۹	گھر بلا کر قرآن خوانی کرانا.....	۴۰۴۶
۲۳۰	مدرسہ کے طلبہ سے ایصال ثواب کرانا.....	۴۰۴۷
۲۳۱	مدرسہ کے اوقات میں طلبہ سے قرآن خوانی کرانا.....	۴۰۴۸

۲۳۲ طلبہ کا قرآن خوانی کے بعد کھانا پینا	۴۰۴۹
	اکٹھے ہو کر بآواز بلند قرآن خوانی اور اس کے بعد کچھ	۴۰۵۰
۲۳۳ انعام لینا یا کھانا پینا	
۲۳۴ قرآن خوانی کے بعد کچھ کھانا پینا یا ہدیہ پیش کرنے کا حکم	۴۰۵۱
۲۳۶ فاتحہ کی حقیقت	۴۰۵۲
۲۳۷ مروجہ فاتحہ خوانی کے بعد کھانا کیسا ہے؟	۴۰۵۳
۲۳۸ کھانے پینے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنا	۴۰۵۴
۲۳۹ کھانے پر فاتحہ خوانی کا حکم	۴۰۵۵
	میت کے ورثاء اور مالداروں کے لئے ایصال ثواب	۴۰۵۶
۲۴۰ کا کھانا کھانا کیسا ہے؟	
۲۴۱ خود کشی کرنے والے کو ایصال ثواب کرنا	۴۰۵۷
۲۴۲ رقم لے کر ایصال ثواب کرنا	۴۰۵۸

۹ / باب الشہید



۲۴۳ شہید حقیقی کی تدفین کیسے کی جائے	۴۰۵۹
۲۴۴ کیا فسادات میں مقتول مسلمان شہید ہوں گے؟	۴۰۶۰
۲۴۵ کیا ہندو مسلم لڑائی میں قتل ہونے والے شہید ہیں؟	۴۰۶۱
۲۴۶ ہندو پاک کے درمیان لڑنے والے مسلمان شہید ہیں، یا نہیں؟	۴۰۶۲
۲۴۸ ایکسیڈنٹ میں مرنے والا شہید ہے یا نہیں؟	۴۰۶۳
۲۴۹ ایکسیڈنٹ سے ہلاک ہونے والے شہید حکمی	۴۰۶۴
۲۵۰ مال کی حفاظت میں مقتول شہید ہے یا نہیں	۴۰۶۵

۴۰۶۶	کیا اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے؟	۲۵۱
۴۰۶۷	کیا بندوق سے ظلماً مارا ہوا شخص شہید ہے.....	۲۵۳
۴۰۶۸	حاملہ عورت کا ولادت کے دردزہ میں انتقال.....	۲۵۴
۴۰۶۹	حاملہ عورت ولادت میں فوت ہو جائے تو پیٹ چیر کر بچہ نکالنا	۲۵۵

۱۱ / کتاب الزکوۃ

۱ / باب الزکاة و متعلقاتها



۴۰۷۰	زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب.....	۲۵۷
۴۰۷۱	بیت المال قائم کرنا.....	۲۵۸
۴۰۷۲	بیت المال سے قرض دینا.....	۲۵۹
۴۰۷۳	زکوٰۃ وصول کرنے کی کمیٹی بنانا.....	۲۶۰
۴۰۷۴	زکوٰۃ و فطرہ کا پیسہ بیت المال کی شکل میں جمع کرنا.....	۲۶۱
۴۰۷۵	غریب علماء کے نام ٹرسٹ قائم کرنا.....	۲۶۲
۴۰۷۶	فقیر زکوٰۃ کی رقم کہاں خرچ کرے؟.....	۲۶۳
۴۰۷۷	محلہ کی کمیٹی کا زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے برادری کے فقراء و غرباء پر خرچ کرنا.....	۲۶۴
۴۰۷۸	اپنی برادری کو زکوٰۃ دینے کے لئے زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے رکھنا	۲۶۶
۴۰۷۹	زکوٰۃ کا ثواب مرحومین کو پہنچانا اور ان کی رسید دوسروں کے نام سے کٹوانا.....	۲۶۷
۴۰۸۰	غیر صاحب نصاب کے لئے سوال کرنا کیسا ہے؟.....	۲۶۸
۴۰۸۱	جس شخص کو زکوٰۃ دی اس کے یہاں کھانا کھانا.....	۲۶۹

۴۰۸۲ ولی کا یتیم کے زکوٰۃ کے مال کو اپنے مال میں ملانا ۲۷۰

۲/باب وجوب الزکاة



۴۰۸۳ نمو کی تعریف اور وجوب زکوٰۃ کی شرط ۲۷۲

۴۰۸۴ حوائجِ اصلیہ کی شرط ۲۷۳

۴۰۸۵ غیر استعمالی گھریلو سامان پر زکوٰۃ کا حکم ۲۷۶

۴۰۸۶ زائد برتن و شوکیس وغیرہ میں زکوٰۃ کا حکم ۲۷۸

۴۰۸۷ دیگچی برتن وغیرہ حوائجِ اصلیہ میں داخل ہیں ۲۷۹

۴۰۸۸ ملک تام کی تعریف ۲۸۰

۴۰۸۹ حوالانِ حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ۲۸۱

۴۰۹۰ سال کی ابتدا و انتہا میں نصاب مکمل ہونے پر وجوب زکوٰۃ ۲۸۲

۴۰۹۱ وجوب زکوٰۃ کے لئے سال گذرنا شرط ہے ۲۸۳

۴۰۹۲ پہلے عشرہ میں زکوٰۃ نکالنے والے کا دوسرے عشرہ میں جمع ۲۸۵

کر دہ رقم کی زکوٰۃ ۲۸۵

۴۰۹۳ حوالانِ حول کے بعد زکوٰۃ صحیح مال پر ۲۸۵

۴۰۹۴ کیا ایک مرتبہ زکوٰۃ نکال دینے کے بعد دوبارہ اس مال پر زکوٰۃ ۲۸۶

نہیں ہے؟

۴۰۹۵ نصاب زکوٰۃ کی مقدار ۲۸۷

۴۰۹۶ موجودہ اوزان کے اعتبار سے زکوٰۃ کا نصاب ۲۸۸

۴۰۹۷ سونے، چاندی کا نصاب شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۲۸۹

۴۰۹۸ جیب میں رکھے ہوئے خرچ کے پیسے بھی نصاب میں شامل ہیں ۲۹۰

- ۲۰۹۹ موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے کا نصاب آٹھ
- تولہ سات گرام ۳۸۰ ملی گرام ہے.....
- ۲۱۰۰ کیا دور حاضر میں سونے کے نصاب کو نفع للمفقراء قرار
- دیا جاسکتا ہے؟.....
- ۲۱۰۱ درمیان سال میں لائے ہوئے مال تجارت پر زکوٰۃ.....
- ۲۱۰۲ سال کے درمیان اضافہ شدہ پر بھی زکوٰۃ لازم.....
- ۲۱۰۳ ضم نصاب کی صورت میں مزکی کا سونے چاندی یا ان کی
- رقم سے زکوٰۃ ادا کرنا.....
- ۲۱۰۴ مال نصاب پر گذشتہ برسوں کی زکاۃ.....
- ۲۱۰۵ گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟.....
- ۲۱۰۶ حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ.....
- ۲۱۰۷ حج کی منظوری پر جو رقم جمع نہیں ہوئی اس کی زکوٰۃ.....
- ۲۱۰۸ حج کمیٹی میں دی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم.....
- ۲۱۰۹ حج کے لئے بھیجی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم.....
- ۲۱۱۰ پرائیویٹ ٹور کو حج کے لئے دی گئی رقم پر زکوٰۃ.....
- ۲۱۱۱ گروپ لیڈر کے پاس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ.....
- ۲۱۱۲ حج کمیٹی کی واپس کردہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم.....
- ۲۱۱۳ مال حرام پر زکوٰۃ اور حج کا حکم.....
- ۲۱۱۴ مال حرام کی زکوٰۃ.....
- ۲۱۱۵ مال حرام میں زکوٰۃ کا حکم.....
- ۲۱۱۶ رشوت اور مال حرام کی زکوٰۃ.....

- ۴۱۱۷ مال حرام کی زکوٰۃ کے بجائے پورا مال صدقہ کر دینا لازم ہے؟ ۳۲۰
- ۴۱۱۸ مخلوط مال میں حرام مال واپس کرنے کے بعد باقیہ پر زکوٰۃ ۳۲۱
- ۴۱۱۹ بقدر حلال پر زکوٰۃ، اور بقدر حرام واجب التصدق ۳۲۲
- ۴۱۲۰ حرام و حلال برابر ہو تو زکوٰۃ کیسے نکالیں؟ ۳۲۳
- ۴۱۲۱ حلال کو حرام سے الگ کر کے زکوٰۃ ادا کرنا ۳۲۵
- ۴۱۲۲ حلال مال، حرام کے مقابلہ میں مغلوب ہو اور بقدر نصاب ہو تو زکوٰۃ کیسے؟ ۳۲۶
- ۴۱۲۳ مالِ مغضوب کی زکاۃ کس پر واجب ہے ۳۲۷
- ۴۱۲۴ وقف شدہ معقول فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں ۳۲۸
- ۴۱۲۵ مدارس، مساجد، قومی و رفاہی فنڈ کے مال پر زکوٰۃ کا حکم ۳۲۹
- ۴۱۲۶ صاحب نصاب طالب علم پر زکوٰۃ کا وجوب ۳۳۰
- ۴۱۲۷ پرائیویٹ یونٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم ۳۳۱
- ۴۱۲۸ GPF پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ ۳۳۴
- ۴۱۲۹ زکوٰۃ کے مسائل ۳۳۵
- ۴۱۳۰ والد کی فیملی میں رہنے والی اولاد صاحب نصاب ہو تو دونوں پر زکوٰۃ قرآنی واجب ہے ۳۳۶
- ۴۱۳۱ ایک ہزار روپیہ پر سال گزرنے سے زکوٰۃ کا حکم ۳۳۸
- ۴۱۳۲ چوبیس ہزار روپیہ پر کتنی زکوٰۃ ہے؟ ۳۳۹
- ۴۱۳۳ ۷۵ ہزار کی مالیت پر زکوٰۃ جبکہ ۲ ہزار کا مقروض ہو ۳۴۰
- ۴۱۳۴ ڈیڑھ لاکھ روپیہ پر حوالان حول کی صورت میں زکوٰۃ کا وجوب ۳۴۲
- ۴۱۳۵ مالک مکان کو یکمشت دی گئی رقم کی زکوٰۃ کس کے ذمہ لازم ہے؟ ۳۴۲

۳۴۴	بائع کو دی گئی ایڈوانس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا کس پر لازم ہے؟	۴۱۳۶
۳۴۴	کرایہ کی پیشگی ادا شدہ رقم اور پگڑی کی زکوٰۃ.....	۴۱۳۷
۳۴۸	ڈپوزٹ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟.....	۴۱۳۸
۳۴۹	امانت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کس پر لازم ہے؟.....	۴۱۳۹
۳۵۰	ذاتی مکان میں زکوٰۃ واجب نہیں.....	۴۱۴۰
۳۵۱	ناقص مکان اور زمین پر زکوٰۃ کا حکم.....	۴۱۴۱
۳۵۲	فروخت شدہ مکان کی قیمت پر زکوٰۃ.....	۴۱۴۲
۳۵۳	تصویروں کو فروخت کر کے اس کی آمدنی سے زکوٰۃ دینا.....	۴۱۴۳
۳۵۴	کیا NSC پر زکوٰۃ واجب ہے؟.....	۴۱۴۴
۳۵۵	مالدار تاجر پر زکوٰۃ اور ادائیگی کا طریقہ.....	۴۱۴۵
۳۵۶	پیتل کی بنائی گئی تصویروں کی آمدنی پر زکوٰۃ.....	۴۱۴۶
۳۵۷	شادی کے لئے جمع شدہ مال میں زکوٰۃ کا حکم.....	۴۱۴۷
۳۵۷	مکان و شادی کے لئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ.....	۴۱۴۸
۳۵۸	ضرورت کے لئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ.....	۴۱۴۹
۳۵۹	بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ.....	۴۱۵۰
۳۶۱	حولان حول کے بعد بینک یا ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم	۴۱۵۱
۳۶۲	قرض کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا حکم.....	۴۱۵۲
۳۶۳	قرض کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟.....	۴۱۵۳
۳۶۴	مدیون پر زکوٰۃ.....	۴۱۵۴
۳۶۶	قرض کے علاوہ مابقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی.....	۴۱۵۵
۳۶۷	قرض کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا.....	۴۱۵۶

۳۶۸ دین اور قرض کی زکوٰۃ کس پر لازم	۴۱۵۷
۳۷۲	قرض وصول ہونے سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں	۴۱۵۸
۳۷۳ قرض وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ کا حکم	۴۱۵۹
۳۷۴ مال غیر مقبوض پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ کا حکم	۴۱۶۰
۳۷۵ قرض کی وصولیابی کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ	۴۱۶۱
۳۷۷ طویل الاجل قرض اور کونسا دین مانع زکوٰۃ	۴۱۶۲
۳۷۹	قسطوں میں وصول ہونے والی رقم پر زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟	۴۱۶۳
۳۸۰ بوئڈس اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکوٰۃ	۴۱۶۴

۳/باب زکاة الذهب والفضة والحلي

۳۸۲ سونے چاندی کی زکوٰۃ	۴۱۶۵
۳۸۳	موجودہ اوزان کے اعتبار سے سونے چاندی کا نصاب زکوٰۃ	۴۱۶۶
۳۸۴ صرف چھ تولہ سونا ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں	۴۱۶۷
۳۸۵ سو تولہ چاندی سے زائد مقدار پر زکوٰۃ کا وجوب	۴۱۶۸
۳۸۶ ایک ہزار روپیہ کے سونے پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟	۴۱۶۹
۳۸۸ سامان تجارت اور تھوڑے سونے پر زکوٰۃ	۴۱۷۰
۳۸۹ سونا چاندی علیحدہ طور پر بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ کس طرح نکالے	۴۱۷۱
۳۹۰ سونا چاندی الگ الگ نصاب کو نہیں پہنچے تو؟	۴۱۷۲
۳۹۱ سوا کلو چاندی اور ۴ تولہ سونے کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائیگی؟	۴۱۷۳
۳۹۳ پانچ تولہ سونا اور تین تولہ سونے کے بقدر روپیہ پر زکوٰۃ	۴۱۷۴
۳۹۴ چار تولہ سونا اور دو تولہ چاندی سے وجوب زکوٰۃ	۴۱۷۵

۳۹۵ سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کریں؟	۴۱۷۶
۳۹۷ زیورات پر زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے گی؟	۴۱۷۷
۳۹۸ سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟	۴۱۷۸
۳۹۹ زیورات کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟	۴۱۷۹
۴۰۰ رشتہ دار کے پاس رکھی چاندی پر زکوٰۃ کا حکم	۴۱۸۰
۴۰۱ گروی رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ کا حکم	۴۱۸۱
۴۰۲ مسلم فنڈ میں رکھے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟	۴۱۸۲
۴۰۴ گزشتہ سالوں کی ادائے گی کا طریقہ	۴۱۸۳
۴۰۴ سالوں سے مدفون زیورات کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ	۴۱۸۴
۴۰۶ زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا شوہر پر واجب ہے یا بیوی پر	۴۱۸۵
۴۰۹ بیوی کے زیورات میں شوہر پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی	۴۱۸۶
۴۱۰ بیوی کے زیورات یا مال کی زکوٰۃ شوہر کا ادا کرنا	۴۱۸۷
 شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ ماں باپ	۴۱۸۸
۴۱۰ پر ہے یا لڑکی پر؟	
۴۱۱ سسرال سے ملے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ کس پر	۴۱۸۹
۴۱۳ شادی میں ملے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ	۴۱۹۰
۴۱۴ ایضاح المسائل کے ایک مسئلہ کی وضاحت	۴۱۹۱
۴۱۵ ہیرے جواہرات کی زکوٰۃ	۴۱۹۲

۴/ باب اموال التجارة



۴۱۹ مال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ	۴۱۹۳
-----	--	------

۴۱۹۴	مال تجارت میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟.....	۴۲۰
۴۱۹۵	تجارت کے مال کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے گی؟.....	۴۲۱
۴۱۹۶	مشترکہ کاروبار میں زکوٰۃ کی ادائے گی کیسے ہو؟.....	۴۲۲
۴۱۹۷	کمپنی اور مشترکہ کاروبار کے حصہ داروں کی زکوٰۃ.....	۴۲۳
۴۱۹۸	استعمالی مشینوں پر زکوٰۃ.....	۴۲۵
۴۱۹۹	سامان تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ.....	۴۲۶
۴۲۰۰	تجارت کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم.....	۴۲۷
۴۲۰۱	پلاٹ پر زکوٰۃ کا حکم.....	۴۲۸
۴۲۰۲	تجارتی زمین پر زکوٰۃ واجب ہے.....	۴۳۰
۴۲۰۳	فروخت کرنے کے لئے خریدی گئی زمین پر زکوٰۃ.....	۴۳۱
۴۲۰۴	تجارتی زمین پر زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ.....	۴۳۳
۴۲۰۵	بلڈر کے مکان و زمین پر زکوٰۃ سے متعلق ایک مسئلہ.....	۴۳۴
۴۲۰۶	فلیٹ اور بلڈنگ کے خریداروں کی پیشگی رقم پر زکوٰۃ.....	۴۳۶
۴۲۰۷	تجارتی پلاٹ اور اموال تجارت میں کس طرح زکوٰۃ.....	۴۳۸
۴۲۰۸	تجارتی پلاٹ کی زکوٰۃ کس وقت کی قیمت کا اعتبار سے ہوگی؟	۴۴۰
۴۲۰۹	پیٹرول کی زکوٰۃ خمس کی شرعی حیثیت.....	۴۴۲
۴۲۱۰	تجارتی زمین کی زکوٰۃ.....	۴۴۶
۴۲۱۱	پیشگی رقم پر زکوٰۃ کا حکم.....	۴۴۹
۴۲۱۲	بیعہ کی رقم ادا کرنے کے بعد باقیہ رقم پر زکوٰۃ.....	۴۵۰
۴۲۱۳	تجارتی زمین پر ہر سال ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے	۴۵۱
۴۲۱۴	وکیل بالشراء کے پاس پھنسے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ.....	۴۵۲

۴۲۱۵	جس مال تجارت کی قیمت ادا کر کے قبضہ نہیں کیا اس کی زکوٰۃ	۴۵۴
۴۲۱۶	غیر مقبوض مال کی زکوٰۃ.....	۴۵۷
۴۲۱۷	ناقص اور نامکمل مکان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ.....	۴۵۸
۴۲۱۸	استعمال کے لئے خریدے گئے پلاٹ کی رقم پر زکوٰۃ.....	۴۵۹
۴۲۱۹	مکان بنانے کے ارادے سے خریدی گئی زمین میں	
۴۲۲۰	تجارت کی نیت کرنا.....	۴۶۰
۴۲۲۰	مکان بنانے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ پر فروخت کی	
۴۲۱	سے قبل زکوٰۃ نہیں.....	۴۶۱
۴۲۲۱	تجارت کی نیت سے خریدنے کے بعد پلاٹ پر مکان بنانے	
۴۲۳	کے ارادہ سے زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی؟.....	۴۶۳
۴۲۲۲	تجارت کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ میں رہائشی مکان بنانا	۴۶۴
۴۲۲۳	استعمالی عمارت یا دوکان کی آمدنی پر زکوٰۃ.....	۴۶۵
۴۲۲۴	فلیٹ اور بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم.....	۴۶۶
۴۲۲۵	رہائش کے لئے خریدی گئی زمین پر فلیٹ تعمیر کر کے فروخت	
۴۲۸	کرنے پر زکوٰۃ کا حکم؟.....	۴۶۸
۴۲۲۶	کرایہ پردی گئی جائیداد کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے.....	۴۶۹
۴۲۲۷	ٹینٹ ہاؤس کے سامانوں کی زکوٰۃ کا حکم.....	۴۷۰
۴۲۲۸	دوکان اور اسکول کی آمدنی پر زکوٰۃ.....	۴۷۱
۴۲۲۹	کپڑوں کے تھانوں کی زکوٰۃ تخمینہ سے ادا کرنا.....	۴۷۲
۴۲۳۰	تجارتی مرغیوں پر زکوٰۃ انڈے اور بچے پیدا کرنے والی پر نہیں	۴۷۳
۴۲۳۱	کمپنی کی عمارتوں میں رہائش پذیر ملازموں پر بلڈنگ کی	
۴۷۴	زکاۃ واجب ہے یا کمپنی پر.....	۴۷۴

۴۷۵	۴۲۳۲	پکڑی کی زکوٰۃ کس پر.....
۴۷۷	۴۲۳۳	کمپنی کے حصص اور شیرز کی زکوٰۃ.....
۴۷۸	۴۲۳۴	شیرز کی زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟.....
۴۷۹	۴۲۳۵	شیرز کی اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ.....
۴۸۰	۴۲۳۶	شیرز کی زکوٰۃ میں رأس المال اور منافع دونوں کا اعتبار.....
۴۸۲	۴۲۳۷	انشورنس میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے.....

۵/ باب أداء الزکوٰۃ



۴۸۴	۴۲۳۸	مالیت کا حساب لگائے بغیر محض اندازے سے زکوٰۃ ادا کرنا.....
۴۸۴	۴۲۳۹	زکوٰۃ دیتے وقت یہ نیت کرنا کہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ورنہ امداد.....
۴۸۵	۴۲۴۰	زکوٰۃ کی الگ کردہ رقم کے علاوہ سے زکوٰۃ دینا.....
۴۸۷	۴۲۴۱	غیر مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی.....
۴۸۸	۴۲۴۲	حولان حول سے قبل زکوٰۃ دینا.....
۴۸۹	۴۲۴۳	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا.....
۴۹۰	۴۲۴۴	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا.....
۴۹۱	۴۲۴۵	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا.....
۴۹۲	۴۲۴۶	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد فقیر ہو گیا.....
۴۹۳	۴۲۴۷	انگریزی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے والا قمری تاریخ.....
۴۹۳	۴۲۴۸	کا تعین کس طرح کرے؟.....
۴۹۴	۴۲۴۹	گذشتہ سال کی زکوٰۃ کس قیمت سے نکالی جائے؟.....
۴۹۵	۴۲۵۰	کپڑے کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کس دن کی قیمت.....
۴۹۵	۴۲۵۱	کا اعتبار ہے؟.....

۴۲۵۰	ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے.....	۴۹۶
۴۲۵۱	زکوٰۃ میں یوم الا داء کی قیمت کا اعتبار ہے.....	۴۹۷
۴۲۵۲	بہن کے کھاتے یا موبائل وغیرہ میں زکوٰۃ کی رقم ڈالنا.....	۴۹۸
۴۲۵۳	زکوٰۃ میں گھٹیا چیز دینے سے متعلق ایک مفصل فتویٰ.....	۴۹۹
۴۲۵۴	مستحق زکوٰۃ کو تحفہ یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ دینا.....	۵۰۴
۴۲۵۵	بالغ اولاد کی طرف سے والدین کا زکوٰۃ و فطرہ ادا کرنا.....	۵۰۵
۴۲۵۶	قرض بتا کر دینے سے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم.....	۵۰۶
۴۲۵۷	مقروض کو مالک بنائے بغیر صرف زبان سے کہہ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی؟.....	۵۰۸
۴۲۵۸	فقیر کو نصاب سے زیادہ زکوٰۃ کی رقم دینا.....	۵۰۹
۴۲۵۹	بقدر نصاب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دینا.....	۵۱۰
۴۲۶۰	اداء زکوٰۃ میں ضم نصاب کا حکم.....	۵۱۱
۴۲۶۱	مستحق کے نام سے زکوٰۃ لے کر اپنے اوپر خرچ کرنا.....	۵۱۲
۴۲۶۲	گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ اور اس کے استعمال کا حکم.....	۵۱۴
۴۲۶۳	مال تجارت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ.....	۵۱۵
۴۲۶۴	مستحق زکوٰۃ ملازم کو دی ہوئی چیز واپس لے کر دوسرے کو دینا.....	۵۱۷
۴۲۶۵	چھوٹے بھانجے کو اسکول خرچ میں زکوٰۃ دینا.....	۵۱۸
۴۲۶۶	نئے سلعے ہوئے کپڑے زکوٰۃ میں دینا.....	۵۱۹
۴۲۶۷	استعمال شدہ کپڑے زکوٰۃ میں دینا.....	۵۲۰
۴۲۶۸	مستعمل کپڑے زکوٰۃ میں دینا.....	۵۲۱

۴۲۶۹	زکوٰۃ میں بری کا استعمالی کپڑا دینا.....	۵۲۲
۴۲۷۰	استعمال شدہ کپڑے اور برتن زکوٰۃ میں دینا.....	۵۲۳
۴۲۷۱	زکوٰۃ میں رقم کے بجائے کپڑا، برتن وغیرہ دینا.....	۵۲۴
۴۲۷۲	زکوٰۃ کی رقم سے غریب بچوں کو کپڑے اور کتابیں دینا.....	۵۲۵
۴۲۷۳	بعد التملیک زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی حضرات کے لئے لحاف سلوانا	۵۲۶
۴۲۷۴	زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے مسلمانوں کی حفاظت کی غرض	
	سے اسلحہ خریدنا.....	۵۲۷
۴۲۷۵	زکوٰۃ کی رقم سے غریب شخص کو سامان خرید کر دینا.....	۵۲۸
۴۲۷۶	زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو حج کرانا.....	۵۲۹
۴۲۷۷	زکوٰۃ کی رقم سے قرآن کریم اور دینی کتابیں خرید کر تقسیم کرنا	۵۳۰
۴۲۷۸	زکوٰۃ کی رقم سے فیس ادا کرنا.....	۵۳۱
۴۲۷۹	زکوٰۃ کے روپے سے ہنر سیکھنے کے لئے ماسٹر رکھنا.....	۵۳۲
۴۲۸۰	مد زکوٰۃ سے سید کا قرض ادا کرنا.....	۵۳۳
۴۲۸۱	شادی کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا.....	۵۳۴
۴۲۸۲	زکوٰۃ کی رقم غریب کی شادی میں دینا.....	۵۳۷
۴۲۸۳	زکوٰۃ کے پیسے سے شادی کرانا.....	۵۳۷
۴۲۸۴	غریب بچی کی شادی میں بقدر نصاب زکوٰۃ دینا.....	۵۳۹
۴۲۸۵	بذریعہ چیک زکوٰۃ کی رقم دینا.....	۵۴۰
۴۲۸۶	چیک کے ذریعہ دی گئی رقم میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی تفصیل.....	۵۴۱
۴۲۸۷	زکوٰۃ کی رقم مریض کی دوا یا تعمیر میں لگانا.....	۵۴۳
۴۲۸۸	زکوٰۃ کی رقم سے اسپتال میں غرباء کا علاج کرانا.....	۵۴۳

۴۲۸۹	زکوٰۃ کی رقم سے پتھری کی دوا منگ کر تقسیم کرنا.....	۵۴۵
۴۲۹۰	غریب کا قرض اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا.....	۵۴۷
۴۲۹۱	قرضدار سے زکوٰۃ کی رقم لے کر قرضہ کی ادائیگی.....	۵۴۸
۴۲۹۲	مقروض کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ.....	۵۴۹
۴۲۹۳	زکوٰۃ کی رقم سے مقروض کے قرض کی ادائیگی اور زکوٰۃ کا حکم	۵۵۰
۴۲۹۴	اپنے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اس سے قرضہ وصول کرنا	۵۵۲
۴۲۹۵	زکوٰۃ کی رقم مدیون کے قبضہ میں دے کر واپس لینے سے	
	زکوٰۃ و قرض کی ادائیگی.....	۵۵۳
۴۲۹۶	ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قرض دار کا مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا	۵۵۴
۴۲۹۷	مقروض فقیر شخص کا زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنانا.....	۵۵۵
۴۲۹۸	فقیر کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر دینا.....	۵۵۶
۴۲۹۹	زکوٰۃ کی رقم سے کمرے بنوانا.....	۵۵۷
۴۳۰۰	مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر دینا.....	۵۵۸
۴۳۰۱	زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر مستحق کو دینا.....	۵۵۹
۴۳۰۲	مال زکوٰۃ سے مکان تعمیر کر کے فقیر کو مالک بنانا.....	۵۶۱
۴۳۰۳	زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو کرایہ پر مکان دلوانا.....	۵۶۳
۴۳۰۴	پگڑی میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟	۵۶۴
۴۳۰۵	کیا پگڑی پر فقیر کو مکان لے کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟	۵۶۵
۴۳۰۶	سودی قرض لے کر زکوٰۃ ادا کرنا.....	۵۶۶
۴۳۰۷	سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینا.....	۵۶۷
۴۳۰۸	زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرض میں دینا.....	۵۶۸
۴۳۰۹	زکوٰۃ کی رقم سے سودی قرض ادا کرنے یا منہا کرنے کا حکم.....	۵۶۹

۶/ باب المصرف



۵۷۲ صاحب نصاب کون ہے؟	۴۳۱۰
۵۷۲ صدقہ واجبہ اور زکوٰۃ کے مستحق کون؟	۴۳۱۱
۵۷۳ فقیر و مسکین کسے کہتے ہیں؟	۴۳۱۲
۵۷۴ فی سبیل اللہ کا مصداق	۴۳۱۳
۵۸۰ بدائع کی عبارت سے غلط فہمی	۴۳۱۴
	کیا فی سبیل اللہ کے مصداق، مدارس، مساجد اور اکیڈمیاں	۴۳۱۵
۵۸۲ ہو سکتی ہیں؟	
۵۸۳ زکوٰۃ و صدقہ فطر کا بہترین مصرف	۴۳۱۶
۵۷۴ زکوٰۃ کس کو دیں طلبہ کو یا غریب لوگوں کو؟	۴۳۱۷
۵۸۵ غیر مالک نصاب غریب کو زکوٰۃ لینا	۴۳۱۸
۵۸۶ غریب شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے	۴۳۱۹
۵۸۷ سخت مجبوری میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا	۴۳۲۰
۵۸۸ کیا رکشہ چلانے والا صاحب نصاب ہے	۴۳۲۱
۵۸۹ جس شخص پر صدقہ الفطر واجب ہو اس کو زکوٰۃ دینا	۴۳۲۲
۵۹۰ صدقہ فطر کے نصاب کا مالک مستحق زکوٰۃ نہیں	۴۳۲۳
۵۹۲ کسی کو زبردستی زکوٰۃ دینا	۴۳۲۴
۵۹۳ استحقاق زکوٰۃ سے متعلق سوالات و جوابات	۴۳۲۵
۶۰۰ صدقات واجبہ کے مصارف	۴۳۲۶
۶۰۴ رشتہ داروں اور طلباء مدارس کو زکوٰۃ دینا	۴۳۲۷

۶۰۵ صاحب نصاب اقرباء کو زکوٰۃ دینا	۴۳۲۸
۶۰۶ کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟	۴۳۲۹
۶۰۷ زکوٰۃ کا طریقہ اور رشتہ داروں یا کنبہ کو زکوٰۃ دینا	۴۳۳۰
۶۰۸ زکوٰۃ کی رقم سے بیٹے کا قرض ادا کرنا	۴۳۳۱
۶۰۹ اپنی اولاد کو زکوٰۃ دینا	۴۳۳۲
۶۱۰ بیٹی کو زکوٰۃ دینا	۴۳۳۳
۶۱۱ بیٹے کا باپ کو زکوٰۃ دینا	۴۳۳۴
۶۱۲ فقیر خسر کو داماد زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟	۴۳۳۵
۶۱۳ مالدار والد کی غریب اولاد کو زکوٰۃ دینا	۴۳۳۶
۶۱۴ دولت مند شخص کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا	۴۳۳۷
 نافرمان و شرابی اولاد کو زکوٰۃ اور امداد دینے یا وراثت سے محروم کر دینے کا حکم	۴۳۳۸
۶۱۵ کیا بھائی بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟	۴۳۳۹
۶۱۷ تجارت کو فروغ دینے کے لئے بھائی کو زکوٰۃ دینا	۴۳۴۰
۶۱۸ بھائی کا اپنی بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دینا	۴۳۴۱
۶۱۹ کیا بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟	۴۳۴۲
۶۲۰ حقیقی بہن کو زکوٰۃ دینا	۴۳۴۳
۶۲۱ بالغ غیر شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ دینا	۴۳۴۴
۶۲۲ بہن کا بھائی کو زکوٰۃ کی رقم دینا	۴۳۴۵
۶۲۳ بہن کا بھائی کو بطور قرض زکوٰۃ کی رقم دینا	۴۳۴۶
۶۲۴ بہن بھائی بہنوی سالی وغیرہ کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۴۳۴۷

۶۲۶	بھائی بھتیجہ، بہن بھانجی، پھوپھی کوز کوۃ دینا.....	۴۳۴۸
۶۲۷	ساتھ میں رہنے والی بھابھی کوز کوۃ دینا.....	۴۳۴۹
۶۲۸	نابالغ کوز کوۃ دینا.....	۴۳۵۰
۶۲۹	سید کوز کوۃ.....	۴۳۵۱
۶۳۰	سید اور بنی ہاشم کوز کوۃ دینا.....	۴۳۵۲
۶۳۳	سیدہ بیوہ عورت کوز کوۃ دینا.....	۴۳۵۳
۶۳۴	کیا آل ہاشم کو بھی صدقات واجبہ دینا جائز نہیں؟.....	۴۳۵۴
۶۳۵	صاحب نصاب لڑکی کی شادی کے لئے زکوۃ دینا.....	۴۳۵۵
۶۳۶	زکوۃ، فطرہ، قربانی کی کھال کس کو دی جائے؟.....	۴۳۵۶
۶۳۷	ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا.....	۴۳۵۷
۶۳۸	غریب کو مال زکوۃ دے کر صاحب نصاب بنانا.....	۴۳۵۸
۶۳۹	زکوۃ کی رقم سے جنگی ہتھیار خریدنا یا تنخواہ میں دینا.....	۴۳۵۹
۶۴۱	وکیل کا زکوۃ کی رقم مؤکل کی بیوہ اولاد کو دینا.....	۴۳۶۰
۶۴۲	تنخواہ نہ کافی ہونے والے ملازم کا زکوۃ لینا.....	۴۳۶۱
۶۴۳	تجارت اور اچھی مزدوری کرنے والے کا زکوۃ لینا.....	۴۳۶۲
۶۴۴	۳۰۲۵، بیگزین کے مالک کا ادائے قرض کے لئے زکوۃ وصول کرنا.....	۴۳۶۳
۶۴۵	غیر صاحب نصاب جائیداد کے مالک کوز کوۃ دینا.....	۴۳۶۴
۶۴۶	مالداروں کے گھر رہنے والی غریب لڑکی کوز کوۃ دینا.....	۴۳۶۵
۶۴۷	حج کے لئے زکوۃ کا سوال کرنا.....	۴۳۶۶
۶۴۸	ناہینا حاجی کی مدد کے لئے مینا کوز کوۃ کی رقم سے بھیجنا.....	۴۳۶۷
۶۴۹	تبلیغ والوں کو مد زکوۃ سے کھانا کھلانا.....	۴۳۶۸

- ۴۳۶۹ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ و صدقہ دینا..... ۶۵۰
- ۴۳۷۰ صاحب نصاب کو علاج کے لئے زکوٰۃ دینا..... ۶۵۱
- ۴۳۷۱ غریب مریض کے علاج و معالجہ کے لئے زکوٰۃ دینا..... ۶۵۲
- ۴۳۷۲ صدقات و زکوٰۃ ہسپتال میں صرف کرنا..... ۶۵۳
- ۴۳۷۳ زکوٰۃ کی رقم غریبوں کے لئے تیار شدہ ہسپتال میں لگانا..... ۶۵۴
- ۴۳۷۴ صاحب نصاب فقیر برادری کے افراد کو زکوٰۃ دینا..... ۶۵۶
- ۴۳۷۵ سودیا زکوٰۃ کی رقم سے موٹر لگوانا..... ۶۵۷
- ۴۳۷۶ زکوٰۃ کی رقم تجہیز و تکفین میں خرچ کرنا..... ۶۵۸
- ۴۳۷۷ ڈپوزٹ میں دینے کے لئے زکوٰۃ کی رقم دینا..... ۶۵۹
- ۴۳۷۸ زکوٰۃ کی رقم کمیٹی کی رجسٹری وغیرہ میں صرف کرنا..... ۶۶۰
- ۴۳۷۹ صدقات واجبہ کی رقم سے بیت المال کی رسید چھپوانا..... ۶۶۲
- ۴۳۸۰ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کرنا..... ۶۶۲
- ۴۳۸۱ زکوٰۃ کی رقم سے تعمیری قرض کی ادائیگی..... ۶۶۳
- ۴۳۸۲ کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟..... ۶۶۵
- ۴۳۸۳ کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟..... ۶۶۷
- ۴۳۸۴ مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا..... ۶۶۸
- ۴۳۸۵ مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا..... ۶۶۹
- ۴۳۸۶ مقروض شخص کی زکوٰۃ سے امداد کرنا..... ۶۷۰
- ۴۳۸۷ قرضدار کو زکوٰۃ دینے کا حکم..... ۶۷۱
- ۴۳۸۸ مقروض کو قرض سے زائد زکوٰۃ دینا..... ۶۷۲
- ۴۳۸۹ غریب مقروض کو مالدار قرضخواہ کا زکوٰۃ کی رقم دینا..... ۶۷۳

۶۷۴	زکوٰۃ کی رقم سے قرض کی ادائیگی	۴۳۹۰
۶۷۵	مالدار مقروض کو زکوٰۃ دینا	۴۳۹۱
۶۷۶	مالدار کا اپنا قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ لینا	۴۳۹۲
۶۷۹	غیر مستحق کا زکوٰۃ لے کر تجارت کرنا	۴۳۹۳
۶۸۰	کاروبار شروع کرنے کے لئے مد زکوٰۃ سے کتنی رقم دے سکتے ہیں؟	۴۳۹۴
۶۸۰	تجارت کو فروغ دینے کے لئے زکوٰۃ حاصل کرنا	۴۳۹۵
۶۸۲	کاروباری مقروض فقیر کو زکوٰۃ دینا	۴۳۹۶
۶۸۳	تجارتی مقروض کو زکوٰۃ دینے کا شرعی حکم	۴۳۹۷
۶۸۴	تجارتی مقروض مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	۴۳۹۸
۶۸۶	سودی قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ دینا	۴۳۹۹
۶۸۸	غریب قاتل کو زکوٰۃ دینا	۴۴۰۰
۶۸۹	شیعہ کو زکوٰۃ دینا	۴۴۰۱
۶۹۰	کیا شیعہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟	۴۴۰۲
۶۹۱	غریب غیر مسلم کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا	۴۴۰۳
۶۹۲	زکوٰۃ و صدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا	۴۴۰۴



۱۰ بقية كتاب الجنائز

۱۰ / باب صلاة الجنازة

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

سوال: [۳۸۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اس کی ترکیب اور کیفیت کیا ہے؟ اس کو بیان فرمائیں عین نوازش ہوگی، بینو تو جروا۔

المستفتی: شعیب احمد، میرٹھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو جائے، اور مقتدی امام کے پیچھے صف بندی کریں، اور ہر دو صف کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف معمولی فاصلہ کافی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ کم از کم تین صف بنائیں، لہذا اگر مقتدی کم ہوں، مثلاً صرف پانچ ہی آدمی ہوں، تو پہلی اور دوسری صف میں دو دو اور تیسری صف میں ایک شخص کھڑا ہو اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ جس کے جنازہ میں تین صفیں ہوں، اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اور جنت نصیب ہوتی ہے، اس کے بعد نماز جنازہ شروع کرنے کے لئے امام تکبیر کہے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ

اٹھا کر باندھ لے اور اس کے بعد ثناء پڑھے، پھر ثناء سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر دوسری تکبیر کہے، اور درود ابراہیمی پڑھے اور درود ابراہیمی سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہہ کر بالغ مرد و عورت کے لئے مذکورہ دعا پڑھے۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا، وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا، وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا، وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا، وَأَنْثَانَا، اللّٰهُمَّ مِنْ أَحْيَيْتِهِ مَنْ أَمَاتِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مَنْ تَوَفَّاهُ عَلَى الْإِيمَانِ .

لیکن اگر میت بالغ کی جگہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے، تو دعاء میں درج ذیل الفاظ پڑھے۔
اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذَخْرًا، وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا. البتہ لڑکی کی صورت میں اجعلہا پڑھے، پھر اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے اور چھوڑنے کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے، دلائل ملاحظہ فرمائیے:

عن مرثد بن عبد الله الزني قال: كان مالک بن هبيرة إذا صلى على جنازة، فتقال الناس عليها جزأهم ثلاثة أجزاء، ثم قال: قال رسول الله ﷺ: من صلى عليه ثلاثة صفوف فقد أوجب. (سنن الترمذي، الجنائز، باب كيف الصلاة على الميت والشفاعة له، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۰، دار السلام رقم: ۱۰۲۸)

عن أبي هريرة، قال نعى النبي ﷺ إلى أصحابه النجاشي، ثم تقدم فصفوا خلفه فكبر رابعاً. (صحيح البخاري، الجنائز، باب الصفوف على الجنازة، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۶، رقم: ۱۳۰۴، ف: ۱۳۱۸)

عن الشعبي قال: التكبيرة الأولى على الميت ثناء على الله، والثانية صلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، والثالث دعاء للميت، والرابعة تسليم. (مصنف عبد الرزاق، باب القراءة والصلاة في الدعاء للميت، المجلس العلمي ۳/ ۴۹۱، رقم: ۶۴۳۴)

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ كان إذا صلى على جنازة، قال:

اللّٰهُم اغفر لحینا، ومیتنا، وشاهدنا، وغائبنا، وصغیرنا، وکبیرنا، و ذکرنا ،
 وأنثانا، اللّٰهُم من أحييته منّا فأحیه علی الإسلام، ومن توفيته منّا فتوفه علی
 الإيمان . (المستدرک، کتاب الجنائز، قدیم ۳۵۸/۱، مکتبہ نزار مصطفی الباز
 جدید ۵۱۲/۲، رقم: ۱۳۲۶، سنن الترمذی الجنائز، باب ما یقول فی الصلاة علی المیت ،
 النسخة الهندية ۱/۹۸، دار السلام رقم: ۱۰۲۴)

عن یونس عن الحسن أنه کان إذا صلی علی الطفل قال: اللّٰهُم اجعله
 لنا فرطاً واجعله لنا أجراً . (مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب الدعاء علی الطفل ،
 المجلس العلمي ۳/۵۲۹، رقم: ۶۵۸۸)

وفی الصبی والمجنون یقول: اللّٰهُم اجعله لنا فرطاً ، واجعله لنا ذخراً ،
 واجعله لنا شافعاً ومشفعاً . (شرح النقایہ ، باب فی الجنائز ، مکتبہ اعزازیہ دیوبند ۱/۱۳۴)
 وسننها أربع: قیام الإمام بحذاء صدر المیت ذکر أَوْ أنثی والثناء
 بعد التکبیرة الأولى ، والصلاة ، علی النبی ﷺ بعد الثانية ، والدعاء للمیت
 بعد الثالثة ویسلم بعد الرابعة من غیر دعاء . (نور الإیضاح ، باب أحكام
 الجنائز ، کتب خانہ امدادیہ دیوبند/۱۲۹، ۱۳۰)

ولا یعقد بعد التکبیر الرابع؛ لأنه لا یبقی ذکر مسنون حتی یعقد
 فالصحيح أنه یحل الیدین ثم یسلم . (سعیہ شرح شرح الوقایہ ، کتاب الصلاة ،
 باب صفة الصلاة ۲/۱۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۶/۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۶۲/۴۰)

نماز جنازہ کی نیت کس طرح کی جائے

سوال: [۳۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

نیت کی میں نے جنازہ کی نماز فرض کفایہ چار تکبیروں کے ساتھ دعا واسطے اس میت کے ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے حضور ﷺ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے اللہ اکبر، اس تفصیل کے ساتھ نیت کا ثبوت کہیں سے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ نیت کے عربی الفاظ بھی نقل فرمادیں، جواب بحوالہ عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد افتخار، پوکر بھنڈا، ضلع دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ الفاظ کا استعمال کرنا، قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس کے عربی الفاظ قرآن وحدیث اور کسی فقہ کی کتاب میں موجود ہیں، بلکہ یہ بعد کے لوگوں کے اپنی طرف سے بنائے ہوئے الفاظ ہیں، اس لئے نماز جنازہ میں اتنی نیت کر لینا کافی ہے، کہ میں اس امام کے پیچھے اس میت کی دعاء کیلئے نماز جنازہ پڑھتا ہوں، اور یہ بھی کہنا زبان سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صرف دل و دماغ میں سوچ لینا کافی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۸۹/۲، جدید ڈبھیل ۸/۵۴۸، بہشتی زیور ۱۱/۳۱)

وفي صلوة الجنازة ينوي الصلوة لله تعالى والدعاء للميت.

(الأشباه قدیم ۶۲)

وفي صلاة الجنازة ينوي الصلاة لله تعالى، والدعاء للميت. (ہندیہ،

کتاب الصلاة، الفصل الرابع في النية زكريا ۶۶/۱، جدید ۲۳/۲ حلبی کبیر، الصلاة،

الشرط السادس النية، اشرفیہ دیوبند ۲۴۹، البناہ، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة

التي تتقدما، اشرفیہ دیوبند ۲/۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
یکم ۵/۱۴۳۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۴۵)

نماز جنازہ کا طریقہ

سوال: [۳۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں مقتدی امام کے پیچھے درود شریف اور میت کی دعاء جو پڑھی جاتی ہے وہ پڑھے یا خاموش رہے، اسی طرح جنازہ کی نماز میں کتنے فرائض ہیں، اور کتنی سنتیں ہیں، یعنی کیا کیا رکن فرض اور کیا کیا سنتیں ہیں، مفصل و مدلل انداز میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد مصطفیٰ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس طرح امام پر تکبیرات کہنا فرض ہے، اسی طرح مقتدی کیلئے بھی تکبیرات کہنا فرض ہے، جس طرح امام کیلئے ثناء درود شریف اور دعا وغیرہ پڑھنا مسنون ہے، اسی طرح مقتدی کیلئے بھی مذکورہ چیزیں پڑھنا مسنون ہے، غرض یہ کہ جو چیزیں امام پر فرض ہیں، وہی مقتدی پر بھی فرض ہیں، اور جو چیزیں امام کیلئے مسنون ہیں، وہی چیزیں مقتدی کے حق میں بھی مسنون ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ امام تکبیرات اور سلام بلند آواز سے کہے گا، اور مقتدی آہستہ سے کہیں گے۔

والإمام والقوم فيه سواء.... ويخافت في الكل إلا في التكبيرات والإمام والقوم فيه سواء. (عالمگیری، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون، فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/۱۶۴، جدید ۱/۲۲۵)

ويسر الكل إلا التكبير..... لكن في البدائع! العمل في زماننا على الجهر بالتسليم. (درمختار مع الشامی کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي کراچی ۲/۲۱۳، زکریا ۳/۱۱۱)

اور نماز جنازہ میں دو فرض ہیں (۱) چار تکبیریں۔ (۲) قیام اور ایک واجب سلام ہے پھیرنا، اور تین چیزیں مسنون ہیں، (۱) پہلی تکبیر کے بعد ثناء۔ (۲) دوسری تکبیر کے بعد درود

شریف۔ (۳) تیسری تکبیر کے بعد دعاء۔

ورکنہا التکبیرات والقیام۔ (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي كراچی ۲/۲۰، زکریا ۳/۱۰۵، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی الصلوة علیہ جدید دارالکتاب دیوبند ۵۸۰/، قدیم ۳۱۸/)

ویسلم وجوبا بعد التکبیرة الرابعة من غیر دعاء بعدها فی ظاهر الروایة۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، جدید مکتبہ دارالکتاب قدیم/۳۲۱)
والثناء بعد التکبیرة الأولى والصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التکبیرة الثانية والدعاء للمیت ولفسہ وجماعة المسلمین بعد التکبیرة الثالثة الخ۔ (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، أحكام الجنائز، فصل فی الصلاة، علیہ، دارالکتاب دیوبند/۵۸۳، ۵۸۴، قدیم/۳۲۰، شامی کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي كراچی ۲/۲۰۹، زکریا ۳/۱۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۲۹/۳۵)

کیا جنازہ میں مقتدی کیلئے دعاء پڑھنا لازم ہے؟

سوال: [۳۸۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جنازہ کی نماز میں دعائیں پڑھنا مقتدی کیلئے ضروری ہے؟

المستفتی: ولی الرحمن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں، (۱) چار تکبیرات۔

- (۲) کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور تین چیزیں سنت ہیں۔
 (۱) حمد و ثناء جس کو ثناء پڑھنے سے تعبیر کرتے ہیں، (۲) درود شریف پڑھنا۔
 (۳) اخیر میں دعاء پڑھنا۔

عن سعید بن أبي سعيد المقبري عن أبيه أنه سأل أبا هريرة
 كيف تصلي على الجنابة؟ فقال أبو هريرة: أنا لعمر الله أخبرك
 اتبعها من أهلها، وإذا وضعت كبرت، وحمدت الله، وصليت على
 نبيه ثم أقول اللهم إنه عبدك. الحديث: (موطأ مالك، الجنائز، باب
 ما يقول المصلي على الجنابة، النسخة الهندية / ۷۹)

عن الشعبي قال: التكبيرة الأولى على الميت ثناء على الله، والثانية
 صلاة على النبي ﷺ، والثالثة دعاء للميت، والرابعة تسليم. (مصنف عبد الرزاق،
 باب القراءة والدعاء في الصلاة على الميت، المجلس العلمي ۳/ ۴۱۹، رقم: ۶۴۳۴)
 وركنها التكبيرات، والقيام، وسننها التحميد، والثناء والدعاء
 فيها. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب صلاة، باب صلاة الجنابة، زكريا ۳/ ۱۰۵،
 ۱۰۶، کراچی ۲/ ۳۰۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۷۵۰۵/۳۶)

متعدد میتوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا

سوال: [۳۸۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر
 ایک ساتھ دو چار جنازے آجائیں تو ان سب کی نماز ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟
 (۲) اگر کئی جنازے ایک ساتھ آجائیں تو ان جنازوں کی چار پائیاں کس طرح رکھی

جائیں، اور امام صاحب کہاں کھڑے ہوں؟

المستفتی: عبد البجنان، جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اگر ایک ساتھ کئی جنازے آجائیں تو ان سب کی نماز الگ الگ پڑھنا لازم یا ضروری نہیں ہے، بلکہ سب کی نمازیں ایک ساتھ پڑھنا بھی بلاکراہت جائز اور درست ہے۔

عن ابن عباس قال: أتى بهم رسول الله ﷺ يوم أحد فجعل يصلي على عشرة عشرة وحمزة هو كما هو، يرفعون وهو كما هو موضوع .
(سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فى الصلاة على الشهداء ودفنهم، النسخة الهندية ۱/۱۰۹، دار السلام رقم: ۱۵۱۳، وهكذا فى مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب إذا اجتمعت الجنائز الرجال، المجلس العلمي ۳/۴۶۹، رقم: ۶۳۵۶، شرح معاني الآثار، باب الصلاة على الشهداء بيروت ۲/۳۳، رقم: ۲۸۱۲)

ولو اجتمعت الجنائز يخير الإمام إن شاء صلى على كل على حدة، وإن شاء صلى على الكل دفعة بالنية على الجميع . (عالمگیری، الباب الحادى والعشرون، فى صلاة الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت زکریا ۱/۱۶۵، جدید ۱/۲۲۶)

(۲) اگر متعدد میتوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا ہو تو ان کی چار پائیوں کے رکھنے کی مختلف شکلیں فقہاء نے بیان کی ہیں، اور ان میں آسان شکل یہی ہے کہ سب کے سینے ایک دوسرے کے مقابل اور برابر میں ہوں، اور امام ان تمام میتوں کے سینے کے برابر میں کھڑا ہو جائے۔

عن إبراهيم فى الجنائز إذا اجتمعت قال: تصفها صفا، بعضها أمام بعض وتصفها جميعاً يقوم الإمام وسطها، الحديث: (كتاب

الآثار لمحمد بن الحسن، الجنائز، باب الصلاة على جنازة الرجال والنساء، الرحيم
اکیڈمی کراچی ۱/۲۱۴، رقم: ۲۴۳)

وإن شاء جعلها صفا ممایلی القبلة واحداً خلف واحد بحيث
يكون صدر كل جنازة ممایلی الإمام ليقوم بحذاء صدر الكل . (در
مختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، کراچی ۲/۲۱۹،
زکریا ۳/۱۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۳/۱۴۲۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۳۸)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھنا

سوال: [۳۸۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نماز
جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور قرأت کا ثبوت سرّاً یا جہراً کسی حدیث سے ہے یا نہیں؟ ایک صاحب
فرماتے تھے، کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟
المستفتی: بشیر الدین، مونگیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت میں نماز
جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ذکر موجود ہے، دوسری سورتیں پڑھنا کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔
عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ قرأ علی الجنازة بفاتحة الكتاب .
الحديث: (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی القراءة علی الجنازة بفاتحة الكتاب،
النسخة الهندية ۱/۹۸، دار السلام رقم: ۱۰۲۶)

درحقیقت بات یہ ہے کہ نماز جنازہ میں دعاء کا حکم ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔
أبو ابراهيم الأشهلي عن أبيه قال: كان رسول الله صلى الله عليه

وسلم إذا صلى على الجنازة، قال: اللهم اغفر لحينا وميتنا، وشاهدنا، وغائبنا، وصغيرنا، وكبيرنا، وذكرونا، وأنثانا (إلى قوله) اللهم من أحبيته منا فأحبه على الإسلام، ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان. (ترمذی، الجنائز،

باب ما يقول في الصلاة على الميت، النسخة الهندية ۱/۱۹۸، دارالسلام رقم: ۱۰۲۴)

عن أبي هريرة رضي الله عنه سمعت النبي ﷺ يقول: إذا صليت على الميت

فأخلصوا له الدعاء. (سنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، النسخة الهندية

۲/۴۵۶، دارالسلام رقم: ۳۱۹۹)

اور سورۃ فاتحہ کو قرأت کے ارادہ سے نہیں بلکہ دعا کے ارادہ سے پڑھنے کی گنجائش ہے،

اور ابن عباس کی روایت میں دعاء کے ارادہ سے پڑھنا مقصود ہے۔

ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء، فلا بأس به، وإن قرأها بنية القراءة

لا يجوز، لأنها محل الدعاء دون القراءة. (ہندیہ، الباب الحادی

والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت زكريا ۱/۱۶۴،

جدید ۱/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۱/۱۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۱۱/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۱۹/۳۱)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال: [۳۹۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے

علاقہ میں نام نہاد اہل حدیث (غیر مقلدین) اکثر و بیشتر مسائل کے متعلق بحث کرتے رہتے

ہیں، جس کی بنا پر میرے ذہن میں بھی بسا اوقات خلجان پیدا ہو جاتا ہے، امید ہے کہ تشفی بخش

جواب عنایت فرمائیں گے۔

کیا حضور اکرم ﷺ سے بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے؟ اگر نہیں تو

احناف کا مسلک اس کے برخلاف کیوں ہے؟

المستفتی: ابوالکلام، سدھارتھ نگری۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سورۃ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا صاف طور پر حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے سے متعلق حضرات صحابہؓ سے منقول ہے، حضور ﷺ سے پڑھنا ثابت نہیں ہے، حضور ﷺ کے بعد بہت سے صحابہؓ سے بھی سورۃ فاتحہ کا نماز جنازہ میں نہ پڑھنا ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي سعيد المقبري عن أبيه أنه سأل أبا هريرة كيف تصلي على الجنازة فقال: أبو هريرة إنا لعمر الله أخبرك اتبعهما من أهلها ، فإذا وضعت كبرت وحمدت الله و صليت على نبيه ثم أقول اللهم عبدك وابن عبدك وابن أمتك كان يشهد أن لا إله إلا أنت وأن محمداً عبدك ورسولك ، وأنت أعلم به اللهم إن كان محسناً فزد في إحسانه ، وإن كان مسيئاً فتجاوز عنه سيئاته ، اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده . (مصنف ابن أبي شيبة ، الجنائز ، ما يبدأ في التكبير الأولى في الصلاة عليه الخ ، مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۲ ، ۳/ ۲۹۵ ، رقم: ۱۱۴۹۵ ، مصنف عبد الرزاق ، الجنائز ، باب القراءة والدعاء في الصلاة على الميت المجلس العلمي ۳/ ۴۸۸ ، حديث: ۶۴۲۵)

عن نافع أن ابن عمر كان لا يقرأ في الصلاة على الجنازة . (مصنف ابن أبي شيبة ، كتاب الجنائز ، من قال ليس على الجنازة قراءة مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۲۵۸ ، ۳/ ۲۹۸ ، رقم: ۱۱۵۲۲)

أن ابن مسعود قال: إن النبي ﷺ لم يوقت فيها قولاً ولا قراءة .

(مغنی ابن قدامہ بیروت ۲/ ۱۸۰)

عن علی أنه كان إذا صلى على ميت يبدأ فيحمد الله ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقول اللهم اغفر لأحيائنا وأمواتنا وألف بين قلوبنا وأصلح ذات بيننا واجعل قلوبنا على قلوب خيارنا .
(مصنف ابن أبي شيبة ، الجنائز ، من قال ليس على الميت دعاء الخ مؤسسه علوم القرآن ۷/۲۵۱ ، ۳/۲۹۵ ، رقم: ۱۱۴۹۴)

عن أبي المنهال قال سألت أبا العالية عن القراءة في الصلاة على الجنازة بفاتحة الكتاب فقال ما كنت أحسب أن فاتحة الكتاب تقرأ إلا في صلوة فيها ركوع وسجود . (مصنف ابن أبي شيبة ، كتاب الجنائز ، من قال ليس على الجنازة قراءة جديد مؤسسه علوم القرآن ۷/۲۵۸ ، ۳/۲۹۹ ، رقم: ۱۱۵۲۴)

عن موسى بن علي عن أبيه قال قلت لفضالة بن عبيدة هل يقرأ على الميت شيء قال لا . (مصنف ابن أبي شيبة ، الجنائز ، من قال ليس على الجنازة قراءة مؤسسه علوم القرآن ۷/۲۵۹ ، ۳/۲۹۹ ، رقم: ۱۱۵۲۵)

عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه قال: قال له رجل أقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب، قال: لا تقرأ . (مصنف ابن أبي شيبة ، الجنائز ، من قال ليس على الجنازة قراءة مؤسسه علوم القرآن ۷/۲۵۹ ، رقم: ۱۱۵۲۶ ، ۳/۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۷/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۶/۷/۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۸۲/۳۸)

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بنیت قرأت حنفیہ کے یہاں کیوں ممنوع ہے؟

سوال: [۳۹۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں؟ تو کن کن ائمہ کے نزدیک جائز ہے؟ اور حنفیہ کے یہاں عدم جواز کی علت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق : حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں بنیت قراءت سورہ فاتحہ کا پڑھنا مکروہ ہے، حنفیہ مکروہ تحریمی کے قائل ہیں اور مالکیہ مکروہ تنزیہی کے، ہاں دعا کی نیت سے سورہ فاتحہ پڑھنے کی مطلقاً اجازت ہے، اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بنیت قراءت سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک بنیت قراءت سورہ فاتحہ کے نماز جنازہ میں مکروہ ہونے کی علت یہ ہے کہ نماز جنازہ قرائت کا محل نہیں ہے بلکہ یہ موقع دعا ہے۔

وقراءة الفاتحة مكروهة تحريماً بنية التلاوة ، جائزة بنية الدعاء عند الحنفية ومكروهة تنزيهاً عند المالكية ، وركن عند الآخرين .
(الشفقة الإسلامية وادلتة صلاة الجنائز ، وأحكام الجنائز والشهداء والقبور ، مكتبة هدى انتر نیشنل ۲/۴۳۶)

وليس فيها قراءة القرآن عندنا وهو قول عمر وابنه وعلي وأبي هريرة[ؓ] وبه قال: مالك وقال الشافعي وأحمد يقرأ الفاتحة في الأولى وهو مروي عن ابن عباس أنه صلى على جنازة فقراً فاتحة الكتاب قال لتعلموا أنها سنة رواه الترمذي وغيره ، ولنا ما قد مناه من قول عمر وغيره ولو قرأ الفاتحة بنية الشاء والدعاء جاز . (حلي كبير ، الصلاة ، فصل في الجنائز/ ۵۸۶ ، مكتبة اشرفيه)

ولا يقرأ فيها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به ، وإن قرأها بنية القراءة لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة . (هنديہ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت ، زکریا ۱/۱۶۴ ، اتحاد جدید ۱/۲۲۵)

وعین الشافعی الفاتحة فی الأولى وعندنا تجوز بنية الدعاء وتكره بنية القراءة لعدم ثبوتها فيها عنه عليه الصلاة والسلام ، وتحتہ فی الشامیة : وبہ قال أحمد ، لأن ابن عباسؓ صلی علی جنازة فجهر الفاتحة وقال عمداً فعلته لیعلم أنها سنة ، ومذهبنا قول عمر وابنه وعلي وأبي هريرةؓ وبہ قال مالک كما فی شرح المنیة ، وقوله تکره بنية القراءة : فی البحر ، عن التجنیس والمحیط : لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة ومثله فی الولوالجية والتاتار خانية وظاهره أن الکراهة تحریمیة . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، زکریا ۱۱۱/۳ ، کراچی ۲/۲۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵/۵/۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۸/۲۰)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ

سوال: [۳۹۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورۃ کرنا نیز جہر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر مذکورہ باتوں کا ثبوت ہے تو وہ مقتدی جو تبعین امام ابوحنیفہؒ ہیں کیا کریں؟ آیا وہ بھی امام کیساتھ پڑھیں یا خاموشی کے ساتھ سنیں، اور صرف تکبیرات کہیں: یا نماز ہی نہ پڑھیں، احناف کی نماز کس شکل میں صحیح ہوگی؟ مدلل و مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: مجلس احمد ٹاؤنہ بادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ میں نہایت قرأت سورۃ فاتحہ کا پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ اگر نہایت دعا سورۃ فاتحہ پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن جہراً پڑھنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، اور ضم سورۃ کسی طرح جائز نہیں ہے، کیونکہ سورۃ

بنیت دعائیں پڑھی جاتی ہے۔ (مفتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۱۷، ۵/۳۲۶، ۵/۳۳۷)
 ولا یقرأ فیہا القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به وإن
 قرأها بنية القراءة لا يجوز لأنها محل الدعاء دون القراءة الخ. (فتاویٰ
 عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت
 زکریا ۱/۱۶۴، جدید ۱/۲۲۵، شامی، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، زکریا
 ۳/۱۱۱، کراچی ۲/۲۱۳، ۲۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۸/۶/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۱۳/۲)

نماز جنازہ میں ہر تکبیر پر ہاتھ کیوں اٹھایا جاتا ہے؟

سوال: [۳۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیگر
 ائمہ کے نزدیک نماز جنازہ کی ہر تکبیر پر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک ہر
 تکبیر پر ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے ہیں صرف پہلی تکبیر ہی پر اٹھائے جاتے ہیں، دونوں فریق
 کی دلیل کیا ہے؟ جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر پر
 ہاتھ اٹھانا مسنون ہے ان کی دلیل درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان يرفع يديه على الجنائز في
 أول تكبيرة ثم لا يعود. (سنن الدار قطنی، کتاب الجنائز، باب وضع الیمنی علی
 الیسری، ورفع الأیدی عند التكبیر دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۶۲، رقم: ۱۸۱۴)

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كبر على الجنائز فرفع يديه في
 أول تكبيرة ووضع الیمنی علی الیسری. (ترمذی شریف، الجنائز، باب ماجاء

فی رفع الیدین علی الجنازۃ، النسخۃ الہندیۃ ۱/۲۰۶، رقم: ۲۰۶، دارالسلام رقم: (۱۰۷۷)
عن معمر عن بعض أصحابنا أن ابن عباسؓ كان يرفع يديه في التكبيرة الأولى ثم لا يرفع بعد وكان يكبر أربعاً. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب رفع الیدین فی التکبیر علی الجنائز، المجلس العلمي ۳/۴۷۰، رقم: ۶۳۶۲)

حنفیہ کے علاوہ باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز جنازہ کی ہر رکعت میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے، ان حضرات کی دلیل درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

أن ابن عمر كان يرفع في التكبيرات الأربع على الجنازة. (مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب رفع الیدین فی التکبیر علی الجنائز، المجلس العلمي ۳/۴۷۰، رقم: ۶۳۶۰)

عن نافع عن ابن عمر قال كان يرفع يديه في كل تكبيرة على الجنازة. (مصنف ابن أبي شيبة، فی الرجل يرفع يديه فی التکبیر علی الجنازة، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۷/۲۵۴، رقم: ۱۱۴۹۸)

أن عمر بن عبد العزيز كان يرفع يديه في كل تكبيرة من تكبير الجنازة. (مصنف ابن أبي شيبة، فی الرجل يرفع يديه فی التکبیر علی الجنازة، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۷/۲۵۴، رقم: ۱۱۴۹۹)

عن معمر عن الزهري قال: ترفع يديك في كل تكبيرة من التكبيرات الأربع وبه نأخذ. (مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب رفع الیدین فی التکبیر علی الجنائز، المجلس العلمي ۳/۴۶۹، رقم: ۶۳۵۷)

لہذا اس مسئلہ میں کسی کو کسی پر تکبیر نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ دلائل سب کے پاس موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳۳۵/۵/۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۶/۴۰)

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کا مسئلہ

سوال: [۳۹۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں دعا سے فارغ ہونے کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑ دینا پھر دونوں طرف سلام پھیرنا کیسا ہے، اور ہاتھ چھوڑنے کی کیا وجہ ہے، کیا ہاتھ چھوڑنے سے سنت کا ترک کرنا لازم تو نہیں آتا، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: لئیق احمد رفیقی مکیہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: افضل اور اولیٰ نماز جنازہ میں یہی ہے کہ دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہنے کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، اور اسکے بعد سلام پھیرا جائے، اسلئے کہ چوتھی تکبیر کہنے کے بعد سلام پھیرتے وقت نہ تو کوئی دعا ہے، اور نہ تحریمہ باقی ہے لہذا ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا ہی افضل اور اولیٰ ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/۳۲۹، کفایت المفتی قدیم ۲/۹۶، جدید ذکر یا ۴/۱۰۹، جدید ذکر یا مطول ۵/۳۵۲، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۹۹، جدید ذکر یا ۷/۳۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۶/۳۶۰، جدید ڈائجیل ۸/۵۵۵، امداد الفتاویٰ ۱/۳۵، امداد الاحكام ۲/۴۴۲)

ولا یعقد بعد التکبیر الرابع لأنه لا یبقی ذکر مسنون حتی یعقد فالصحيح أنه یحل الیدین ثم یسلم الخ. (سعاہ شرح شرح وقایہ، کتاب الصلاۃ باب صفة الصلاۃ ۲/۵۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۱۶۹)

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینا

سوال: [۳۹۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے وقت ہاتھ باندھے رہیں یا ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیریں شرعی مسئلہ واضح فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد عمران، سیوہارا، بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کہنے کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دیں اس کے بعد سلام پھیریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام پھیرتے وقت نہ تو تحریمہ باقی ہے اور نہ کوئی دعاء اس لئے پہلے ہاتھ چھوڑنا اور پھر سلام پھیرنا افضل ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/ ۳۲۹، امداد الفتاویٰ/ ۱/ ۳۵، امداد الاحکام/ ۲/ ۴۴۲، ایضاح المسائل/ ۴/ ۷)

ومن هنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين أيضا من أنه هل يضع مصلی الجنازة بعد التكبير الأخير من تكبيراته ثم يسلم أم يرسل ثم يسلم وهو أنه ليس بعد التكبير الأخير ذكر مسنون فليس فيه الإرسال . (سعايه ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، بيان إرسال يدين بعد التكبير الأخير من

تكبيرات صلاة الجنازة ، مطبوعه مصطفىائى ۱۵۹/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

۱۴۲۲/۱/۱۳

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰۲۴/۳۵)

چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دینے کا مسئلہ اور بارش میں جوتے پہن کر نماز پڑھنا

سوال: [۳۹۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) نماز

جنازہ میں دعا سے فارغ ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑنا اور ہاتھ چھوڑنے کے بعد سلام پھیرنا چوتھی تکبیر کے بعد دائیں طرف سلام پھیرنے کے ساتھ ہاتھ چھوڑنا کیسا ہے؟ اور کیا وجہ ہے؟

(۲) اگر بارش کی وجہ سے زمین میں کیچڑ ہو جائے اور ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو تو جوتے اتار کر ان پر پیر رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہنے کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اس کے بعد سلام پھیرا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے وقت نہ تو تحریمہ باقی ہے اور نہ کوئی دعاء ہے اسلئے پہلے ہاتھ چھوڑنا اور پھر سلام پھیرنا افضل اور اولیٰ ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۳۲۹، ایضاح المسائل/۷۴)

ومن هنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست وثمانين أيضا من أنه هل يضع مصلى الجنازة بعد التكبير الأخير من تكبیراته ثم يسلم أم يرسل ثم يسلم وهو أنه ليس بعد التكبير الأخير ذكر مسنون فليس فيه الإرسال . (سعاہ، مطبوعہ مصطفائی، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ۵۹/۲)

(۲) اگر بارش کی وجہ سے زمین میں کیچڑ ہو جانے کی وجہ سے نجاست کا ظن غالب ہے تو جوتے اتار کر پھر ان جوتوں پر پیر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۷۳، فتاویٰ رشیدیہ/۴۳۳، جدید زکریا/۴۰۸، احسن الفتاویٰ/۱۹۲)

ولو افترش نعليه وقام عليها جاز فلا يضر نجاسة ما تحتها لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا مما يلي الأرض . (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دارالکتاب دیوبند/۵۸۲، قدیم/۳۱۹، ومثله فی التاتار خانیه، کتاب الصلاة، الفصل الثانی فی الفرائض زکریا/۳۱، رقم: ۱۵۹۴، کوئٹہ قدیم/۴۲۱، عالمگیری، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثانی فی طهارة ما یستر به العورة وغیره زکریا/۶۲، جدید/۱۱۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/رجب ۱۴۲۱ھ

۱۶/۷/۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۳۵/۳۵)

نماز جنازہ میں امام صاحب دعا بھول جائیں تو؟

سوال: [۳۹۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز جنازہ میں اگر امام صاحب سے سہواً دعا چھوٹ جائے تو ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اسی طرح مقتدی سے بھولے سے دعا چھوٹ جائے تو اسکی نماز ہوگی یا نہیں؟ نیز اس کے اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جواب دیں؟

المستفتی: عبدالحمد محلہ: بندوچیان،
قصبہ: دھامپور، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت پر دعاء پڑھنا صرف مسنون ہے ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں، لہذا بھولے سے چھوٹ جانے کی صورت میں نماز میں کوئی فساد نہیں آیا، نماز ادا ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳۴۳/۵، محمودیہ قدیم ۳۷۲/۲، جدید ڈابھیل ۵۵۰/۸)

ولیس الدعاء من أركانها على التحقيق . (حاشية الطحطاوى على

مراقبي الفلاح ، باب أحكام الجنائز ، فصل في الصلاة عليه دار الكتاب ديوبند / ۵۸۵ ، قديم / ۳۲۱)

وركنها شيان التكبيرات الأربع والقيام . (شامی ، كتاب الصلاة، باب

صلاة الجنائز ، كراچی ۲۰۹/۲ ، زكريا ۱۰۵/۳ ، حلبی كبير ، فصل في صلاة الجنائز ، الرابع الصلاة على الميت اشرفيه ديوبند / ۵۸۴ ، زكريا ۱۰۵/۳) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۴/۱۴۲۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۰۰)

نابالغ بچے یا بچی کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے؟

سوال: [۳۹۰۸ (الف)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

- (۱) نابالغ بچہ کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے۔
- (۲) نابالغ لڑکی کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے، اور کس طرح پڑھی جائے؟
- (۳) اگر لڑکا، لڑکی ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو دعا کس طرح پڑھی جائے؟ مفصل بیان کریں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: احسان الحق قاسمی سیتاپوری،
گرام مہولیہ، پوسٹر یوان، ضلع: سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نابالغ بچہ کی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد حسب ذیل دعا پڑھی جائے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرْطًا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا زَخْرًا، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَ
مُشَفِّعًا..... (البحر الرائق، الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته،
زکریا ۲/۳۲۳، کراچی کوئٹہ ۲/۱۸۴، الفتاویٰ الثاتار خانیه زکریا ۲/۴۵، رقم: ۳۶۸۵)

(۲) جوڑ کی نابالغ ہے اس کی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد دعا کے الفاظ میں مذکر کی ضمیر کی جگہ مؤنث کی ضمیر استعمال کرنے کا حکم ہے، لہذا نابالغ لڑکی کی نماز جنازہ میں دعا کے الفاظ اس طرح سے پڑھنے کا حکم ہے، جو ذیل میں درج ہے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرْطًا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا زَخْرًا، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعًا وَ
مُشَفِّعًا وَفِي مَجْمَعِ الْأَنْهَرِ وَإِنْ كَانَ الْمَيِّتُ مَوْثًا أَنْتَ الصَّمَائِرُ الرَّاجِعَةُ إِلَيْهَا. (طحطاوی مع

المراقی جدید دارالکتاب دیوبند/۵۸۶، ومثله فی مجمع الأنهر، مکتبہ فقیہ الأمت دیوبند/۲۷۱)

(۳) نابالغ لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جائے، تو تیسری تکبیر کے بعد دعا کے الفاظ میں تشنیکہ صیغہ استعمال کیا جائے گا، جو ذیل

میں درج ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمَا لَنَا فَرْطاً اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمَا لَنَا ذَخِراً اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمَا لَنَا شَافِعاً وَ مَشْفَعاً .

فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیے :

وينبغي أن يلاحظ المصلي في دعائه التذكير والتأنيث والتشنية والجمع بما يناسب حال الميت الذي يصلي عليه . (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٥ / ١٦) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

نابالغ لڑکے و لڑکی کی نماز جنازہ کی دعا میں کون سی ضمیر پڑھیں

سوال : [۳۹۰۸ (ب)] : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ اگر نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی کی میت ہو تو دونوں کی نماز جنازہ ساتھ پڑھی جائیگی یا علیحدہ علیحدہ ، اگر ساتھ پڑھی جائیگی تو ضمیر مذکر کیساتھ یا مؤنث کے ساتھ ؟
المستفتی: جلس احمد، ٹانڈہ بادی، ضلع راجپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق : علیحدہ علیحدہ پڑھنا اور دونوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا دونوں طرح جائز ہے، اور جب دونوں کی نماز ایک کیساتھ پڑھی جائے تو دعائیں تشنیہ کا صیغہ استعمال کیا جائے گا، تشنیہ کی ضمیر مذکر و مؤنث دونوں کی یکساں ہوا کرتی ہے، اس لئے کوئی شبہ نہیں ہے۔

وينبغي أن يلاحظ المصلي في دعائه التذكير والتأنيث والتشنية والجمع بما يناسب حال الميت الذي يصلي عليه . (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٥ / ١٦) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ صفر ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰ / ۲۴)

جس بچہ کے زندہ یا مردہ نیز مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو اس کی نماز جنازہ میں کون سی دعا پڑھی جائے

سوال: [۳۹۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت حمل سے تھی وہ کسی وجہ سے جنگل گئی اور جنگل میں اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور بچہ ہونے کے بعد عورت مر گئی، اور وہ بچہ بھی مرا ہوا ہے، اور اس بچہ کو کوئی جانور ناف سے لیکر شرمگاہ تک کھا گیا، کوئی پہچان نہیں ہے، لہذا کوئی ثبوت بتائیں کہ کیا پہچان ہوگی کیونکہ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے وقت کوئی نہیں تھا، بچہ جو ہوا یہ بھی پتہ نہیں کہ زندہ پیدا ہوا یا مردہ پیدا ہوا، لہذا بچہ کی کیا پہچان ہوگی، اور نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ دعا میں بھی فرق ہے، لہذا کوئی پہچان بتائیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی کیونکہ کفن و دفن بھی ہو گیا؟

المستفتی: محمد موسیٰ، مدرسہ ازہر العلوم،
اصالت پورہ ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جبکہ بچہ پر ذکر و اناث کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو مسلمان اس کا مکلف نہیں ہے، اور تغلیباً لڑکے کی دعا پڑھ لی جائے، نیز نماز جنازہ میں دعائے فرض ہے اور نہ واجب بلکہ سنت ہے، اس لئے بلا دعا بھی جنازہ و تکبیرات اربعہ پڑھ لی جائیں، تو فرضیت ادا ہو جائے گی، اور جنازہ میں صرف قیام اور چار تکبیرات فرض ہیں، نیز مذکورہ حالت میں بچہ کو زندہ پیدا شدہ تسلیم کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔

ورکنہا شیئان التکبیرات الأربعة والقیام، وستنتھا ثلثة التحمید،
والثناء، والدعاء فیہا الخ. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة
الجنائزہ، کراچی ۲/۲۰۹، زکریا ۱۰/۵، حلی کبیر، فصل فی صلاة الجنائزہ، الرابع

الصلاة على الميت اشرفيه ديو بند/ ۵۸۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ صفر ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰/۲۳)

نماز جنازہ میں تین تکبیر پر سلام پھیر دینا

سوال: [۳۹۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) نماز جنازہ میں تین تکبیروں کے بعد امام نے ایک طرف سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا تو میت کی دعا پڑھی اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیرا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز جنازہ ادا ہوگئی یا نہیں؟ لوگوں میں اختلاف ہو رہا ہے، کوئی کہتا ہے کہ نماز ہوگئی کوئی کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوئی؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

(۲) نماز نہ ہونے کی صورت میں اس نماز کو کافی سمجھ کر میت دفن کر دی گئی تو اب کیا کیا جائے؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: فیض الحسن، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں، ان میں سے کسی ایک کے ترک سے نماز فاسد ہو جائے گی، لہذا امام کے چوتھی تکبیر چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی، اور اعادہ لازم ہوگا۔

الإمام إذا اقتصر على ثلاثة فسدت فيما يظهر، وإذا فسدت على الإمام فسدت على المأموم لترك ركن من أركانها. (حاشية الطحطاوى على مرقاة الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه قديم / ۳۲۲، دار الكتاب ديو بند/ ۵۸۷، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت زکریا / ۱۶۴، جدید / ۲۲۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۶ / ۲۸)

(۲) اس حالت میں دفن کرنے کے بعد میت کے سرٹنے اور پھٹنے سے پہلے یعنی گرمیوں میں تین دن کے اندر اندر اور سردیوں میں چھ سات دن کے اندر اندر نماز قبر پر پڑھی جائے گی، اگر یہ مدت گزر گئی تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۲۸)

عن أبي هريرةؓ أن امرأة سوداء كانت تقم المسجد، أو شاباً ففقدها رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل عنها أو عنه؟ فقالوا: مات، قال أفلا كنتم آذنتموني؟ قال: فكانهم صغروا أمرها، أو أمره، فقال: دلوني على قبره، فدلوه، فصلى عليها، ثم قال: إن هذه القبور مملوءة ظلمة على أهلها، وإن الله عز وجل ينورها لهم بصلاتي عليهم.

(صحيح مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، النسخة الهندية ۱/۳۰۹، بيت الأفكار رقم: ۹۵۶، صحيح البخاری، الجنائز، باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن، النسخة الهندية ۱/۱۷۸، رقم: ۱۳۲۲، ف: ۱۳۳۷)

وإن دفن وأهیل علیه التراب بغير صلوة أو بها بلا غسل، أو ممن لا ولاية له صلي على قبره استحساناً ما لم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير وقيل يقدر ثلاثة أيام. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، زکریا ۳/۱۲۵، کراچی ۲/۲۲۴، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت زکریا ۱/۱۶۵، جدید ۱/۲۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶۲/۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۱۰ھ

نماز جنازہ میں تین یا پانچ تکبیر کہنے کا حکم

سوال: [۳۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی امام نے جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں کہہ دیں یا تین تکبیریں کہیں ایک چھوڑ دی تو اس صورت

میں نماز جنازہ درست ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ کے اندر اگر امام نے تین تکبیریں کہی ہیں تو نماز فاسد ہوگئی، دوبارہ نماز کو ادا کرنا ہوگا۔

وصلوۃ الجنائزۃ أربع تکبیرات ولو ترک واحدة لم تجز صلاته هكذا فی الکافی . (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱۶۴/۱، جدید ۲۲۵/۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۱۶) الإمام إذا اقتصر علی ثلاثة فسدت فيما يظهر، وإذا فسدت علی الإمام فسدت علی المأموم لترك ركن من أركانها . (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة علیه دارالکتاب دیوبند/۵۸۷)

اور اگر امام نے پانچ تکبیریں کہی ہیں، تو نماز درست ہوگئی۔

عن ابن جریج، قال: أخبرني الحارث بن عبد الرحمن بن أبي ذباب أنهم لم يختلفوا أن النبي ﷺ صلى علی النجاشي، بقیع المصلى، قال عبد الرزاق، وكان الثوري إذا كبر علی الجنائزۃ أربعاً سلم ولم ينتظر الخامسة، وأنا علی ذلك . (مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر علی الجنائز، المجلس العلمی ۴۸۳/۳، رقم: ۶۴۰۸)

ولو كبر إمامه خمساً لم يتبع لأنه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه إذا سلم، به يفتی . (در مختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، كراچی ۲۱۴/۲، زکریا ۱۱۲/۳، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة علیه، دارالکتاب دیوبند/۵۸۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۶/۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۶/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۰/۷۸۳)

نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہنا

سوال: [۳۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مراد آباد کے قریب ایک گاؤں میں امام صاحب نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہدیں، پھر ایک دن کے بعد لوگوں نے خیال کیا کہ امام صاحب نے چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہی ہیں، تو کیا اس پانچویں تکبیر سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر فاسد ہوگئی تو دوبارہ پڑھی جائیگی تو اس کی کیا شکل ہوگی، حال یہ ہے کہ مردہ کو دفن کیے ہوئے ایک دن ہو چکا ہے، اور نماز کے دوران کچھ مقتدیوں کو پانچویں تکبیر کا خیال بھی ہوا لیکن انہوں نے لقمہ نہیں دیا، اس کے باوجود انہوں نے اتباع کی تو کیا جاننے کے باوجود پانچویں تکبیر کی اتباع کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد شاہ نواز، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی، اور جب نماز فاسد نہیں ہوئی تو اب دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جنہوں نے پانچویں تکبیر میں اتباع کی ہے ان کی نماز بھی صحیح ہوگئی۔
أما كونها أربعاً فعليها الأئمة الأربعة قال أبو عمر بن عبد الله انعقد الإجماع على الأربع فلو كبر الإمام خمسا لا يتبعه المقتدي بل يقف ساكتا حتى يسلم فيسلم معه لأن الزيادة على الأربعة منسوخة، ولا متابعة في المنسوخ. (حلبی کبیر، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند/ ۵۸۶)

ولو كبر إمامه خمسا لم يتبع لأنه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه إذا سلم به يفتي. (شامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة كراچی ۲/ ۲۱۴، زکریا ۱۱۲/۳، مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، فصل قديم

مصری ۱/ ۱۸۴، دارالکتب العلمیہ بیروت جدید ۱/ ۲۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

۱۴۳۱/۳/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۲)

جس شخص سے نماز جنازہ میں کئی تکبیریں چھوٹ جائیں تو وہ کس طرح پڑھے؟

سوال: [۳۹۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز جنازہ میں امام کے ساتھ شروع میں شریک نہ ہو سکا، بلکہ تین تکبیر نکلنے کے بعد شریک ہوا تو اب یہ کس طرح نماز پوری کرے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ شخص نورانیت نہ باندھے بلکہ امام کی چوتھی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام چوتھی تکبیر کہے تو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے اور پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے پہلے چھوٹی ہوئی تکبیریں مکمل کر لے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈائجیل ۸/ ۵۹۴، میرٹھ ۱۳/ ۱۰۵)

ولو کبر الإمام تکبیرة أو تکبیرتین أو ثلاث تکبیرات ، ثم جاء رجل لا یکبر ، ولکنه ينتظر حتی یکبر الإمام فیکبر معه ، ثم إذا سلم الإمام قضی ما علیه قبل أن ترفع الجنازة . (بدائع ، فصل فی بیان کیفیة الصلاة علی الجنازة کراچی ۱/ ۳۱۴، زکریا ۲/ ۵۳، کذا فی الشامی: کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة زکریا ۳/ ۱۱۴، کراچی ۲/ ۲۱۷، تاتارخانیہ، کتاب الصلاة، الفصل الثانی والثلثون صلاة الجنازة، زکریا ۳/ ۵۰، رقم: ۳۶۹۵، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/ ۱۶۵، جدید ۱/ ۲۲۶،

حانۃ علی الہندیۃ ، باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ زکریا ۱/ ۱۹۲ ، جدید ۱/ ۱۲۰)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹۵/۴۰)

نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کرنے کا حکم

سوال: [۳۹۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی بستی یا گاؤں میں کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو اور میت کو بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے یا بچہ کا جنازہ بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے ، تو اس صورت میں اب نماز قبر پر پڑھ لی جائے یا نہیں؟ اگر پڑھ لی جائے تو جماعت کریں یا فرداً فرداً کی جائے گی ، جو بھی صورت ہو بیان فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد یسین ، محمود پور ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب تک میت کا جسم پھٹنے اور سڑنے کا گمان غالب نہ ہو جائے ، اس وقت تک قبر پر باجماعت نماز جنازہ ادا کرنا درست ہے ، اور سڑنے گلنے کی خاص مدت متعین نہیں ہے ، بلکہ اس کا مدار سردی گرمی اور مٹی کی تاثیر وغیرہ پر ہے ۔
(مستفاد: بہشتی زیور ۱۱/ ۹۲ ، فتاویٰ دارالعلوم ۵/ ۲۸۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه ، أن أسود رجلاً أو امرأة ، كان يقيم المسجد فمات ولم يعلم النبي صلى الله عليه وسلم بموته ، فذكره ذات يوم فقال: ما فعل ذلك الإنسان قالوا: مات يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أفلا آذنتموني ، فقالوا: إنه كان كذا وكذا قصته ، قال: فحقروا شأنه ، قال: فدلوني على قبره ، فأتى قبره فصلى عليه .

(صحیح البخاری، الجنائز، باب الصلاة على قبر بعد ما يدفن، النسخة الهندية ۱/۱۷۸، رقم: ۱۳۲۲، ف: ۱۳۳۷، صحیح مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، النسخة الهندية ۱/۳۰۹، بیت الأفكار رقم: ۹۵۶، سنن أبي داود، الجنائز، باب الصلاة على القبر، النسخة الهندية ۲/۵۷۴، دارالسلام رقم: ۳۲۰۳، مسند أحمد بن حنبل ۳/۱۵۰، رقم: ۱۲۵۴۵)

وإن دفن وأهیل علیه التراب بغير صلاة أوبها بلا غسل أو ممن لا ولاية له صلي على قبره استحساناً ما لم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، زکریا ۳/۱۲۵، کراچی ۲/۲۲۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۷۳/۲۵)

عورت اور مرد کے جنازے ایک ساتھ آجائیں تو چار پائیوں کی ترتیب کا کیا حکم ہے؟

سوال: [۳۹۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عورت مرد دونوں طرح کے جنازے ایک ساتھ آجائیں تو کس ترتیب سے چار پائیاں رکھی جائیں؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتی: عبد السبحان، جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مرد کا جنازہ امام کی طرف رکھا جائے اور عورت کا جنازہ مرد والے جنازہ سے جانب قبلہ میں رکھا جائے، یعنی مرد کو امام سے قریب رکھا جائے

اور عورت کو اس کے بعد رکھا جائے، اسی طرح اگر کئی مرد اور کئی عورتیں ہوں تو امام سے قریب مردوں کو رکھا جائے، اور مردوں میں بھی جو سب سے افضل ہوگا اس کو بالکل امام سے قریب رکھا جائے، اس کے بعد جانب قبلہ میں عورتوں کو آگے رکھتے جائیں، اس طریقہ سے سب جنازہ کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے، حرمین شریفین میں حج کے موقع پر اسی طرح کئی کئی جنازہ کی نماز ایک ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

عن عمار مولى الحارث بن نوفل أنه شهد جنازة أم كلثوم وابنها فجعل الغلام مماليي الإمام، فأنكرت ذلك وفي القوم: ابن عباس وأبو سعيد الخدري، وأبو قتادة، وأبو هريرة فقالوا: هذه السنة. (سنن أبي داود، الجنائز، باب إذا حضر جناز رجال ونساء من يقدم، النسخة الهندية ۲/ ۴۵۵، دار السلام رقم: ۳۱۹۳، سنن النسائي، الجنائز، باب اجتماع صبي وامرأة، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۷، دار السلام رقم: ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب كيفية الصلاة على الرجال والنساء، المجلس العلمي ۳/ ۴۶۵، رقم: ۶۳۳۷)

فيصف الرجال إلى جهة الإمام ثم الصبيان ثم الخنثى ثم النساء .
(عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی صلاة الجنابة، الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت زکریا ۱/ ۱۶۵، جدید ۱/ ۲۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۳/۲۷ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۸/۳/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۲۸/۳۸)

متعدد نابالغ بچوں کی نماز جنازہ میں کونسی دعا پڑھیں؟

سوال: [۳۹۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر نابالغ بچے اور بچی کا جنازہ جمع ہو جائے اور ان کی نماز جنازہ اکٹھا پڑھنے کی ضرورت ہو تو کون سی دعا

پڑھی جائیگی لڑکے والی یا لڑکی والی یا اس کے علاوہ کوئی اور؟

المستفتی: عبدالحمد، بندوچیان، دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب نابالغ لڑکے اور لڑکی کا جنازہ اکٹھا ہو جائے اور ایک ساتھ نماز ادا کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں لڑکے کی دعا پڑھنی چاہئے۔
(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۶۸)

ولا يستغفر للصبي ولكن يقول اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا أجراً
و ذخراً واجعله لنا شافعاً ومشفعاً . (ہدایہ کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ الجنازۃ ، اشرفیہ
دیوبند ۱/۱۸۰ ، درمختار علی الشامی ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ الجنازۃ ،
کراچی ۲/۲۱۵ ، زکریا ۳/۱۱۳)

عن الحسن ، أنه كان إذا صلى على الطفل قال: اللهم اجعله لنا فرطاً ،
واجعله لنا أجراً . (مصنف عبد الرزاق ، الجنائز ، باب الدعاء على الطفل ، المجلس
العلمی ۳/۵۲۹ ، رقم: ۶۵۸۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/۳/۱۴۲۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۲۸)

بڑوں کے ساتھ نابالغ بچوں کے جنازے رکھنے کی ترتیب

سوال: [۳۹۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر

بڑوں کے ساتھ نابالغ بچوں کے جنازے بھی ہوں تو بچوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ ہو سکتی
ہے، یا نہیں؟ اور ان کو کس ترتیب سے رکھا جائے؟

المستفتی: عبد السبحان ، جامع مسجد ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بڑوں کے ساتھ نابالغ بچے بھی ہوں تو ان کے جنازوں کو امام کے سامنے رکھنے کی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ اگر بڑوں میں سے مرد ہوں، تو امام کے سامنے مرد کا جنازہ رکھا جائے، اس کے بعد نابالغ بچوں کا جنازہ رکھا جائے، اور اگر مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوں تو مردوں اور بچوں کے بعد عورتوں کا جنازہ رکھا جائے، اور اگر صرف نابالغ بچے اور عورتیں ہوں تو امام سے قریب بچوں کا جنازہ رکھا جائے، اس کے بعد عورتوں کا جنازہ رکھا جائے، اور بالغوں کے ساتھ جب نابالغوں کی نماز بھی ایک ساتھ پڑھنا ہو تو پہلے بالغوں کی دعا پڑھی جائے اس کے بعد نابالغوں کی دعا پڑھی جائے، پھر اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔

فیصف الرجال إلى جهة الإمام ثم الصبيان ثم الخنثاء ثم النساء ثم المراهقات . (عالمگیری، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/۱۶۵، جدید ۱/۲۲۶)

بقي ما إذا كان فيهم مكلفون وصغار والظاهر أنه يأتي بدعاء الصغار بعد دعاء المكلفين . (طحطاوی علی المراقی، باب أحکام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، دارالکتاب دیوبند / ۵۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۳/۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۲۸)

نماز جنازہ کی صفوں میں جگہ چھوڑنا

سوال: [۳۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ کی صفوں کے درمیان سجدہ کے بقدر جگہ چھوڑنا کیسا ہے، اور نہ چھوڑنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عبد العظیم، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ میں صفوں کے درمیان جگہ چھوڑنا بے اصل ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/۲۸۹، محمودیہ قدیم ۱۶/۴۳۸، میرٹھ ۱۳/۲۰۸، ڈابھیل ۸/۵۹۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴/۷/۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۷۰)

نماز جنازہ کی صفوں میں کتنا فصل ہو؟

سوال: [۳۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صحن مدرسہ میں نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، مدرسہ والے جنازہ رکھنے کی جگہ نیز صفوں کیلئے زمین پر پختہ نشان بنا رہے ہیں، تاکہ قبلہ رو ہونے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، جب صفوں کا نشان ڈالا گیا تو ہر دو صف کے درمیان کا فاصلہ دو فٹ بیٹھتا ہے اس پر مدرسہ کے ایک مولوی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اتنا فاصلہ نہ رکھا جائے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ صفیں اس انداز سے بنیں کہ دو صفوں کے درمیان نہ تو کوئی فاصلہ ہو اور نہ اتنی تنگی ہو کہ کچھلی صف والے کا سینہ اگلی صف والے نمازی کی پیٹھ سے مس رہے، اس پر دوسرے مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں اگر اتنا (دو صفوں کے درمیان دو گز کا فاصلہ چھوڑ کر کہا) فاصلہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیا واقعی نماز جنازہ میں صفوں کا فاصلہ مساجد کی صفوں کی طرح رکھ کر نماز پڑھنا اور ہر دو صفوں کو متصل بنانا ایک ہی حیثیت رکھتا ہے یا بہتر ہے کہ درمیان میں کوئی معتد بہ فاصلہ نہ رکھا جائے؟

المستفتی: مفتی شہابت علی، سہس پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پہلے مولوی صاحب کا قول صحیح اور درست ہے کہ

مساجد کی صفوں کی طرح فاصلہ رکھنا ضروری نہیں بلکہ اتنا فاصلہ کافی ہے کہ کچھلی صف والوں کا سینہ اگلی صف والوں کی پیٹھ سے مس نہ کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/۲۹۸، میرٹھ ۱۳/۲۰۸، ڈابھیل ۸/۵۹۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷ھ/۲/۲۴

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ صفر ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۶۸۲)

مسلمان اور کافر کی لاش مخلوط ہو جائیں تو نماز جنازہ کا طریقہ

سوال: [۳۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ساتھ دو آدمی سفر کر رہے تھے، جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا ہندو تھا، اور دوران سفر ایسا حادثہ پیش آیا جس میں دونوں کے جسم کا نچلا حصہ بالکل غائب ہو گیا، اور مسلم کے چہرے پر داڑھی بھی نہیں تھی، جس سے انتقال کے بعد ایک کو دوسرے سے ممتاز کیا جائے، تو اس صورت حال میں کس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اور کس کی شریعت کے مطابق تجہیز و تکفین کی جائے، کیونکہ وہاں ان دونوں کو پہچاننے والا کوئی بھی نہیں ہے؟

المستفتی: حبیب احمد قصبہ، پھول بھڑ، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مسلم اور غیر مسلم کی پہچان نہ ہو سکے تو دونوں کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائیگی، اور نیت یہ ہونی چاہئے، کہ مسلم کی نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں، اور شریعت کے مطابق دونوں کی تجہیز و تکفین کی جائیگی اور پھر ان کو دفن بھی مسلمانوں کے قبرستان میں کیا جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۷۲۸)

وقال بعضهم يصلى عليهم وينوي بالصلوة والدعاء للمسلمين لأنهم إن عجزوا عن تعيين العمل للمسلمين لم يعجزوا عن تمييز القصد في الدعاء لهم وقال بعضهم يدفنون في مقابر المسلمين الخ. (بدائع الصنائع،

فصل فی صلاة الجنائز ، فصل فی بیان شرائط وجوب الغسل کراچی ۱/۳۰۳ ،
 زکریا ۲/۳۱ ، ہندیہ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الثانی فی الغسل زکریا
 ۱/۱۵۹ ، جدید ۱/۲۲۰ ، شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، زکریا ۳/۹۳ ،
 کراچی ۲/۲۰۰ ، الموسوعة الفقهية الكويتية ۶/۳۸ (فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ

۱۴۱۶/۶/۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۹۷۷۷)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

سوال: [۳۹۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے، اور حنفیہ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ اس کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احناف اور مالکیہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں، جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت نجاشیؓ پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی، حضرات حنفیہ اور مالکیہ فرماتے ہیں، کہ آپ ﷺ کے سامنے نجاشی کے درمیان کے حجابات اٹھا دیئے گئے تھے، اور آپ ﷺ کے سامنے حضرت نجاشیؓ کا جنازہ کر دیا گیا تھا، اور وہ آپ ﷺ کے لئے غائبانہ نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ کے سامنے ایسا منکشف کر دیا گیا تھا، کہ آنحضرت ﷺ نے جنازہ کو اپنے سامنے دیکھ کر نماز پڑھائی ہے، لہذا آپ ﷺ کے لئے حضرت نجاشیؓ کا جنازہ حاضر تھا غائب نہیں تھا۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۲/۷، محمودیہ ڈابھیل ۸/۶۶۶)

هذا تشريع منه وسنة لإمامة الصلوة على كل غائب وهذا قول

الشافعي وأحمد في إحدى الروايتين عنه ، وقال أبو حنيفة ومالك : هذا

خاصّ به وليس ذلك لغيره. (أوجز المسالك جديد دمشق ٤/ ٤٤٤، رقم: ١٨٠١٤٥)
 وبهذا القيد علم أنها لا تجوز على غائب، وأما صلواته عليه الصلوة
 والسلام على النجاشي فإما لأنه رفع له سريرته حتى رآه بحضرته. (حلبی
 كبير، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند/ ٥٨٣)

فلا تجوز على غائب، وأما صلواته على النجاشي فإما لأنه رفع له
 عليه الصلوة والسلام سريرته حتى رآه بحضرته، فتكون صلوة من خلفه
 على ميت يراه الإمام وبحضرته دون المأمومين وهذا غير مانع من
 الاقتداء. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، كوثنه ٢/ ١٨٩، زكريا ٢
 / ٣١٤، ٣١٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ١٥ / محرم الحرام ١٤٣٥ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ١١٢٠٠)

غائبانہ نماز جنازہ

سوال: [٣٩٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو
 مسلمان فسادات میں شہید ہو گئے ہیں، ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ غائبانہ
 نماز جنازہ کی شرعاً کیا حیثیت ہے، اور اس کا شریعت میں ثبوت ہے یا نہیں؟ مفصل مع حوالہ
 جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: رئیس احمد، محلہ دولت باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک
 غائبانہ نماز جنازہ نہیں ہے، اور نہ ہی وہ شرعی طور پر معتبر ہوگی، اسلئے کہ نماز جنازہ کے صحیح
 ہونے کیلئے میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے، اور وہ شرط یہاں مفقود ہے اور حضور ﷺ

نے حضرت نجاشیؓ اور حضرت معاویہ بن معاویہؓ کی جو نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی ہے اسکی وجہ یہی تھی کہ ان دونوں حضرات کا جنازہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ حضور ﷺ کے سامنے کر دیا تھا، اسلئے آپ ﷺ نے اس طرح ادا فرمائی ہے، کہ بظاہر غائبانہ ہے درحقیقت غائبانہ نہیں ہے، اور اب یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۷۲/۷، احسن الفتاویٰ ۲/۲۰۰، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۴۶)

قال أصحابنا لا يصلی علی میت غائب وقال الشافعی یصلی علیہ استدلالاً بصلوة النبی ﷺ علی النجاشی وهو غائب ولا حجة له فیہ لما بینا علی أنه روی أن الأرض طویت له ولا یوجد مثل ذلك فی حق غیره الخ. (بدائع، فصل فی صلاة الجنزة، قبیل فصل بیان کیفیت الصلاة علی الجنزة زکریا ۲/۴۸، کراچی قدیم ۱/۳۱۲)

وعن أبی حنیفة والمالکی لا یشرع ذلك الخ. (بذل مصری، الجنائز، باب الصلاة علی المسلم بموت فی بلاد الشرك میرٹھ ۴/۲۰۸، جدید دارالبشائر الإسلامیہ دمشق ۱۰/۴۹۴، مصری ۱۴/۱۷۵، هکذا شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنزة، زکریا ۳/۱۰۴، کراچی ۲/۲۰۹، البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنزة زکریا ۲/۳۱۴، کوئٹہ ۲/۱۸۹، حلبی کبیر، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند ۳/۵۸۳، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة علی المیت، دارالکتاب دیوبند ۹/۴۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ارشعبان ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۶۲/۲۹)

ولی کی اجازت سے پڑھائی گئی نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا

سوال: [۳۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے

کچھ دنوں قبل میت کی نماز جنازہ سورج غروب ہونے سے قبل ادا کی تاکہ قبل از مغرب تدفین عمل میں آسکے لیکن کچھ اصحاب نے کہا تدفین میں دیر لگ جائیگی، مغرب کا وقت بالکل قریب ہے، اس لئے مغرب بعد تدفین کریں گے، اس پر سب کا اتفاق ہو گیا، پھر نماز مغرب کے بعد کچھ اور عزیز ورشتہ دار آ گئے، جنہوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی، ان لوگوں نے نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے پر اصرار کیا تو اس اصرار پر سب لوگوں نے دوبارہ نماز جنازہ ادا کی تو سوال یہ ہے کہ ہم لوگ عند اللہ کنہ کار تو نہیں ہوئے، نیز دوبارہ نماز جنازہ ادا کی تو یہ ہم خفیوں کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: حبیب اللہ تاج، سعودیہ عرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب نماز جنازہ ولی کی اجازت و شرکت سے پڑھ لی جائے، تو دوبارہ میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ناجائز کام کا ارتکاب موجب گناہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۳۹)

ولا یصلی علی میت إلا مرة واحدة والتفیل بصلوة الجنائزہ غیر مشروع. (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت، زکریا ۱۶۳/۱، جدید ۲۲۵/۱، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، السلطان أحق بصلاته، دارالکتاب دیوبند/۴۸۷)

وإن صلی الولی لم یجز لأحد أن یصلی بعده. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائزہ کراچی ۲/۲۲۳، زکریا ۱۲۴/۳، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱۶۴/۱، جدید ۲۲۵/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۷۹/۳۵)

ولی کی اجازت یا عدم اجازت سے پڑھی گئی نماز جنازہ کا تکرار

سوال: [۳۹۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک میت کی نماز جنازہ متعدد مرتبہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ولی نے پڑھ لی ہو تو کیا حکم ہے؟ اور اگر ولی نے نہ پڑھی تو کیا حکم ہے لیکن اس کی اجازت سے پڑھی گئی ہو۔

المستفتی: محمد ایوب، بارہ بنگوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر ولی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے اور اس کی طرف سے اجازت بھی معلوم نہیں ہے، تو متعدد بار پڑھی جاسکتی ہے، لیکن جو لوگ ایک بار پڑھ چکے ہیں، وہ دوبارہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔

فإن صلی غیرہ أي غیر من له حق التقدم بلا إذن ولم يقتدبه أعادها هو إن شاء ولا يعيد معه أي مع من له حق التقدم من صلی مع غیرہ . (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ، کتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، السلطان أحق بصلاته ، دارالکتاب دیوبند / ۵۹۱ ، قدیم / ۳۲۴ ، مجمع الأنهر ، کتاب الصلاة باب صلاة فصل دارالکتاب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۶۹ ، ہندیہ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت زکریا ۱/ ۱۶۳ ، جدید ۱/ ۲۲۵ ، شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز زکریا ۳/ ۱۲۳ ، کراچی ۲/ ۲۲۳)

اور اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی ہے، یا اس کی اجازت سے پڑھی گئی ہو تو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ / ۳۳۰)

أما إذا أذن له أو لم يأذن ولكن صلی خلفه فلیس له أن يعيد لأنه سقط حقه بالإذن أو بالصلاة مرة وهی لا تتكرر . (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، باب أحكام الجنائز ، السلطان ، أحق بصلاته ، دارالکتاب دیوبند / ۵۹۱ ، قدیم

۳۲۴/، شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، زکریا ۳/۱۲۴، کراچی ۲/۲۲۳،
ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت
زکریا ۱/۱۶۴، ۱/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۶۶)

نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنا

سوال: [۳۹۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز
جنازہ کے دوران ایک شخص قہقہہ مار کر ہنستا ہے، تو قہقہہ سے وضو ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ یا نماز بھی
فاسد ہو جائیگی؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: اصغر علی، ٹانڈہ بادی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا
ہے البتہ نماز جنازہ باطل ہو جائیگی۔

فلا تنقص فی صلاة جنازة وسجدة تلاوة لكن يطلان . (شامی، کتاب
الصلاة، باب الوضوء کراچی ۱/۱۴۵، زکریا ۱/۲۷۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۳۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۵۵)

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: [۳۹۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت کیساتھ جواب سے نوازیں۔

المستفتی: مولانا محمد کاظم، مدرسہ

رحمانیہ، ٹانڈہ بادی، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث وفقہ اور

اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے، اور خود نماز جنازہ شرعاً دعا ہے، اسلئے بعد میں دعا بدعت ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی جدید زکریا ۴/۹۷، قدیم ۸۵/۴، جدید زکریا مطول ۵/۳۳۲، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۰۵)

ولا يدعوا للميت بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلاة

الجنازة الخ. (مرقات، كتاب الجنائز، الدعاء بعد صلاة الجنازة مرتان، امداديه ملتان

۶۴/۴، مصری قدیم ۳۶۹/۲)

ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنائز، لأنه دعا مرة لأن أكثرها دعاء

الخ. (فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ، کتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون

۸۰/۴، جدید ۱/۵۳)

ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة. (الفتاویٰ التاتارخانیہ،

كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون الجنائز، المتفرقات زکریا ۳/۹۰، رقم: ۳۷۹۴،

المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون، الجنائز، المجلس

العلمي ۱۰۹/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۶/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ

(الف فٹوی نمبر: ۲۲۶۶/۲۶)

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز

جنازہ کے بعد فوراً میت کو سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رواج ہے کیا ایسا کرنا شرع کے اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: حبیب الرحمن، ۲۴/پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ بذات خود دعا ہے، اس لئے مزید دعا کی ضرورت نہیں اور باقی یہ طریقہ کہ نماز جنازہ کے بعد میت کو سامنے رکھ کر دعا کرنا تو یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور سلف سے ثابت نہیں ہے، لہذا مذکورہ طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۱/۲۲۵، عزیز الفتاویٰ/۳۳۶)

ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلاة

الجنازة . (مرقاۃ، کتاب الجنائز، الدعاء بعد صلاة الجنازة، مرقاۃ، امدادیہ ملتان

۶۴/۴، مصری قدیم ۳/۶۴)

لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز، لأنه دعا مرة لأن أكثرها دعاء .

(بزازیہ علی هامش الہندیہ، کتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون ۴/۸۰،

جدید ۱/۵۳، البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل فی السلطان أحق بصلاته زکریا ۲/۳۲۱،

کراچی ۲/۱۸۳، خلاصۃ الفتاویٰ، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع منه إذا

اجتمعت الجنائز فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۷۸)



۱۱ / باب القبور

ایک ہی قبر میں چند مردوں کو دفن کرنا

سوال: [۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض شہروں میں جگہ تنگ ہونے کی بنا پر ایک شخص قبرستان کیلئے جگہ خرید لیتا ہے، اور اس قبر میں ایک نعش کو دفن کرنے کے بعد پھر اسی کے خاندان میں سے کچھ مدت کے بعد کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اس کو بھی اسی میں دفن کرنا چاہتا ہے، اسی طرح سے یکے بعد دیگرے سب کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا چاہتا ہے، تو اس طریقہ پر کئی نعش کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا کیسا ہے؟ نیز اگر دفن کر سکتا ہے تو کتنی مدت پر؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: امتیاز احمد، بہراوی، گریڈیہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایک ہی قبر میں متعدد مردوں کو دفن کرنا شرعاً جائز ہے، مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پہلے سے دفن کردہ مردہ کے گوشت و پوست وغیرہ گل کر بالکل ختم ہو گئے ہوں اس سے پہلے قبر کھودنے میں چوں کہ میت کی ہتک حرمت لازم آتی ہے، (جو ممنوع ہے) اس لئے دوسرا مردہ دفن کرنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲۴۰/۲، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۸۷۷)

ولو بلی المیت وصار ترا با جاز دفن غیرہ فی قبرہ . (شامی، کتاب

الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في دفن الميت زكريا ۳/۱۳۸، کراچی ۲/۲۳۳،

تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، قبیل فصل فی التعزیه امداد یہ ملتان

۱/۲۴۶، زکریا ۱/۵۸۹، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس

فی القبر والدفن زکریا ۱/۱۶۷، جدید ۱/۲۲۸، البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة

الجنزة، قبیل باب الشہید کوئٹہ ۲/۱۹۴، زکریا ۲/۳۴۲

وفی فتح القدير ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلى الأول فلم يبق له

إلا عظم . (فتح القدير، کتاب الصلاة، باب الجنائز، قبیل باب الشہید، زکریا

۲/۱۵۰، کوئٹہ ۲/۱۰۱، دارالفکر مصری قدیم ۲/۱۴۱، ہکذا فی حلبی کبیر، فصل فی

الجنزة اشرفیہ / ۶۰۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸/۶/۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۷)

صندوق یا بکس میں دفن کرنا

سوال: [۳۹۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کا

انتقال ہو گیا اس کے دفن کیلئے لکڑی کا ایک بکس بنوایا گیا اس بکس میں میت رکھی گئی اس کے بعد بکس کے ساتھ ہی اس کو دفن کیا گیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اشرف، بروالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زمین نرم ہے تو بکس اور صندوق میں رکھ کر دفن

کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، ہاں البتہ اگر زمین نرم نہیں ہے، اور بلا ضرورت صندوق میں رکھ کر دفن کیا جاتا ہے تو مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۲۹۵، ذابھیل ۹/۵۴)

ولا بأس باتخاذ تابوت ... له عند الحاجة كرخاوة الأرض (تحتہ

فی الشامية) أي يرخص ذلك عند الحاجة وإلا كره . (الدرمع الرد، کتاب

الصلاة، باب صلاة الجنزة، مطلب فی دفن الميت زکریا ۳/۱۴۰، کراچی ۲/۲۳۴،

وهكذا فی الهندية، الباب الحادى والعشرون صلاة الجنائز، الفصل السادس فى القبر

والدفن زکریا ۱/۶۶، جدید ۱/۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۸۶/۲۸)

مسجد یا مدرسہ کے ذمہ دار کا احاطہ مسجد یا مدرسہ میں دفن ہونا کیسا؟

سوال: [۳۹۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ مسجد یا مدرسہ کی زمین میں محض ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے دفن ہوتے ہیں یا تو ان کے کہنے کی وجہ سے دفن کیا جاتا ہے، یا ان کے وارثین کے کہنے کی وجہ سے دفن کیا جاتا ہے، تو اس طرح دفن کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسجد یا مدرسہ کے احاطہ کی زمین میں مسجد یا مدرسہ کے ذمہ دار کو دفن کرنا شرعاً جائز نہیں، اس لئے کہ یہ حکماً غصب ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ ۲/۳۴۷، احسن الفتاویٰ ۴/۱۹۳، محمودیہ ڈبھیل ۱۲/۳۳۹، میرٹھ ۲۱/۱۲۷)

فیذا تم ولزم لا یملک ولا یعار ولا یرهن، قال ابن عابدین قوله: لا یملک: أي لا یكون مملوکاً لصاحبه ولا یملک أي لا یقبل التملیک لغيره، بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه. (شامی، کتاب الوقف، فیہ فی شرط واقف الكتب أن لا تعار إلا برهن زکریا ۶/۵۳۹، کراچی ۴/۳۵۲)

شرط الواقف کنص الشارع أي في وجوب العمل به وفي المفهوم والدلالة. (شامی، کتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف کنص الشارع زکریا ۶/۶۴۹، کراچی ۴/۳۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۶۱/۴۰)

میت کو قبر میں رکھنے والوں کا جوتے چیل پہنے رکھنا

سوال: [۳۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرتے وقت جوتے چیل پیر میں رکھنا کیسا ہے؟ مثلاً میت کو قبر میں اتارنے والوں اور تختہ رکھنے والوں کا اپنے پیروں میں چیل رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کو دفن کرتے وقت میت کو قبر میں اتارنے والوں اور تختہ رکھنے والوں کا اپنے پیروں میں جوتے چیل پہنے رکھنا جائز ہے ہاں البتہ خلاف ادب ہے! (مستفاد: آپ کے مسائل اور انکاح ص ۴/۳۱۴)

ومن السنة أن لا يطأ القبور في نعليه ويستحب أن يمشي على القبور حافياً.

(حاشیۃ الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی زیارة القبور دار الکتب دیوبند/ ۶۲۰)

عن بشیر مولیٰ رسول اللہ ﷺ، قال: بینما أنا أما شی رسول اللہ ﷺ مر بقبور.... ثم حانت من رسول اللہ ﷺ نظرة، فإذا رجل يمشي في القبور عليه نعلان، فقال: يا صاحب السبتين، ويحك ألق سبتيتك، فنظر الرجل، فلما عرف رسول اللہ ﷺ خلعهما فرمى بهما.

(أبو داود كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور في النعل، النسخة الهندية ۶۰/۲،

دار السلام رقم: ۳۲۳۰، نسائي، كتاب الجنائز، كراهية المشي بين القبور، في النعال

السبتية، النسخة الهندية ۱/۲۲۳، دار السلام رقم: ۲۰۵۰)

يخلع النعال إذا دخل المقابر، وهذا مستحب، وقال الجمهور من

العلماء بجواز ذلك، وهو قول الحسن وابن سيرين والنخعي والثوري وأبي

حنيفة ومالك والشافعي وجماهير الفقهاء من التابعين. (حاشیہ بذل المجہود،

كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور في النعل جديد دار البشائر الإسلامية بيروت ۱/۵۱۹)

وأقل أحواله الندب ولأن خلع النعلين أقرب إلى الخشوع وزِيُّ أهل
التواضع واحترام أموات المسلمين وإخبار النبي ﷺ بأن الميت يسمع
قرع نعالهم لا ينفي الكراهة . (المغنى ۲/ ۲۲۳)

والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا . (هنديہ، الباب الحادی
والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/ ۱۶۷، جدید ۱/ ۲۲۸)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۵/۴۰)

دوران تدفین قبرستان میں جوتا چیل پہن کر چلنا

سوال: [۳۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان
میں جوتے چیل پہن کر چلنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً میت کو دفن کرنے جانا ہوا ہے اور جہاں پر
قبر بنی ہے وہاں تک پہنچنے کیلئے بہت سی قبروں کے درمیان سے گزرنا پڑ رہا ہے تو ایسی
صورت میں جوتا چیل پہن کر قبر تک جانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں قبروں کے درمیان جوتے چیل پہن

کر چلنا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: مجموعہ ذی الجہل ۹/ ۱۳۹، میرٹھ ۱۳/ ۳۱۱)

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أن الميت يسمع خفق نعالهم إذا ولو
مدبرين واستدل به علي جواز المشي بين القبور بالنعال . (فتح الباری، کتاب
الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال تحت رقم: ۱۳۳۸، دارالريان للتراث بيروت
۲/ ۴۵، اشرفیہ دیوبند ۳/ ۲۶۴)

عن جریر بن حازم قال: رأيت الحسن وابن سيرين يمشيان بين القبور في نعالهما. (مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن بیروت ۵۱۳/۷، برقم: ۱۲۲۷)
 قال الخطابي: خبر أنس[ؓ] يدل على جواز لبس النعل لزيارة القبور وللماشي بحضرتها وبين ظهرانيها. (بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب المشي بين القبور في النعل قديم مطبوعه سهارنپور ۲۱۳/۴، جدید دارالبشائر الإسلامیہ بیروت ۵۲۰/۱۰)

وفي قوله: إنه يسمع خفق نعالهم، إذا ولو اعنه دليل على إباحة دخول المقابر بالنعال. (ابن حبان، فصل في زيارة القبور زكريا الزجر عن دخول القابر بالنعال ۶۸/۵)

والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا. (هنديه، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن زكريا ۱۶۷/۱، جدید ۲۲۸/۱)
 فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۸/۴۰)

قبر کس کیفیت کی ہونی چاہئے؟

سوال: [۳۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور سے جو یہاں قبر کھودی جاتی ہے، جس کو شق کہتے ہیں، اسکی چوڑائی اور لمبائی اور اوپری حصہ کتنا ہونا چاہئے۔ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد ہاشم، بہرائچی، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: چوڑائی اتنی ہو کہ اندر کے حصہ میں آرام سے

میت کو لٹایا جاسکے، اور اوپر کے حصہ میں دونوں جانب اندر کے حصہ سے اتنا زائد کیا جائے، جس سے تختہ وغیرہ اچھی طرح رک جائے، اور لمبائی میت کی لمبائی کے برابر ہو اور گہرائی میں اوپر کا حصہ نصف قد کے برابر ہو اور نیچے کا حصہ اتنا گہرا ہو کہ میت کو رکھنے کے بعد تختہ میت کے جسم سے نہ لگے۔

والشق أن يحفر حفيرة كالنهر ويني جانبها باللبن أو غيره ويوضع الميت بينهما ويسقف عليه باللبن أو الخشب ولا يمس السقف الميت الخ. (شرح کبیری، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند/ ۵۹۵، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، دارالکتاب دیوبند/ ۶۰۷، ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/ ۶۶، جدید ۱/ ۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۰۰/۳۴)

قبر کی گہرائی کتنی ہو؟

سوال: [۳۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کا صندوق جس جگہ پر تختہ بچھائے جاتے ہیں، اس جگہ کی گہرائی زمین کی سطح سے کتنی ہونی چاہئے؟، نیز تختہ رکھنے کی جگہ کے بعد نیچے کتنی گہرائی اور ہونی چاہئے؟

المستفتی: قمر الدین، کھیڑا ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کی گہرائی کے بارے میں مغربی یوپی میں کچھ لاپرواہی سے کام لیا جاتا ہے، صندوق سے اوپر والے حصے کی گہرائی بہت ہی کم رکھی جاتی ہے، حالانکہ شرعاً اسکی گہرائی قد آدم کے برابر یا کم سے کم صندوق والے حصے پر تختہ رکھنے کے بعد

جب اس کے اوپر کوئی انسان کھڑا ہو جائے تو نصف قد آدم کے برابر سطح زمین سے نیچے کی گہرائی ہونی چاہئے، اور صندوق والا حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے اسکی گہرائی بقدر ضرورت رکھی جائے، جیسا کہ حدیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن الحسن قال: أوصى عمر أن يجعل عمق قبره قامه وبسطة.

(المصنف لابن أبي شيبة، الجنائز، ما قالوا إعماق القبر مؤسسه علوم القرآن بيروت ۳۲۴/۷، رقم: ۱۱۷۸۴)

يحفر القبر نصف قامه أو إلى الصدر ولمن يزد كان حسناً وفي الحجة: روى الحسن بن زياد عن الإمام أنه قال طول القبر على قدر طول الإنسان وعرضه قدر نصف قامه..... ثم يوضع الميت بينهما، ويسقف عليه باللبن أو الخشب ولا يمس السقف الميت. (طحطاوى على المراقى، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، دار الكتاب ديوبند/۶۰۷، شامى، كتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز، مطلب فى دفن الميت زكريا ۱۳۹/۳، كراچى ۲/۲۳۴، مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز، دار الكتب العلميه بيروت ۱/۲۷۵، تاتار خانية، الصلاة، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز، نوع آخر فى القبر والدفن زكريا ۳/۷۶، رقم: ۳۷۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۶۹/۴۱)

قبر میں اوپر کے حصے کی گہرائی کتنی ہو؟

سوال: [۳۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے، اوپر والا حصہ کتنا گہرا ہونا چاہئے؟ اور نیچے والا حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے، اس کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کے دو حصے ہوتے ہیں، (۱) ایک وہ حصہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ (۲) اور ایک تختوں سے اوپر والا حصہ، اس کی گہرائی پورے قد آدم ہو، ورنہ کم از کم آدمی کے نصف قد کے برابر ہونی چاہئے، اور اندر کے حصہ کی گہرائی کم از کم اتنی ہونی چاہئے کہ اس پر تختہ رکھنے سے تختہ میت سے نہ لگے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۳/۹۵، محمودیہ ڈائجیل ۲۸/۹، میرٹھ ۲۵۴/۱۳، دارالعلوم ۳۸۵/۵)

عن الحسن قال: أوصى عمر[ؓ] أن يجعل عمق قبره قائمة وبسطة.

(مصنف ابن أبی شیبہ، الجنائز، ماقالوا فی اعماق القبر مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۳۲۴/۷، رقم: ۱۱۷۸۴)

(یوضع فیہا المیت) بعد أن یبنی حافتاه باللبن أو غیرہ ثم یوضع المیت بینہما ویسقف علیہ باللبن أو الخشب ولا یمس السقف المیت. (حاشیۃ الطحطاوی، الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملہا ودفنہا، دارالکتاب دیوبند/۶۰۷)

وینبغی أن یکون مقدار عمقه إلى صدر رجل وسط القامة وکل ما ازداد فهو أفضل؛ لأن فیہ صيانة المیت عن الضیاع. (الجوہرۃ النیرۃ، باب الجنائز دارالکتاب دیوبند ۱۳۱/۱، مراقی الفلاح الصلاة، باب أحكام الجنائز، ۲۲۰/۲، ہندیہ، الباب الحادی والعشرون فی صلوة الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱۶۶/۱، جدید ۲۲۷/۱)

عن محمد أنه قال: ینبغی أن یکون مقدار العمق إلى صدر رجل وسط القامة، قال: وکل ما از داد فهو أفضل، وعن عمر[ؓ]: أنه قال: یعمق القبر إلى صدر الرجل، وإن عمقوا مقدار قامة الرجل فهو أحسن.

(تاتاریخانیۃ ، الصلاة ، الفصل الثلاثون فی الجنائز ، نوع آخر فی القبر والدفن زکریا ۳/۷۶ ، برقم: ۳۷۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۷/۴۰)

قبر کے اندرونی حصہ کی مٹی سے لپائی کرنا

سوال: [۳۹۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں قبر تیار کرنے کے بعد اس کی ملتان مٹی سے لپائی کرتے ہیں، پھر جنازہ رکھتے ہیں، کیا لپائی کرنا سنت ہے، ملتان کے علاوہ دوسری مٹی سے نہیں کر سکتے؟ ضروری ہے ملتان مٹی سے؟ مذکورہ بالا مسائل کا مکمل حل فرما کر ممنون فرمائیں وعند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: عبدالعظیم، مسجد بسا تیان،
قصبہ: نول گڑھ، صوبہ: راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کے اندرونی حصہ میں ملتان مٹی سے لپائی کرنا کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے، اسلئے ایسے امور کا التزام بدعت و کراہت سے خالی نہ ہوگا، حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا

ماليس منه فهو رد. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطالحوا على جور فالصلح مردود ۳۷۱/۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷، صحيح مسلم، كتاب الأفضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور النسخة الهندية ۷۷/۲، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸، سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم النسخة الهندية ۶۳۵/۲،

دارالسلام رقم: ۶۰۶، مشکوٰۃ شریف ۱/۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷/رجب ۱۴۱۳ھ

۱۷/۷/۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۴۸/۲۹)

ڈھائی ہوئی قبر کو ہموار کرنا

سوال: [۳۹۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر قبر ڈھ جائے، تو اس کو مٹی چڑھا کر ہموار کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ عمر قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ڈھائی ہوئی قبر پر مٹی چڑھا کر ہموار کرنا جائز ہے۔

(مستفاد فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۷۵، فتاویٰ محمودیہ ڈبھیل ۹/۱۱۴ گ میرٹھ ۱۳/۳۰۸)

وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها لما روي أن النبي ﷺ مر بقبر ابنه إبراهيم فرأى فيه حجراً سقط منه فسده وأصلحه ثم قال من عمل عملاً فليتقنه . (تاتار خانية ، الصلاة ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، ، نوع آخر في القبر والدفن زكريا ۳/۷۲، برقم: ۳۷۳۷)

عن مكحول قال: بينما رسول الله ﷺ جالس على قبر ابنه ، إذ رأى فرجة فقال للحفار: ائني بمدرة لأسدها أما أنها لا تضر ، ولكن يقر بعين الحي . (مصنف عبدالرزاق ، يروت ۳/۵۰۸، برقم: ۶۴۹۹، كنز العمال ، دارالكتب العلمية ۱۵/۲۵۶، برقم: ۴۲۳۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۰۷/۴۰)

قبر میں ملنے والی ہڈیوں کا کیا کریں

سوال: [۳۹۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر کھودی گئی اس میں مردار کی ہڈیاں نکلیں تو وہ ہڈیاں اس میں دفنائیں گے یا نہیں؟
المستفتی: افضل حسین قاسمی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر سے نکلی ہوئی پرانی ہڈیوں کو اسی قبر کے کنارے دبا دیا جائے، پھر میت کو اسی قبر میں دفن کیا جاسکتا ہے، اس قبر کو بند کر کے دوسری قبر کھودنا ضروری نہیں اور نہ ہی ان ہڈیوں کو پھینکا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۳۱۰، جدید ڈائجیل ۹۶/۹، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۳۷۸)

ولا يدفن اثنان في قبر واحد إلا لضرورة ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلي الأول فلم يبق له إلا عظم إلا أن لا يوجد بد فيضم عظام الأول ويجعل بينهما حاجزاً من تراب. (فتح القدير، باب الجنائز، فصل في الدفن زكريا ديوبند ۲/۱۵۰، كوئٹہ ۲/۱۰۲، دارالفكر مصری ۲/۱۴۱، شامی، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت زكريا ۳/۱۳۸، كراچی ۲/۲۳۳) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجباب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱۱/۱۴۱۵ھ

۱۴/۱۲/۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۰۱)

مصنوعی دانتوں کو قبر میں رکھنا

سوال: [۳۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مصنوعی دانت مرتے وقت اگر منہ میں نہ ہوں تو کیا قبر میں رکھ دینا چاہئے؟
المستفتی: احمد نجیب، آندھروی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مصنوعی دانت چونکہ انسان کے جسم کا جز نہیں ہیں، اسلئے مرتے وقت ان کو نکال دینا چاہئے، اور صورتِ مسئلہ میں جبکہ وہ پہلے ہی سے باہر ہیں، تو انھیں قبر میں نہیں رکھا جائے گا۔

وينزع عنه ما ليس من جنس الكفن نحو السلاح والجلود والفرو والحشو والخف والقلنسوة . (عالمگیری ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السابع فی الشهيد زکریا ۱/ ۱۶۸ ، جدید ۱/ ۲۲۹)

ویدفن بدنہ وثیابہ إلا ماليس من جنس الكفن ، كالقرو والحشو والخف والسلاح . (مجمع الأنهر ، کتاب الجنائز ، باب الشهيد ، دارالکتاب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۷۹)

وينزع عنه ما ليس صالحا للكفن كالقرو والحشو والسلاح والدرع . (نور الإيضاح ، باب الشهيد ، امدادیہ دیوبند/ ۱۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۳/۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف توئی نمبر: ۳۸/ ۹۱۸۷)

دفن کرنے کے بعد ایک قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا

سوال: [۳۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو نہلا وکفنا کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن دینے کے بعد قبر سے نکالنا اور کسی دوسرے مقام پر لیجا کر دفن کیا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ یا حرام، پوری تشریح فرمادیں مہربانی ہوگی؟

المستفتی: سعادت حسین، اسلام نگر،
قصبہ: سیوہارہ، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شرعی طور پر دفن کر چکنے کے بعد دوسری جگہ دفن

کرنے کے لئے قبر کے اندر سے میت کو نکالنا ناجائز اور سخت گناہ ہے، جبکہ جہاں دفن کیا گیا وہاں سے نکالنے پر وہاں کے ذمہ داروں کی طرف سے کوئی اصرار نہ ہو، لہذا اگر ایسا کیا گیا ہے، تو کرنے والے سب گنہگار ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۷۷/۱)

ولا يجوز نقله أي الميت بعد دفنه بأن أهيل عليه التراب ، وأما قبله فيخرج بالإجماع بين أئمتنا طالت مدة دفنه أو قصرت للنهي عن نبشه والنبس حرام حقاً لله تعالى إلا أن تكون الأرض مغسوبة فيخرج لحق صاحبها إن طلبه . (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، دارالکتاب دیوبند/ ۶۱۴، ۶۱۵)

ولا يجوز نقله بعد دفنه بالإجماع إلا أن تكون الأرض مغسوبة أو أخذت بالشفعة . (نور الايضاح، الصلاة، باب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها امدادیہ دیوبند/ ۱۳۴)

أما بعد الدفن فيحرم إخراجه ونقله إلا إذا كانت الأرض التي دفن فيها مغسوبة أو أخذت بعد دفنه بشفعة . (الفقه على المذاهب الأربعة مباحث الجنائز، مبحث الشهيد، نبش القبر، دارالفکر بیروت ۱/ ۵۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ شوال ۱۴۱۸ھ
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۰/۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۷۲/۳۳)

شک کی بنیاد پر دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا

سوال: [۳۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل ہری جگہوں والی مسجد کے قریب قبرستان کا مہتمم ومتولی ہے، پولس تقریباً ۱۸/۱۹ دن کی پرانی میت (ایک عورت) کو قبر سے کھودنا چاہتی ہے، اور نکالنا چاہتی ہے، کیا شرعی اور مذہبی نقطہ

نظر سے میت کی بے حرمتی ہوگی اور آپ شرعی اور مذہبی نقطہ نظر سے اپنا فتویٰ دینے کی زحمت فرمائیں کہ یہ کہاں تک جائز ہے؟

المستفتی: محمد منظور احمد قریشی، ہری چکوں
والا قبرستان، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محض شکوک و شبہات کی وجہ سے دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے، نہ حکومت کے لوگوں کیلئے جائز ہے اور نہ ہی عوام مسلمانوں کیلئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱۸۹/۴، جدید زکریا ۲۰۱/۴، جدید زکریا مطول ۵/۵۱۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۹۶۲، جدید ڈابھیل ۱۳۴/۹)

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب . (درمختار ، باب الجنائز، مطلب فی دفن

المیت کراچی ۲/۲۳۸، زکریا ۳/۱۴۵)

والنیش حرام حقاً لله تعالیٰ، قال الطحطاوی، ولا یباح نبشہ بعد الدفن أصلاً. (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملہا ودفنہا، دارالکتاب دیوبند/۶۱۴، ۶۱۵، حلی کبیر، فصل فی الجنائز، مسائل متفرقة من الجنائز، اشرفیہ دیوبند/۶۰۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۱/۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۳۴)

معائنہ کی غرض سے دفن شدہ نعش کو نکالنا

سوال: [۳۹۴۱ (الف)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا قتل ہو گیا ہے، اور اس کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن بھی کر دیا گیا ہے، اتفاق سے اب یہ صورت درپیش ہے کہ قاتل کی گرفتاری اور بعض قانونی ناگزیر ضرورت کی وجہ سے نعش کا

معائنہ بے حد ضروری ہے کیا اس طرح کی ضرورت کی وجہ سے دفن شدہ نعش کو قبر سے نکالنے کی کوئی گنجائش ہے، اگر کوئی گنجائش ہو وضاحت سے تحریر فرمائیں؟

المستفتی: مقصود احمد قاسمی، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شرعی طریقہ سے دفن کے بعد اب صرف نعش کے معائنہ کیلئے قبر سے نکالنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔

ولا یخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمی كأن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة الخ. (در مختار، باب الجنائز، مطلب فی دفن المیت کراچی ۲/۲۳۸، زکریا یونہد ۳/۱۴۵)

والنبش حرام حقاً لله تعالیٰ، قال الطحطاوی، ولا یباح نبشه بعد الدفن أصلاً. (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، دارالکتاب دیوبند/۶۱۴، ۶۱۵، حلی کبیر، فصل فی الجنائز، مسائل متفرقة من الجنائز، اشرفیہ دیوبند/۶۰۷)

نیز معائنہ بھی غیر مسلموں کا ہوتا ہے، اس میں میت اور اسلام کی ہتک حرمت لازم آسکتی ہے۔

عن ابن مسعود قال: أذى المؤمن في موته كأذاه في حياته. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، ما قالوا في سبب الموتى وما كره من ذلك تحقيق شيخ عوامه، مؤسسه علوم القرآن ۷/۴۳۲، رقم: ۱۲۱۱۵)

أكرام المیت مندوب إليه في جميع ما يجب كإكرامه حياً، وإهانتة منهي عنها كما في الحيوة. (شرح الطيبي، الجنائز، باب دفن المیت تحت رقم الحديث ۱۷۱۴، کراچی ۳/۳۸۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۸۲/۳۳)

چوبیس گھنٹہ پہلے قبر تیار کر کے رکھنا

سوال [۳۹۴۱] (ب): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چوبیس گھنٹہ پہلے قبر کھودی گئی، چوبیس گھنٹہ میں میت کو یہاں لا کر دفن کرنا ہے، تو ایسی صورت میں میت کے دفن سے پہلے قبر کے پاس کسی آدمی کا موجود رہنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کھودنے کے بعد تدفین سے پہلے قبر کی حفاظت کے لئے قبر کے پاس کسی آدمی کا رہنا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور حضرت ربیع بن خثیمؓ وغیرہ نے کئی دن قبل اپنی قبر تیار کر رکھی تھی مگر کسی کو قبر پر نگرانی اور حفاظت پر مامور نہیں کیا گیا تھا۔

مات أبو سفیان بالمدينة، و صلى عليه عمر بن الخطابؓ، وقبر في دار عقيل بن أبي طالب بالبقيع، وهو الذي حفر قبر نفسه قبل أن يموت بثلاثة أيام . (اعلاء السنن، أبواب الجنائز، باب استحباب غرز الجريدة الرطبة على القبر، دار الكتب العلمية بيروت ۸/ ۳۴۵، کراچی ۸/ ۳۰۲، المستدرک للحاکم، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب أبي سفیان بن الحارثؓ قدیم ۳/ ۲۵۵، جدید مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز بیروت ۵/ ۹۰۵، رقم: ۵۱۰۸)

من حفر قبراً لنفسه فلا بأس به ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خثيم وغيرهم. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر في القبر والدفن، زكريا ۳/ ۷۶، رقم: ۳۷۴۹، ہندیہ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن، زكريا قدیم ۱/ ۱۶۶، زكريا جدید ۱/ ۲۲۷)

ويحفر قبراً لنفسه، وقيل يكره والذي ينبغي أن لا يكره تهيئة نحو الكفن. (شامي، كتاب الصلاة، باب صلوة الجنائز، مطلب في اهداء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم، زكريا ۳/۱۵۴، كراچی ۲/۲۴۴)

قوله: بخلاف القبر، لقوله تعالى: وماتدري نفس بأي أرض تموت حفره لاينا في الآية لنفعه في الجملة ولو لغيره. (تقريرات رافعي على شامي، زكريا ۳/۱۲۴، كراچی ۲/۱۲۴) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(فتویٰ نمبر: الف رجسٹر خاص)

زندگی میں اپنی قبر تیار کر کے اس میں دفن کی وصیت کرنا

سوال: [۳۹۴۱ (ج)]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ: اپنی زندگی میں اپنی قبر کھود کر تیار کر لیتے ہیں اور متعلقین سے کہتے ہیں، اسی میں مجھے دفن کرنا ہے کیا اس طرح اپنی زندگی میں قبر تیار کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: عمیر، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اپنی زندگی میں ہی قبر تیار کر کے رکھ لینا اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے دل و دماغ میں موت و قبر کی باتیں تصور میں رہتی ہیں اور موت و قبر کی باتیں تصور میں رہنا اور ان کو یاد رکھنا باعث اجر و ثواب ہے حدیث شریف میں ایسے شخص کو قتل مند اور سجدہ ارتقا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ”یا رسول اللہ! أي المومنین أکیس“، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أکثرهم للموت ذکراً وأحسنهم استعداداً له قبل أن ينزل بهم أولئك من الأكياس“ یہ ایک لمبی حدیث کا مختصر حصہ ہے۔

ملاحظہ ہو مستدرک حاکم جدید ۸/۳۰۷۹، رقم: ۸۰۶۲۳، اس سلسلے میں مزید چند روایات اور جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

حدثنا محمد بن عمر قال: أبو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب بن هاشم..... ومات أبو سفيان بن الحارث بالمدينة بعد أخيه نوفل بن الحارث بأربعة أشهر إلا ثلاث عشرة ليلة ويقال: مات سنة عشرين وصلى عليه عمر بن الخطاب، وقبر في دار عقيل بن أبي طالب بالبقيع وهو الذي حفر نفسه قبل أن يموت بثلاثة أيام. (المستدرک للحاکم، ذکر مناقب أبي سفيان بن الحارث الخ- ۳/۲۸۴، ۲۸۵، مکتبہ نزار مصطفی الباز ۵/۱۹۰۵، رقم: ۵۱۰۸)

ومن حفر قبراً لنفسه قبل موته فلا بأس به ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خيثم وغيرهم. (تاتار خانية، كتاب الصلاة، الجنائز، القبر والدفن ۳/۷۶، رقم: ۳۷۴۹)

ومن حفر قبراً لنفسه فلا بأس به ويؤجر عليه. (هنديہ کتاب الصلاة، الجنائز، الفصل السادس: فی القبر والدفن ۱/۱۶۶، قدیم جدید ۱/۲۲۷، حلبی کبیر ۶۱۰، قبیل فی احکام المسجد، طحطاوی علی المراقی، الجنائز، فصل فی حملها ودفنها ۱۵/۶۱۵) ويحفر قبراً لنفسه أي لا بأس به. (شامی، کراچی، باب صلاة الجنائز ۲/۲۴۴، زکریا ۳/۱۵۴)

اعلم أن استعداد الكفن للمرأ لا بأس به وحفر القبر قبل أوانه لا يحمد..... والدليل على الثاني ما في فتح الباري قال بن بطال وقد حفر جماعة من الصالحين قبورهم على الموت. (اعلاء السنن ۸/۲۷۱، ۲۷۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ذی الحجۃ ۱۴۳۷ھ

(فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

۱۲ / باب التدفین

میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

سوال: [۳۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر لٹانا چاہئے یا سیدھا لٹانا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر لٹانا مسنون ہے، البتہ سیدھا لٹا کر صرف چہرہ قبلہ سمت کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

عن ابن عباسؓ أن رسول الله ﷺ دخل قبراً ليلاً، فأسرج له سراج، فأخذه من قبل القبلة الحديث. (سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی الدفن باللیل، النسخة الهندية ۱/۲۰۴، دارالسلام رقم: ۱۰۵۷، المعجم الكبير للطبرانی، دارالاحیاء التراث العربی ۱۱/۱۴۱، رقم: ۱۱۲۹۵)

ويوجه إلى القبلة على جنبه الأيمن بذلك أمر النبي ﷺ علياً لما مات رجل من بني عبد المطلب فقال: يا علي! استقبل به القبلة استقبالا، وقلوا جميعاً باسم الله وعلى ملة رسول الله، وضعوه بجنبه ولا تكبوه على وجهه ولا تلقوه على ظهره كذا في الجوهره والحلبی. (حاشية الطحطاوی، علی مراقی الفلاح، باب أحكام الجنائز، دارالکتاب دیوبند/۶۰۹)

ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة. (خلاصة الفتاوى، باب الجنائز، ۱/۲۲۶، مكتبة فقيه الأمت، حلبی، كتاب الصلاة فصل في الجنائز، اشرفیه دیوبند/۵۷۶)

و یوضع فی القبر علی شقه الأيمن متوجهاً إلى القبلة . (تاتار حانیة، کتاب

الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون، الجنائز، القبر والدفن زکریا ۳/۶۶، رقم: ۳۷۲۹)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵/۵/۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۵/۴۰)

میت کو قبر میں دائیں کروٹ قبلہ رخ لٹانا

سوال: [۳۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حافظ،

عالم، مفتی، پیر، مرشد کو بعد وصال لحد میں کروٹ سے قبلہ رخ رکھا جائے یا عام میت کی طرح؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتی: حافظ محمد ایوب، علیگڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ حکم صرف حافظ عالم مفتی کیلئے نہیں بلکہ عام

مسلمانوں کیلئے بھی حکم ہے کہ قبر میں دائیں کروٹ پر قبلہ رخ رکھا جائے، اس میں عام مسلمان اور حافظ، عالم و مفتی کا کوئی فرق نہیں۔

عن عبید بن عمیر عن أبيه أنه حدثه وكانت له صحبة، أن رجلاً

سأله فقال: يا رسول الله (إلى قوله) البيت الحرام قبلتكم أحياء وأمواتاً

. (سنن أبي داود، الوصايا، باب ماجاء في التشديد في أكل مال اليتيم، النسخة

الهندية ۲/۳۹۷، دار السلام رقم: ۲۸۷۵، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث

العربي ۱۷/۴۷، رقم: ۱۰۱، المستدرک، کتاب الإیمان قديم ۱/۵۹، مکتبہ نزار

مصطفی الباز جدید ۱/۸۶، ۸۷، رقم: ۱۹۷، کتاب التوبة والإقامة قديم ۴/۲۵۹،

جدید ۷/۲۷۳۴، رقم: ۷۶۶۶)

ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة الخ. (فتاویٰ عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان إلى مکان آخر زکریا ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۷، کراچی ۲/۲۳۶، کوئٹہ ۱/۶۶۰، احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۱/۲۳)

قبر پر تختہ کس طرف سے بچھانا بہتر ہے؟

سوال: [۳۹۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جنازہ یعنی میت قبر میں رکھنے کے بعد لکڑی کا تختہ سر ہانے یا پائٹانے کس طرف سے بچھانا بہتر ہے؟ کیا عورت میت یا مرد میت کے لئے تختہ بچھانے میں کوئی فرق ہے؟
المستفتی: محمد جابر خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر میں لکڑی کا تختہ یا بانس وغیرہ کس طرف سے بچھانا بہتر اور افضل ہے، صراحت سے اس کی کوئی قید شریعت سے ثابت نہیں ہے، لہذا اختیار ہے کہ جدھر سے بھی مناسب ہو ادھر سے بچھائے اور اس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

ويستوي اللبن عليه والقصب لما روى أنه عليه الصلاة والسلام

جعل على قبره اللبن. (تبیین الحقائق ۱/۵۸۶)

ويبنى جانباه باللبن أو غيره ويوضع الميت ويسقف. (کبیری، فصل فی

الجنائز، اشرفیہ دیوبند/۵۹۸، حاشیۃ الطحطاوی، باب أحكام الجنائز، فصل فی حملہا ودفنہا جدید دار الکتاب دیوبند/۶۰۹، قدیم ۵۰۳، الفقہ علی المذاهب الأربعة مکمل

(۲۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ صفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۳۵/۴۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۲/۱۴۳۵ھ

تدفین کی دعاء منہا خلقنکم کا ثبوت

سوال: [۳۹۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر مٹی ڈالتے وقت جو دعاء پڑھی جاتی ہے، منہا خلقنکم، الآية: کیا کسی حدیث شریف میں موجود ہے، اگر موجود ہے تو مع حوالہ تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں: ان الفاظ کے ساتھ دفن کے وقت دعاء پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن أبی أمامة (رضی اللہ عنہ) قال: لما وضعت أم کلثوم ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہا خلقنکم وفيہا نعيد کم ومنہا نخرجکم تارة أخرى الخ. (مسند احمد ۲۵۴/۵، رقم: ۲۲۵۴۰)

ہاں البتہ سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب رقم: ۴۸۳۳)

عن أبی ہريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة ثم أتى قبر الميت فحشي عليه من قبل رأسه ثلاثاً. (سنن ابن ماجه ۱۱۲/۱)

يستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثاً لما روى عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على جنازة ثم أتى القبر فحشي عليه من قبل رأسه ثلاثاً ويقول: في الحثية الأولى: 'منها خلقنکم وفي الثانية: وفيها نعيدکم، وفي الثالثة: ومنها نخرجکم تارة أخرى. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۴/۲۱، وحاشية الطحطاوى، الجنائز، دار الكتاب

دیوبند/ ۶۱۰، ۶۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹۴۵/۴۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۵/۱۴۳۶ھ

قبر میں مٹی بیٹھ کر ڈالیں یا کھڑے ہو کر

سوال: [۳۹۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردہ کو دفن کرتے وقت بیٹھ کر مٹی ڈالنا چاہئے یا کھڑے ہو کر دینا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دفن کے وقت بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر مٹی دینا صراحت کے ساتھ صحیح حدیث میں کوئی تشریح نظر سے نہیں گذری لہذا جس طرح بھی سہولت ہو اس طرح دینا جائز ہے، اس میں قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۹۳/۳۳)

قبر میں مٹی ڈالنے کا صحیح طریقہ

سوال: [۳۹۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد حاضرین مقبرہ کھڑے ہو کر مٹی ڈالیں گے یا بیٹھ کر، سرہانے کی طرف سے یا پاؤں کی طرف سے ایک مرتبہ یا تین مرتبہ؟ صراحت کے ساتھ صحیح طریقہ مع حوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد صدق حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر پر تین مٹی مٹی میت کے سرہانے کی طرف سے کھڑے ہو کر ڈالنا مستحب ہے، اور اگر مٹی دینے والوں کی بھیڑ زیادہ ہو جائے تو جس طرف سے گنجائش ہو اسی طرف سے مٹی دینے کی گنجائش ہے۔

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ صلى على جنازة، ثم أتى قبر الميت، فحشي عليه من قبل رأسه ثلاثاً. (سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في حشو التراب في القبر، النسخة الهندية، دار السلام/ ۱۵۶۵، المعجم الأوسط، من اسمه عبد الرحمن دار الفكر ۳/ ۳۰۸، رقم: ۴۶۷۳)

ويستحب لمن شهد دفن الميت أن يحثو في قبره ثلاث حثيات من التراب بيديه جميعاً، ويكون من قبل رأس الميت. (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون، صلاة الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/ ۱۶۶، جدید ۱/ ۲۲۷، وهكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب أحكام الجنائز، دار الكتاب دیوبند/ ۶۱۱، الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن الميت زکریا ۳/ ۱۴۳، کراچی ۲/ ۲۳۶، البنايه، باب الجنائز، فصل فی الدفن اشرفيه دیوبند ۳/ ۲۵۷، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱/ ۲۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۸/۱۱ھ

۱۴۲۸/۸/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۰۳)

دفن کے کئی دن بعد آنے والے کا قبر پر مٹی ڈالنا

سوال: [۳۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص اپنے رشتہ دار کے جنازے میں شریک نہیں ہوا، کئی دنوں کے بعد حاضر ہوا اب وہ قبر پر مٹی ڈالنے کی فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے تو سوال یہ ہے کہ قبر پر مٹی کتنی مدت تک ڈال سکتے ہیں؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتی: مولانا عارف باللہ ۲۴/ پرگنہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: باضابطہ مسنون طریقہ سے میت کی تدفین ہو چکی ہو اور قبر بھی صحیح طریقہ سے بنادی گئی ہو پھر کئی دن کے بعد کسی رشتہ دار کا اس ارادہ سے قبر پر مٹی ڈالنا کہ اس کو مٹی ڈالنے کی فضیلت حاصل ہو جائے کسی معتبر کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گزرا ہاں البتہ ایسا کرنا جائز ہے کہ اگر قبر کے اوپر کوئی پتھر وغیرہ ہو یا قبر ڈھل گئی ہو تو اس کو برابر کر دینے کی گنجائش ہے۔

و ذکر فی بعض المواضع أنه لا بأس بالطين للقبور لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مر بقبر ابنه إبراهيم فرأى فيه حجراً فستره فقال من عمل عملاً فليتقنه . (الولوالجيه ۱/ ۱۶۷، مکتبہ دارالایمان، سہارنپور)

وفی النوازل: سئل أبو نصر عن تطيين القبر؟ قال: لا بأس به وفي الغياثية وعليه الفتوى. (التاتار خانية، جدید ذکر یا ۳/ ۷۱)

عن ابن عون قال: سئل محمد بن سيرين هل تطيين القبور؟ فقال: لا أعلم به بأساً. (المصنف لابن أبي شيبة، الجنائز، فی تطيين القبر وما ذکر فیہ ۷/ ۳۶۲، رقم: ۱۹۲۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۴۸/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۳/۱۳ھ

تختہ وغیرہ کے بغیر میت پر مٹی ڈالنا

سوال: [۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ میت کے اوپر تختہ وغیرہ کے بغیر مٹی ڈالی جائے گی، کیونکہ میت کو مٹی لگنا ضروری ہے، بکر کہتا ہے کہ اس طرح میت کے اوپر تختہ وغیرہ کے بغیر مٹی ڈالنا جائز نہیں؟ لہذا دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے؟

المستفتی: فخر الزماں، کشن گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سیدھی قبر کی صورت میں قبر کے دو حصے ہوتے ہیں نیچے حصہ میں میت کو رکھا جاتا ہے، اور اوپر کے حصہ میں میت کے اوپر کی جانب تختہ یا بانس بچھا کر پھر مٹی ڈالنے کا حکم ہے، زید کا قول درست نہیں اور بکر کا قول درست ہے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص أن سعد بن أبي وقاص قال في مرضه الذي هلك فيه الحدوا لي لحداً، وانصبوا على اللبن نصبا، كما صنع برسول الله صلى الله عليه وسلم. (مسلم، الجنائز، في استحباب اللحد، النسخة الندية ۳۱۱/۱، بيت الأفكار رقم: ۹۶۶)

ويسقف عليه اللبن ولا يمس السقف الميت الخ. (شرح کبیری غنیۃ المستملی، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند/۵۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۹۵)
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۱۲/۱۴۲۴ھ

قبر میں رکھنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو قبر کے اندر رکھ کر اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا ”بسم اللہ علی ملت رسول اللہ“ کے پڑھنے کے سلسلے میں جو بھی حکم ہو اس کو وضاحت سے بیان فرمائیں؟

المستفتی: حافظ محمد لقمان علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ علی ملت رسول اللہ پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ پوری دعا میت کو قبر میں

رکھتے وقت مطلقاً پڑھنا ثابت ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا وضعتم موتاكم في قبورهم فقولوا بسم الله وعلى ملة رسول الله. (المستدرک، الجنائز، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ۵۲۳/۲، وهكذا فی سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء ما یقول إذا أدخل المیت فی قبره، النسخة الهندیة ۲۰۲/۱، دارالسلام رقم: ۱۰۴۶، سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی إدخال المیت القبر، النسخة الهندیة ۱۱۱/۱، دارالسلام رقم: ۱۵۵، مسند أحمد بن حنبل ۲۷/۲، رقم: ۴۸۱۲، ۴۹۹۰، ۵۲۳۳، ۵۳۷۰، ۶۱۱۱)

ویقول واضعه بسم الله وعلى ملة رسول الله. (ہندیہ، الباب الحادی والعشرون، فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱۶۶/۱، جدید ۲۲۷/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۸ھ/۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۰۹/۳۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸ھ/۸/۲

عورت کو دفن کرتے وقت پردہ کرنا

سوال: [۳۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کی تدفین کے وقت نامحرم کا قبر کے پاس کھڑا ہونا یا قبر میں دیکھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ جواب سے نوازیں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: جلیس احمد، ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عورت کی تدفین کے وقت پردہ کے اہتمام کا حکم

حدیث میں وارد ہوا ہے، اسلئے نامحرم کیلئے قبر میں دیکھنا ممنوع ہے۔

عن علی بن ابی طالبؓ أنه أتاهم قال: ونحن ندفن ميتاً وقد بسط الثوب على قبره، فجذب الثوب من القبر وقال: إنما يصنع هذا بالنساء. (السنن الكبرى للبيهقي، الجنائز، باب ما روى في ستر القبر بثوب، دار الفكر ۳۹۹/۵، رقم: ۷۱۴۹)

ويسجى قبر المرأة بثوب لما روى أن فاطمةؓ سجدت قبرها بثوب الخ. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سنة الدفن كراچی ۳۱۹/۱، ۳۲۰، زكريا ۶۳/۲، ۶۴، المبسوط للسرخسي، باب غسل الميت، دار الكتاب العلمية بيروت ۶۲/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۵/۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۷۶/۲۸)

پاٹن کس طرف سے بچھائے جائیں

سوال: [۳۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات مردے کو قبر میں رکھنے کے بعد اگر عورت ہے تو اس کے پاؤں کی جانب سے پاٹن (پڑے و تختے) رکھتے ہیں، اور اگر مرد ہے تو سرہانے کی طرف سے پاٹن رکھتے ہیں، اور بعض لوگ اس کا الٹا کرتے ہیں، یعنی اگر مرد ہے تو اس کے پاؤں کی طرف سے اور اگر عورت ہے تو اس کے سرہانے کی طرف سے پاٹن رکھتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرد ہو تو پاٹن سرہانے کی جانب سے رکھا جائے، اور عورت ہو تو پاؤں کی طرف سے یا اس کے برعکس کتب فقہ میں مجھے اس طرح کی کوئی صراحت نہیں ملی، لیکن پاٹن رکھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ مٹی میت پر نہ گرنے پائے۔

(ویسوی البسن علیہ والقصب) قوله القصب قال فی الحلیۃ وتسدد

الفرج التی بین اللبن بالمدر والقصب کی لا ينزل التراب منها علی المیت . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، کراچی ۲/۲۳۶، زکریا ۳/۱۴۲، کبیری، صلاة الجنائز، باب الدفن اللحد اشرفی جدید/۵۹۸، ۵۵۴، کبیری، صلاة الجنائز، باب الدفن فی اللحد، اشرفی جدید/۵۹۷، ۵۹۸، قدیم: ۵۵۴) ہاں البتہ بغلی قبر کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ اینٹوں کو میت کے دائیں اور قبلہ کی جانب سے رکھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۳

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۳ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۲۶/۳۵)

میت کو پوسٹ مارٹم کیلئے قبر سے نکالنا

سوال: [۳۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دفن کے بعد میت کو پوسٹ مارٹم وغیرہ کے لئے قبر سے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دفن کے بعد قبر کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کے لئے نکالنا جائز نہیں، اسی طرح کسی اور وجہ سے بھی بلا کسی شدید عذر کے نکالنا جائز نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۴/۲۰۱، جدید زکریا مطول ۵/۵۱۷، قدیم ۸۳/۱۸۹، محمودیہ میرٹھ ۱۳/۲۹۷، محمودیہ ڈھاکہ ۹/۱۳۳)

ولا یسع إخراج المیت من القبر بعد ما دفن إلا إذا كانت الأرض مغصوبة . (خانیة علی هامش الہندیہ، باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ زکریا ۱/۱۹۵، جدید ۱/۱۲۱، کذا فی الإشباه والنظائر ۲/۲۵۲، زکریا) والنیش حرام حقاً للہ تعالیٰ. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، باب

أحكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها جدید، دارالکتاب دیوبند/ ۶۱۴، قدیم
(۵۰۷/ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/ ۶/ ۱۵

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۶/۴۰)

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

سوال: [۳۹۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آدمی کے جل جانے یا ایکسیڈنٹ ہو جانے یا اور کسی بنا پر ہلاک ہو جانے پر اس کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، جس میں مردہ کو چیر پھاڑ کر کے اسکی بے حرمتی ہوتی ہے، یہ حکومت کا قانون ہونے کی بنا پر ہوتا ہے، لیکن شریعت کی رو سے پوسٹ مارٹم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قابل احترام قرار دیا ہے، میت کے بدن کو چھونے سے منع فرمایا ہے، اس سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے، تو پوسٹ مارٹم کی شرعاً کیسے گنجائش ہو سکتی ہے، اس بارے میں مفصل تحقیق کر کے مسئلہ کو وضاحت کیساتھ مدلل لکھیں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: احمد علی، خادم تحفیط القرآن،

مدرسہ شاہی، ضلع، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کا پوسٹ مارٹم کرنا از روئے شرع جائز نہیں

ہے، اسلئے کہ یہ انسانی حرمت کے خلاف ہے، شریعت انسان کی بے حرمتی کی قطعاً اجازت نہیں دیتی ہے، لہذا پوسٹ مارٹم کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

والآدمی محترم بعد موتہ علی ماکان علیہ فی حیاتہ فکما لا یجوز

التداوی بشیء من الآدمی الحي إکراما له لا یجوز التداوی بعظم المیت.

(شرح السیر الکبیر ۹۰/۱، بحوالہ جواهر الفقہ قدیم ۵۱/۴، جدید زکریا ۷۱/۶۲)

قال رسول الله ﷺ كسر عظم الميت ككسر عظم الحي . (ابوداؤد، كتاب الجنائز، باب فى الحفار يجد العظم هل يتكف ذلك المكان ، النسخة الهندية ۴۵۸/۲، دارالسلام رقم: ۳۲۰۷)

أخرج ابن أبى شيبة عن ابن مسعود قال: أذى المؤمن فى موته كأذاه فى حياته - (مصحف ابن أبى شيبة ، مؤسسه علوم القرآن ۷/۴۳۲، رقم: ۱۲۱۱۵)
قال الطيبي إنه لا يهان الميت كما لا يهان الحي . (حاشية ۶/، مشكوة، كتاب الجنائز، باب دفن الميت ، الفصل الثانى / ۱۴۹)

إكرام الميت مندوب إليه فى جميع ما يجب كإكرامه حيا، وإهانته منهى عنها كما فى الحيوة . (شرح الطيبي ، كتاب الجنائز، باب دفن الميت تحت رقم الحديث / ۱۷۱۴، مطبوعه كراچى ۳/۳۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
الجواب صحیح:
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم/ صفر ۱۴۲۱ھ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۲/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۷۷۹)

میت کا پوسٹ مارٹم کرانا

سوال: [۳۹۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت میں پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت میں پوسٹ مارٹم جائز نہیں؛ کیونکہ بدن انسانی مرنے کے بعد بھی اسی طرح قابل تکریم ہے، جس طرح مرنے سے پہلے، تاہم قانونی مجبوری کی بناء پر پوسٹ مارٹم کرایا گیا تو ورثاء گنہگار نہ ہونگے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۴۱، کفایت المفتی جدید ۲/۲۰۰، جدید زکریا مطول ۵/۵۱۷، قدیم ۴/۱۸۸، کتاب الفتاویٰ ۳/۲۵۰)
عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال: كسر عظم الميت ككسره حياً.

(أبو داؤد شریف، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم هل ینتکب ذلك المكان،
النسخة الهندية ۲/ ۴۵۸، دار السلام رقم: ۲۳۰۷)

لا يجوز بيع شعر الأدمی ولا الانتفاع به ولا بشیء من أجزائه : لأن
الأدمی مکرم غیر متبذل فلا يجوز أن يكون شیئاً من أجزائه مهاناً مبتذلاً .

(مجمع الأنهر، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فقيه الأمة ۳/ ۸۵، كذا فی سكب الأنهر
۳/ ۸۵، اوجز المسالك ۴/ ۵۸۷، دمشق، بيروت) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۰۵/۲۰)

ایکسیڈنٹ میں ملنے والے معاوضہ کا حکم

سوال: [۳۹۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید
کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا، کیا زید کے ورثاء کو گاڑی والے کی جانب سے یا اس کمپنی سے
جس سے اس گاڑی کا بیمہ ہو یا حکومت کی طرف سے معاوضہ اور پیسہ لینا جائز ہے؟
المستفتی: عبد اللہ، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حادثہ یا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہونے والے کو
حکومت یا دوسرے فریق کی طرف سے جو معاوضہ ملتا ہے مرحوم کے ورثاء کیلئے اس معاوضہ کا
لینا جائز ہے، اور رائج قول کے مطابق وہ معاوضہ میت کے تمام شرعی ورثاء کے درمیان میت
کے ترکہ کی طرح تقسیم ہو جائے گا۔ (مستفاد: انوار رحمت ۳)

عن إبراهيم عن علي رضي في الفارسين يصطدمان قال يضمن الحي دية
الميت وعن الحكم عن علي رضي في الفارسين اصطدما فمات أحدهما أنه يضمن
الحي دية الميت . (نصب الراية، كتاب الديات، باب جناية البهيمة، والجناية عليها،

دارنشرالکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان ۴/ ۳۸۶، المصنف لابن أبی شیبہ، کتاب الدیات، الرجل یصدم الرجل مؤسسه علوم القرآن، بیروت ۱۴/ ۲۲۱، رقم: ۲۸۲۰۷، ۲۸۲۰۵

وإذا اصططح القاتل وأولياء القتيل على مال سقط القصاص ووجب المال قليلاً كان أو كثيراً. (ہدایہ، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، اشرفی دیوبند ۴/ ۵۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۶۵)

ایکسیڈنٹ یا حادثہ میں مرنے والوں کا معاوضہ

سوال: [۳۹۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ریل وغیرہ سے کوئی آدمی مر گیا تو اس کے ورثاء کو سرکار کچھ رقم دیتی ہے؟
(۲) بس سے مرجائے تو بس کا مالک کچھ رقم اپنی خوشی سے دیتا ہے؟
(۳) اسی طرح بس سے مرنے والے کے وارث بس والے سے زبردستی بذریعہ مقدمہ جان کا بدلہ لیتے ہیں، ان تینوں شکلوں میں رقم لینا درست ہے یا کوئی فرق ہے؟ نیز مرنے والے کے بچہ یتیم ہیں لیکن ان کے باپ نے بہت سی جائیداد چھوڑی ہے جنگل میں زمین کافی ہے ویسے بھی صاحب ثروت ہیں گاؤں کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتا ہے، دادا وغیرہ موجود ہیں اب یہ دادا اپنی پوتی پوتے وغیرہ کیلئے بس والے سے بذریعہ مقدمہ زبردستی رقم لیتے ہیں تو یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا غریب مالدار کا کچھ فرق ہے؟

المستفتی: امام مسجد، بشن پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۳۲/۱ رجبی ہاں تینوں شکلوں میں وارثین کیلئے ضابطہ کے مطابق طے شدہ رقم وصول کرنا جائز ہے، اور وارثین غریب ہوں یا مالدار ہر دو

صورت میں لینا جائز ہے۔

عن علیؓ فی فارسیں اصطدما فمات أحدهما ، فضمن الحي الميت ،
عن علیؓ فی الفارسیں یصطدما قال : یضمن الحي دية الميت . (المصنف
لابن أبی شیبہ، کتاب الدیات الرجل یصدم الرجل مؤسسه علوم القرآن ، بیروت
۱۴/۲۲۱، رقم: ۲۸۲۰۷، ۲۸۲۰۸، نصب الرایہ ، کتاب الدیات ، باب جناية البهيمه ،
والجناية علیها ، دار نشر الكتب الإسلامیہ ، لاہور ، پاکستان ۴/۳۸۶)

ولو أن فارسین أحدهما یسیر والآخر واقف أو رجلین أحدهما
یمشی والآخر واقف فاصطدما فعلى السائر والماشی الکفارة
(وقوله) فضمان التي عطبت على الآخر الخ . (قاضی خان ، علی الہندیہ ،
کتاب الجنایات ، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ زکریا ۳/۴۴۴ ، جدید ۳/۳۲۵)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۲/۲۲

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۲۶)

سونانگنے والے کا پیٹ چاک کرنا

سوال: [۳۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
شخص نے ۳۰/۴۰ ہزار روپے کا سونا نکل لیا وہ سونا اس کے پیٹ میں چلا گیا اب سوال یہ
ہے کہ اس میت کے پیٹ کو چاک کر کے سونا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: نسیم احمد، مہاراسٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شخص مذکور نے بالقصد دوسرے شخص کا سونا نکل لیا
اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں اس کا پیٹ چاک کر کے سونا نکال لینا جائز

اور درست ہے، اگرچہ مال کی صیانت و حفاظت کے مقابلہ میں انسان کا احترام اور حرمت اعلیٰ اور فائق ہے، لیکن جب اس نے بالقصد سونے کو نگل لیا ہے، تو اس کی طرف سے تعدی کی وجہ سے اس کا احترام زائل ہو گیا، لہذا اس کا پیٹ چاک کر کے سونا نکالنا درست ہوگا۔

ولو بلع مال غیرہ ومات هل يشق؟ قولان والأولیٰ نعم وفي الشامية: لأنه وإن كان حرمة الأدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال احترامه بتعديده. (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ، مطلب فی دفن الميت، زکریا ۳/۱۴۵/۲۳۸)

إذا ابتلع لؤلؤة قيل ظاهره أن ما ذكره هو المذهب وهو رواية عن محمد ومقتضى ما علل به أنه لو ابتلع دنا نير غير يشق بطنه والمنقول خلافه ففي البرازية أنه يشق بطنه في اللؤلؤة والدنانير وقوله في موضع آخر ما هو موافق لما قيل ثم قال ولعل الذي اقتضاه تعليل المصنف هو الصحيح. (الحموی علی الأشباه قديم تحته القاعدة الخامسة / ۱۴۵)

إذا ابتلع الرجل درة فمات ولم يدع مالا عليه القيمة..... وفي الاختيار جعل عدم شق بطنه عن محمد ثم قال: وروى الجرجاني عن أصحابنا أنه يشق لأنه حق الأدمي مقدم على حق الله تعالى ومقدم على حق الظالم المتعدى انتهى وهذا أولى. (فتح القدير، کتاب الصلوٰۃ، قبیل باب الشهيد

کوئٹہ ۲/۱۰۲، زکریا ۲/۱۵۰۹، حلبی کبری، فصل فی الجنائز، اشرفیہ دیوبند/۶۰۸) لیکن اگر اپنا ذاتی سونا نگلا ہے تو اس کے متعلق کوئی صریح عبارت نہیں ملی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ یقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۵۵)

۱۳ / باب الدعاء بعد الدفن وغیرہ

دفن میں مدد کرنے والوں سے میت کی طرف سے معافی مانگنا

سوال: [۳۹۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب لوگ جنازہ کو قبرستان لیکر جاتے ہیں تو کچھ لوگ میت کو دفن کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اپنے عزیز واقارب کی قبروں پر فاتحہ خوانی میں لگ جاتے ہیں اور پھر مٹی ڈالتے وقت سب حاضر ہو جاتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا درست ہے، یا سب کو دفن میں شریک رہنا چاہئے، نیز دفن کے بعد میت کے عزیز واقارب میں سے کوئی ایک دفن میں مدد کرنے والوں سے میت کی طرف سے معافی مانگتا ہے کہ جس نے جو کام کیا ہو خدا کیلئے معاف کر دیں تو کیا اس طرح معافی مانگنا درست ہے جبکہ دفن کرنا تو سب کا حق ہے؟

المستفتی: جمیل احمد، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جنازہ کے ساتھ جانے والے لوگ دفن کی بھیڑ کے وقت وہاں بھیڑ لگانے کے بجائے اپنے عزیز واقارب کی قبروں کی زیارت میں لگ جائیں یہ بہتر اور افضل ہے، اور بھیڑ کم ہو جائے تو جا کر مٹی دے کر دفن میں شریک ہو جائیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، ایک مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلنا اور اس کو دفن کرنا یہ دوسرے مسلمانوں پر اس مرنے والے کا حق اور اخلاقی فریضہ ہے، لہذا میت کی طرف سے دفن میں مدد کرنے والوں اور کام میں شریک ہونے والوں سے معافی مانگنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

عن علیؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: للمسلم على المسلم ست بالمعروف، يسلم عليه إذا لقيه، ويحييه إذا دعاه، ويشتمه

إذا عطس، ويعوده إذا مرض، ويتبع جنازته إذا مات، ويحب له ما يحب لنفسه. (سنن الترمذی، أبواب الأدب، باب ماجاء في تشميت العطس، النسخة الهندية ۱۰۲/۲، دارالسلام رقم: ۲۷۳۶، الأدب المفرد، دارالكتاب العلمیہ بیروت/ ۲۷۱، ۲۷۲، رقم: ۹۲۲، مسند الدارمی، دارالمغنی ۱۷۲۰/۳، رقم: ۲۶۷۵، مسند أحمد بن حنبل ۸۹/۱، رقم: ۶۷۳، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم ۸۱/۳، رقم: ۸۵۰، المعجم الكبير للطبرانی، داراحیاء التراث العربی ۳۵۱/۹، رقم: ۹۷۴۸، مشکوٰۃ شریف ۳۹۸/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۶ھ/۷/۱

(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۸۵/۳۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶ھ/۷/۳

تدفین کے بعد پسماندگان سے مصافحہ و معانقہ کرنا

سوال: [۳۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں یہ رسم عام ہے کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے، اس کے بعد اس کے قریبی رشتہ دار مثلاً بیٹے بھائی چچا وغیرہ سب ترتیب سے ایک جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں، اور تدفین سے فراغت پر لوگ یکے بعد دیگرے آکر مذکورہ وارثین سے ملاقات کرتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ اگر قبرستان مسجد کے قریب ہے تو تدفین کے بعد مذکورہ حضرات مسجد میں ہی آکر ترتیب سے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور لوگ ان حضرات سے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا تدفین کے بعد میت کے پسماندگان سے مصافحہ و معانقہ کرنا مسنون ہے یا مستحب یا واجب یا بدعت وغیرہ اسی طرح مسجد میں کھڑے ہو کر اس عمل کو انجام دینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد نوید، میل و شمار، تملنا ڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی شخص کے انتقال کے موقع پر اس کے پسماندگان اور عزیز و اقارب کی تعزیت کرنا اور ان سے تسلی وغیرہ کے کلمات کہنا مستحب و مسنون ہے، حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي هريرة رض قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من عزى ثكلى كسي بردا في الجنة. (ترمذی شریف، الجنائز، باب آخر فی فضل التعزیه، النسخة الهندية ۲۰۶/۱، دارالسلام رقم: ۱۰۷۶)

قیس أبو عمارة قال سمعت عبد الله بن أبي بكر بن محمد أبي عمرو بن حزم يحدث عن أبيه عن جده عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: ما من مؤمن يعزي أحاه بمصيبة، إلا كساه الله سبحانه من حلل الكرامة يوم القيامة. (ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب عن عزى مصاباً، النسخة الهندية ۱۱۵/۱، دارالسلام رقم: ۱۶۰۱)

لیکن اس تعزیتی اور تسلی کی ملاقات کیلئے بہترین جگہ میت کا گھر ہے اور میت کے گھر میں نہ ہو سکے تو کہیں بھی ملاقات ہو جائے تو یہ جائز اور درست ہے، چاہے مسجد میں ہو جائے، یا قبرستان میں ہو جائے یا میت کے رشتہ دار کے گھر ہو جائے، یا خطوط کے ذریعہ ہو جائے، ہر طرح کی ملاقات سے یہ سنت ادا ہو جائے گی، لیکن اس کے لئے قبرستان یا قبرستان کے قریب کی مسجد میں ملاقات لازم نہیں ہے، ہاں البتہ اگر سہولت اور آسانی کیلئے یہاں بھی یہ کام ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے، بشرطیکہ ان جگہوں پر بطور رسم نہ ہو تسلی کے لئے ان سے مصافحہ اور معافتہ کرنا اور اس دوران ان سے تسلی کے کلمات کہنا جائز اور درست ہے۔

إن النبي صلى الله عليه وسلم عزى رجلاً، فقال: یرحمک اللہ ویأجرک. (السنن الکبریٰ، الجنائز، باب ما یقول فی التعزیه من الترحم علی المیت والدعاء له ولمن خلف دارالفکر بیروت ۴۱۳/۵، برقم: ۷۱۹۳)

ولا بأس -إلى- و بتعزية أهله وترغيبهم في الصبر. (درمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، قبیل مطلب فی الثواب علی المصيبة کراچی ۲/۲۳۹، زکریا ۳/۱۴۶، ۱۴۷) التعزية لصاحب المصيبة حسن. (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، مسائل فی التعزية زکریا ۱/۱۶۷، جدید ۱/۲۲۸، البنايه، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الدفن اشرفیہ دیوبند ۳/۲۶۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۲۱/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۵/۱۴۳۲ھ

میت کو دفنانے کے بعد اجتماعی دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں میت کو دفنانے کے بعد اس کی قبر کے ارد گرد قبلہ رخ کھڑے ہو کر اس طرح اجتماعی دعا کرنا کہ ایک دعا کرے اور بقیہ آمین کہیں جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: مفتی محمد سمیر، استاد مدرسہ فلاح دین، ضلع عثمان آباد صوبہ، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے لیکن اس طرح اجتماعی دعا صراحت سے ثابت نہیں کہ ایک شخص دعا کرائے اور باقی سب آمین کہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ قبر کے مخالف جانب ہو کر اپنے اپنے طور پر انفرادی دعا کریں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۳۰، فتاویٰ عثمانی ۱/۲۷۶، ۲۷۷، احسن الفتاویٰ ۴/۲۲۵)

عن ابن مسعودؓ رأيت رسول الله ﷺ في قبر عبد الله ذي النجادين الحديث، وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه .
(فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، قديم ۱۱/۱۴۴، زکریا ۱۱/۱۷۳، تحت رقم الحديث ۶۳۴۳)

عن عائشةؓ قالت: حتى جاء البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه
ثلاث مرات قال النووي تحته فيه استحباب إطالة الدعاء وتكريره ورفع
اليدين فيه . (مسلم شريف، الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها،
النسخة الهندية ۱/۳۱۳، تحت رقم الحديث، بيت الأفكار/۹۷۴)

يستحب الوقوف بعد الدفن قليلاً والدعاء للميت مستقبلاً
وجاهه . (شرح الصدور، باب ما يقال عند الدفن والتلقين طبع لاهور کشمیری
بازار/۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ صفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۳۹/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵ھ/۲/۱۲

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
دفن میت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ ایضاً المسائل میں احسن
الفتاویٰ سوم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مستحب ہے، حالانکہ احسن الفتاویٰ کی پہلی جلد میں
حضرت مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں، کہ بدعت ہے، اسلئے حضرت والا سے
درخواست ہے کہ تحقیقی جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: مبارک حسین القاسمی، خادم:

مدرسہ بدر العلوم، پیر پور تھان، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دُفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز اور درست ہے، اور ایضاً المسائل / ۶ پر یہی مسئلہ فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة قدیم ۱۱/۱۴۲، اشرفیہ ۱۱/۳۷۱، تحت رقم الحدیث: ۶۳۳۳ پر ہے اور احسن الفتاویٰ جلد اول کے حوالہ سے جو اشکال کیا ہے، کہ اس میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے بدعت لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نے پہلے بدعت لکھا تھا، لیکن بعد میں صریحاً جزئیہ مل جانے کی بنا پر اپنے سابق فتویٰ سے رجوع کر کے جواز کا قول لکھا ہے، جو (احسن الفتاویٰ ۲۲۴/۴) پر موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱/۲۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۷ / ۸۶۵۷)

دُفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم

سوال: [۳۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت دفنانے کے بعد میت کے لوگ قبرستان کے باہر آنے پر سب ملکر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے یا بدعت ہے؟ مسئلہ کا حل تو آپ ہی کر سکتے ہیں تاکہ قوم بدعت اور گناہ سے بچ جائے، اس کیلئے آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان کے اندر یا قبرستان کے باہر اجتماعی انداز سے دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ انفرادی طور پر مطلقاً دعا کرنا ثابت ہے، اور دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے، لیکن بہتر شکل یہ ہے کہ قبروں سے دوسری طرف رخ کر کے دعا کی جائے، قبروں کی طرف ہو کر دعا نہ کی جائے تاکہ اشتباہ اور

شکوہ و شبہات سے حفاظت ہو جائے۔

وفی حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ رأیت رسول اللہ ﷺ فی قبر عبد اللہ ذی النجادین الحدیث وفيه لما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه أخرج أبو عوانة في صحيحه. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة بیروت قدیم ۱/۱۴۴، زکریا ۱۱/۱۷۳، تحت رقم الحدیث/۶۳۴۳)

عن ابن مسعودؓ قال: والله لكانني أرى رسول الله ﷺ في غزوة تبوك - إلى - فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه يقول: اللهم إني أمسيت عنه راضيا فارض عنه، وكان ذلك ليلاً، فوالله لقد رأيته ولوددت أني مكانه. (مرقاۃ شرح مشکاة، باب في دفن الميت، الفصل الثاني، مكتبه امداديه ملتان ۷۵/۴ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۲/۲/۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۲/۲۶ھ

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ متبعین اہل سنت والجماعت بوقت دفن ویسے ہی دعا کیا کرتے تھے میت کیلئے یعنی بغیر ہاتھ اٹھا کر اور بہت عرصے سے یہی طریق ان کا رہا اور اسے علماء دیوبند و اکابر امت کا معمول بہ سمجھ کر کرتے تھے، اور ویسے تو اکابر امت حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحبؒ حضرت فقہیہ الامت مفتی محمود حسن صاحبؒ اور حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ سب کا عمل یہ دیکھا گیا ہے، کہ قبر کے پاس بغیر ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعا فرماتے تھے، اب کچھ دنوں سے جنوبی افریقہ کے بعض علاقہ میں علماء دیوبند کی طرف سے منسوب بعض علماء و شیوخ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے سلسلہ میں یہ عمل رائج کرنے لگے، کہ

سب حاضرین قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھاتے ہوئے دعا کریں، اور استدلال میں صحیح ابی عوانہ اور تخریج حافظ فی الفتح کی حدیث پیش کرنے لگے، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ان حضرات کی طرف سے ایک کتاب چھپ چکی ہے کہ جس میں اس بات کو ثابت کر نیکی کوشش کی گئی ہے، کہ یہ جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا ہے سنت ہے اور حدیث پاک سے مؤید ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بزرگان دین متین اور علماء اکابر نے اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کیا آیا کہ وہ اس حدیث سے نا آشنا تھے، (العیاذ باللہ) یا یہ کہ کوئی اور وجہ تھی، جس کی بنا پر انھوں نے رفع یدین عند القبر اگرچہ استقبالا للمقبلة ہو ترک فرما دیا تھا؟ کیا نوپید علماء و شیوخ کا حدیث پر عمل و مستدل اصح اور قابل اتباع ہے یا ماضی کے علماء اعیان و مشائخ عظام کا تعامل و طریق زیادہ قابل اتباع اور لائق عمل ہے، افتونا ماجورین و ادخلوا الجنة مسرورین۔

المستفتی: احقر شعیب رافت، ساکن ڈڈیر، جنوبی افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کو دفن کرنے کے بعد میت کے واسطے قبرستان میں دعا مانگنا جائز ہے لیکن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے اس سلسلہ میں ایک صحابی کا واقعہ ملتا ہے، کہ سفر تبوک کے موقع پر ان صحابی کی وفات ہو گئی تھی، ان کو دفن کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی: ”اللھم انی اُمسیت عنہ راضیاً فارض عنہ“ اس دعا کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے تھے یا نہیں اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں صحیح ابوعوانہ کے حوالہ سے ہاتھ اٹھانے کی روایت نقل فرمائی ہے، اسی طرح امام عزالدین بن الاثیر نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہاتھ اٹھانے کی روایت نقل فرمائی ہے لیکن صحیح ابوعوانہ اور اسد الغابہ کی وہ حدیث شریف کس درجہ کی ہے اس کی نشاندہی نہیں فرمائی ہے، نیز اس وقت

صحیح ابوعوانہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے، اسلئے ہم بھی براہ راست اس حدیث شریف کی سند کی حیثیت سے واقفیت حاصل نہ کر سکے اور صاحب اسد الغابہ نے بھی حدیث کی پوری سند نقل نہیں فرمائی ہے، اور حضرت امام ابوبکر پیشی نے مجمع الزوائد میں مسند بزار کے حوالہ سے اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے مگر اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر موجود نہیں ہے، اور ساتھ میں امام ابوبکر پیشی نے اس حدیث کے راوی عباد بن احمد العززی کو متروک کہا ہے، لہذا ان روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ استقبال قبلہ کے ساتھ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگنا بھی جائز ہے، لہذا اس مسئلہ کو آپس کے اختلاف کا سبب نہ بنایا جائے۔

عن عبد الله بن مسعود^{رض} أنه قال: لكانى أرى رسول الله ﷺ فى غزوة تبوك وهو فى قبر عبد الله ذى النجادين (إلى ما قال) فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه يقول: اللهم إنى أمسيت عنه راضياً فارض عنه. (اسد الغابہ، دارالفکر ۴/۱۲۴، مرقاة شرح المشكاة، باب فى دفن الميت، الفصل الثانى، مكتبة امداديه ملتان ۴/۷۵)

وفى حديث ابن مسعود رأيت رسول الله ﷺ فى قبر عبد الله ذى النجادين الحديث، وفيه: فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرجه أبو عوانه فى صحيحه. (فتح البارى، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة بيروت قديم ۱۱/۴۴۴، اشرفيه ۱۱/۱۷۳، تحت رقم الحديث ۶۳۴۳)

وعن عبد الله يعنى ابن مسعود^{رض} قال: لكانى أسمع رسول الله ﷺ فى غزوة تبوك وهو فى قبر عبد الله ذى النجادين إلى ما قال: فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة فقال: اللهم إنى أمسيت عنه راضياً فارض عنه، رواه البزار عن شيخه عباد بن أحمد العززمى وهو متروك. (مجمع الزوائد ۹/۳۶۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/۱۲۲، رقم: ۱۷۰۶)

سوال نامہ میں جن اکابر و مشائخ کا عمل ہاتھ نہ اٹھانے کے متعلق پیش کیا گیا ہے، وہ اپنی جگہ درست ہے مگر ان اکابر نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے جواز کا فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے، ان کے عمل میں احتیاط کا پہلو ہے، کہ عوام میں قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا معمول اس طرح جاری نہ ہو جائے کہ استقبال قبلہ کو چھوڑ کر قبر کی طرف دعا مانگنے لگیں اسلئے ان اکابر نے عملی طور پر احتیاط کا راستہ اختیار کیا اور جب فتویٰ لکھنے اور مسئلہ بتانے کا موقع آیا تو حدیث کی روشنی میں مسئلہ بتایا، اور حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا جواز ثابت ہے چنانچہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب کافتویٰ ملاحظہ فرمائیے، دعا بغیر ہاتھ اٹھا ئے بھی کی جاسکتی ہے، اور ہاتھ اٹھا کر بھی۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۴۰۶، جدید ڈابھیل ۹/۱۴ تا ۱۴۶۱) پر بھی یہ بات کہی گئی ہے، اور حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں دونوں طرح جائز لکھا ہے۔ (امداد الفتاویٰ زکریا ۱/۳۰، کفایت المفتی قدیم ۴/۴۸، جدید زکریا ۲/۶۰، جدید زکریا مطول ۵/۳۴۱)

لہذا اس مسئلہ کو اختلاف کا سبب نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

۱۴/۳/۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۹۴/۳۷)

دفن کرنے کے بعد اجتماعی طور پر جہری دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں پر عموماً لوگ قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، اور کوئی عالم یا امام مسجد آواز بلند دعا کراتے ہیں باقی سبھی حضرات آمین کہتے ہیں، ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا بالجہر کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو اسمیں کس درجہ کی کراہت ہے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بہتر ہے یا بنا ہاتھ اٹھائے سری دعا بہتر ہے یا جہری؟

المستفتی: عبد الجبار، انت پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہاتھ اٹھا کر قبروں کی طرف رخ کر کے اجتماعی طور پر بالجہر دعا کرنا ثابت نہیں، البتہ اتنا ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ہے، لہذا اگر کوئی اس پر عمل کرنا چاہے تو قبر کی طرف پشت یا دائیں بائیں الگ ہو کر قبلہ کی طرف رخ کر کے جبکہ سامنے قبریں نہ ہوں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے، تا کہ شبہ نہ ہو کہ اہل قبر سے مانگ رہا ہے، البتہ اجتماعی دعا کا التزام نہیں ہونا چاہئے کبھی کبھار ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: امداد الاحکام زکریا/ ۳۱۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۸۰، جدید ژانہیل ۹/۱۳۶، احسن الفتاویٰ زکریا ۴/۲۳۴)

قال ابن تیمیۃ فی اقتضاء الصراط المستقیم فإنه إنما یرخص فیما إذا سلم علیہ ثم أراد الدعاء أن یدعو مستقبل القبلة أما مستدبر القبر أو منحرفاً عنه ولا یدعو مستقبل القبر. (بحوالہ امداد الأحکام ۱/۳۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/۵/۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۶۲)

دفن کے بعد کے اعمال

سوال: [۳۹۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مٹی دینے کے بعد فوراً بعد التذفین حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ اور آپ ﷺ نے بعد التذفین حضرات صحابہ کو کن کن اعمال کا حکم دیا تھا؟

(۲) بعد التذفین یہ اعلان کرنا کہ بھائیو ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اول درود شریف ایک بار سورۃ فاتحہ ایک بار قل ہو اللہ گیارہ بار، پھر آخر میں درود شریف ایک بار پڑھ کر یہ کہیں کہ یا اللہ جو قرآن ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کی روح کو پہنچا کر اس میت کی روح کو اس کا ثواب پہنچا یہ طریقہ سنت رسول کے مطابق ہے؟

(۳) بعد التذہین مطلقاً بغیر سورۃ کی تعداد بتائے کچھ قرآن کریم سے پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا سنت رسول ہے یا خلفاء راشدین کا یہ معمول رہا ہے؟
 (۴) کیا دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب میں کچھ فرق ہے؟
 المستفتی: مسلمانان، شریف نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) دفن کرنے کے بعد کچھ دیر کے لئے قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعاء مغفرت اور ثابت قدمی کی دعاء کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ عمل آپ ﷺ نے خود بھی کیا ہے، اور صحابہ کرامؓ کو بھی حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ابو داؤد و شریف کی حدیث میں ہے۔

عن عثمان بن عفانؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال: استغفروا لأخیکم واسئلوا لہ بالتشیت فإنه الآن یسئل . (ابو داؤد شریف، الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت، النسخة الهندیة ۴/۵۹، دار السلام رقم: ۳۲۲۱، السنن الکبریٰ للبیہقی، الجنائز، باب ما یقال بعد الدفن قديم ۴/۵۶، دار الفکر ۵/۴۰۳، رقم: ۷۱۶۳)

اسی طرح آپ ﷺ سے سورۃ بقرہ کا اول و آخر سے پڑھنے کا حکم منقول ہے:

عن عبد اللہ بن عمرؓ یقول: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إذا مات أحدکم فلا تحبسوه، وأسرعوا به إلى قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة الكتاب وعند رجله بخاتمة البقرة في قبره. (المعجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۱۲/۳۴۰، رقم: ۳۶۱۳، شعب الإیمان للبیہقی، باب فی الصلاة، من مات من أهل القبلة، فصل فی زیارة القبور، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۶/۷، رقم: ۹۲۹۴، مشکوٰۃ شریف/ ۱۴۹)

(۲) سوالنامہ میں ذکر کردہ طریقہ پر اول درود شریف ایک بار سورۃ فاتحہ ایک بار قل ھو

اللہ شریف گیارہ بار پھر آخر میں درود شریف ایک بار پڑھ کر یہ کہنا کہ یا اللہ جو قرآن ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کی روح کو پہونچا کر اس میت کی روح کو اس کا ثواب پہونچا یہ طریقہ قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے البتہ اس تعین اور تخصیص کے ساتھ کسی خاص طریقہ کو صحیح سمجھ کر ثواب پہونچانے کی گنجائش ہے، اور اس میں مذکورہ تعین و تخصیص کے ساتھ کسی خاص طریقہ کو صحیح قرار دینے کا ثبوت نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ/۱/۷۷۳)

وفی شرح الباب ویقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص إلى قوله ثم يقول: اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة قبیل مطلب فی قراءة الميت وأهداء ثوابها له کراچی ۲/۲۴۳، زکریا ۳/۱۵۱)

(۳) بعد التدفین بغیر کسی تعین عدد کے کوئی بھی سورۃ یا سورۃ کا جز پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس کا ثبوت حدیث شریف میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے بعد التدفین سورۃ بقرہ کا اول و آخر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

عن عبد الله عمر^{رض} يقول: سمعت النبي ﷺ يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه، وأسر عوابه إلى قبره، وليقرأ عند رأسه بفاتحة الكتاب وعند جليله بخاتمة البقرة في قبره. (المعجم الكبير، دار احیاء التراث العربی ۱۲/۳۴۰، حدیث ۱۳۶۱۳، مجمع الزوائد ۳/۴۴، مشکوٰۃ شریف ۹/۱۴۹)

(۴) دفن کے بعد دعائے مغفرت اور ایصال ثواب دونوں کا ثبوت ہے اور دعائے مغفرت حسب ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عن عثمان بن عفان قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه، فقال: استغفروا لأحيكم واسألوا له بالتبثيث فإنه الآن يسئل. (سنن أبي داود، الجنائز، باب الإستغفار عند القبر للميت، النسخة

الہندیہ ۲/ ۴۵۹، دارالسلام رقم: ۳۲۲۱)

اور ایصالِ ثواب حدیث کی روشنی میں فقہاء کی حسب ذیل عبارت سے ثابت ہے۔
وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة
إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يس وتبارك الملك
وسورة التكاثر والإخلاص إلى قوله ثم يقول: اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى
فلان أو إليهم. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة قبیل مطلب فی قراءة الميت
وأهداء ثوابها له کراچی ۲/ ۲۴۳، ذکر یا ۱۵۱/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

۱۴۲۴/۵/۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۲۷/۳۷)

بعد دفن اجتماعی طور پر دعا کرنا

سوال: [۳۹۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت
سی جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ جب مردہ کو قبر میں دفن کر کے فارغ ہوتے ہیں، تو تمام حاضرین
ہر چہار جانب سے قبر کو گھیر کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اجتماعی دعا امام صاحب کراتے
ہیں، اور میت کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد انوار الحق قاسمی، جہارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان کے اندر یا قبرستان کے باہر اجتماعی انداز
سے دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ انفرادی طور پر مطلقاً دعا کرنا ثابت ہے، اور دعاؤں میں بھی
ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے، لیکن بہتر شکل قبروں سے دوسری طرف رخ کر کے دعا کی جائے،
قبروں کی طرف ہو کر دعا نہ کی جائے، تاکہ اشتباہ اور شکوک و شبہات سے حفاظت ہو جائے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۳۰۷، جدید ڈابھیل ۱۴۴/۹)

وفی حدیث ابن مسعودؓ رأیت رسول اللہ ﷺ فی قبر عبد اللہ ذی النجادین : الحدیث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرج أبو عوانة في صحيحه . (فتح الباری ، کتاب الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة بیروت قدیم ۱۱/۴۴ ، اشرفیہ ۱۱/۱۷۳ ، تحت رقم الحدیث ۶۳۴۳)

عن عثمان بن عفانؓ قال: كان النبی ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه ، فقال: استغفروا لأخیکم ، واسألوا له بالتشیت ، فإنه الآن یسأل . (سنن أبي داود ، الجنائز ، باب الإستغفار ، عند القبر للمیت ، النسخة الهندیة ۲/۴۵۹ ، دار السلام رقم: ۳۲۲۱)

وجلس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه (قوله جلوس الخ) لما فی سنن أبي داود كان النبی ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره وقال : استغفروا لأخیکم واسألوا الله له التشیت فإنه الآن یسأل الخ . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، مطلب فی دفن الميت کراچی ۲/۲۳۷ ، زکریا ۳/۱۴۳ ، حشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، دارالکتاب دیوبند/۶۱۶)

قال الطحطاوی إذا فرغوا من دفن الميت يستحب الجلوس (المکث) عند قبره بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمه . (الموسوعة الفقہیة الكويتیة ۱۶/۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۳/۷ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۳/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۶۳/۳۶)

دفنانے کے بعد قبر کی طرف متوجہ ہو کر سورہ بقرہ کی آیات پڑھنا

سوال: [۳۹۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو

دفنانے کے بعد تمام آدمی جمع ہو کر قبر کی طرف متوجہ ہو کر کچھ پڑھتے ہیں، اسکے بعد قبلہ رخ ہو کر دعا مانگتے ہیں؟ کیا یہ درست ہے؟

المستفتی: حافظ لقمان علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کو دفنانے کے بعد ایک آدمی کا سرہانے کھڑے ہو کر کے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک اور دوسرے کا پائتانے کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کی اخیر کی دو آیتوں کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة، الجنائز، مطلب في دفن الميت کراچی ۲/۲۳۷، ذکر یا ۳/۴۳)

عن عبد الله بن عمر^{رض} سمعت النبي ﷺ يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلى قبره، وليقرأ عند رأسه بفاتحة الكتاب وعند رجليه بختامة البقرة في قبره. (شعب الإيمان، باب في الصلاة على من مات من أهل القبلة، فصل في زيارة القبور، دار الكتب العلمية بيروت ۷/۱۶، رقم: ۹۲۹۴، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۱۲/۳۴۰، رقم: ۱۳۶۱۳، مشکوٰۃ شریف ۴۹/۱)

اور اس دوران دوسرے افراد بھی حسب سہولت قرآن کی دوسری آیتیں پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادیں تو یہ بھی جائز اور درست ہے، لیکن دوسرے لوگوں کا اس قبر کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا ثابت نہیں ہے، کسی بھی طرف ہو کر کے پڑھ سکتے ہیں، اور بعد میں قبلہ رو ہو کر کے دعا کرنا جائز اور درست ہے بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دفن کے بعد قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز اور درست ہے مگر اس میں بہتر یہ ہے کہ قبر سے رخ دوسری طرف موڑ کر دعا کی جائے تاکہ لوگوں کو شکوک و شبہات پیدا نہ ہوں۔

فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه. (فتح الباری، کتاب

الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة قديم ۱۱/ ۱۴۴، اشرفیہ ۱۱/ ۱۷۳، تحت رقم الحديث ۶۳۴۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رجب ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۰۹/۳۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۸/۲ھ

دفن کے بعد فاتحہ خوانی کرنا

سوال: [۳۹۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں کسی آدمی کو دفن کرنے گئے بعد دفن کے آواز لگائی جاتی ہے کہ فاتحہ پڑھ لو کچھ آدمی ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھتے ہیں، اب شرعی اعتبار سے ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتی: مقیم احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا یا دعا کرنا مباح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جس وقت قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھے یا دعا کرے تو اپنا رخ قبلہ کی جانب کرے یہی طریقہ سنت کے مطابق ہے، آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کی قبر کے قریب جا کر قبلہ رخ ہو کر ان کیلئے دعاء مغفرت فرمائی، اسلئے اگر قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ یا دعا کریں تو سنت طریقہ کو اپنائیں۔ (مستفاد: محمودیہ ۲/ ۳۹۴، ۴۰۶، کفایت المفتی قدیم ۴/ ۱۸۳، جدید زکریا مطول ۴/ ۱۹۴، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۲۴، امداد الفتاویٰ ۱/ ۳۰۷)

وفی حدیث ابن مسعودؓ رأیت رسول اللہ ﷺ فی قبر عبد اللہ ذی النجادین: الحدیث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه أخرج أبو عوانة في صحيحه. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة)

رافعاً یدیه قدیم ۱۱/۴۴، اشرفیہ ۱۱/۱۷۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۲ھ/۵/۲۸

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۲۳۳۳)

قبر پر سورہ بقرہ پڑھنے کا طریقہ

سوال: [۳۹۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں قبر کے مکمل ہونے کے بعد بعض بزرگ لوگ یہ کرتے ہیں کہ سرہانے کے پاس اپنے ہاتھ کی انگلی رکھ کر سورہ بقرہ کی اول آخر آیتیں پڑھتے ہیں اس کے بعد پھر پیر کی طرف بھی یہی عمل کرتے ہیں، تو کیا ایسے عمل کی شریعت میں کوئی اصل ہے؟

المستفتی: محمد عثمان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دفن کے بعد جب قبر مکمل ہو جائے تو میت کے سرہانے سورہ بقرہ کا اول رکوع مفلحون تک اور پانقتی کی جانب سورہ بقرہ کا آخری رکوع آمن الرسول سے آخر تک پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، اور یہ عمل مستحب ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوابه إلى قبره، وليقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة (أى إلى المفلحون) وعند رجليه بخاتمة البقرة (أى آمن الرسول إلى آخره) . (رواه البيهقي فى شعب الإيمان، الحديث (مشكوة شريف / ۱۴۹، المعجم الكبير دار احیاء التراث العربی ۱۲/۳۴۰، رقم: ۱۳۶۱۳، شعب الإيمان للبيهقي، باب فى الصلاة من مات من أهل القبلة، فصل فى زيارة القبور، دارالكتب العلمية بيروت ۷/۱۶، رقم: ۹۲۹۴)

وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة

البقرة وخاتمتهما . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت کراچی ۲/۲۳۷ ، ذکر یا ۳/۱۴۳ ، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز ، فصل فی زیارة القبور ، دارالکتاب دیوبند/۶۲۱ ، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۶/۴۲ ، ۲۱/۲۰ ، ۳۳/۶۲)

لیکن شہادت کی انگلی کا قبر پر ٹیکنا ثابت نہیں بعض کتابوں میں اسکو بزرگوں کا معمول لکھا ہے لیکن صرف بعض بزرگوں کا معمول ہونا حجت شرعی نہیں ہے ، نیز الدر المنقی میں اس کو بدعت لکھا ہے ۔ (مستفاد : کفایت المفتی قدیم ۴/۵۲ ، جدید ذکر یا ۴/۶۳ ، ۶۵ ، جدید ذکر یا مطول ۵/۳۴۴ ، دارالعلوم ۵/۳۹۱)

ومن البدع وضع اليد على القبر . (الدر المنقی علی هامش مجمع الأنهر ، کتاب الصلاة ، باب صلاة ، الجنائز ، قبیل باب الشهيد ، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۲۷۷ ، قدیم ۱/۱۸۸ ، الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۳/۳۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ : شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر : ۳۵/۶۶۰۷)
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۱/۴/۲۱ھ

بعد دفن جنازہ میں شریک ہونے والوں کے لئے کھانے کا اہتمام

سوال : [۳۹۷۱] : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ محمد مبارک کے والد کا انتقال ہو گیا اور کفن دفن میں شریک ہونے والے مہمانوں کیلئے محمد مبارک نے کھانے کا انتظام کیا تو آئے ہوئے مہمانوں کیلئے یہ کھانا کھانا درست ہے یا نہیں ؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق : دفن میں شرکت کر نیوالے سبھی لوگوں کا میت کے گھر کھانے کا اہتمام بے اصل ہے اس کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے ، البتہ اہل میت اور ان کے بیرونی مہمان کھانا کھائیں تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے ۔ (مستفاد : کفایت

المفتی قدیم ۴/۱۰۷، جدید زکریا ۴/۱۲۱، ۱۲۲، جدید زکریا مطول ۶/۵۳-۵۴)

ویکړه اتخاذ الضیافه من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة . (شامی، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجنابة، مطلب فی کراهة الضیافه من أهل الميت کراچی ۲/۲۴۰، ۳/۱۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۳/۱۴۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۰۲/۳)

تدفین کے بعد کھانا کھانے کیلئے اعلان کرنا

سوال: [۳۹۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں مردے کو دفن کرنے کے بعد ایک آدمی اعلان کرتا ہے کہ تمام مہمان کھانا کھا کر جائیں، یہ اعلان کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عقیل مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث شریف سے ثابت ہے کہ میت کے گھر والے غم و رنج کی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کو اپنا کھانا بنانے کا بھی موقع نہیں ہوتا ہے، اس لئے پڑوسیوں کیلئے مسنون ہے کہ میت کے گھر والوں کو کھانا پہنچادیں، لہذا مقامی لوگ جو جنازہ میں شرکت کیلئے آتے ہیں، ان کو میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانا کھلانا خلاف شریعت اور خلاف سنت ہے، اور ان پر دباؤ ڈالنا ناجائز اور حرام ہے، ہاں البتہ میت کے باہر کے جو مہمان اعزاء یا متعلقین میں سے کوئی آئے تو ان کے کھانے کے لئے انتظام کرنا جائز ہے اور وہ انتظام بھی اگر پڑوسی کریں تو زیادہ بہتر ہے، لہذا تدفین کے بعد باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے کھانے کا اعلان کیا جاتا ہے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن مقامی لوگوں کو کھانے کیلئے اعلان کرنا مشروع نہیں ہے۔

عن عبد الله بن جعفر قال: لما جاء نعي جعفر حين قتل قال النبي ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاماً، فقد أتاهم أمر يشغلهم أو أتاهم ما يشغلهم.

(مسند أحمد بن حنبل ۲/۲۰۵، رقم: ۱۷۵۱)

عن عائشة زوج النبي ﷺ: أنها كانت إذا مات الميت من أهلها، فاجتمع لذلك النساء، ثم تفرقن إلا أهلها وخاصتها، أمرت بمرمة من تلبينة فطبخت، ثم صنع ثريد فصبت التلبينة عليها، ثم قالت: كلن منها فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول: التلبينة مجمة لقواد المريض تذهب ببعض الحزن. (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب التلبينة، النسخة الهندية ۲/۸۱۵، رقم: ۵۲۰۶، ف: ۵۴۱۷)

أما الطعام الذي يصنع للمأتم فإنه يجوز أن يصنعه لأهل الميت غيرهم، ويحمله إليهم ويأكل معهم في اليوم الأول لأنهم مشغولون. (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الحظر والإباحة، الوليمة وفتها، دارالفكر ۲/۳۳)

وباتخاذ طعام لهم قال في الفتح ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأبعد تهية طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءهم ما يشغلهم ولأنه برو معروف ويلح عليهم في الأكل لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون.... ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة..... يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في الثواب على المصيبة

کراچی ۲/۲۴۰، ذکر یا ۳/۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱/۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۶۹)

۱۴ / باب إلقاء الأشجار والعطور على القبور

قبر میں بیر کی شاخ رکھنا

سوال: [۳۹۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیر کی شاخ قبر میں رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بیر کی شاخ قبر میں رکھنا و انفض کا شعار ہے، قرآن و حدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت نہیں ہے، اس کا ترک کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/ ۸/ ۷۷، جدید زکریا/ ۲۵۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم/ ۲/ ۳۹۹، جدید ڈائجیل/ ۱۰۴/ ۹)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم.
(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۵۵۹/۲، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، سنن سعيد بن منصور، کتاب الجہاد، باب من قال الجہاد ماض، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۳، رقم: ۲۳۷۰، مسند احمد بن حنبل ۱/ ۲، رقم: ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷، المصنف لابن أبي شيبة، کتاب فضل الجہاد، مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۱۰/ ۲۷۲، رقم: ۱۹۷۴۷، ۱۹۷۸۳، ۱۷/ ۵۲۴، رقم: ۳۳۶۸۷)

ويكره عند القبر ما لم يعهد من السنة. (ہندیہ، الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/ ۱۶۶، جدید ۱/ ۲۲۸)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ / رجب ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱۸/۳۱)

دفناتے وقت تختوں پر بیر کی ٹہنی ڈالنا

سوال: [۳۹۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں عام دستور ہے کہ میت کو دفناتے وقت تختوں پر بیر کی ٹہنی ڈالا کرتے ہیں، سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ عمل کس درجہ کا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟
المستفتی: قمر الدین، کھیڑا ٹانڈہ، ضلع رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کے صندوق کے اوپر تختہ رکھنے کے بعد مٹی ڈالنے سے پہلے اسکے اوپر بیر کی شاخ رکھنا شریعت سے ثابت نہیں ہے، فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ محمودیہ میں اس کو روافض کا شعار اور بدعت لکھا ہے اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۰۴/۹، فتاویٰ رشیدیہ جدید زکریا/۲۵۸، ایضاح المسائل/۷۶)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم.
(سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۵۵۹/۲، دار السلام رقم: ۴۰۳۱، مسند احمد بن حنبل ۵۱/۲، رقم: ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷)

ويكره عند القبر ما لم يعهد من السنة. (هنديہ، الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۸)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۶۹/۴۱)

قبر کی نشاندہی کیلئے قبر پر پودا لگانا

سوال: [۳۹۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا

انتقال ہوا اس کو کفنہ کے بعد نعش کو قبر میں اتا دیا گیا پھر اس کو بانس یا تختہ سے پاٹ دیا گیا اب اس پر پیری کی ٹہنی ڈالنا پھر مٹی دینا یا مٹی ڈالکر پیری کی ٹہنی ڈالنا کیسا ہے؟ کیا ہم اس عمل کو کر سکتے ہیں اگر نہیں تو کیوں نیز قبر کی نشاندہی کیلئے کوئی چیز گاڑ دینا قبرستان میں درخت یا ٹہنی کے قبیل سے بطور علامت کے شریعت میں یہ عمل کیسا ہے؟

المستفتی: محمد انوار الحق، در بھگوی،
مدرسہ شاہی، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر میں تختہ کے اوپر مٹی ڈالنے سے پہلے پیری کی شاخ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے، حضرت گنگوہیؒ نے روافض کا عمل لکھا ہے، اسلئے اس کو ترک کر دینا لازم اور ضروری ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۳۰۵، ۱۳/۴۳۵، جدید ڈائجیل ۹/۱۰۴، ۱۰۵، فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۲۸، جدید زکریا/۲۵۸)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم .
(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱، مسند احمد بن حنبل ۲/۵۱، رقم: ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷)
ويكره عند القبر ما لم يعهد من السنة . (هنديہ، الصلاة، الباب الحادي

والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن زکریا ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۸)
ہاں البتہ مٹی ڈالنے کے بعد قبر کے اوپر بطور علامت اور نشانی کے کوئی چیز رکھ دی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

عن المطلب قال: لما مات عثمان بن مظعون أخرج بجنازته فدفن فأمر النبي ﷺ رجلاً أن يأتية بحجر فلم يستطع حمله، فقام إليها رسول الله ﷺ وحسر عن ذراعيه -إلى- ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال: أتعلم بها قبر أخي وأدفن إليه من مات من أهلي . (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب

فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم ، النسخة الهندیة ۲/ ۴۵۷ ، دارالسلام رقم: ۳۲۰۶
 ویتقوی بما أخرجه أبوداؤد یاسناد جیداً رسول الله ﷺ حمل حجراً
 فوضعها عند رأس عثمان بن مظعون وقال: أتعلم بها قبر أخي النخ. (درمختار، کتاب
 الصلاة ، باب صلوة الجنائز، مطلب فی دفن المیت زکریا ۳/ ۱۴۴، کراچی ۲/ ۲۳۸)

وفی الظهیرية: ولو وضع علیه شیئی من الأشجار أو کتب علیه
 شیئی فلا بأس به عند البعض . (البحر الرائق ، کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق
 بصلاته کوئٹہ ۲/ ۱۹۴، زکریا ۲/ ۳۴۰، ۳۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 یکم ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۵۲۰۴/۳۳)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۸/۳/۱ھ

قبر پر شاخ گاڑنا

سوال: [۳۹۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 ہمارے منی پور کے علاقہ میں یہ معاملہ رائج ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر لکڑی کی
 شاخ گاڑ دی جاتی ہے تو گاڑنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا محمد سالم صاحب کہتے ہیں
 کہ قبر پر لکڑی کی شاخ گاڑنا جائز ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو دو
 قبروں پر عذاب ہو رہا تھا، کھجور کی ایک شاخ کے دو ٹکڑے کر کے گاڑ دیا تھا، اسلئے ہم بھی
 اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اس بارے میں حضرت مولانا عبد السلام صاحب فرماتے
 ہیں کہ دفن کے بعد لکڑی کی کوئی شاخ گاڑنا جائز نہیں ہے، یہ مخصوص تھا نبی کریم ﷺ
 کیساتھ، اور مسئلہ مذکورہ ہی کے بارے میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب کہتے ہیں کہ
 اس مسئلہ کا جواز صحابہؓ سے بھی ملتا ہے۔

(فتاویٰ شامی و عالمگیری) اور اس کو ضروری قرار دیتے ہیں، تا کہ عذاب قبر سے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے صاحب قبر کو نجات ملے، اور اس بارے میں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب نے دلیل یہ دی ہے کہ احسن الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ دفن کرنے کے بعد لکڑی کی شاخ گاڑنا یا پھول ڈالنا ناجائز اور بدعت ہے، تو اس پر حضرت مولانا محمد سالم صاحب کہتے ہیں کہ احسن الفتاویٰ میں جو بدعت اور ناجائز لکھا ہے اس کو ہم نہیں مانتے، اسلئے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے؟

المستفتی: عبدالسلام، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث پاک سے اتنا ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو قبروں پر کہ جن قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، جس کا علم حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی ہو چکا تھا، کھجور کی شاخ کے دو حصے کر کے ایک اس پر اور اس پر لگا دی تھی، اور یہ فرمایا تھا کہ امید ہے جب تک یہ شاخیں نہ سوکھیں گی اس وقت تک ان دونوں سے عذاب خفیف ہو جائے گا، اب اس میں علماء امت کا اختلاف ہے کہ یہ امر حضور اکرم ﷺ کیساتھ مخصوص تھا اور یہ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کی برکت تھی، یا اب حضور اکرم ﷺ کے اس فعل پر قیاس کر کے کوئی شاخ لگا دی جائے تو عذاب میں تخفیف ہوگی، چنانچہ شاخ گاڑنے کا استحباب متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ بعض اکابر نے اس سے منع فرمایا ہے اور علماء احناف کے اقوال اس سلسلہ میں متردد ہیں، اب رہا یہ امر کہ قبر پر شاخ گاڑنا جائز ہے یا نہیں، تو حضور اکرم ﷺ کے قول و فعل کو سمجھنے کیلئے حضرات صحابہؓ کا تعامل دیکھنا لازم ہے، آپ ﷺ کے صحابہ میں سے سوائے حضرت بریدہ بن حصیبؓ کے کسی صحابی سے یہ چیز منقول نہیں ہے، کہ کسی صحابی نے اپنی قبر پر شاخ گاڑنے کی وصیت کی ہو یا دوسرے کی قبر پر شاخ گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے جو کہ حدیث مذکور کے راوی ہیں یہ منقول نہیں کہ انھوں نے تخفیف عذاب کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا ہو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے، کہ یہ عمل اگرچہ

جائز ہے لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں ہے، اور اس کا التزام و اہتمام تعامل صحابہؓ کو دیکھتے ہوئے بلاشبہ بدعت شمار ہوگا، البتہ اگر اتفاقاً کوئی کسی قبر پر گاڑ بھی دیتا ہے، تو اس پر نکیر کی ضرورت نہیں ہے جبکہ مستقل ہر قبر پر نہ گاڑا جاتا ہو۔

فالحق أن يعطى كل شيء حقه ولا يجاوز عن حده وهو الفقه في الدين : اور احسن الفتاویٰ کی عبارت پر غور کیا جائے تو اس میں تعامل صحابہؓ کو دلیل بنا کر صرف التزام اور اہتمام کو بدعت کہا ہے، مطلقاً بدعت نہیں کہا ہے، اب عربی عبارتیں ملاحظہ ہوں: (مستفاد: امداد الفتاویٰ/۱/۱۸۵)

ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع أغصان الأس ونحوه وصرح بذلك أيضاً جماعة من الشافعية وهذا أولى مما قاله بعض المالكية من أن التخفيف عن القبرين إنما حصل ببركة يده الشريفه أو دعائه لهما فلا يقاس عليه غيره الخ. (درمختار مع الشامی، باب الجنائز، مطلب فی وضع الجريد ونحو الأس علی القبور کراچی ۲/۲۴۵، ذکر یا ۳/۱۵۵)

وفي المرقاة قال النووي أما وضعهما على القبر فقليل إنه عليه الصلوة والسلام سأل الشفاعة لهما فأجيب بالتخفيف إلى أن ييسر وقد ذكر مسلم في آخر الكتاب في حديث جابر أن صاحبى القبرين أجيب شفاعتى فيهما أى برفع ذلك عنهما ما دام القضبان رطبين وقيل: إنه كان يدعو لهما فى تلك المدة، وقيل: لأنهما يسبحان مادام رطبين (إلى أن قال) قد ذكر البخارى أن بريدة بن الحصيب الصحابى أوصى أن يجعل فى قبره جريدتان فكأنه تبرك بفعل مثل رسول الله ﷺ وقد أنكر الخطابى ما يفعله الناس على القبور من الأخواص ونحوها بهذا الحديث وقال لأصل له . (مرقاۃ کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، مسئلۃ وضع الریحان وجرائد النخل علی القبر،

امدادیہ ملتانى ۱/۱ (۳۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۵۸/۳۴)

قبر پر شاخ گاڑنا

سوال: [۳۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر شاخ ڈالنے سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے کہ ہمارے یہاں اس کا عام رواج ہے، اور ان کا استدلال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہے کہ آپ ﷺ نے اس طرح کیا ہے اب جو حضرات اس کام سے گریز کرتے ہیں تو ان پر طرح طرح سے طعن و تشنیع کرتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: عبداللہ، کبوتگ، تھوپال، منی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن دو قبروں پر شاخ گاڑ دی تھی، آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، تو آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کو دو حصہ کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک قبر پر گاڑ کر رفع عذاب کیلئے دعا فرمائی اس سے عذاب ٹل گیا یہ چیز صرف حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں کہ کس قبر میں عذاب ہو رہا ہے وحی کے ذریعہ سے حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی زندگی میں بے شمار صحابہ دنیا سے وفات پا گئے مگر کسی کی بھی قبر پر آپ ﷺ نے شاخ نہیں گاڑی ہے، اور آپ ﷺ کے بعد صرف حضرت بریدہؓ نے اپنی قبر میں شاخ گاڑنے کی فرمائش کی تھی، ان کے علاوہ خلفاء راشدین اور بڑے بڑے صحابہؓ دنیا سے گزر گئے مگر کسی نے اپنی قبر میں کسی

طرح کی شاخ گاڑنے کی وصیت نہیں کی، اور نہ ہی کسی کی قبر میں شاخ گاڑی گئی ہے، اور صحابہ کے بعد ائمہ مجتہدین تابعین تبع تابعین ہزاروں کی تعداد میں دنیا سے رخصت ہوئے مگر کسی کی قبر پر شاخ نہیں گاڑی گئی، لہذا شاخ نہ گاڑنا زیادہ بہتر ہے، اور اگر کسی کی قبر میں اتفاقاً گاڑ دی جائے تو اس پر سختی کیسا تھنکیر کی ضرورت نہیں ہے، ہاں البتہ کسی علاقہ میں اگر شاخ گاڑنا لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے تو وہاں پر شاخ نہ گاڑنے کا سلسلہ جاری ہو جانا چاہئے، تاکہ لوگوں کے دلوں سے غیر لازم چیز کے لازم ہونے کا عقیدہ ختم ہو جائے۔

وقد استنکر الخطابی ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث قال الطرطوشي لأن ذلك خاص ببركة يده، وقال القاضي عياض لأنه علل غرضهما على القبر بأمر مغيب وهو قوله ليعذبان قلت لا يلزم من كوننا لا نعلم أيعذب أم لا أن لا نتسبب له في أمر يخفف عنه العذاب أن لو عذب كما لا يمنع كوننا لا ندري أرحم أم لا أن لا ندعو له بالرحمة وليس في السياق ما يقطع على أنه باشر الوضع بيده الكريمة . (فتح الباری ، کتاب الوضوء ، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله دارالریان للتراث ۳۸۳/۱ ، اشرفیہ ۳۲۰/۱ ، رقم : ۲۱۶)

القول بالخصوصية هو الصواب لأن الرسول عليه الصلوة والسلام لم يغرز الجريدة إلا على قبور علم تعذيب أهلها ولم يفعل ذلك ولو كان مشروعاً لبادروا إليه وأما ما فعله بريدة فهو اجتهاد منه والاجتهاد يخطئ ويصيب والصواب من ترك ذلك . (حاشية فتح القدير ۲۲۳/۳ ، حديث / ۱۳۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۲/۱۸

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ صفر ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۴)

قبر پر پھول یا ہری پتی گھاس وغیرہ ڈالنا

سوال: [۳۹۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں کی قبر پر پھول ڈالنا یا کسی بھی طرح کی ہری گھاس یا ہری پتیاں ڈالنا یا چھوٹی گھاس اور چھوٹے پودے لگانا کیسا ہے؟

المستفتی: ولشاد حسین انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسلمانوں کی قبروں پر پھول ڈالنا یا کسی بھی طرح کی ہری گھاس یا ہری پتیاں ڈالنا یا چھوٹی گھاس اور چھوٹے پودے لگانا حضور اکرم ﷺ خلفائے راشدین، جمہور صحابہ، ائمہ مجتہدین اور سلف و خلف میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کو ان چیزوں سے گریز کرنا چاہئے، البتہ ایک حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ دو قبروں پر عذاب ہو رہا تھا حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ اس کا علم ہوا آپ ﷺ نے کھجور کی چکی شاخ کو دو حصہ میں کر کے ایک ایک حصہ ان دونوں قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں ہری اور یکجہ رہیں گی عذاب میں تخفیف ہو جائیگی یہ آپ ﷺ کی خصوصیت اور دست مبارک کی برکت تھی اس کے بعد آپ ﷺ نے کسی قبر پر نہ کوئی شاخ گاڑی ہے اور نہ ہی کوئی پیڑ پودے لگائے ہیں، پھر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کے دور میں صرف حضرت بریدہؓ کے علاوہ باقی کسی نے بھی اپنی قبر پر یا دوسروں کی قبروں پر شاخ نہیں گڑوائی ہے، لہذا کوئی شخص کسی کی قبر پر ہری ٹہنی گاڑ دیتا ہے تو اس پر کوئی نکیر کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت بریدہؓ نے گڑوائی ہے، اور اگر کسی کی قبر پر ٹہنی نہ گاڑی جائے تو اس پر بھی کوئی ترغیب کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت بریدہؓ کے علاوہ کسی بھی صحابیؓ یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے ٹہنی نہیں گڑوائی ہے۔

و ذکر أثر بريرةؓ وهو يؤذن بمشروعيتها ثم أثر ابن عمر المشعر بأنه

لاتأثیر لما یوضع علی القبر بل التأثير للعمل الصالح. (فتح الباری، کتاب الجنائز، باب الجریدة علی القبر الخ، دارالریان للتراث العربی بیروت ۳/۲۶۵، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۸۷، الرقم ۱۳۶۱)

وضع الناس الجرید ونحوه فی القبر عملاً بهذا الحديث..... قال الطرطوشی لأن ذلك خاص ببركة یده. (اعلاء السنن، کتاب الجنائز، باب استحباب غرز الجریدة الرطبة علی القبر، دارالکتب العلمیة بیروت ۸/۳۳۱، کراچی ۸/۲۸۹، معارف السنن، کتاب الطهارة، باب التشدید فی البول اشرفیہ دیوبند ۱/۲۶۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۵/۱۴۳۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۳۰۷۰۰)

قبر پر کتنی شاخیں گاڑیں

سوال: [۳۹۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر شاخ گاڑنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو ایک دو یا چار شاخ گاڑنا ضروری ہے اور چاروں شاخوں کو چار آدمی گاڑ دیتے ہیں، اور چاروں قل پڑھتے ہیں، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟
المستفتی: محمد شعیب، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر پر شاخ گاڑنے کو لازم نہ سمجھا جائے کبھی شاخ گاڑ دیجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اگر کسی قبر پر شاخ نہ گاڑی جائے تو اس پر اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔

ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في

زماننا من وضع أغصان الأس ونحوه وصرح بذلك أيضاً جماعة من الشافعية وهذا أولى مما قاله بعض المالكية من أن التخفيف عن القبرين إنما حصل ببركة يده الشريفة أو دعائه لهما فلا يقاس عليه غيره الخ. (درمختار مع الشامی، باب الجنائز، مطلب فی وضع الجرید ونحو الأس علی القبور کراچی ۲/۲۴۵، ذکر یا ۳/۱۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ محرم ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۲۲۹۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۱/۲۲ھ

قبر پر درخت لگانا

سوال: [۳۹۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی قبر پر بطور نشانی درخت لگانا کیسا ہے؟

المستفتی: حبیب الرحمن، شہباز پور، کلاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس کو علماء بہتر نہیں سمجھتے ہیں، اور جس حدیث شریف میں حضور ﷺ کا شاخ گاڑنا ثابت ہے وہ حضور ﷺ کے ہاتھ کی برکت اور حضور ﷺ کیساتھ خاص ہے، اسلئے اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۷۴)

وقد استنکر الخطابی ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث قال الطرطوشي لأن ذلك خاص ببركة يده، وقال القاضي عياض لأنه علل غرضهما على القبر بأمر مغيب وهو قوله ليعذبان قلت لا يلزم من كوننا لا نعلم أيعذب أم لا أن لا نتسبب له في أمر يخفف عنه العذاب أن لو عذب كما لا يمنع كوننا لا ندرى أرحم أم لا أن لا ندعو له بالرحمة وليس في السياق ما يقطع على أنه باشر الوضع بيده الكريمة .

(فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا یستتر من بوله، دارالریان للتراث بیروت ۳۸۳/۱، اشرفیہ دیوبند ۱/۳۲۰)

وضع الناس الجرید ونحوه فی القبر عملاً بهذا الحدیث قال الطرطوشی لأن ذلك خاص ببركة یده . (اعلاء السنن، کتاب الجنائز، باب استحباب غرز الجریدة الرطبة علی القبر، دارالکتب العلمیة بیروت ۳۳۱/۸، کراچی ۲۸۹/۸، معارف السنن، کتاب الطهارة، باب التشدید فی البول اشرفیہ دیوبند ۱/۲۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶۱۱/۲۷)

کیا علمائے دیوبند قبروں پر شاخ گاڑنے کو منع کرتے ہیں

سوال: [۳۹۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر ٹہنی گاڑنا عالمگیری و طحاوی میں جائز لکھا ہے، پھر علمائے دیوبند کیوں منع کرتے ہیں؟
المستفتی: محمد حبیب، سمرہ بن، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کے اوپر ٹہنی گاڑنے کو علمائے دیوبند منع نہیں کرتے بلکہ اس کو ضروری سمجھنے سے منع کرتے ہیں جو کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے۔

قال الطیبی : وفيه من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر . (مرقاۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشدید، امدادیہ ملتان ۳۰۳/۲، شرح الطیبی، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی التشہد تحت رقم الحدیث ۹۴۶، إدارة القرآن

والعلوم الإسلامية کراچی ۲/۳۷۴)

فکم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير
مخصص مكروها. (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، تحت الثاني
والاربعون/ ۳۴، مجموعہ رسائل اللکنوی ۳/ ۴۹۰، بحوالہ محمودیہ ڈاہیل ۳/ ۲۶۹)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ شوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۸۴/۳۳)

بعد دفن قبر پر اگر بتی جلانا گلاب کا پھول چھڑکنا

سوال: [۳۹۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اعلان کر کے کہتے ہیں کہ فاتحہ پڑھ دیجئے، اس میں سب لوگ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں نیز قبر پر اگر بتی جلاتے ہیں، گلاب کا پھول چھڑکتے ہیں، آیا یہ مسئلہ کس حد تک صحیح ہے، قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہمارے امام صاحب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: سیرت حسین انصاری، مہتمم
مدرسہ ترتیل القرآن مانپور، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کو دفن کرنے کے بعد دعا و استغفار کرنا مستحسن

ہے شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے، البتہ اجتماعی دعا کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، بہتر یہ ہے کہ بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کرے، اور اگر ہاتھ اٹھانا ہو تو قبر کی طرف پشت کرے اور قبلہ کی طرف رخ کرے، پھر دعا کرے، ایسا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبد الله بن مسعود^{رض} أنه قال لكأني أرى رسول الله^{صلی اللہ علیہ وسلم} في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذي النجادين: إلى قوله - فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه يقول: اللهم إني أمسيت راضياً فارض عنه . (اسد الغابہ ۴/ ۱۲۴)

وفی حدیث ابن مسعود^{رض} رأیت رسول الله^{صلی اللہ علیہ وسلم} فی قبر عبد الله ذي النجادين: الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه أخرج أبو عوانة في صحيحه الخ . (فتح الباری ، کتاب الدعوات ، باب الدعاء مستقبل القبلة زكريا ۱۱/ ۱۷۳ ، قديم بيروت ۱۱/ ۱۴۴ ، تحت رقم الحديث ۶۳۴۳)

وعن عبد الله يعنى ابن مسعود^{رض} قال لكأني أسمع رسول الله^{صلی اللہ علیہ وسلم} في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذي النجادين: (إلى قوله) فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة ، فقال: اللهم إني أمسيت راضياً فارض عنه . (مجمع الزوائد ج ۹/ ۳۶۹)

نیز قبر پر اگر بتی جلانا اور پھول چھڑکنے کی رسم بدعت ہے، حضور^{صلی اللہ علیہ وسلم} سے لیکر دو صحابہ اور اکابر علماء تک کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۶/ ۴۶۳)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله^{صلی اللہ علیہ وسلم} زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج . (ابوداؤد شریف، کتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور، النسخة الهندية ۲/ ۴۶۱ ، دار السلام رقم: ۳۲۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۹۲/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/ ۳/ ۱۴۲۵ھ



۱۵/ باب البناء علی القبور

کن لوگوں کی قبروں پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے؟

سوال: [۳۹۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قبر کے اوپر سرہانے کی طرف اللہ، محمد اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ٹائلیں اور مردے کے نام کا پتھر لگانا جائز ہے؟

المستفتی: ارشاد علی ولد عباس علی،
محلہ گذری چھتہ جے پی ٹی ٹکڑ، امر وہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر پر کتبہ لگانا ان بڑے آدمیوں کیلئے گنجائش ہے جو ملکی یا عالمی سطح پر دینی خدمات کرنے والے عالم دین و بزرگ ہوں، باقی اور کسی کیلئے مشروع نہیں ہے، نیز ان کے کتبہ پر بھی اللہ محمد اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ٹائلیں لگانا قطعاً جائز نہیں ہے، ہاں البتہ ان کے نام اس پر لکھے جاسکتے ہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۷۶)

لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن (درمختار) وفي الشامية يكره كتابة شيء عليه من القرآن أو الشعر أو إطرء مدح له ونحو ذلك الخ. (الدر مع الرد، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة،

زکریا ۳/ ۱۴۴، ۱۴۵، کراچی ۲/ ۲۳۷، ۲۳۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ رجب ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۷/۲۳

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۵۵/۳۵)

قبر پر کتبہ لگانا کیسا ہے؟

سوال: [۳۹۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد صاحب جناب ڈاکٹر مرغوب الہی صاحب کا انتقال ہو گیا وہ ایک بہت ہی مشہور بزرگ تھے، میں ان کے قبر پر ایک پتھر تارنخ وفات کا لگانا چاہتا ہوں، جس سے قبر کی پہچان ہو سکے ان کی تاریخ وفات ۲۲ اپریل بروز پیر ہے تو قبر پر پتھر لگانا شرعاً منع تو نہیں ہے؟ اگر کوئی بھی گنجائش ہو تو تاریخ وفات کا پتھر لگانے کی اجازت دی جائے۔

المستفتی: مرغوب دواخانہ، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث پاک میں قبروں پر کتبہ لگانے کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح حضرات فقہاء نے بھی اسکی ممانعت نقل فرمائی ہے۔

عن جابرؓ قال نہي رسول الله ﷺ أن تجصص القبور وأن يكتب عليها وأن يبنى عليها وأن توطأ . (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء في كراهية تجصيص القبور، والكتابة عليها، النسخة الهندية ۱/۲۳، دار السلام رقم: ۱۰۵۲، مشکوٰۃ ۱۴۹/، المعجم الأوسط ۸/۳۴۱، حدیث: ۷۶۹۵)

وكره أبو يوسف الكتابة عليه ذكره الكرخي لما روى عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا تجصصوا القبور ولا تبنوا عليها ولا تقعدوا ولا تكتبوا عليها لأن ذلك من باب الزينة ولا حاجة بالميت إليها ولأنه تضييع المال بلا فائدة فكان مكروها . (بدائع الصنائع، قيل فصل في أحكام الشهيد كراچی ۱/۳۲۰، زكريا ۲/۶۵، كبرى، فصل في الجنائز، اشرفيه ديوبند ۵۹۹/، هندية، الباب الحادى والعشرون، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ۱/۱۶۶)

لیکن اگر اتنی بڑی شخصیت ہے کہ ان سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کرنے والے

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ان کے تلامذہ یا مریدین ہیں، جو وقتاً فوقتاً دور دراز سے اندرون ملک اور بیرون ملک سے ان کی قبر کی زیارت کیلئے آسکتے ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شیخ، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نور اللہ مرقدہم کی شخصیات ہیں، تو اتنے بڑے عالم دین اور شہرہ آفاق بزرگ ہوں، تو ان کی پہچان کیلئے کتبہ لگانے کی گنجائش ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ کی عبارات سے یہی واضح ہوتا ہے، لیکن آپ کے والد اپنی جگہ ایک بڑے بزرگ ضرور تھے مگر ملک بھر میں پھیلے ہوئے کثیر تعداد میں ان کے تلامذہ و مریدین نہیں تھے، اسلئے ان کی قبر پر کتبہ لگانے اور پتھر لگانے کی گنجائش نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ صفر ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۱۴/۳۶)

قبروں پر نام و تاریخ وفات کا کتبہ لگانا

سوال: [۳۹۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنے عزیز و اقارب کی قبر کے سرہانے پہچان اور یادداشت کیلئے نام اور تاریخ وفات پتھر پر کندہ کرا کے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: کمیٹی قبرستان، احمد گڑھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہر قسم کے عزیز و اقارب کی قبروں پر کتبہ لگانا ممنوع ہے البتہ اگر ایسی شہرہ آفاق شخصیت ہے کہ جن کے علم و فضل کا فیض امت کیلئے عام ہو تو ان کی قبر کی زیارت کیلئے چونکہ دور دراز سے اجنبی لوگ بھی آیا کریں گے، جن کو قبر کا علم نہ ہوگا، تو ضرورہً ایسے شہرہ آفاق لوگوں کی قبر پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے۔

وقیل لایکره البناء إذا كانت المیت من المشائخ والعلماء
والسادات إلى قوله لا بأس بالكتابة إن احتیج إليها حتی لا یذهب الأثر ولا
یمتنع . (درمختار ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، زکریا ۳/۱۴۴ ، ۱۴۵ ، کراچی
۲/۲۳۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ شوال ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۷۹/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/۱۰/۱۴۲۵ھ

قبر کی چاروں جانب پختہ عمارت تعمیر کرنا

سوال: [۳۹۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
شخص کا انتقال ہوا اور اس کی قبر کے چاروں جانب پتھر پختہ دیوار کے بارے میں اختلاف
ہو رہا ہے، بعض کہتے ہیں کہ احاطہ کرنا جائز ہے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ جائز نہیں ہے، سو
آپ اس مسئلہ کو واضح فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی

المستفتی: محمد شعیب، آسام

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قبر کی چاروں جانب پختہ دیوار بنانا جائز نہیں ہے،
اور جو لوگ ناجائز کہتے ہیں وہ حق پر ہیں۔

عن جابرؓ قال: نہی رسول اللہ ﷺ أن یجصص القبر، وأن یقعد
علیہ، وأن یبنی علیہ . (صحیح مسلم ، الجنائز ، باب النهی عن تجصيص القبر والبناء
علیہ ، النسخة الهندية ۱/۳۱۲ ، بیت الأفكار رقم: ۹۷۰ ، مصنف عبد الرزاق ، الجنائز ، باب
الجدت والبنیان ، المجلس العلمی ۳/۵۰۴ ، رقم ۶۴۸۸)

یحرم البناء علیہ للزينة ويكره لو للإحكام بعد الدفن الخ. (شامی کتاب

الصلاة، باب صلاة الجنائزہ زکریا ۳/۱۴۴، کراچی ۲/۲۳۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۹۹/۳۲)

قبر پر عمارت بنانا

سوال: [۳۹۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا اوپر سے قبر کی چہار دیواری دو چار فٹ کی بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یہاں پر قبرستان کمیٹی مشورہ اور غور کر رہی ہے کہ قبروں پر اس قسم کے پتھروں اور چہار دیواریوں کو صاف کر کے پلین کر دیا جائے، کیا کمیٹی کا یہ اقدام درست ہے، اس میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: منجانب: کمیٹی احمد گڑھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صرف قبر کے چاروں طرف چہار دیواری بنانا ممنوع ہے البتہ قبرستان کے چاروں طرف چہار دیواری بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

عن جابر رض قال: نهى رسول الله ﷺ أن يحصص القبر، وأن يقعد

عليه، وأن يبنى عليه. (صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن تحصيص القبر والبناء

عليه، النسخة الهندية ۱/۳۱۲، بيت الأفكار رقم: ۹۷۰)

ولا يرفع عليه بناء أى يحرم لو للزينة. (در مختار، كتاب الصلاة، باب

صلاة الجنائزہ زکریا ۳/۱۴۴، کراچی ۲/۲۳۷)

جن قبروں کی چہار دیواری اور کتبہ ختم کرنے کا پروگرام ہے، اگر وہ شہرہ آفاق مشائخ اور علماء میں سے نہیں ہیں تو قبرستان کمیٹی کے مشورہ سے اس شرط کے ساتھ ختم کر دینا درست ہے کہ ان چہار دیواری اور کتبہ کے ختم کر دینے کی وجہ سے کسی قسم کا فتنہ اور اختلاف سامنے نہ

آئے ”الفتنة أشد من القتل“ - فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ شوال ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۷۹/۳۷)

قبروں پر کتبہ وغیرہ لگانا

سوال: [۳۹۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر کتبہ وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کتبہ لگانے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: افتخار احمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عام لوگوں کی قبروں پر کتبہ لگانا مشروع نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اتنے بڑے اکابر و مشائخ میں سے ہوں جن کے متعلقین اندرون ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہوں اور دروازے سے آنے والے لوگ ان کی زیارت کے خواہش مند ہوں تو بطور پہچان کے اتنے بڑے عالم اور بزرگ کی قبر پر کتبہ لگانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۱۹۹)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن تجصص القبور وأن یکتب علیہا وأن یبنی علیہا ، وأن توطأ . (ترمذی شریف، الجنائز، باب ماجاء فی کراهة تجصيص القبور و الكتابة علیہا، المسخعة الهندية ۱/۲۰۳، دار السلام رقم: ۱۰۵۲، مشکوٰۃ شریف ۱/۲۸)

لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن ، وفي الشامية: فإن الكتابة طريق إلى تعرف القبر بها . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة، الحنازة کراچی ۲/۲۳۷، ۲۳۸، زکریا ۴/۱۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶ رجب ۱۴۲۳ھ

۱۴۲۳/۷/۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۳۷/۳۶)

۱۶ / باب الحداد والتغزیه

موت ہو جانے کی وجہ سے کھانا نہ پکانا

سوال: [۳۹۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی کے یہاں کوئی مر جائے تو اس کے پورے خاندان میں کھانا نہیں پکایا جاتا، یہاں تک کہ گھر میں چولہا تک نہیں جلتا شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی کے یہاں میت ہو جانے کی وجہ سے اہل خانہ رنج و غم میں نڈھال رہتے ہیں اور میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہتے ہیں، اسلئے کھانا پکانے کا انہیں موقع نہیں ملتا یہی وجہ ہے کہ ان کے قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں کیلئے یہ مستحب ہے کہ اس دن ان کیلئے کھانے کا انتظام کریں۔

عن عبد الله بن جعفر، قال: لما جاء نعي جعفر، قال رسول الله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاماً، فقد أتاهم ما يشغلهم، أو أمر يشغلهم. (سنن ابن ماجه، أبواب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في الطعام يبعث إلى أهل الميت، الهسنة الهندية ۱/ ۱۱۵، دار السلام رقم: ۱۶۱۰، مصنف عبد الرزاق، الجنائز، باب الطعام على الميت، المجلس العلمي ۳/ ۵۵۰، رقم: ۶۶۶۵، ۶۶۶۶، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۶/ ۲۰، رقم: ۲۲۴۵)

(قوله وباتخاذ طعام لهم) قال في الفتح: ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأبعد تهية طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد أتاهم ما يشغلهم - لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون. (درمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب صلاة،

الجنزة ، مطلب فی الثواب علی المیت کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۳/ ۴۸۱، کبیری/ ۵۶۵)
لیکن اس دن اہل میت کے یہاں کھانا پکائے جانے اور چولہا جلانے میں شرعاً کوئی
ممانعت نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربيع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۲۶/۳۵)

کیا تین دن تک سوگ منانا ضروری ہے

سوال: [۳۹۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض
عالم لوگوں سے سنا ہے کہ تین دن تک میت کے گھر کا کھانا پینا درست نہیں ہے، کیونکہ مرنے
والے کا سوگ گھر والوں پر تین دن ہے، کیا تین دن کا سوگ مرگ ضروری ہے، یا اس سے کم
بھی سوگ مرگ ہو سکتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں سوگ مرگ کی کیا حقیقت ہے اور کیا
قید ہے کتنے دن اور کتنے وقت ہے واضح فرمائیں؟

المستفتی: محمد فاروق جھنوں، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ صحیح ہے کہ میت کے گھر تین دن تک دعوت کا کھانا کھانا
ممنوع ہے، اسلئے کہ دعوت خوشی کی چیز ہوتی ہے، اور ان ایام میں اہل میت غم میں ہوتے ہیں۔

عن جریر بن عبد اللہ البجلي قال: كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت
وصنعة الطعام من النياحة. (سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی النهي عن الاجتماع
إلى أهل الميت وصنعة الطعام، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۶، دار السلام رقم: ۱۶۱۲)

ویکراہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فی
السرور لا فی الشرور (إلى قوله) ویکراہ اتخاذ الطعام فی اليوم الأول
والثالث. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنزة، مطلب فی کراهة الضیافۃ من أهل

المیت زکریا دیوبند ۳/۴۸، کراچی ۲/۲۴۰)

نیز تین دن تک اہل میت کا سوگ منانا جائز اور ثابت ہے۔

عن زينب بنت أبي سلمة، أخبرته، قالت: دخلت على أم حبيبة زوج النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تحدد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشراً. (صحيح البخاري، الجنائز، باب إحداث المرأة على غير زوجها، النسخة الهندية ۱/۱۷۱، رقم: ۱۲۶۷، ف: ۱۲۸۱)

الجلوس للمصيبة ثلاثة أيام رخصة الخ. (عالمگیری، الباب الحادی والعشرون، فی الجنائز، مسائل التعزية زکریا ۱/۱۶۷ جدید ۱/۲۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۰۸/۷۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۳/۳۳ھ

میت کے اہل خانہ کا تین دن تک کھانا نہ پکانا اور دوسروں کا کھانا بھیجنا

سوال: [۳۹۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث جعفرؓ سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اہل میت کے یہاں ایک دن اور ایک رات تک کھانا پہنچانا مستحب ہے، سوال یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد تین دنوں کے اندر اندر ممانعت کا کوئی حکم ہے یا نہیں؟ کھانا بنانے کے سلسلے میں اگر ممانعت کا حکم ہو تو کس درجہ کا حرمت کا یا کراہت تنزیہی کا؟ ہمارے علاقہ مارواڑ میں عمومی ذہن یہ ہے کہ انتقال کے بعد تین دن تک اہل میت کے یہاں کھانا نہ بنانا چاہئے، اور نہ ہی کھانا چاہئے، اس سلسلہ میں کوئی اصل ہے کہ نہیں؟ مدلل و مفصل جواب سے نوازیں تاکہ ہم غم

کے حالات کو سنت کے مطابق ادا کریں۔

المستفتی: محمد امین، پھولوی،
ضلع جیسلمیر، صوبہ راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میت کے گھر والوں کیلئے تین دن سوگ منانا حدیث سے ثابت ہے، اور ان تین دنوں تک میت کے گھر والوں کے لیے پڑوسی اور اعزاء کی طرف سے کھانا بھیجنا بھی ثابت ہے، اور اگر کہیں سے کھانا نہ آئے تو میت کے گھر والوں کے لئے خود کھانا بنا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن زینب بنت أبی سلمة، قالت: إني كنت عن هذا لغنية، لو لا أني سمعت النبي ﷺ يقول: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث. الحديث: (صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب إحداث

المرأة على غير زوجها، النسخة الهندية ۱/۱۷۰، رقم: ۱۲۶۶، ف: ۱۲۸۰)

عن عبد الله بن جعفر قال: قال رسول الله ﷺ: اصنعوا لآل جعفر طعاما، فإنه قد أتاهم ما يشغلهم. (ابوداؤد، الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت، النسخة الهندية ۲/۴۷، دارالسلام رقم/۳۱۳۲)

قال المحدث السهارنفورى: والمراد طعام يشبعهم يومهم وليلتهم، فإنه الغالب أن الحزن الشاغل عن تناول الطعام لا يستمر أكثر من يوم؛ وقيل: يحمل لهم طعام إلى ثلاث أيام مدة التغذية. (بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت، دارالبشائر الإسلامية ۱۰/۴۰۳، رقم الحديث/۳۱۳۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۳۳/۳۹)

نوحہ کرنا حرام ہے

سوال: [۳۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو دفن کرنے کیلئے گھر سے اٹھا کر لیجاتے وقت عورتوں کا زور زور سے رونا جائز ہے؟
المستفتی: محمد یوسف یعقوب، بساڈ، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زور سے رونا چاہے میت سامنے ہو یا اٹھاتے وقت ہو ہر حال میں ناجائز اور حرام ہے، حدیث شریف میں اسکی سخت ممانعت آئی ہے ہاں البتہ انتہائی غم و صدمہ کی بناء پر بغیر آواز کے آنسو جاری ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال جئی بأبی یوم أحد - إلی - فسمع صوت صائحة ، فقال من هذه ؟ فقالوا: بنت عمرو أو أخت عمرو قال: فلم تبکی؟ أو: لا تبکی، فما زالت الملائكة تظله بأجنحتها حتی رفع . (بخاری، الجنائز،

باب ما یکره من النیاحۃ علی المیت ، النسخة الهندیة ۱/ ۱۷۲، رقم: ۱۲۷۹، ف: ۱۲۹۳)

وقد اجتمعت الأمة علی تحريم النوح الخ. (ولا بأس بالبكاء بدمع فی منزل المیت الخ. (طحطاوی علی المراقی، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز،

دارالکتاب دیوبند/ ۶۰۷، قدیم/ ۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۴/ رجب ۱۴۱۸ھ

۱۴۱۸/۷/۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۶۵/۳۳)

تعزیتی جلسہ

سوال: [۳۹۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعزیتی

جلسہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟ اور کرنا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: خوشید احمد، تاج گنج، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعزیت کے معنی میت کے پسماندگان کو تسلی دینے اور ان کو صبر کی تلقین کرنے کے ہیں، اور اس طرح تعزیت کرنا مسنون اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن اگر میت اور میت کے پسماندگان سے تعلق رکھنے والے کثیر تعداد میں لوگ ہیں اور سب لوگوں کا الگ الگ طور پر تعزیت کرنا دشوار ہو تو سب لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو کر تعزیتی جلسہ منعقد کریں اور سب کی طرف سے میت کے پسماندگان کو تسلی کی اطلاع کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تعزیتی جلسہ کا مطلب اجتماعی تعزیت کرنا ہے، اور کسی بھی طریقہ سے تعزیت کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ قال من عزى مصاباً فله مثل أجره . (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزى مصاباً، النسخة الهندية ۱/۲۰۵،

دارالسلام رقم: ۱۰۷۳)

قال النبی ﷺ ما من مؤمن يعزي أخاه بمصيبته إلا كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة . (ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزى مصاباً، النسخة الهندية ۱/۱۱۵، دارالسلام رقم: ۱۶۰۱)

وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لا يفتن وتحتنه لأن المقصود منها ذكر ما يسلي صاحب الميت ويخفف حزنه ويحضه على الصبر . (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دارالكتاب ديوبند ۶۱۸/۱)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۷/۱۴۳۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۵۴)

تعزیتی جلسہ کرنا

سوال: [۳۹۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں: کہ
(۱) آج کل کسی معروف شخصیت کے انتقال پر مختلف مقامات پر تعزیتی جلسے کرنے کا رواج ہے ایسے جلسے کرنا کیسا ہے؟ بعض علماء کرام تو کہتے ہیں کہ تعزیت تو خاندان والوں سے ہوتی ہے اور بعض شرکاء کا یہ کہنا ہے کہ ہم سب ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، تو کیا اس طرح خراج عقیدت پیش کرنا خیر القرون یا کہیں اور سے ثابت ہے؟

(۲) زید کا کہنا ہے کہ مروجہ تعزیتی جلسے بدعت یا ہندوانی رسم یا کنڈوینسن میٹنگ یا شرن دھان جلی اربت ہے، جس میں یہ لوگ بھی مرنے والے کی خصوصیات اپنے اپنے طور پر بیان کر کے مندرجہ بالا ہندی جملے بولتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

(۳) اسلاف کی یاد میں تعزیتی جلسے کرانے کے لیے علماء کو بلانا اور اس کے لئے عوام سے چندہ کرنا اور علماء کا شرکت کے لئے تعزیتی جلسوں میں آنا اور اس موقع پر چندہ کی رقم سے آمد و خرچ کا کرایہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(۴) تعزیتی جلسوں کا سلسلہ کتنے دنوں تک شریعت سے ثابت ہے؟

المستفتی: مبصر حسین عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) تعزیت کے معنی تسلی دینے کے ہیں اصلاح

شرع میں میت کے پسماندگان کو غمخواری کے ساتھ دلا سہ دینا اور ان کے غم میں شریک ہو جانا ہے، اور یہ شریعت میں مطلوب و مستحسن اور حدیث سے ثابت ہے، لیکن اگر کوئی شخصیت ایسی عظیم ہو جس کے متعلقین صرف رشتہ داروں تک محدود نہ ہوں بلکہ عوام کا بڑا طبقہ اس کی جدائے گی پر غمگین ہو تو کسی جگہ پر جلسہ یا اجتماع کی شکل میں جمع ہو کر ایسی شخصیت کا ذکر کرنا اور پسماندگان کو تعزیت پیش کرنا حسب ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) اس جلسہ کا اصل مقصد میت کے متعلقین کو تسلی دینا ہو محض نام و نمود اور ریا کاری مقصود نہ ہو۔ (۲) مذکورہ شخصیت کے اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ سے کام نہ لیا جائے، (۳) مرحوم کے ایسے اوصاف اجاگر کئے جائیں جو آنے والوں کے لئے مشعل راہ ہوں۔ (۴) اس جلسہ میں کوئی گناہ اور منکر کی بات شامل نہ ہو، مثلاً مرد و عورت کا اختلاط وغیرہ ان شرائط کے ساتھ تعزیتی جلسہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۵۴/۹، آپ کے مسائل اور انکا حل محقق و مدلل ۴۳۴/۲)

ويستحب التعزية للرجال والنساء التي لا يفتن لقله عليه السلام من عزى مصاباً فله مثل أجره، رواه الترمذی وابن ماجه عن ابن مسعود وقوله عليه السلام من عزى ثكلى كسي بردين في الجنة رواه الترمذی عن أبي بردة. (شرح النقاہ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مکتبہ اعزازیہ دیوبند ۱/۱۴۰)

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: ما من مؤمن يعزى أخاه بمصيبة إلا كساه الله سبحانه من حلل الكرامة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عزى مصاباً، النسخة الهندية ۱/۱۱۵، دار السلام رقم: ۱۶۱۰)

عن عبد الله عن النبي ﷺ قال: من عزى مصاباً فله مثل أجره. (سنن الترمذی، الجنائز، باب ماجاء في أجر من عزى مصاباً، النسخة الهندية ۱/۲۰۵، دار السلام رقم: ۱۰۷۳، سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ثواب من عزى مصاباً، النسخة الهندية ۱/۱۱۵، دار السلام رقم: ۱۶۰۲، السنن الكبرى للبيهقي، الجنائز، باب يستحب من تعزية أهل الميت رجاء الأجر في تعزيتهم، دار الفکر ۵/۴۱۱، رقم: ۷۱۸۹)

عن أبي بردة قال: قال رسول الله ﷺ: من عزى ثكلى كسي بردا في الجنة. (سنن الترمذی، الجنائز، باب آخر في فضل التعزية، النسخة الهندية ۱/۲۰۶، دار السلام رقم: ۱۰۷۶)

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ أنه مات ابن له فكتب إليه رسول الله ﷺ يعزیه

بابنہ فکتب إلیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلى معاذ بن جبل، سلام علیک، فإني أحمد إلیک اللہ الذی لا إله إلا هو، أما بعد! فأعظم اللہ لک الأجر وألهمک الصبر ورزقنا وإیاک الشکر، فإن أنفسا وأموالنا وأهلینا من مواهب اللہ الهیئة وعواریہ المستودعة متعک اللہ بہ فی غبطة وسرور، وقبضہ منک بأجر کثیر الصلاة والرحمة والهدی، إن احتسبتہ، فاصبر، ولا یحبط جزعک أجزک فتندم، واعلم أن الجزع لا یرد میتا ولا یدفع حزنا وما هو نازل فکان قد والسلام. (المعجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۲۰/۱۵۶، رقم: ۳۲۴، المعجم الأوسط، دار الفکر ۱/۳۷، رقم: ۸۳، المستدرک للحاکم، مکتبہ نزار مصطفی الباز ۵/۱۹۳۰، رقم: ۵۱۹۳، مجمع الزوائد ۳/۳)

(۲) چوں کہ احادیث شریفہ میں مرحومین کی خوبیوں اور محاسن کا ذکر کرنا حکم دیا گیا ہے، اس لئے ایسے تعزیتی پروگراموں میں جو بیانات کئے جاتے ہیں، اگر وہ مذکورہ شرائط کے مطابق ہوں تو انہیں ہندوانی رسم وغیرہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

عن ابن عمر رض، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذكروا محاسن موتاكم، وكفوا عن مساویہم. (ترمذی، الجنائز، باب آخر، النسخة الهندية ۱/۱۹۸، دار السلام رقم: ۱۰۱۹، سنن أبي داؤد، الجنائز، باب في النهی عن سب الموتی، النسخة الهندية ۲/، دار السلام رقم: ۴۹۰۰، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۴/۸، رقم: ۳۰۱۶)

(۳) تعزیتی جلسہ کے لئے بیرونی مقررین کو بلانے اور اس کے واسطے باقاعدہ چندہ وغیرہ کرنے کا اہتمام ثابت نہیں ہے، لہذا یہ طریقہ قابل ترک ہے۔

(۴) صحیح حدیث میں ہے کہ عام لوگوں کا سوگ تین دن سے زیادہ نہ منایا جائے اور تعزیتی جلسہ میں بھی ایک طرح سے سوگ کی مشابہت ہے اس لئے تین دن کے بعد تعزیتی جلسہ کرنا مناسب نہیں ہوگا، البتہ اگر کوئی شخص بروقت موجود نہ ہو ورنہ از اسفار میں ہو تو وہ

بعد میں آ کر بھی میت کے متعلقین سے انفرادی طور پر تعزیت کر سکتا ہے۔

التعزية لصاحب المصيبة حسن - إلى - و وقتها من حين يموت إلى ثلاثة أيام ويكره بعدها إلا أن يكون المعزي أو المعزى إليه غائباً فلا بأس بها .
(ہندیہ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، مسائل التعزية زکریا ۱/۱۶۷ ، جدید ۱/۲۲۸)

عن زينب بنت أبي سلمة قالت : دخلت على أم حبيبة زوج النبي ﷺ - إلى - لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشر الخ . (بخاری ، الجنائز ، باب تحد المتوفى عنها زوجها ، أربعة أشهر وعشر ، النسخة الهندية ۲/۸۰۳ ، رقم : ۵۳۳۴)

التعزية هي أن يسأل أهل الميت ويحملهم على الصبر بوعده الأجر ويرغبهم في الرضا بالقضاء والقدر ويدعو للميت المسلم ، وقال الحنفية : لا بأس بالجلوس للتعزية في غير المسجد ثلاثة أيام وأولها أفضلها ، وقال في الفتاوى الظهيرية : لا بأس بها لأهل الميت في البيت أو المسجد والناس يأتونهم ويعزونهم ولا بأس كما ذكر الحنفية : برثاء الميت بشعر وغيره لكن يكره الإفراط في مدحه . (الفقه الإسلامي وأدلته ، صلاة الجنازة ، وأحكام الجنائز ، والشهداء والقبور ، المطلب الثالث التعزية وتوابعها هدى انفرنیشنل ديوبند ، ۲/۴۷۷ ، شامی ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة - کراچی ۲/۲۳۹ ، ۲۴۱ ، زکریا ۳/۱۴۷ ، ۱۴۹ ، ۴۸۰ ، تاتارخانیہ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثانی والثلاثون ، الجنائز ، التعزية والمائم زکریا ۳/۹۳ ، برقم :

۴ (۳۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ : شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر : ۱۲۰۲۱/۴۰)

الجواب صحیح :

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۷/۷/۱۴۳۵ھ

تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

سوال: [۳۹۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے علاقہ میں تعزیت کے لئے جانے والے بغیر مصافحہ اور سلام کے چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں، پھر انہیں سے ایک کہتا ہے کہ کلام پڑھو تو سب پڑھتے ہیں کوئی چاروں قل پڑھتا ہے، کوئی درود شریف پڑھتا ہے، کوئی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے، بعد میں ہمارے رواج کے اعتبار سے تعزیت کے الفاظ پیش کرتے ہیں، پھر کھڑے ہو کر مصافحہ کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کلام پڑھنے سے مراد کیا ہے، کوئی قرآنی آیات یا کوئی درود ہو تو قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ بغیر سلام و مصافحہ کے آکر بیٹھ جانا مطابق سنت ہے یا مخالف سنت ہے، تعزیت کا مسنون طریقہ بتاتے ہوئے ہمارے لئے عمل کی راہ کھولیں؟

المستفتی: محمد امین، پوکرن، ضلع جیسلمیر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تعزیت کے معنی مرحوم کے پس ماندگان سے تسلی کے کلمات کہنے کے ہیں، لہذا میت کے گھر جا کر ان کے اعزاء و اقرباء سے کچھ تسلی کے کلمات کہہ دیئے جائیں اور پیش آمدہ مصیبت پر صبر کرنا ثواب وغیرہ بتا کر ان کا غم ہلکا کر نیکی کوشش کی جائے، اور تعزیت کے لئے آنیوالوں کا حاضرین سے سلام و مصافحہ کرنا مسنون ہوگا، کیونکہ سلام و مصافحہ ہر ملاقات کے وقت مسنون ہے، اور اس سے گناہ جھڑتے ہیں، اور یہ بھی ملاقات کا ایک موقع ہے اور کلام پڑھنے کی شرعاً کوئی اصطلاح نہیں ہے اور نہ ہی اسکی کوئی شرعی حیثیت ہے، البتہ اگر حاضرین قرآن وغیرہ پڑھ کر مردے کو بخش دیں تو ایصال ثواب کی حیثیت سے یہ درست ہوگا۔

قال رسول الله ﷺ: مامن مؤمن يعزى أخاه بمصيبة إلا كساه الله

من حلل الكرامة يوم القيمة . (سنن ابن ماجه ، الجنائز ، باب ما جاء في ثواب من

عزى مصاباً، النسخة الهندية ١/١١٥، دارالسلام رقم: ١٦٠١)

أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة... أو قراءة قرآن أو ذكرًا. (البحر الرائق، كتاب الحج عن الغير زكريا ٣/١٠٥، كونه ٣/٥٩)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إذا لقي أحدكم أخاه فليسلم عليه الخ. (أبوداؤد، الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلم عليه،

النسخة الهندية ٢/٧٠٧، دارالسلام رقم: ٥٢٠٠)

عن رجل من عنزة قال لأبي ذر..... هل كان رسول الله ﷺ يصافحكم إذا لقيتموه؟ قال: ما لقيته قط إلا صافحني. (أبوداؤد، الأدب، باب

في المعانقة النسخة الهندية ٢/٧٠٨، دارالسلام رقم: ٥٢١٤)

أن المصافحة مستحبة عند كل لقاء. (شامى كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، كراچی ٦/٣٨، زكريا ٩/٥٤٧)

قال رسول الله ﷺ: إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثر خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر. (المعجم الأوسط قديم ١/١٨٤، رقم: ٢٤٧، مجمع الزوائد ٨/٧٥) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

كتبه: بشير احمد قاسم عفا الله عنه

٢٣ ربيع الاول ١٤٣٢ هـ

(الف فتوى نمبر: ١٠٣٣٣/٣٩)



۱۷/ باب: زیارة القبور

مزار کی شرعی حیثیت

سوال: [۳۹۹۶] کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ الحمد للہ ہمارا پورا علاقہ آج تک مزارات، قبر پرستی اور اس پر کی جانے والی تمام بدعات و خرافات سے محفوظ ہے، عوام کی اکثریت اس بات سے بھی واقف نہیں کہ کچھ لوگ قبروں پر چادریں چڑھانے ان سے اپنی مرادیں مانگنے اور رب ذوالجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے اپنی پیشانی کو سجدہ ریز کرنے کے بھی قائل ہیں، وہ تو بس یہی جانتے ہیں کہ سجدہ صرف اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کیا جاتا ہے، اور مرادیں اللہ ہی سے مانگی جاتی ہیں، اور پورا بھی صرف اسی کی ذات کرتی ہے، لیکن افسوس کہ ایک اور گاؤں ہی کے اہم سماجی ذمہ دار کے گھر کے پیچھے ایک مصنوعی قبر دیکھی جو چاروں طرف سے بڑے اہتمام کے ساتھ گھری ہوئی تھی، اور ارد گرد اس کے خوب صفائی بھی ہو رہی تھی، مزید یہ کہ اب اس کے پختہ مزار میں تبدیل ہونے کیلئے بنیاد بھی کھودی جا چکی ہے، بعد مغرب اس مصنوعی قبر کے پاس چراغ بھی جلتے دیکھا گیا ہے، صفائی کی یہ حد ہے کہ ہر جمعہ کو اس کے قریب واقع سڑک کو بھی خوب اہتمام کے ساتھ صاف کیا جاتا ہے، معتبر ذرائع سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ نعوذ باللہ اب وہاں سجدے بھی کئے جاتے ہیں، وہ صاحب اس نئی بدعت کی ابتدا کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ہم گھریلو اور ذہنی اعتبار سے کافی پریشان تھے، کئی عالموں نے ہمیں یہ مشورہ دیا ہے کہ مذکورہ جگہ پر کوئی بزرگ مدفون ہیں آپ اس جگہ کی خاص صفائی ستھرائی کا اہتمام کیجئے، جبکہ گاؤں ہی کا ایک جاہل شخص جس پر بقول بعض جنات آیا کرتے ہیں، اور اس حالت میں ادھر ادھر کی کبنے لگتا ہے، اس نے ایک رات ایسا ہی کیا اور اس مذکورہ جگہ کے

قریب کھڑے ہو کر چلانے لگا کہ یہاں بہت بڑے بزرگ لیٹے ہوئے ہیں، اسے فوراً صاف کرو اور یہاں مزار بناؤ، آدھی رات کو اس کی چیخ پر قرب وجوار کے بہت سے لوگ بھی اکٹھا ہو گئے، وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، چنانچہ مذکورہ وجوہات کی بنا پر اس وقت وہاں مکمل قبر کی شکل بن چکی ہے، ہمیشہ خوب صفائی ہو رہی ہے، اور قبر کے چاروں جانب فی الحال بالنس کی ڈھڈی سے اسے گھیر بھی دیا گیا ہے، اور پختہ مزار بنانے کیلئے بنیاد بھی کھودی جا چکی ہے، واضح رہے کہ آج کل وہاں کبھی بھی کسی کو دفن نہیں کیا گیا ہے، وہ جگہ ہمیشہ سے پاخانہ پیشاب کوڑا کرکٹ کیلئے استعمال ہوتی رہی ہے۔

اور حسن اتفاق کہ اس عمل کے کچھ ہی دن بعد ان صاحب کو کسی طرح کچھ مالی نفع بھی حاصل ہو گیا جو ان کی عقیدت کا مزید باعث ہے یہ پوری صورت حال ہے، ہمیں پورا گمان بلکہ پختہ یقین ہے کہ اگر ان کے توہمات اور خیالات کو قرآن و حدیث اور فقہ و شریعت کی روشنی میں دفع نہیں کیا گیا، اور اس نئی بدعت پر روک نہیں لگائی گئی تو آہستہ آہستہ یہ مصنوعی قبر ایک بڑے مزار کی شکل اختیار کر لے گی، جس پر وہ تمام بدعات و خرافات ہونگی جن کا تجربہ اور مشاہدہ کیا گیا ہے، اور یہاں کے خالی الذہن مسلمانوں کیلئے یہ ایک عظیم فتنہ بن جائیگا اور آنے والی نئی نسلیں اپنے صحیح عقیدے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔

سوال یہ ہے کہ آخر کیا بقول ان صاحب کے محض کسی عالم کے مشورہ دیدینے سے اور ایک جاہل و ناواقف شخص کے کہدینے سے ایسی جگہ مصنوعی قبر بنا دینا جائز ہے، جہاں کبھی بھی قبر کا نام و نشان نہ رہا ہو، اور کیا ایسا عمل کسی نئے عظیم فتنے کی بنیاد نہیں ہوگا، اور ایسے عمل کی ابتدا کرنے والے پر آئندہ تمام نسلوں کے گناہوں کا بوجھ نہ آئیگا، اور ایسے شخص کے عقیدے کی اصلاح کیونکر ممکن ہے، اور قبر سے استفادہ کی کیا حیثیت ہے؟ حضور والا سے مؤدبانہ و عاجزانہ درخواست ہے کہ اس دردناک صورت حال کا قرآن و حدیث اور فقہ و شریعت کی روشنی میں مکمل و مفصل اور مدلل و تشفی بخش حل پیش فرمادیں، جس سے پیدا ہونے والے عظیم فتنہ پر قابو پایا جاسکے اور قوم کا ایمان و عقیدہ محفوظ رہے

سکے۔ فجزاه الله احسن الجزاء .

المستفتی: خورشید انور نعمانی، استاد: دارالعلوم اریاء،

بیرگ چھی چوک، ارریہ بہار۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں رات کے وقت میں جو اعلان کا ذکر ہے یہ سب کی سب شیطانی حرکتیں ہیں جس شخص نے مزار اور کسی بزرگ کی قبر کا اعلان کیا ہے، اس پر شیطان سوار ہے اور شیطانی آواز ہے پھر اس کے بعد وہاں پر قبر بنانے کا جو سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے یہ بھی شیطان کا مشورہ ہے، اور اس طرح وہاں پر قبر بنا کر مزار کا سلسلہ جاری کرنا قطعی حرام اور ناجائز ہے، مسلمانوں کو ایسے عقیدہ سے بچنا چاہئے، اور جو لوگ بھی وہاں مزار بنانے میں شریک ہونگے وہ سب اس گناہ کی لعنت میں شامل ہوں گے، اسلئے وہاں کے ذمہ دار مسلمانوں پر لازم ہے کہ قطعاً مزار بنانے نہ دیں اور تمام نشانات کو فوراً ختم کر دیں اور اس عظیم فتنہ سے مسلمانوں کو بچائیں۔

قال رسول الله ﷺ وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار . (صحيح ابن خزيمة، كتاب الجمعة، باب صفة خطبة النبي ﷺ ... المكتب الإسلامي ۸۶۴/۲، رقم: ۱۷۸۵)

ایاکم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة .

(ابو داؤد شریف، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، النسخۃ الہندیۃ ۶۳۵/۲، دارالسلام رقم: ۴۶۰۷، سنن الترمذی، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ، واجتناب البدع، النسخۃ الہندیۃ ۹۶/۲، دارالسلام رقم: ۲۶۷۶، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدين المہدیین، النسخۃ الہندیۃ ۵/۱، دارالسلام رقم: ۴۶)

من أحدث فيهما حدثاً، أو آوى محدثاً، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه صرف ولا عدل . (صحيح البخارى، ابواب

فضائل المدینہ، باب حرم المدینہ، النسخة الهندية ۱/۲۵۱، رقم: ۱۸۳۲،
ف: ۱۸۷۰، مشکوٰۃ شریف ۱/۳۰)

من أحدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (بخاری شریف، الصلح، باب
إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)
نهی رسول اللہ ﷺ أن یجصص القبر وأن یبنی علیہ وأن یقعد
علیہ. (مسلم شریف، الجنائز، باب النهی عن تحصیص القبر والبناء علیہ، النسخة
الهندية ۱/۳۱۲، بیت الافکار رقم: ۹۷۰، سنن الترمذی، الجنائز، باب ما جاء فی
کراهية تحصیص القبور، والکتابه علیها، النسخة الهندية ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم:
۱۰۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۹۰)

کن کن لوگوں کی قبروں کی زیارت کیلئے مسافت سفر طے کرنا جائز ہے؟

سوال: [۳۹۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کن کن
لوگوں کی قبر کی زیارت کے لئے سفر شرعی کی مسافت طے کرنا جائز ہے؟ اور جواز کی دلیل کیا ہے؟
المسفتی: قاری احسان قاسمی، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انبیاء، اولیاء، مشائخ اور اساتذہ اور والدین کی
قبروں کی زیارت کے لئے سفر شرعی کی مسافت طے کر کے جانا جائز و درست ہے۔ (مستفاد:
غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات/ ۱۳۰)

ذهب جمهرة الأمة إلى أن زيارة قبره ﷺ من أعظم القربات و السفر إليها جائز بل مندوب . (معارف السنن ، باب مجاء أى المساجد أفضل ، بحث شد الرحيل إلى غير المساجد الثلاثة الخ اشرفيه ديو بند ٣/٣٢٩)

عن بريدة قال: قال رسول الله ﷺ قد كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فقد أذن لمحمد في زيارة قبر أمه فزوروها، فإنها تذكروا الآخرة -إلى- قال أبو عيسى حديث بريدة حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم لا يرون بزيارة القبور بأساً . (ترمذى شريف، الجنائز، باب

مجااء فى الرخصة فى زيارة القبور، النسخة الهندية ١/٢٠٣، دار السلام رقم: ١٠٥٤)
عن أبي هريرة^{رضي} قال: زار النبي ﷺ قبر أمه، فبكى وأبكى من حوله، فقال: استأذنت ربي في أن أستغفر لها فلم يؤذن لي، واستأذنته في أن أزور قبرها فأذن لي، فزوروا القبور، فإنها تذكروا الموت . (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، فصل في جواز زيارة قبور المشركين ومنه الإستغفار لهم، النسخة الهندية ١/٣١٤، بيت الأفكار رقم: ٩٧٦، المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الجنائز، من رخص فى زيارة القبور مؤسسه علوم القرآن ٧/٣٦٦، رقم: ١١٩٢٩، سنن أبي داود، الجنائز، باب فى زيارة القبور، النسخة الهندية ٢/٤٦٦١، دار السلام رقم: ٣٢٣٤)

قال محمد وبهذا كله نأخذ، لا بأس بزيارة القبور للدعاء للميت ولذكر الآخرة، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى . (كتاب الآثار للإمام محمد، باب زيارة القبور، الرحيم اكيڈمى كراچى ٢١٩/، رقم: ٢٦٩)

كان إذا زار قبور أصحابه يزورها للدعاء لهم الترحم عليهم والاستغفار لهم وهذه الزيارة التى سنها لأمته وشرعها لهم وأمرهم أن يقولوا إذا زاروها السلام عليكم يا أهل القبور الديار من المؤمنين والمسلمين وإن شاء الله بكم لا حقون نال الله لنا ولكم العافية الخ.

(زاد المعاد ۱/۵۲۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ھ ۱۴۳۵/۵/۱۵

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۳۰/۴۰)

زیارۃ قبور اور ایصال ثواب کا مستحب طریقہ

سوال: [۳۹۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے دادا کا انتقال ہو گیا ہے، اور میں کبھی کبھی جا کر قبر کی زیارت کرتا ہوں، اور کچھ قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کرتا ہوں، مجھے آپ سے دریافت کرنا یہ ہے کہ قبر کی زیارت کیلئے کب جانا چاہئے، اور کب نہیں جانا چاہئے؟ اور کون سے دن قبروں کی زیارت کیلئے جانا افضل ہے؟ اور وہاں جا کر قرآن کریم کی کون کون سی سورتیں پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہئے؟ اسکی کیا ترتیب ہے؟ جواب دیں؟

المستفتی: محمد مصطفیٰ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبر کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحب ہے اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور جمعہ کے دن زیارت کیلئے جانا افضل ہے، اسی طرح سے سینچر اور پیر، جمعرات کو بھی جانا افضل ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/۳۰۲، جدید ڈائجیل ۱۸۶/۹)

بزیارۃ القبور أي لا بأس بهابل تندب كما في البحر عن المجتبیٰ -
إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والإثنين والخميس فقد قال محمد بن واسع الموتیٰ يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوماً قبله ويوماً بعده فتحصل أن يوم الجمعة أفضل . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في زیارة القبور، کراچی ۲/۲۴۲، زکریا دیوبند ۳/۱۵۰، ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السادس

عشر في زيارة القبور وقرأة القرآن في المقابر زكريا ۵/۳۵۰، جدید ۵/۴۰۵)

اور جو قرآن یاد ہو اس میں سے پڑھے اگر حافظ قرآن ہو تو اس کیلئے بہتر یہ ہے کہ پہلے سورہ بقرہ پڑھے مفلحون تک اور آیت الکرسی پڑھے، پھر سورہ بقرہ کا آخری رکوع پڑھے اور سورہ یسین اور سورہ ملک، تکاثر، اور سورہ اخلاص بارہ مرتبہ یا دس مرتبہ یا سات مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھے، پھر اس کے بعد ایصال ثواب کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۳۰۲، جدید ڈائجیل ۹/۱۸۶)

وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ماتیسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وایة الکرسی وامن الرسول وسورة یسین وتبارک الملک، وسورة التکاثر، والإخلاص اثنی عشر مرة أو عشراً أو سبعاً أو ثلاثون ثم يقول اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إلیهم. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائزۃ کراچی ۲/۲۴۲، زکریا ۳/۱۵۱، فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السادس عشر في زيارة القبور ... زکریا ۵/۳۵۰، جدید ۵/۴۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/رجادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۳۱)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

کیا اہل قبور سلام سن کر اس کا جواب دیتے ہیں

سوال: [۳۹۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں داخل ہوتے وقت حکم ہے ”السلام علیکم یا اہل القبور“ کہا جائے جب ہم سلام کرتے ہیں تو جواب کون دیتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟
المستفتی: عبدالحفیظ، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں داخل ہوتے وقت اہل قبور کو

سلام کرنا جائز اور مسنون ہے، اور اہل قبور اس کو سنتے ہیں، اور اس کا جواب دیتے بھی ہیں، اور حدیث سے ثابت ہے۔

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: إذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام وعرفه، وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام. (شعب الإيمان، باب في الصلاة، على من مات من أهل القبلة، فصل في زيارة القبور، دار الكتب العلمیہ بیروت ۱۷/۷، رقم: ۹۲۹۶، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۲۰/۳۶۴، حدیث: ۸۵۰، مجمع الزوائد بیروت ۳/۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 یکم ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۸۰۷)

راستہ گزرتے ہوئے مزارات کو سلام کرنا

سوال: [۴۰۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جگہ جگہ جو مزارات بنائے ہیں، جو اکثر بے حقیقت ہیں عوام راستہ گزرتے ہوئے ان کو سلام پیش کرتے ہیں، اور بعض حضرات ان کے مجاوروں کو چندہ کے طور پر کچھ روپیہ وغیرہ بھی دیتے ہیں، تو کیا عوام کا یہ فعل صحیح ہے اور اگر سلام کرنا صحیح ہے تو اس سلام کے الفاظ کیا ہیں؟ وہی ہیں جو اہل قبور کے سلام کے ہیں یا کوئی اور الفاظ ہیں؟

المستفتی: محمد ادریس، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جن مزاروں کے بارے میں غالب گمان صحیح ہونے کا ہے ان سے گزرتے وقت ان الفاظ کے ساتھ سلام بھیجا جائے گا، جو احادیث شریفہ سے ثابت ہے اور احادیث شریفہ میں چودہ قسم کے الفاظ کا ذکر آیا ہے، جن کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین، وإنّا إن

شاء الله بكم للاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية . (مسلم شريف ، الجنائز ، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ، النسخة الهندية ٣١٤/١ ، بيت الأفكار رقم: ٩٧٥ ، سنن ابن ماجه ، الجنائز ، باب ماجاء فيما يقال إذا ادخل المقابر ، النسخة الهندية ١/١١١ ، دارالسلام رقم: ١٥٤٧)

(٢) السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا انشاء الله بكم للاحقون . (مسلم شريف ، الجنائز ، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ، النسخة الهندية ٣١٤/١ ، بيت الأفكار رقم: ٩٧٤ ، سنن نسائي ، الجنائز ، الأمر بالإستغفار للمؤمنين ، النسخة الهندية ١/٢٢٢ ، دارالسلام رقم: ٢٠٣٧ ، مصنف عبد الرزاق ، الجنائز ، باب في زيارة القبور ، المجلس العلمي ٣/٥٧٠ ، رقم: ٦٧١٢ ، ٣/٥٧٥ ، رقم: ٦٧٢٢)

(٣) السلام عليكم دار قوم مؤمنين وأناكم ما توعدون غدا مؤجلون وإنا إن شاء الله بكم لاحقون . (مسلم شريف ٣١٣/١ ، بيروتى حديث: ٩٧٤)

(٤) السلام عليكم يا أهل القبور يغفر الله لنا ولكم أنتم سلفنا ونحن بالآثر . (ترمذى شريف ، الجنائز ، باب ما يقول الرجل إذا ادخل المقابر ، النسخة الهندية ١/٢٠٣ ، دارالسلام رقم: ١٠٥٣ ، مشكوة شريف / ١٥٤)

(٥) السلام عليكم دار قوم مؤمنين أنتم لنا فرط وإنا بكم لاحقون ، أنتم لنا فرط ونحن لكم تبع أسأل الله العافية لنا ولكم . (نسائي شريف ، الجنائز ، الأمر بالإستغفار للمؤمنين ، النسخة الهندية ١/٢٢٢ ، دارالسلام رقم: ٢٠٤٠ ، صحيح ابن حبان ، دارالفكر ٥/٦٩ ، رقم: ٣١٧٣)

(٦) السلام عليكم دار قوم مؤمنين أنتم لنا فرط وإنا بكم لاحقون ، اللهم لا تحرمننا أجرهم ولا تفتننا بعدهم . (ابن ماجه شريف ، الجنائز ، باب ماجاء ما يقال إذا أدخل المقابر ، النسخة الهندية ١/١١١ ، دارالسلام رقم: ١٥٤٦ ، مسند البزار ،

مکتبہ العلوم والحکم ۱۸/۱۹۴، رقم: ۱۷۸)

(۷) السلام علیکم دار قوم مؤمنین وإنا بکم لاحقون ، اللّٰهم لا تحرمنّا

أجرهم ولا تفتنّا بعدهم . (مسند امام احمد بن حنبل ۶/۱۱۱، حدیث/۲۵۳۱۲)

(۸) سلام علیکم دار قوم مؤمنین وأنتم لنا فرط وإنا بکم لاحقون ، اللّٰهم

لا تحرمنّا أجرهم ولا تفتنّا بعدهم . (مسند امام احمد بن حنبل ۶/۷۱، حدیث/۲۴۹۲۹)

(۹) سلام علیکم دار قوم مؤمنین وإنا بکم لاحقون ، اللّٰهم لا تفتنّا

بعدهم . (مسند امام احمد بن حنبل ۶/۷۶، حدیث/۲۴۹۷۹)

(۱۰) السلام علیکم دار قوم مؤمنین وإنا إن شاء الله بکم لاحقون .

(ابو داؤد شریف ، الجنائز، باب ما یقول إذا أتى المقابر أو مربها ، النسخة الهندیة ۲/۴۶۲،

دار السلام رقم: ۳۲۳۷)

(۱۱) السلام علیّ أهل الدیار من المؤمنین . (المعجم الکبیر، دار احیاء

التراث العربی ۲/۴۶، حدیث/۱۲۳۶)

(۱۲) السلام علیّ أهل القبور من کان منکم من المؤمنین

والمسلمین أنتم لنا فرط ونحن لکم تبع عافانا الله وإیاکم . (المعجم الکبیر،

دار احیاء التراث العربی ۱۹/۴۴۶، حدیث/۱۰۸۳)

(۱۳) السلام علیکم یا أهل القبور من المؤمنین والمسلمین استغفر

الله لنا ولکم أنتم سلفنا ونحن بالآثر . (المعجم الکبیر، دار احیاء التراث

العربی ۱۲/۸۴، حدیث/۱۲۶۱۳)

(۱۴) السلام علیکم دار قوم مؤمنین وإنا ویاکم متواعدون غدًا

ومتوکلون وإنا إن شاء الله بکم لاحقون . (نسائی شریف، الجنائز، الأمر

بالإستغفار للمؤمنین، النسخة الهندیة ۱/۲۲۲، دار السلام رقم: ۲۰۳۹)

ان مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ کا استعمال نہ کرنا چاہئے، اور وہاں کے

مجاوروں کو بطور چندہ کچھ دینا ناجائز اور حرام ہے۔

وما یؤخذ من الدراهم، والشمع، والزیت، ونحوها إلى ضرائح الأولیاء
الکرام تقرّباً إلیهم فهو باطل وحرام. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم،
باب ما یلزم الوفاء به دارالکتاب دیوبند/۶۹۳ قدیم/۳۷۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۸/۸۳۶۶)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۱ھ

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: [۴۰۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت کو
قبرستان میں ایصالِ ثواب کیلئے دعا کیلئے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ شریعت کی روشنی
میں جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: فرقان احمد، دلپت پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا
مانگنے کی گنجائش ہے، البتہ اس بات کا لحاظ ضرور رکھا جائے، کہ جس کی مغفرت کی دعا کی
جائے، اس کی قبر سے دوسری طرف رخ موڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے تاکہ کم علم
لوگوں کو شک و شبہ پیدا نہ ہو سکے، اور اجتماعی طور پر قبرستان میں دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔
(مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا/۲۲۴)

فی حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ رأیت رسول اللہ ﷺ فی قبر عبد اللہ
ذی البجادین - الحدیث - وفیه : فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً
یدیه. (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبلاً القبلة، قدیم ۱۱/۴۴،

اشرفیہ ۷۳/۱۱، تحت رقم الحدیث ۶۳ ۴۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۷/۳

۱۳ رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۱۵/۳۹)

قبر بوسی کا مسئلہ

سوال: [۴۰۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بوقت ملاقات علماء و صلحاء و بزرگوں کے دست و پا کا بوسہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ایسے ہی جب لوگ زیارت قبر یا اولیاء کے مزارات پر جاتے ہیں تو مزار کے پائتائے کو بوسہ لیتے ہیں تو اس طرح بوسہ لینا کیسا ہے؟ بریلوی حضرات فتاویٰ رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے بڑے زوردار انداز سے اس مسئلہ کا جواز پیش کرتے ہیں، آنجناب سے درخواست ہے کہ مفصل و مدلل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد یامین اصغر، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر جذبہ محبت، جذبہ شوق، اور جذبہ احترام میں ہاتھ چوم لیا ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، زکریا مسئلہ نمبر ۱۷۵/۱، ۱۴۲/۱، قدیم: ۱۶۶) لا بأس بتقبیل ید الرجل العالم و المتورع علی سبیل التبرک .

(شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیرہ کراچی ۶/۳۸۳، زکریا دیوبند ۵۹۹/۹، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی صفة الأذکار الواردة بعد صلاة الفرض، دارالکتاب دیوبند/۳۱۹)

اور بہتر و افضل یہ ہے کہ پیر کو نہ چوما جائے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۱۰۳)

البتہ اولیاء اللہ و بزرگان دین کی قبروں کا بوسہ لینا اور ان کے مزارات کے پائتائے وغیرہ کا بوسہ لینا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے، اسلئے قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اور پائتائے میں نہ

تو بزرگوں کا براہ راست ہاتھ ہوتا ہے، اور نہ براہ راست پیر ہوتا ہے، اور اس کا بھی یقین نہیں ہے، کہ ان کے ہاتھ پیر اس قبر میں صحیح و سالم موجود ہیں یا سڑگل کر مٹی بن گئے ہیں، تو پھر کس چیز کا بوسہ، نیز حدیث شریف میں اس کو یہود و نصاریٰ کی عادت و عمل بتایا گیا ہے، - (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/ ۹۰، احیاء العلوم/ ۱/ ۱۴۰)

و کذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لأنه يشبه عبادة الوثن . (شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره کراچی ۶/ ۳۸۳، ذکر یا ۹/ ۵۵۰، عالمگیری، کتاب الکراهية، الباب الثامن والعشرون، في ملاقات الملوك والتواضع لهم وتقبيل أيديهم ۵/ ۳۶۹، جدید ۵/ ۴۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۴ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۳/۷/۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۰/۷۷۳۶)

روزانہ فجر کے بعد زیارت قبور کیلئے جانا

سوال: [۴۰۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد ہے جس میں لوگ فجر پڑھکر التزام کے ساتھ اعلان کئے بغیر قریب کے قبرستان میں جا کر زیارت کرتے ہیں، اور امام صاحب دعا کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟
المستفتی: احقر محمد علیم الدین قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں جا کر میت کیلئے استغفار کرنا اور دعا مانگنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن قبرستان میں جمع ہو کر قبروں کی زیارت کا التزام اور اس کے بعد میں امام صاحب کا اجتماعی دعا کرنا حدیث و فقہ اور دور صحابہ سے اس کا ثبوت نہیں، البتہ

انفرادی طور پر قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کر کے اور اہل قبور کو دیکھ کر آخرت کی یاد دہانی حاصل کرنا حدیث سے ثابت ہے، اور ساتھ میں اہل قبور کیلئے کچھ پڑھ کر ثواب پہنچا دینا جائز ہے، مگر جو طریقہ سوالنامہ میں مذکور ہے، شریعت سے اس کا ثبوت نہیں۔

عن ابن مسعودؓ أن رسول الله ﷺ قال: كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا، وتذكر الآخرة. (سنن ابن ماجه، الجنايز، باب ماجاء في زيارة القبور، النسخة الهندية ۱۰/۱۱۲، ۱۱۳، دار السلام رقم: ۱۵۷۱، مكتبه نزار مصطفى الباز جديد ۵۳۵/۲، رقم: ۱۳۸۷، مشکوة شريف ۱/۱۵۴)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۰۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۴/۱۵ھ

زیارت قبور کیلئے عورت کا قبرستان جانا

سوال: [۴۰۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زیارت قبور عام مسلمین کیلئے یا اپنے کسی عزیز کی قبر کی زیارت اور ایصال ثواب کیلئے عورت کسی شرط کیساتھ قبرستان جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: کمیٹی قبرستان احمد گڑھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث پاک کے اندر زیارت قبور کی علت بتلائی گئی ہے، اس سے آخرت کی یاد آتی ہے، اور یہ بات عام ہے، خواہ عام قبروں کی زیارت کی جائے یا اپنے کسی عزیز و اقارب کی قبر کی کیجائے، لہذا علت مذکورہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے، کہ زیارت قبور عام مسلمین کیلئے ہے، البتہ حدیث پاک کے اندر اس بات

کی صراحت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو پابندی کے ساتھ اپنے والدین کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، اور اس کا شمار صالحین میں ہوگا، اور چونکہ عورتوں کا دل کمزور ہوتا ہے، قبروں کے پاس جا کر جزع و فزع کرتی ہیں اسلئے ان کا قبرستان نہ جانا بہتر ہے، البتہ اگر کوئی عورت اپنے اوپر قابو یافتہ ہو اور سنت طریقہ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتی ہے تو ایسی عورت کیلئے گنجائش ہے، اور اگر قابو یافتہ نہیں ہے، تو نہ جانا ہی بہتر ہے، رہا مسئلہ ایصال ثواب کا تو قبرستان پر نہ جا کر کے گھر میں بیٹھے بیٹھے بھی ایصال ثواب کر سکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ زیر مسئلہ نمبر ۱۱۱۵ ص: ۵۸۴، قدیم/۵۹۲)

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة . (مشکوٰۃ شریف / ۱۵۴، سنن ابن ماجہ، الجنائز باب ماجاء في زيارة القبور، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۲-۱۱۳، دار السلام رقم: ۱۵۷۱، المستدرک، کتاب الجنائز، قدیم ۱/ ۳۷۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز جدید ۲/ ۵۳۵، رقم: ۱۳۸۷)

زار قبر أبويه أو أحدهما في كل جمعة غفرله وكتب برًا . (مشکوٰۃ

شریف / ۱۵۴ شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتہا دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۲۰۱، رقم: ۷۹۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸ شوال ۱۴۲۵ھ

۲۸/۱۰/۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۷۹)

عورتوں کا مزارات پر جانا اور چادر چڑھانا

سوال: [۴۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورتوں کا عرس وغیرہ کے موقع پر مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ یا جیسا کہ عام رواج ہے کہ پیرو جمعرات، جمعہ کو مزارات پر حاضر ہو کر شیرینی چادر وغیرہ چڑھائی جاتی ہیں آیا یہ فعل

جائز ہے یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: مولانا حنیف، مدرسہ مدینۃ العلوم،
محکمہ کھٹاڑی، رام نگر، ضلع: نینیتال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایصال ثواب کی غرض سے مذکورہ ایام میں مزارات پر جانا ثابت ہے البتہ شیرینی اور چار د وغیرہ چڑھانا ثابت نہیں ہے، محض بدعت ہے۔

إن الأ فضل يوم الجمعة والسبت والإثنين والخميس فقال محمد بن واسع الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوماً قبله ويوماً بعده فتحصل أن يوم الجمعة أفضل الخ . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور، زکریا دیوبند ۱۵۰/۳، کراچی ۲/۲۴۲، ہندیہ، کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراءة القرآن فی المقابر ۳۵۰/۵، جدیدہ ۴۰۵/۵) اور عرس کے موقع پر عورتوں کا مزارات پر جانا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت مصنفہ مولانا امجد علی بریلوی ۱۶۱/۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ شعبان ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۹۷/۲۶)

عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کا حکم

سوال: [۴۰۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زیارت قبور خصوصاً اولیاء کرام یا انبیاء کرام کے مزارات کی حاضری کا کیا حکم ہے؟ مردوں اور عورتوں کیلئے ایک ہی حکم ہے یا علیحدہ اگر عورتوں کے واسطے بوجہ فساد عقیدہ ممانعت ہے تو اس مرض میں مرد بھی کم نہیں عورتوں کیلئے علیحدہ حکم کی وضاحت کی جائے، تاکہ دلیل کیساتھ ان کو اس سفر سے روکا جاسکے بعض بوڑھی عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ ہم اب ناپاک نہیں ہوتیں ہم بھی اب

ایصال ثواب کیلئے حاضر ہونا چاہتی ہیں، ہمارے لئے خصوصاً کیوں ممانعت ہے یہاں سے کچھ لوگ باقاعدہ سرہند اور براس کے مزارات کی زیارت کیلئے پروگرام بنا کر بشمول مستورات عرس اور عرس کے علاوہ بھی جانے لگے ہیں ان لوگوں کو کیسے روکا جائے؟

المستفتی: محمد یونس، جامع مسجد، احمد گڑھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں زیارت قبور کیلئے جانا مستحب ہے، اور عورتوں کیلئے زیارت قبور کرنا سوا اگر مقصود نوہ کرنا اور غم تازہ کرنا ہو تو جائز نہیں ہے، اور اگر عبرت اور برکت کیلئے ہے تو صرف بڑھیوں کیلئے پردہ کے اہتمام کے ساتھ اگرچہ جائز ہے لیکن نہ جانا ہی بہتر ہے، اور جوانوں کیلئے تو ہرگز جائز نہیں ہے اور عورتوں کیلئے ممانعت کی وجہ فساد عقیدہ کیساتھ ساتھ دراصل فتنہ کا خوف اور فساد زمانہ ہے، جیسا کہ نماز کیلئے مساجد میں آنے کی ممانعت ہے اور سرہند اور براس وغیرہ مقامات پر جانا زیارت کیلئے اگرچہ مرد اور بوڑھی عورت کیلئے جائز ہے، لیکن تاریخ متعین کر کے یا عرس وغیرہ میں شرکت کیلئے جانا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۵۳۳)

وقال الخیر الرملى إن كان ذلک لتجدید الحزن والبكاء والندب
على ماجرت به عاداتهن فلا تجوز وعليه حمل حدیث لعن الله زائرات
القبور وإن كان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزيارة قبور
الصالحين ، فلا بأس إذا كن عجائز ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة
فى المساجد. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فى زيارة القبور
کراچی ۲/۲۴۲، زکریا دیوبند ۳/۱۵۱)

وفى الطحطاوى بل تحرم فى هذا الزمان الخ. (طحطاوى على المراقى، کتاب

الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، دارالکتاب دیوبند/۶۲۰، قدیم ۳۴۰/)

عرس میں جانے والی عورتوں کے شوہروں کی ذمہ داری ہے کہ ان کو عرس میں جانے

سے روکیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/رجب ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۱۰۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/۷/۱۴۱۵ھ

عورتوں کے لئے زیارت قبور

سوال: [۴۰۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا اعزہ کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مکمل پردے میں محرم کے ساتھ اپنے قریبی عزیز کی قبر پر جانا عورت کے لئے مباح ہے، بشرطیکہ نوحہ وغیرہ نہ ہو جیسا کہ حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر پر گئی تھیں، (لیکن نہ جانا ہی بہتر ہے)۔ (مستفاد: کفایت المفتی زکریا ۱۹۴/۴، جدید زکریا مطول ۵/۵۵۹، مکتبہ امدادیہ ۱۸۳/۴، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۱۹۱، میرٹھ ۱۳/۳۲۹، آپکے مسائل ۴/۴۰۶)

قوله: ولو للنساء، وقيل: تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن.

(شملی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارت القبور کراچی ۲/۲۴۲، زکریا ۳/۱۵۰)

والأصح أن الرخصة ثابتة للرجال والنساء، وحاصله أن محل

الرخص لهن، إذا كانت الزيارة على وجه ليس فيه فتنه. (حاشیة الطحطاوی

على المراقی، فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب دیوبند/ ۶۲۰)

فالصواب الذي ينبغي عليه الاعتماد هو جواز الزيارة للنساء، إذا

كان الأمن من تضييع حق الزوجة والتبرج والجزع والفرع، ونحوه من

الفتن. (بذل المجهود، الجنائز، باب فی زیارت النساء القبور، دارالبشائر الإسلامية

۱۰/۵۲۸، تحت رقم الحديث/۳۲۳۶

عن عبد الله بن مليكة قال: توفي عبد الرحمن بن أبي بكر^{رض} بالحبشي قال فحمل إلى مكة فدفن فيها فلما قدمت عائشة أتت قبر عبد الرحمن . الحديث: (ترمذی، الجناز، باب ماجاء فی الزيارة للقبور للنساء، النسخة الهندية ۱/۲۰۳، دارالسلام رقم الحديث/۱۰۵۵)

ويرد عليه أن عائشة كيف زارت مع النهي، ويمكن أن يجاب أن النهي محمول على تكثير الزيارة، لأنه صيغة مبالغة ولذا قالت: لو شهدتك ما زرتك لأن التكرار يبنى عن الإكثار. (حاشية ترمذی، النسخة الهندية ۱/۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۴۶)

عورتوں کا اولیاء کی قبروں پر جانا

سوال: [۴۰۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا قبروں پر جا کر چادر چڑھانا اور بوں و کنار کرنا کیسا ہے اور کیا عورتیں صاحب قبر کو برہنہ نظر آتی ہیں، اور عورتوں کے لئے قبر پر جانے کا کیا حکم ہے؟ کیا اولیاء اللہ کی قبر پر جاسکتی ہیں یا نہیں؟
المستفتی: مسعود احمد خان، کاس گنج، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور اکرم ﷺ نے شروع میں زیارت قبور سے منع فرمایا بعد میں یاد آخرت اور عبرت حاصل کرنے کی غرض سے زیارت قبور کی اجازت ہوگئی، لیکن یہ اجازت صرف مردوں کے واسطے ہے عورتوں کیلئے نہیں ہے، اس لئے کہ عورتیں قبروں اور مزارات پر جا کر عبرت حاصل نہیں کرتیں بلکہ یا تو جزع فزع کرتی ہیں، یا

اولیاء اللہ سے مرادیں مانتی ہیں، یہ دونوں چیزیں ناجائز اور حرام ہیں، اور اس نیت سے قبروں پر چادر چڑھانا کہ چادر چڑھانے کی وجہ سے صاحب قبر کو فائدہ پہونچتا ہے، یا چادر چڑھانے کے نتیجہ میں چادر چڑھانے والے کی مراد پوری ہوگی، یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں، اسی طرح بوسہ دینا بھی جائز نہیں، حدیث میں وارد ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے اور یہی بات فقہاء نے بھی لکھی ہے، اب رہی یہ بات کہ میت کی روح کو عورتیں تنگی نظر آتی ہیں، احقر کی نظر سے نہیں گذری۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوارات القبور. (ترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی کراهیة زیارة القبور للنساء، النسخة الهندیة ۲۰۳/۱، دارالسلام رقم: ۱۰۵۶)

وأعلم بأنها كلما قصدت الخروج كانت في لعنة الله والملائكة وإذا خرجت يحفها الشيطان من كل جانب، وإذا أتت القبور يلعنها روح الميت، وإذا رجعت كانت في لعنة الله. (تاتار خانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون الجنائز، المتفرقات زکریا ۳/۹۲، رقم: ۳۸۰۲)

ولا يمس القبر ولا يقبله فإنه من عادة أهل الكتاب. (طحطاوی علی مرقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب دیوبند/ ۶۲۰)

تكره الستور على القبور. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن الميت کراچی ۲/۲۳۸ زکریا ۳/۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴ھ/۶/۲۶

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۶۸/۴۰)

قبروں پر چادر چڑھانا

سوال: [۴۰۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبروں پر

چادر چڑھانا، پھول شیرینی چڑھانا کیسا ہے؟

المستفتی: زیر عالم انصاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبروں پر چادر پھول شیرینی وغیرہ چڑھانا خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین و سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے یہ سب بدعات ممنوعہ ہیں، مسلمانوں کو ان سب خرافات سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۲/۳۸۱، ۱/۲۰۹، ۳۳/۱۱، جدید ڈائجیل ۲/۹، ۱۷۴، ۱۷۵، امداد الفتاویٰ ۵/۳۴۰)

قال العینی: إن إلقاء الريا حين ليس بشيئي. (فيض الباری، الجنائز، باب

الجريد على القبر کوئٹہ ۲/۴۸۹)

کرہ بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء... ويكره الستور على القبور. (شامی، کتاب الخطر والإباحة، قبیل فصل فی النظر واللمس کراچی ۶/۳۶۳، زکریا ۹/۵۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۷۳)

حاجت روائی کی خاطر چراغاں کرنا

سوال: [۴۰۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گھر میں

ایک گھنٹہ چراغی کرنے کو کہتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ اوپر سے کہتے ہیں انھیں چراغوں سے مانگو یہی بیڑا پار لگائیں گے۔

المستفتی: محمد جاوید، محلہ شیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گھر پر چراغی دینا اور ان چراغوں سے مانگنا اور انکو

حاجت روا سمجھنا موجب شرک ہے، توبہ کر کے باز آجانا لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ۱/۲۰۶)
 أن اسراج السرج الكثيرة في السلك والأسواق بدعة الخ. (نفع
 المفتى والسائل ۱۳۸/۱، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۲۵، ذابھیل ۳/۲۶۰، من تنقیح
 الشامی الحامدیہ ۲/۳۵۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۹/۲۴)



۱۸/ باب إیصال الثواب للمیت

کیا مؤمن اپنی قبر میں ثواب کا محتاج ہے؟

سوال: [۴۰۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب مؤمن بندہ کا انتقال ہو جاتا ہے، تو وہ قبر میں ثواب کیلئے محتاج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتی: عبدالسلام، ضلع پورنیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں مؤمن بندہ اپنی قبر میں خود ثواب کا محتاج ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن عباس ^{رض} قال: قال النبي ﷺ ما السميت في القبر إلا كالغريق الممتوًث، ينتظر دعوة تلحقه من أب، وأم، أو أخ، أو صديق، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا وما فيها، وإن الله عز وجل ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال الجبال، وإن هدية الأحياء إلى الأموات الاستغفار لهم. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في بر الوالدين، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما، دار الكتب العلمية بيروت ۶/۲۰۳، رقم: ۷۹۰۵، باب في الصلاة، على من مات من أهل القبلة، فصل في زيارة القبور ۷/۱۶، رقم: ۹۲۹۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ رزی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۹/۲۳)

ایصالِ ثواب زندہ مردوں دونوں کو کیا جاسکتا ہے

سوال: [۴۰۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا قرآن پڑھ کر زندہ کو بھی بخشا جاسکتا ہے؟ یا صرف مردوں کو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن خوانی اپنی کرنی چاہئے؟ یہ کیسا ہے درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شفیع احمد بحرین، معرفت: مولانا عبد الجبار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دونوں کیلئے درست ہے۔

الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره (تحتہ فی الشامیة) أى من الأحياء والأموات. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الحج، باب الحج، عن الغير مطلب فیمن أخذ فی عبادتہ شیئا من الدنیا کراچی ۲/ ۵۹۵، ۵۹۶، زکریا ۴/ ۱۰، ۱۱، مطبوعہ کوئٹہ ۲۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کاتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ شوال ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۴/۲۳)

ایصالِ ثواب سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا راحت میں اضافہ ہوتا ہے!

سوال: [۴۰۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایصالِ ثواب کرنے سے مردے کی روح کو کیا فائدہ پہونچتا ہے، یعنی اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے یا اسکی راحت میں اضافہ ہوتا ہے؟ (۲) قبر پر جب کوئی فاتحہ پڑھنے جاتا ہے، یا گھر پر ایصالِ ثواب کرتا ہے تو کیا

مردے کی روح کو خبر ہو جاتی ہے، اور اس کی روح خوش ہوتی ہے، یا روح کو بالکل خبر نہیں ہوتی کہ اس کیلئے کیا کیا جا رہا ہے؟

المستفتی: احقر محمد احمد خان، فیض گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) میت کو ثواب پہنچانے سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، درجات کی بلندی میں ترقی ہوتی ہے، حزن میں کمی ہوتی ہے، سرور میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/۲۸۴، جدید ڈائجیل ۹/۲۱۸)

عن أنس أنه سأله ، عليه السلام فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إنا نتصدق عن موتانا ، ونحج عنهم وندعولهم ، فهل يصل ذلك إليهم؟ قال : نعم ، إنه ليصل إليهم ، وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدى إليه ، رواه ابو حفص الكبير العكبري . (فتح القدير ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير زكريا ۳/۱۳۳ ، كوث ۳/۶۶ ، مصری قدیم ۳/۱۴۳)

(۲) میت کو جب ایصال ثواب کیا جاتا ہے، تو مردہ کو اس سے خوشی ہوتی ہے، اور زندوں کے اچھے برے اعمال جن کا تعلق سب سے ہوتا ہے، اسکی میت کو اطلاع دی جاتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۴۰۹، جدید ڈائجیل ۱/۵۹۷)

عن أنس بن مالك رضي يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم إن أعمالكم تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات ، فإن كان خيراً استبشروا به ، وإن كان غير ذلك ، قالوا: اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا . (مسند أحمد بن حنبل ۳/۱۶۵، رقم: ۱۲۷۱۳، ومثله في المعجم الأوسط للطبرانی ، من أسمه أحمد دار الفكر بيروت ۱/۵۶، ۵۷، رقم: ۱۴۸، المعجم الكبير للطبرانی دار احیاء التراث العربی ۴/۱۲۹، رقم: ۳۸۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۷/۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۷۷)

مرنے کے بعد بعض جائز و ناجائز اعمال

سوال: [۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کے حق میں شریعت کی رو سے کیا کیا کرنا چاہئے، نیز لوگ تیجہ چالیسواں کرتے ہیں تو یہ کرنا جائز اور درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد طیب سیتا پوری، معلم:
مدرسہ شاہی، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انسان کے مرنے کے بعد جو چیز شریعت میں ثابت اور محبوب ہے اور میت کے حق میں مفید اور کارگر ہے وہ اس کیلئے ایصال ثواب کرنا ہے، اس کے علاوہ دیگر چیزیں تیجہ و چالیسواں وغیرہ اور دیگر رسومات سب بے اصل ہیں، جن کا سلف و خلف و خیر القرون تک کہیں بھی کسی سے ثبوت نہیں ملتا بلکہ فقہاء نے ان تمام رسومات کو بدعتِ قبیحہ فرمایا ہے، اسلئے مسلمانوں کو ان رسومات و بدعات سے احتراز و اجتناب کرنا لازم ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله، إلا من ثلاثة، إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له. (صحیح مسلم، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، النسخة الهندية ۴۱/۲، بیت الأفكار رقم: ۱۶۳۱)

ویکثره الضیافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة (قوله) ویکثره اتخاذ الطعام أى فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل الميت کراچی ۲/۲۴۰، زکریا ۳/۴۸)

وإطعام الطعام فی الأيام المخصوصة كالثالث والخامس و التاسع

والعاشر والعشرين والأربعين والشهر السادس والسنة بدعة . (شرح منهاج بحوالہ امداد المفتیین ۱۵۸/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰/رجب ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۵۱/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/۷/۱۴۲۱ھ

کیا میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

سوال: [۴۰۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر مردہ کو ایصال ثواب کیا جائے تو اسے ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر ثواب پہنچتا ہے تو کیا اس ایصال ثواب سے عذاب و عقاب میں بھی کمی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی صراحت ہو تو تحریر فرمائیں؟

المستفتی: جاوید عالم بن ظہیر عالم، لاجپت نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نیک کام مثلاً صدقہ خیرات حج بدل اور تلاوت وغیرہ کر کے ایصال ثواب کرنے سے یقیناً مردے کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کے ذریعہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، اور ثواب پہنچانے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة . (البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ذكرها ۱۰۵/۳، کوئٹہ ۵۹/۳)

قال الخطابي وفيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور لأنه إذا كان يرجى عن الميت التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن سورة يس خفف الله عنهم يومئذ . (عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب من

الکبائر أن لا يستتر من بوله زكريا ۲/۵۹۸، تحت رقم الحديث: ۲۱۶، ۱۱۸/۳)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ لأبي إذا أردت أن تتصدق صدقة فاجعلها عن أبويك فإنه يلحقهما ما ولا ينتقص من أجرهما شيئاً. (شعب الإيمان، دارالكتب العلمية بيروت ۲۰۴/۶، حديث ۷۹۱۱)

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ من حج عن والديه بعد وفاتهما كتب له عتقاً من النار وكان للمحجوج عنهما أجر حجة تامة من غير أن ينقص من أجورهما شيئاً. (شعب الإيمان، دارالكتب العلمية بيروت ۲۰۴/۶، حديث: ۷۹۱۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۱۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۰۹/۳۸)

کیا ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے

سوال: [۴۰۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگ میت کیلئے ایصالِ ثواب قرآن نماز صدقہ خیرات وغیرہ سے جو کرتے ہیں، تو کیا وہ سب ثواب مرحومین کو پہونچ جاتا ہے؟ یا ہم کو بھی اس تلاوت، خیرات، صدقہ، نماز وغیرہ کا ثواب ملتا ہے؟

المستفتی: حبیب اللہ تاج، سعودی عرب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن کریم کی تلاوت نیز ذکر و اذکار نماز روزہ وغیرہ اسی طرح غرباء و مساکین پر صدقہ خیرات کر کے مرحومین کو جو ثواب پہونچایا جاتا ہے، تو اسمیں مرحومین کو ثواب پہونچنے کیساتھ ساتھ پڑھنے والوں یا صدقہ کرنے والوں کو بھی برابر

کا ثواب ملتا ہے کسی کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی ہے۔

وعن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
إذا تصدق بصدقة تطوعاً أن يجعلها عن أبيه فيكون لهما أجرها، ولا
ينقص من أجره شيئاً رواه الطبرانی في الأوسط وفيه خارجه بن مصعب
الضبي وهو ضعيف. (مجمع الزوائد، باب الصدقة على الميت دار الكتب العلمية
بيروت ۳/۱۳۸، ۱۳۹، رقم: ۴۷۶۹)

فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة
سواء كان المجهول له حياً أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شيئاً وأخرج
الطبرانی والبيهقي في الشعب عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ إذا
تصدق أحدكم بصدقة تطوعاً فليجعلها عن أبيه فيكون لهما أجرها ولا
ينقص من أجره شيئاً. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب
أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، دار الكتاب ديوبند/۶۲۲، قديم/۳۴۱، هكذا في
الشامی، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له،
کراچی ۲/۲۴۳، ذکر یا ۳/۱۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۷۹/۳۵)

قرآن خوانی، میلاد، خیرات اور نوافل کے ثواب کی مقدار

سوال: [۴۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص
کے چار لڑکے تھے اس شخص کا انتقال ہو گیا، ایک لڑکا کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ایصال ثواب
کیلئے قرآن خوانی کرونگا، دوسرے لڑکے نے کہا کہ میں میلاد شریف کرونگا، تیسرے لڑکے نے

کہا میں اپنے باپ کیلئے خیرات کروں گا، چوتھے لڑکے نے کہا میں اپنے باپ کیلئے نفل پڑھ کر ثواب پہونچاؤں گا اب آپ یہ بتائیں کہ سب کو الگ الگ کام کرنے میں کتنی نیکیاں ملیں گی؟
المستفتی: محمد ابراہیم، ڈاکخانہ، ہاتھی پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن پڑھنے والے کی طرف سے ہر ایک آیت کے عوض دس آیتوں کا ثواب اور صدقہ کرنے والے کی طرف سے ہر ایک روپیہ کے عوض دس روپیہ کا ثواب اور نفل پڑھنے والے کی طرف سے ہر ایک نفل کے عوض دس نوافل کا ثواب ملتا رہے گا اور ثواب دس سے لیکر سات سو گنا تک ملتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا. (الإِنْعَام: ۱۶۰)

اور حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ كل عمل ابن آدم يضاعف، الحسنة أمثاله إلى سبع مائة ضعف الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فصل الصيام، النسخة الهندية ۱/۳۶۳، بيت الأفكار رقم: ۱۱۵۱)

اور مروجہ میلاد شریف کرنے والے کی طرف سے اس مرحوم باپ کو کوئی ثواب کی امید نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ محرم ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۹۲۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱/۳

کیا مردہ ایصال ثواب کرنے والے کو پہنچاتا ہے؟

سوال: [۴۰۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا بیچ

گانہ اذان قبرستان میں مردے سنتے ہیں اور اگر قبرستان میں پہونچ کر کوئی ایصال ثواب کرتا ہے تو قبروں والے اسے پہنچاتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ وہ رشتہ دار یا ماں باپ اہل و عیال

ہوں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد عثمان، فینسی کارنر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بعض احادیث شریفہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ مردہ اتنی دور کی بات سن لیتا ہے جتنی دور سے عام طور پر لوگ سنا کرتے ہیں، حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، کہ جب تم قبرستان کے پاس سے گزرو تو ان کو ان الفاظ سے سلام کرو ”السلام علیکم یا دار قوم مؤمنین“ نیز حدیث قلیب بدر کے بارے میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صراحت کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ مردہ اپنی قبر میں سنتا ہے۔

عن ابن عمر قال وقف النبی ﷺ علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ما وعد ربکم حقاً ثم قال انہم الآن یسمعون ما أقول لہم . (بخاری شریف، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، النسخة الهندیة ۵۶۷/۲، رقم: ۳۸۳۷، ف: ۳۹۸۰)

عن أنس عن النبی ﷺ قال العبد إذا وضع فی قبرہ وتولّی وذهب أصحابہ حتی أنه یسمع قرع نعالہم . (بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال ۱/۱۷۸، رقم: ۱۳۲۳)

اگر قبرستان سے مسجد متصل ہے اور اس میں اذان دی جا رہی ہے، تو اس مسجد کی اذان اس قبرستان کے مردے اتنی دور تک سن سکتے ہیں جتنی دور تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے، جب مردے قبرستان سے گزرنے والے لوگوں کے جوتے کی آواز سنتے ہیں تو اذان کا سننا بھی انہیں روایات سے ثابت ہے۔

عن أنس عن النبی ﷺ قال العبد إذا وضع فی قبرہ وتولّی وذهب أصحابہ حتی أنه یسمع قرع نعالہم . (بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، النسخة الهندیة ۱/۱۷۸، رقم: ۱۳۲۳)

اور سوالنامہ میں سوال قائم کیا گیا ہے، کہ کوئی رشتہ دار قبرستان میں جا کر ایصالِ ثواب کرتا ہے، تو مردہ اس کو پہچان بھی لیتا ہے، اور اس سے مانوس بھی ہوتا ہے، حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح کے اندر اس طرح کی روایتیں نقل فرمائی ہیں۔

قال ابن عبد البر ثبت عن النبی ﷺ أنه قال ما من مسلم يمر علی قبر أخیه کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیہ إلا رد الله علیہ روحه حتی یرد علیہ السلام، فهذا نص فی أنه یعرفه بعینه، ویرد علیہ السلام. (الروح / ۲۳)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول الله ﷺ ما من رجل یزور قبر أخیه ویجلس عنده إلا استأنس به ورد علیہ حتی یقوم. (کتاب الروح / ۲۵)

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: إذا مر الرجل بقبر أخیه فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفه وإذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیہ رد علیہ السلام. (کتاب الروح / ۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۳/۱۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۷۰/۳۶)

ایصالِ ثواب کا بہتر طریقہ

سوال: [۴۰۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایصالِ ثواب کا سب سے بہتر طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: حبیب الرحمن، ساکن شہباز پور کلاں، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کیلئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے، تلاوت قرآن صدقہ و خیرات وغیرہ کا رخیر میں سے جس سے چاہے، کر دیا کریں۔

سواء كانت صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً
الخ. (شامی، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فیمن أخذ من عبادته شیئاً من
الدنیازکریا ۱۰/۱، کراچی ۵۹۵/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۱۱)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۲۷ھ

غریبوں کو کھانا کھلائیں یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرائیں

سوال: [۲۰۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک
بڑی رقم خرچ کر کے اللہ کے نام پر مہمانوں رشتہ داروں دوست و احباب غریبوں یتیموں
بیواؤں مسکینوں ناداروں کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب والدین کی روح کو پہنچایا جائے یا وہ رقم
مسجد کی توسیع و تعمیر کام میں خرچ کی جائے؟
(۲) کس کام کو کرنے سے مقصد پورا ہوگا، کھانا کھلانے سے یا مسجد کی توسیع و تعمیر میں
خرچ کرنے سے؟ بالتفصیل جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد نعیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مہمانوں، رشتہ داروں اور یتیموں وغیرہ کو کھانا
کھلا کر ثواب پہنچانے اور مسجد کی توسیع و تعمیر میں خرچ کر کے ثواب پہنچانے ہر دو کام
سے مقصد پورا ہو جائیگا، مگر مسجد کی توسیع و تعمیر میں خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ صدقہ
جاریہ ہے، اس کا ثواب برابر ملتا رہیگا۔

عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: سبعة يجري للعبد أجرهن وهو
في قبره بعد موته من علم علماً، أو كرى نهراً، أو حفر بئراً، أو غرس

نخلأ، أو بنی مسجداً، أو ورث مصحفاً، أو ترک ولداً یستغفر له بعد موته.
(شعب الإیمان للبيهقي، باب فی الزکاة، فصل فی الاختیار فی صدقة التطوع، دارالکتب
العلمیة بیروت ۳/ ۲۴۸، رقم: ۳۴۴۹، ومثله ۳۴۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۸۷)

مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

سوال: [۴۰۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مالی
صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا کسی حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو
حدیث شریف تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مالی صدقات کا ثواب مرحومین کو پہونچانا جائز اور
افضل ہے جو مندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہے۔

عن ابن عباسؓ أن رجلاً قال: يا رسول الله ﷺ! إن أُمِّي توفيت أفينفعها
إن تصدقت عنها، قال نعم، قال: فإن لي مخرفاً فأشهدك أني قد صدقت به
عنها. (ترمذی شریف، أبواب الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة عن الميت، النسخة الهندية
۱/ ۴۵، دارالسلام رقم: ۶۶۹، سنن نسائی، فضل الصدقة عن الميت، النسخة الهندية
۲/ ۱۱۴، رقم: ۳۶۵۵، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۳۷۰، رقم: ۳۵۰۴، صحيح ابن خزيمة،
المکتب الإسلامی ۲/ ۱۱۹۷، رقم: ۲۵۰۰، سنن أبي داؤد، باب فيمن مات من غير و
صية يتصدق عنه، النسخة الهندية ۱/ ۳۹۸، دارالسلام رقم: ۲۸۸۲، المستدرک، کتاب
الزکاة، قديم ۱/ ۴۲۱، مکتبه نزار مصطفى الباز ۲/ ۵۹۱، رقم: ۱۵۳۱)

أنبأنا ابن عباسؓ أن سعد بن عبادۃ أخوا بني ساعدة توفيت أمه وهو

غائب عنها، فأتى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله ﷺ! إن أمي توفيت وأنا غائب عنها فهل ينفعها شيء إن تصدقت به عنها، قال: نعم، قال فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها. (بخارى شريف، كتاب الوصايا، باب الاشهاد في الوقف والصدقة والوصية، النسخة الهندية ۱/۳۸۷، رقم: ۲۶۸۱، ف: ۲۷۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۴۰/۴۰)

کیا عبادات بدنیک کا ثواب پہونچانا بھی حدیث سے ثابت ہے؟

سوال: [۴۰۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبادات بدنیک کا ثواب دوسروں کو پہنچانا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس سلسلے میں کوئی نص ہو تو تحریر کریں۔ ممنون ہوں گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عبادات بدنیک کا ثواب مرحوم والدین کو اور دوسروں کو پہنچانا جائز ہے جو حسب ذیل روایات سے ثابت ہے۔

عن الحجاج بن دينار قال: قال رسول الله ﷺ إن من البر بعد البر أن تصلي عليهما مع صلاتك، وأن تصوم عنها مع صيامك، وأن تصدق عنهما مع صدقتك. (مصنف لإبن أبي شيبة، كتاب الجنائز، ما يتبع الميت بعد موته، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۷/۴۸، رقم: ۱۲۲۱۰)

عن ابن عباسؓ قال: قال رجل: يا رسول الله ﷺ! إن أبي مات، ولم يحج، أفأحج عنه؟ قال: أرأيت لو كان على أبيك دين أكنت تقضيه؟ قال: نعم، قال:

فدین اللہ أحق . (سنن النسائي، مناسك الحج، تشبيه قضاء الحج بقضاء الدين، النسخة الهندية

۳/۲، دار السلام رقم: ۲۶۴۰، مسند الدارمی دارالمغنی ۱۱۵۷/۲، رقم: ۱۸۷۸)

عن أبي أسيد مالك بن ربيعة قال: بينما نحن عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ جاءه رجل من بني سلمة فقال: يا رسول الله ﷺ: أبقى من بر أبوي شيء أبرهما به من بعد موتهما قال: نعم، الصلوة عليهما والاستغفار لهما، وإيفاء بعهودهما من بعد موتهما وإكرام صديقيهما وصلوة الرحم التي لا توصل إلا بهما . (ابن ماجه، ابواب الأدب، باب صل من كان أبوك يصل، النسخة الهندية ۱/۲۶۰، دار السلام رقم: ۳۶۶۴، الأدب المفرد، دار الكتب العلمية بيروت/ ۲۴، رقم: ۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: الف خاص/ ۱۱۵۲۵)

کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا

سوال: [۲۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سعودی عرب سے شائع ہونے والے قرآن کریم کے ترجمہ سورۃ النجم کی آیت ۳۹، میں جو مولانا محمد علی جو نا گڑھی کا ہے ”وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ مَا سَعَى“ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا ہے، لہذا آنجناب سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ قرآن و احادیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، کہ کیا واقعی قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا ہے؟

المستفتی: حاجی معراج الدین، جھوکا ناالہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سعودی عرب سے شائع شدہ جس قرآن کریم کا

حوالہ سوالنامہ میں دیا گیا ہے، اس کا ترجمہ مولانا محمد علی جو نا گڑھی غیر مقلد کا ہے، اور اس کے حاشیہ میں تفسیر دوسرے غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف کی ہے، اور سورہ نجم کی مذکورہ آیت کے حاشیہ نمبر ۵ کے ذیل میں دو باتیں لکھی ہیں۔

(۱) قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں درج ہے، یہی غیر مقلدین کا عقیدہ ہے۔

(۲) دوسری بات یہ لکھی ہے، کہ دعا اور صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچ جاتا ہے، اور قرآن کریم پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانے اور دعا صدقہ و خیرات کے ذریعہ ثواب پہنچانے کے درمیان فرق غیر مقلدین اپنی طرف سے کرتے ہیں، حالانکہ حدیث شریف میں مردوں کے سامنے سورہ یسین پڑھنے اور دفن کے بعد سرہانے اور پائے تانے میں کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کے شروع و آخر کی آیات پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، اگر اس پڑھنے سے مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا ہے تو حدیث میں جو پڑھنے کی ترغیب ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، ضرور ثواب پہنچتا ہوگا، نیز صلاح الدین یوسف نے جو اپنے قلم سے لکھا ہے کہ دعا کا ثواب پہنچ جاتا ہے، تو یہ بھی تو دوسرے کا عمل اور دوسرے کی محنت ہے، جس کا ثواب میت کو پہنچ رہا ہے، نیز جب دعا کا ثواب پہنچ جاتا ہے، تو قرآن کریم کی تلاوت کر کے اللہ سے یوں دعا کی جائے کہ ”اے اللہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے“، تو اس طرح دعا کر کے ثواب پہنچانے میں کیا رکاوٹ ہے، جیسا کہ صلاح الدین صاحب خود اس طرح دعا کے ذریعہ ثواب پہنچنے کے قائل ہیں، اور قرآن خوانی کا ثواب بھی دعا کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے، لہذا صلاح الدین یوسف کا دعا کے ذریعہ ثواب پہنچنے کا اقرار کرنا پھر قرآن خوانی کا ثواب دعا کے ذریعہ پہنچنے کا انکار کرنا یہ دو متضاد باتیں ہیں جو درست نہیں ہے، اور جو علماء قرآن خوانی کا ثواب میت کو پہنچنے کے قائل ہیں، وہ بھی دعا کے ذریعہ ہی سے پہنچانے کو کہتے ہیں، اس لئے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

عن معقل بن یسار رض قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إقرأوا یس علی موتاکم . (أبو داؤد، باب القراءة عند المیت، النسخة الهندية ۱/ ۴۴۵، دارالسلام رقم: ۳۱۲۱، سنن ابن ماجه، باب ماجاء فیما یقال عند المریض إذا حضر، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۴، دارالسلام رقم: ۱۴۴۸، المعجم الكبير، دار احیاء التراث العربی ۲۰/ ۲۱۹، ۵۱۰/، مسند احمد ۵/ ۲۶، ۲۵۶۷، مسند أبي داؤد طيا لسی، دارالکتب العلمیة بیروت ۸/ ۴۹۸، رقم: ۹۷۳، صحیح ابن حبان، دارالفکر ۴/ ۳، رقم: ۲۹۹۸)

عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن أبيه قال قال: لي أبي: يا بُنَيَّ إذا أنا مت فالحديني، فإذا وضعتني في لحدي فقل بسم الله وعلى ملة رسول الله ثم سن على الثرى ثم اقرأ عند رأسى بفاتحة البقرة وخاتمتها فإني سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول ذلك . (المعجم الكبير، داراحیاء التراث العربی ۱۹/ ۲۲۱، ۴۹۱)

عن عطاء بن أبي رباح سمعت عبد الله بن عمر سمعت النبي صلی اللہ علیہ وسلم يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلى قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة الكتاب وعند رجله بخاتمة البقرة في قبره . (شعب الإيمان، دارالکتب العلمیة بیروت ۷/ ۱۶، ۹۲۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۱/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۱۵/۴۱)

قرآن پڑھ کر متعدد اموات کو ثواب پہنچانا

سوال: [۴۰۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ساتھ جب ایصال ثواب کرنا ہو تو ایک ساتھ ایک ہی میت کو ایصال ثواب کیا جائے، یا ایک ساتھ متعدد اموات کو بھی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، مثلاً قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھ کر ایصال

ثواب کرنا ہے تو اس کا ثواب ایک میت کو جایگا یا متعدد کو بھی پہنچایا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن مجید یا صدقات نافلہ کا ثواب بیک وقت

متعدد اموات کو پہنچانا جائز ہے؛ بلکہ افضل یہی ہے کہ ایصال ثواب کرتے وقت تمام مؤمنین کی نیت کر لی جائے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈائجیل ۸۶/۳، امداد الفتاویٰ ۵۳۷/۳)

الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات

لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء هو مذهب أهل السنة والجماعة .

(شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت وإهداء ثوابها له کراچی ۲/۴۳، زکریا ۳/۵۱، الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الزکوٰۃ، الفصل السادس عشر، إيجاب الصدقة وما يتصل به زکریا ۳/۲۶۸، رقم: ۴۳۴)

عن أبي هريرة مرفوعاً من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل

هو الله أحد، وألهاكم التكاثر، قال: أَللَّهُمَّ! إني جعلت ثواب قراءتي من كلامك لأهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له إلى يوم القيامة . (شرح الصدور ۲۱۰/)

من مر على المقابر فقرأ فيها إحدى عشرة مرة "قل هو الله أحد"

ثم وهب أجره الأموات أعطي من الأجر بعدد الأموات . (كنز العمال ۱۵/۲۷۶، رقم الحديث: ۴۲۵۸۹)

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز

ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت وإهداء ثوابها له کراچی ۲/۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۳۵۴/۴۰)

نابالغ بچہ کا ایصالِ ثواب کرنا

سوال: [۴۰۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نابالغ بچہ کے قرآن پڑھنے کا ایصالِ ثواب دوسرے تک پہنچے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد آفتاب عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نابالغ بچے اگر قرآن کریم پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب پہنچائیں تو اس سے خود ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی اور میت کو ثواب پہنچ جائے گا۔

وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لأبویہ . (الدر مع الرد، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ذکر یا ۳/۱۱، کراچی ۲/۴۲۱، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز، دارالکتاب دیوبند/۵۸۷)

وتصح عباداتہ وإن لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابہا والمعتمد أنہ لہ الخ. (الأشباہ، کراچی ۲/۴۲۱)

والأصل فیہ أن الإنسان لہ أن یجعل ثواب عملہ لغيرہ صلوة أو وصوماً أو صدقة أو قراءة قرآن . (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، کوئٹہ ۳/۵۹، ذکر یا ۳/۱۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۱/۱۲/۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۳۵/۳۹)

نابالغ کو ایصالِ ثواب اور دودھ بخشنا

سوال: [۴۰۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چھوٹے بچے کی وفات کے بعد اس کے لئے قرآن مجید پڑھنا یا پڑھوانا کسی اور چیز کے ذریعہ ایصال

ثواب کرنا سنت طریقہ ہے یا نہیں؟ اور بچے کو ثواب کی ضرورت پڑتی ہے یا نہیں؟ اور بہت سی عورتیں دودھ بخشواتی ہیں کہتی ہیں اللہ نے بخشائیں نے بخشایہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟
المستفتی: محمد شفیع، قصبہ منڈا اور، محلہ افغانان، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نابالغ اور چھوٹے بچے کے لئے بھی قرآن کریم پڑھکر ایصال ثواب کرنا مسنون ہے اور بچے کو بھی ثواب مل جاتا ہے، بچے کو بھی ثواب درجہ کی ضرورت ہے۔

كما استفادہ من الدر المختار وهو دعاء له أيضا بتقديمه في الخير لا سيما وقد قالوا: حسنات الصبي له لا لأبويه بل لهما ثواب التعليم وفي الشامية حاصله أنه إذا كانت حسناته أي ثوابها له يكون أهلاً للجزاء والثواب، فناسب أن يكون ذلك دعاء له أيضاً لينتفع به يوم الجزاء الخ.
(الدر المختار مع الشاميه، كتاب الصلاة، باب صلاة، الجنابة، كراچی ۲/۲۱۵، زكريا ۳/۱۱۴، مطبوعه كوثه ۶/۶۴، مصری ۱/۸۱۹، هكذا في الطحطاوى على المراقى، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، دار الكتاب ديوبند ۵۸۷، قديم ۳۲۲/۳)
عورتوں کا دودھ بخشوانے کا طریقہ قرآن کریم و حدیث و فقہ میں احقر کی نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۶۶۰)

قبر کے پاس قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

سوال: [۴۰۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبرستان میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ کیا کوئی شخص قبر کے پاس بیٹھ کر

قرآن شریف دیکھ کر پڑھ سکتا ہے؟

المستفتی: واجد الحق، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر کسی کو زبانی یاد نہیں ہے تو قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کو ایک رسم بنالینا اور اس کا التزام کرنا درست نہیں ہے۔ (مستقفا فتاویٰ محمودیہ قدیم ۴/۲۲۶، جدید ڈائجیل ۹/۲۶۳، کفایت المفتی قدیم ۴/۱۸۴، جدید زکریا ۴/۱۹۶، جدید زکریا مطول ۵/۶۰۳)

(وجوزها) أى القراءة عند القبر (محمد وبه) أى بقول محمد (أخذ) للفتوى لما فيه من النفع. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية فصل فى المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت ۲۲۰، مصرى قديم ۲/۵۵۲، الهندية، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زکریا ۱/۱۶۶)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (شرح الطيبي، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد كراچی ۲/۳۷۴، رقم الحديث: ۹۴۶، مرقاة، مكتبه امدادیہ ملتان ۲/۳۵۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷ھ/۷/۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم/رجب ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۰/۳۹۳۴)

قبر پر بیٹھ کر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

سوال: [۴۰۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

قبرستان میں قرآن کریم کا دیکھ کر پڑھنا جیسے والد صاحب کی قبر پر پڑھنا کیسا ہے؟ جواب سے مطلع کریں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد اسلم غفی عنہ، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قبرستان میں یا کسی مخصوص قبر کے پاس عذاب میں تخفیف، خیر و برکت اور رحمت کی غرض سے قرآن کریم کی تلاوت دیکھ کر یا زبانی کرنا مستحب ہے۔

قال الخطابي: فيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور؛ لأنه إذا كان يرجى عن الميت التخفيف بتسبيح الشجر، فتلاوة القرآن العظيم أعظم رجاء وبركة. (عمدة القارى، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، بيروت قديم ۱۱۸/۳، زكريا ۵۹۸/۲، تحت رقم الحديث ۲۱۶/)

ولا يكره الدفن ليلاً وله إجلال القارئ عند القبر وهو المختار، وفي الشامية: ولا يكره الجلوس للقراءة على القبر في المختار. (الدرمغ الرد، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب في وضع الجريد ونحو الآس على القبور زكريا ۱۵۵/۳، ۱۵۶، كراچی ۲/۲۴۶، نعمانيه ۱/۶۶۸، عالمگیری، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن زكريا ۱/۱۶۶، جديد ۱/۲۲۷، نفع المفتى والسائل ۱۲۳/)

وفى البحر لا بأس بقراءة القرآن عند القبور وربما تكون أفضل من غيره ويجوز أن يخفف الله عن أهل القبور شيئاً من عذاب القبر. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، قبيل باب الشهيد كونه ۱۹۵/۲، زكريا ۳۴۲/۲)

اور نفس قبر پر بیٹھنے کو بعض فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔

ويكره الجلوس على القبر ووطؤه الخ. (شامى، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فى إهداء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم زكريا ديوبند ۱۵۴/۳، كراچی ۲/۲۴۵، نعمانيه ۱/۶۶۷)

البتہ یہ اعتقاد رکھنا کہ قرآن کریم کو وہاں لے جائے یا عند القبر پڑھے بغیر ثواب نہیں پہونچتا ہے تو یہ بدعت اور ممنوع ہے۔

من اعتقد الوجوب فی أمرٍ ليس بواجب شرعاً أو عمل معاملة
الواجب معه يكون هذا خطأ من الشيطان وبدعة مذمومة . (بذل المجهود،
كتاب الصلاة، باب كيف الانصراف من الصلاة، سهارنپور قدیم ۶/۲، ۱۵، دارالبشائر
الإسلامیہ جدید ۴/۶۷۷، تحت رقم الحديث / ۱۰۴۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵۱/۲۳)

قبر پر قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا

سوال: [۲۰۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قبر پر
ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم یا پارہ میں دیکھ کر تلاوت کرنا کیسا ہے؟ اسی طرح تلاوت
کھڑے ہو کر کرنی چاہئے یا بیٹھ کر؟ نیز قبر کی کس جانب ایصال ثواب کرنے والے کو بیٹھنا
یا کھڑا ہونا چاہئے؟ مفصل بیان فرمائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زبانی یاد ہو تو زبانی ہی پڑھنا چاہئے، لیکن اگر
زبانی یاد نہیں ہے تو قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ
قدیم ۶/۴۲، جدید ڈائجیل ۹/۲۶۲، کفایت المفتی قدیم ۴/۱۸۲، جدید زکریا ۴/۱۹۶، جدید زکریا
مطول ۵/۶۰۳)

قراءة القرآن عند القبور، عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لایکرہ،
و مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ أخذوا بقوله . (ہندیہ، الباب الحادی والعشرون، فی
الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن زکریا ۱/۱۶۶، جدید ۱/۲۲۷)

وأخذ من ذلك جواز القراءة على القبر، والمسئلة ذات خلاف -
إلى- وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار . (حاشیہ

الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، دارالکتاب دیوبند / ۶۲۱)

نیز میت کے پیروں کی طرف سے کھڑے ہو کر ایصال ثواب کرنا بہتر ہے۔
ثم من آداب الزیارة، مآقالوا: من أنه یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من رأسه لاخ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور کراچی ۲/۲۴۳، زکریا دیوبند ۳/۱۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۶۱/۳۲)

ایصال ثواب کیلئے تیجہ اور سوالا کھ کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال: [۴۰۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کی وفات کے بعد تیسرے دن جو تیجہ کیا جاتا ہے، یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز سوالا کھ مرتبہ کلمہ شریف ختم کرنے کا ثواب میت کو ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اس کا ختم کرنا تیجہ میں شامل ہے؟ مفصل ومدلل بیان فرمائیں؟

المستفتی: تصدق حسین، کھرک پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی کی وفات پر بلا وقت اور دن کی تعیین کے میت کیلئے کسی بھی طرح کا ایصال ثواب کرنا خود میت کے حق میں بھی مفید ہے اور ایصال ثواب کرنے والے کے حق میں بھی لہذا سوالا کھ مرتبہ کلمہ شریف کا ختم کرنا یہ بھی ایصال ثواب میں شامل ہے، اور اس کا نام تیجہ نہیں بلکہ وفات کے تیسرے دن جو التزائمات کئے جاتے ہیں، اس کو تیجہ کہا جاتا ہے، اس کا قرآن وحدیث میں کہیں ثبوت نہیں لہذا یہ شرعاً جائز نہیں، اسلئے کہ تیجہ سوالا کھ بیسواں وغیرہ کا التزام مسلمانوں میں اہل ہندو سے آیا ہے۔

ویکرمہ اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع . (شامی ، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰، بزازیہ علی الہندیہ، الصلاة، الخامس والعشرون فی الجنائز، وفيہ الشہید زکریا ۴/۸۱۹، جدید ۱/۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۲۱)

کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا

سوال: [۴۰۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انتقال کے بعد غیر متعین دنوں میں سوالا لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر بخشتے ہیں اور پھر ان کو کھلا کر رخصت کرتے ہیں؟ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

المستفتی: محمد یونس، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایصالِ ثواب کی نیت سے غیر متعین طور پر اور تہجہ وغیرہ کے لوازمات کو چھوڑ کر کلمہ طیبہ پڑھنا درست ہے، اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے آہستہ پڑھنا افضل ہے لیکن اس میں تیسرے دن کی خصوصیت جائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/۴۵۱، ۱۷/۴۳۵، جدید ڈابھیل ۹/۲۴۴)

والأصل فیہ أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة . (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، زکریا ۳/۱۰۵، کوئٹہ ۳/۵۹، الہدایہ، کتاب الحج، باب الحج عن الغير اشرفیہ

دیوبند ۱/ ۱۹۶، الفتاویٰ التاتار خانیہ، کتاب المناسک، الفصل الخامس عشر فی الرجل

یحج عن الغیر، زکریا ۳/ ۶۴۸، رقم: ۵۲۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

۱۳/ ۴/ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۴۶)

نماز، روزہ اور مالی صدقہ کا ثواب مرحومین کو بخشنا

سوال: [۴۰۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

کوئی نفل نماز اپنے والدین کے لئے پڑھ کر بخشی جائے تو اس کا ثواب مردے کو ملتا ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی پیسہ روپیہ مسجد کی تعمیر میں اپنے کسی بزرگ یا کوئی شخص بھی اسکوان

روپیوں کا ثواب اگر بخشا جائے تو ملتا ہے یا نہیں؟

(۳) کوئی بھی صدقات وغیرہ مرحومین کی جانب سے کرنے پر اس کا ثواب مرحومین

کو ملتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عزیز الحسن، امر وہہ گیٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نفل نماز پڑھ کر اپنے والدین کو اس کا ثواب

پہنچانے سے والدین کو ثواب پہنچ جاتا ہے، اور ان کو فائدہ ہوتا ہے۔

الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره، وإن نواها عند

الفعل لنفسه وتحتته في الشامية سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو

قراءة أو ذكراً أو طوافاً، أو حجاً، أو عمرة أو غير ذلك الخ. (الدر المختار

مع الشامی، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، زکریا ۴/ ۱۰، کراچی ۲/ ۵۹۵)

(۲) جی ہاں ملتا ہے۔

(۳) جی ہاں اس کا ثواب مرحومین کو مل جاتا ہے، جیسا کہ سوال ایک میں گزرا۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۰/۱۲/۱۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۵۸)

تراویح میں پڑھے گئے قرآن شریف کا ثواب بخشنا

سوال: [۴۰۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تراویح میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے کیا اس کا ثواب قربت دار مرحومین کو پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟
المستفتی: عبد اللہ طارق، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں مرحومین کو قرآن کریم پڑھنے کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، حدیث سے ثواب پہنچانا ثابت ہے۔

إن المرأة سألت النبي ﷺ عن أبيها مات ولم يحج قال حجي عن أبيك، الحديث: (نسائي شريف، مناسك الحج، تشبيه قضاء الحج بقضاء الدين،

النسخة الهندية ۳/۲، دار السلام رقم: ۲۶۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۱/۲۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۳۵)

چنے پڑھوا کر ایصال ثواب

سوال: [۴۰۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی والدہ کا فی ضعیف ہو چکی ہیں، بچنے کی امید نہیں ہے، زید کی یہ خواہش ہے کہ والدہ ہی

کی زندگی میں ان کے نام ایصالِ ثواب کر دیں، چنانچہ زید گاؤں کے مکتب کے بچوں اور چند علماء کو اپنے گھر دعوت دیکر قرآن خوانی کراتا ہے، اور چنے پڑھواتا ہے، اور پھر ان چنوں میں شکر وغیرہ ملا کر کلمہ خوانی کے بعد تمام لوگوں اور بچوں میں شیرینی کے طور پر تقسیم کرتا ہے، اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں میں سے کچھ چنے پکواتا ہے، اور پھر باضابطہ آئے ہوئے علماء طلبہ اور گاؤں کے لوگوں کو بیٹھا کر ناشتہ اور کھانا کھلاتا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زندہ آدمی کیلئے مذکورہ طریقہ پر ایصالِ ثواب کرنا علما طلبا اور گاؤں کے لوگوں کو ایسے موقع پر بیٹھا کر کھانا اور کلمہ پڑھے ہوئے چنے کا تمام لوگوں میں تقسیم کرنا اور کچھ چنے پکوا کر آئے ہوئے لوگوں کو کھانا شرعاً کہاں تک درست ہے؟ سوال مذکورہ کا مدلل و محقق جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد شفیق الرحمن، سعید نگر، بھاری ٹولہ، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایصالِ ثواب زندہ مردہ دونوں کیلئے کیا جاسکتا ہے، لہذا اگر زید کی والدہ ضعیف ہے اور وہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے افاقہ کیلئے کلمہ خوانی یا قرآن خوانی یا دیگر عبادات وغیرہ کے ذریعہ ایصالِ ثواب کرائے تو یہ شرعاً جائز اور درست ہے لیکن سوال میں ذکر کردہ طریقہ کہ چنے پڑھ کر کھانا یہ شرعاً ثابت نہیں؟ یہ لوگوں کی من گڑھت بدعت ہے، اس سے احترام لازم ہے۔ (مستفاد: دارالعلوم ۵/۴۳۷، امداد الفتاویٰ ۵/۲۶۱)

من صام أو صلی أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ویصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له کراچی ۲/۲۴۳، زکریا ۳/۱۵۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ شعبان ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۸/۷۳۶)

درود شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب

سوال: [۴۰۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص درود شریف وغیرہ پڑھ کر ثواب پہونچائے کسی میت کو تو پہنچ جائیگا یا نہیں؟
المستفتی: محمد ہاشم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کوئی بھی نیک عمل کر کے مثلاً نماز روزہ، صدقہ خیرات، درود شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہونچنے کی نیت کرنے سے ثواب پہونچ جاتا ہے۔
من صام أو صلی أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، اللهم أوصل مثل ثواب ما قرأته لفلان . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت وإهداء ثوابها له کراچی ۲/۲۴۳، زکریا ۳/۱۵۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۶/۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۷/۱۴۲۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۳۳/۳۵)

ایصالِ ثواب کی نیت سے مسجد میں صفیں خرید کر دینا

سوال: [۴۰۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی شخص کے گھر موت ہوگئی اب وہ شخص دسواں نتیجہ نہ کرتے ہوئے اس پیسہ کی صفیں خرید کر میت کے واسطے ایصالِ ثواب کی نیت سے مسجد میں پہونچادے تو کیا ان صفوں پر نماز ادا ہو سکتی ہے اگر نہیں ادا ہو سکتی تو ان پیسوں کا مصرف کیا ہے؟

المستفتی: سراج الحق، سرجن نگر، ٹھاکر دوارہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تیجہ دسواں وغیرہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اتنا پیسہ اپنی خوشی سے برائے ایصالِ ثواب مسجد میں صفیں خرید کر دیتا ہے، تو جائز اور درست ہے ان شاء اللہ میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچنے کی امید ہے۔

عن أنسٍ قال: قال رسول الله ﷺ: سبع يجرى للعبد أجرهن من بعد موته، وهو في قبره، من علم علماً، أو كرى نهراً أو حفر بئراً، أو غرس نخلاً، أو بنى مسجداً، أو ورث مصحفاً، أو ترك ولداً يستغفر له بعد موته. (مسند الزيار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/۴۸۳، رقم: ۷۲۸۹)

الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره وتحتته في الشامي سواء كانت صلوة أو صوماً، أو صدقة الخ. (درمختار مع الشامي، كتاب الصلاة، باب الحج عن الغير زكريا ۱۰/۱، کراچی ۵۹۵/۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
کتاب: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۰۵/۲۸)
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۳/۱۴۱۳ھ

بلا وضو کئے ایصالِ ثواب کرنا

سوال: [۴۰۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بغیر وضو کئے مردوں کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ثواب میں کسی قسم کی کمی تو نہیں ہوگی؟

المستفتی: محمد احمد، فیض گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر قرآنی آیات زبانی پڑھ کر یا ذکر و اذکار کے ذریعہ ایصالِ ثواب کرتا ہے تو اس کیلئے وضو ضروری نہیں بلا وضو بھی ایصالِ ثواب ہو جائیگا، اور

پورا پورا ثواب ملے گا، لیکن وضو کرنے کی صورت میں الگ سے وضو کا بھی ثواب ملیگا۔
 يجوز للمحدث الذي يقرأ القرآن. (البحر الرائق كتاب الطهارة باب
 الحيض زكريا ۱/۳۵۱، کراچی ۱/۲۰۲، وهكذا في الهندية، كتاب الكراهية،
 الباب الرابع في الصلاة، والتسييح وقراءة القرآن قديم زكريا ۵/۳۱۷، جديد
 ۵/۳۶۷) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۶ شعبان ۱۴۲۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۶۸۸۹/۳۵)

نماز جنازہ کے بعد ایصال ثواب کیلئے اعلان کرنا

سوال: [۴۰۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کی تیز رفتار زندگی اور اس میں بھی شہری زندگی ایسی ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کو ہی مشکل سے وقت دے پاتا ہے، چہ جائیکہ کسی اور کو وقت دے ایسے حالات میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے، تو ایصال ثواب کیلئے مستقل وقت نکالنا بھاری کام ہے، کیونکہ آدمی اپنے لئے ہی قرآن نہیں پڑھتا چہ جائیکہ دوسرے کیلئے وقت نکالے اب اگر نماز جنازہ کے بعد اعلان کر دیا جائے کہ فلاں مسجد میں مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی رکھی گئی ہے، اور اس میں شیرینی وغیرہ کا قطعاً کوئی انتظام نہ کیا جائے، تو کیا یہ بھی ممنوع ہے، کیونکہ اس طرح اعلان کر دینے جگہ اور وقت مقرر کر دینے سے آدمی اپنے کام آگے پیچھے کر کے ایصال ثواب کیلئے پہونچ ہی جاتا ہے، بغیر کسی التزام کے اس طرح قرآن خوانی کرنا کس درجہ کا ممنوع ہے، حرام ناجائز یا مکروہ؟

المستفتی: محمد زید مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جنازہ کے بعد قرآن خوانی اور ایصال ثواب

کیلئے لوگوں کی سہولت کی غرض سے کسی خاص وقت اور جگہ کا اعلان کر دیا جائے، تاکہ اس وقت لوگ جمع ہو کر تلاوت کر لیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بدعت اور ناجائز اس صورت میں ہے، جبکہ اس کام کیلئے کسی خاص دن کی تعیین کر لی جائے، اور اس دن کا التزام کیا جائے، جیسا کہ تیسرے دن تیجہ کے طور پر کیا جائے، اور دسویں دن دسویں کے طور پر کیا جائے، یہ ہندوؤں کی رسم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۹۲/۳)

يكره القوم أن يقرؤا القرآن جملةً لتضمنها ترك الاستماع والانصات، وقيل: لا بأس به . (طحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، دارالكتاب دیوبند/ ۳۱۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۳/۶۲، حلبی کبیری، كتاب الصلاة، القراءة خارج الصلاة، اشرفیہ دیوبند/ ۴۹۷، ۳۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رجب ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۶۰/۳۸)
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱ رجب ۱۴۲۹ھ

کسی دوسرے مقام پر ایصالِ ثواب اور کھانا

سوال: [۴۰۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے، اسکے وارثین ایصالِ ثواب کی نیت سے دس بیس پڑھنے والوں کو بلا کر کلام پاک پڑھواتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟
(۲) ایک شخص رمضان کے مہینہ میں یا کسی اور مہینہ میں ثواب کی نیت سے یا برکت کی نیت سے دس بیس افراد کو بلوا کر اپنے گھر کلام پاک پڑھواتا ہے، تو اسمیں کلام پاک کا پڑھوانا کیسا ہے؟ اور اپنی خوشی سے ان کو افطار یا ناشتہ کراتا ہے اسکے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: شیخ امام الدین، قصبہ
راجہ کا تاجپور، ضلع: بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایصالِ ثواب کیلئے کلامِ پاک پڑھوانا جائز ہے یہ باعثِ خیر و برکت ہے چاہے رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں مگر اس موقع پر اگر شیرینی کھانا دعوت و غیرہ کا سلسلہ ہے تو نہ ثواب کی امید ہے اور نہ ہی خیر و برکت کی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۴۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ شوال ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۶۴/۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۰/۱۴۱۸ھ

ایصالِ ثواب کے لئے دن کی تعیین کرنا

سوال: [۴۰۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا انتقال ہوتا ہے، بعدہ اس کے ورثاء ان کے ایصالِ ثواب کے واسطے تین دن متعین کر کے قرآن خوانی یا چلہ کی صورت میں اجتماع قائم کر کے میت کے حق میں بخشواتے ہیں تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ یا پھر بغیر دن متعین کئے ایسا کرتے ہیں، تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی صحیح صورت شریعت میں کیا ہے؟

المستفتی: عزیر الرحمن، ۲۴ پرگنہ، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایصالِ ثواب باعثِ اجر و ثواب اور باعثِ خیر و برکت ہے، اس سے میت کو ثواب پہنچتا ہے، مگر اس میں مخصوص دن کی تعیین کرنا شریعت سے ثابت نہیں، خاص دن کی تعیین بدعت اور ممنوع ہے، ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بغیر کسی رسم و رواج کی پابندی اور دعوتی اہتمام کے عزیز و اقرباء ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن خوانی کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچادیں تو انشاء اللہ میت کو بھی ثواب پہنچے گا، اور پڑھنے والوں کے لئے بھی باعثِ اجر و ثواب ہوگا۔

ویکړه اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع (إلى قوله) واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختيم أو لقراءة سورة الانعام، أو الإخلاص . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰، فتاویٰ دارالعلوم ۵/۴۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۷۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/۳/۱۴۱۷ھ

مروجہ اجتماعی قرآن خوانی سے متعلق چند سوالات

سوال: [۴۰۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ زمانے میں قرآن خوانی کا رواج بہت زیادہ بڑھتا جا رہا ہے، یعنی اگر دوکان یا کارخانہ شروع کریں، یا سفیدی کرائیں، یا اپنا مکان بنائیں، یا کوئی جائیداد خریدیں، یا کسی کا انتقال ہو جائے، یا کوئی بیمار ہو جائے، یا کوئی مشین چالو کریں، یا عقیقہ کریں، یا ختنہ کرائیں، یا کسی کی شادی ہو، اس قسم کے اور بہت سے امور میں قرآن خوانی ضروری سمجھتے ہیں، کیا یہ قرآن خوانی جائز ہے، جو بہت سے نقصانوں کا سبب ہے؟

(۱) مدارس اسلامیہ و مساجد میں مستقل قرآن خوانی کے لئے دس پندرہ یوم پہلے بنگلہ کرائی جاتی ہے، اسلئے کہ اس سے پہلے نمبر ہی نہیں آتا، جبکہ ایک دن میں کئی جگہ قرآن خوانی کرانی پڑتی ہے، اور بعض دفعہ بچوں کو دو دراز بھی جانا پڑتا ہے، اور مدارس میں بچوں کی تعلیم کا وقت صبح ۷ بجے سے گیارہ بجے تک اور ظہر سے عصر تک اور مغرب سے عشاء تک ہوتا ہے، اور درمیان میں جو تھوڑا بہت وقت ملتا ہے اسمیں طلباء اپنی دوسری ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں، جو ان کا حق ہے، اور ضروری بھی ہے، دریافت طلب امر یہ

ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچوں کو ایسے وقت بھیجا جائے جس سے بچوں کی تعلیم کا نقصان نہ ہو، تو اب کونسا ایسا وقت ہے جس میں بچوں کو قرآن خوانی کیلئے بھیجا جائے، یعنی ان کی تعلیم کو ضائع کیا جائے یا ضرورت کو؟

(۲) کیا اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں بھی قرآن خوانی کا ایسا ہی رواج تھا، صحابہ کرام بھی کاروبار کرتے تھے، مکان بھی بناتے تھے، شادی بیاہ بھی کرتے تھے، بیماری و موت بھی واقع ہوتی تھی، کیا صحابہ کرامؓ نے بھی کسی کی موت یا اور موقع پر اس طرح قرآن خوانی کرائی ہے؟ کیا اس کا کسی کتاب میں کوئی ثبوت ہے؟

(۳) مرجعہ قرآن خوانی خواہ ایصالِ ثواب کیلئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے جس میں ختم قرآن کے بعد کھانے یا چائے وغیرہ کی دعوت کی جاتی ہے یا کہیں نقدی رقم دی جاتی ہے، یہ پڑھنے اور پڑھوانے والوں کے لئے جائز ہے؟ اجرت میں داخل تو نہیں؟

(۴) کیا اس طرح قرآن خوانی کرنا یعنی کھانے پینے اور رقم کے لئے ریا تو نہیں؟

(۵) اس طرح جمع ہو کر قرآن خوانی کا شرعاً کیا جواز اور کیا مقام ہے؟

المستفتی: اللہ مہر، ناظم جامعہ اسلامیہ چنڈ بڑی روڈ،
تحصیل خاص، قصبہ بڈھانا، ضلع مظفرنگر، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) بلا التزام مالا یلزم فی نفسہ قرآن کریم کی تلاوت خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا سوالنامہ میں درج شدہ مواقع میں خیر و برکت کے لئے ہو بہت زیادہ ثواب و برکت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہے، لیکن کسی کے یہاں جا کر اجتماعی قرآن خوانی کو لازم و ضروری سمجھنا دس پندرہ یوم پہلے سے بنگلہ کرنا بچوں کی تعلیم جو انکا اصل مشغلہ ہے، اس میں حرج ڈال کر دن میں کئی دفعہ کئی جگہ اور دور دراز اسکے لئے جانا نیز قرآن خوانی میں بدعنوانیاں وغیرہ خرافات کی بنا پر مرجعہ قرآن خوانی ناجائز اور بدعت سیئہ ہے، علاقہ کے دینی ذمہ دار افراد کو چاہئے کہ اس قسم کی رسومات پر روک تھام اور

پابندیاں عائد کر دیں، نیز ارباب مدرسہ کا فرض ہے کہ بچوں کو ہر ایسی چیز سے محفوظ رکھیں جو ان کی تعلیم میں نقصان دہ ہو چاہے وہ چیز فی نفسہ اچھی کیوں نہ ہو، ان کے لئے تعلیم سے اہم کوئی چیز نہیں ہے، اتفاقاً اگر ختم قرآن کریم کی نوبت آجائے تو بچوں کو بھیجنے کے بجائے مدرسہ ہی میں قرآن کریم پڑھ کر ثواب پہونچا دیا کریں، مروجہ لوازمات و بدعنوانیوں کی بنا پر بعض فقہاء نے اجتماعی قرآن خوانی کو ناجائز اور مکروہ قرار دیا ہے، چاہے سوالنامہ میں درج شدہ مواقع و وجوہات کے بغیر کیوں نہ ہو۔

عن المحيط من المشايخ من قال قراءة القرآن بالجماعة جهراً
ويسمى بالفارسية سپاره خواندن مکروہ الخ . (نفع المفتی والسائل / ۱۲۴،
المحیط البرہانی، کتاب الکراہیۃ والإستحسان، الفصل الرابع، الصلاة والتسبیح وتلاوة
القرآن والذکر، المجلس العلمی جدید ۷/ ۵۱۳، رقم: ۹۴۵۲)

ومن المشايخ من قال قراءة القرآن بالجماعة بالأجزاء الثلاثين
مکروہۃ لما فیہ من الغلط (قولہ) قراءة القرآن لل دنیا مکروہۃ الخ . (البنایہ،
کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقة، اشرفیہ دیوبند ۲۳۷/۱۲)

(۲) آنحضرت ﷺ کے دور میں مروجہ قرآن خوانی کا ثبوت کسی معتبر کتاب میں نظر
سے نہیں گذرا اور نہ اسکی نظیر ملی ہے۔

(۳) مروجہ قرآن خوانی چاہے ایصال ثواب کیلئے ہو یا سوالنامہ میں درج شدہ
وجوہات میں سے کسی کے لئے یا کسی اور غرض کیلئے ہر صورت میں شیرینی تقسیم کرنا، چائے
پلانا، کھانا کھلانا، نقدی رقم دینا سب ناجائز اور حرام ہے، اور قرآن خوانی کی اجرت میں
داخل ہے، قرآن کریم کو بے وقعت بنا کر چند پیسوں کے عوض بیچنے کے مترادف ہے، اس
سے احتراز لازم اور واجب ہے، کھانے والے کھلانے والے لینے والے اور دینے والے
سب سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

الآخذ والمعطی آثمان الخ . (البنایہ، کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقة، اشرفیہ

دیوبند ۲۳۷/۱

یکرہ اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختیم أو لقراءة سورة الإنعام أو الإخلاص (إلی قوله) وأطال فی ذلك فی المعراج وقال وهذا القرآن وغير ذلك مما هو شاهد فی هذه الأزمان وما كان كذلك فلا شک فی حرمة الخ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی الکراهیة الضیافة من أهل المیت زکریا ۳/۱۴۸، ۱۴۹، کراچی ۲/۲۴۰، کوئٹہ ۱/۶۶۴)

نیز اس زمانہ میں کھانا چائے وغیرہ بھی بلا شرط اجرت ہی ہے، کیونکہ اگر انتظام نہ کیا جائے تو آئندہ جانے سے اعراض کریں گے، جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے، تو عرف میں اس کو اجرت کہا جائے گا۔

المعروف كالمشروط الخ. (رسم المفتی قدیم ۹۴/۹)
(۴) جی ریامیں داخل ہے۔

وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء الخ. (شامی، زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰)
(۵) ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/رجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۴/۲۴)

قرآن خوانی کیلئے اعلان اور لوگوں کو جمع کرنا کیسا ہے؟

سوال: [۴۰۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم گجراتی جنکے باپ دادا یہ کام کرتے آئے ہیں کہ ہمارے گھروں میں جب کسی آدمی کا انتقال

ہو جاتا ہے، تو تیسرے چوتھے روز لوگوں کو جمع کر کے قرآن پاک کی تلاوت فرما کر مرحوم کیلئے ایصالِ ثواب اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اگرچہ اس عمل کو معین دن اور وقت اور اہتمام کی بنا پر علماء دیوبند منع فرماتے ہیں، لیکن یہی گجراتی حضرات ہندوستان چھوڑ کر یہاں انگلینڈ پہنچے اور ساتھ ساتھ وہ طور و طریقے جو وطن میں کرتے تھے، وہ ساتھ ہیں لیکن یہاں ان میں تھوڑی سی اصلاح ہوئی اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی کسی کے یہاں پر انتقال ہوتا ہے یا ہندوستان سے اپنے عزیز اور رشتہ داروں کے انتقال کی خبر آتی ہے تو خاص کر جمعہ کے دن اور گاہ گاہ کسی دوسرے دن مسجد کے امام صاحب اعلان فرماتے ہیں کہ مرحوموں کے ایصالِ ثواب کے لئے یسین شریف کا ختم ہوگا اس اعلان کے بعد جن صاحبان کے پاس فرصت اور وقت ہوتا ہے وہ مسجد میں نماز کے بعد بیٹھ جاتے ہیں، اور وہ بھی سو میں سے پانچ فی صد بیٹھتے ہیں، اور پانچ دس منٹ بیٹھ کر یسین پاک پڑھتے ہیں، اور دعا فرما کر مجلس برخاست ہو جاتی ہے، اور اسکے بعد کوئی شیرینی وغیرہ کی تقسیم نہیں ہوتی ہے، اور مرحوم کے گھر جا کر کھانا وغیرہ کا اہتمام نہیں ہوتا اور تیسرے چوتھے روز گھر پر جمع ہو کر جو اہتمام وطن میں کرتے تھے وہ ختم ہو گیا، اور لوگ اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم نے اپنے مرحوموں کیلئے ایصالِ ثواب کر لیا مزید اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔

نوٹ: یہ اعلان بعض مرتبہ کئی جمعہ تک مسلسل چلتا ہے کیونکہ یہاں پر علاقہ میں بہت سارے دیہاتوں کے لوگ رہتے ہیں، اور کسی نہ کسی کے انتقال کی خبر آتی رہتی ہے، اسلئے مسلسل چلتا ہے، اس کے باوجود کوئی جمعہ خالی بھی ہو جاتا ہے، اور جمعہ ہی کو یہ اعلان ہو ضروری نہیں ہے، دوسرے دنوں میں بھی چل سکتا ہے، لیکن جمعہ کو زیادہ تر اعلان اسلئے ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں، ورنہ دوسرے دنوں میں بھی اعلان ہو سکتا ہے، اور کبھی کبھی ایسا ہوتا بھی ہے، اب اس معاملہ میں ہمارے یہاں ایک نوجوان عالم دین جو جلال آباد سے فارغ ہو کر تشریف لائے ہیں، اور ہمارے یہاں دین کی خدمت کرتے ہیں، انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارے یہاں یہ طریقہ جو اعلان کر کے جمع

ہو کر یسین شریف پڑھتے ہیں یہ بدعت ہے اسکو بند کرو تو اس طرح اعلان کر کے جمع ہو کر پڑھنا بند کر دیا، لیکن لوگوں کو ان کے اس اعلان پر اطمینان نہیں، کیونکہ جب دوسرے علماء کرام جو یہاں پر ہیں اور وہ علماء کرام جو ہندوستان و پاکستان سے تشریف لاتے ہیں، ان میں سے بعض اور وہ بھی جید اور سالہا سال سے بڑی بڑی درسگاہوں میں خدمات پر مامور ہیں ان سے اس بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ساتھ ساتھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر یسین شریف اس طرح پڑھنا بدعت ہے تو یسین شریف پڑھنے کا اہتمام دارالعلوموں میں اور خانقاہوں میں اور مرکوزوں میں کیوں کرتے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر لوگوں کو اطمینان نہیں ہے، ہاں بعض ایسے بھی ہیں جو ہمارے اس عالم دین کے ہم خیال ہیں، ساتھ جن لوگوں کو اطمینان نہیں ہے، وہ اور وہ لوگ جو اپنے مرحوم کو ایصال ثواب خود نہیں کر سکتے انہوں نے وہی اہتمام جو وطن میں کرتے تھے اسکو پھر سے اپنے گھروں میں شروع کر دیا ہے، یعنی تیسرے چوتھے روز لوگوں کو گھروں میں جمع کرتے ہیں، اور قرآن خوانی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ دودھ اور کھانا پینا شروع ہو گیا ہے، اور بعض جگہ پر بدعتی مسجد کے امام اور بچوں نے ہمارے صحیح العقائد لوگوں کے گھروں میں آ کر ختم پڑھنا اور دعا کرنا شروع کر دیا ہے، کیونکہ وہ تو کام اور اہتمام کے عادی ہیں اور ہمارے بچے اور علماء کسی کے گھر پر جاتے نہیں ہیں، یسین شریف اس طرح پڑھنا بدعت ہے تو اس سے بڑی بڑی بدعتیں جو ہمارے یہاں ہمارے گھروں میں یہاں پر پہلے نہیں تھیں وہ شروع ہو گئیں ہیں، اگر دو مصیبتیں ہوں تو چھوٹی اور آسان کو اختیار کر لیں کیونکہ ان دونوں بدعتوں میں چھوٹی اور آسان بدعت کو کر لینے سے بڑی بدعتوں سے بچ جانا اچھا ہے۔

حضرت اقدس مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کے فتاویٰ محمودیہ ۶/۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷ کے سوال

و جواب سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

المستفتی: اسماعیل احمد کوریہ، دارالعلوم کنتھاریا، بھروچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ختم قرآن بہت مبارک اور باعث خیر و برکت ہے، اور ختم قرآن کریم کے ذریعہ ایصالِ ثواب بھی جائز اور اس کا ثواب میت کو پہنچنے کی قوی امید ہے، لیکن ختم شریف کیلئے تداویٰ اور اعلان کو امداد الفتاویٰ ۴/۵۶۰، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۲، فتاویٰ رحمیہ قدیم ۶/۱۸۲، جدید زکریا ۳۱/۳۱ نفع المفتی والسائل ۱۲۴، میں مکروہ اور بدعت نقل کیا ہے۔

إن ختم القرآن بالجماعة جهراً ويسمى بالفارسية سِپارہ خواندن مکروہ الخ. (نفع المفتی ۱۲۴)

نیز فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع فی التسبیح وقراءة القرآن الخ زکریا ۵/۳۱ میں بھی مکروہ نقل فرمایا ہے، البتہ فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/۱۳۶، جدید ڈابھیل ۳/۹۲ میں طحاوی علی المراقی کی عبارت سے استدلال کر کے اسکی گنجائش نقل فرمائی ہے، اور سوالنامہ میں جو صورت حال نقل کی گئی ہے، کہ جمعہ کو ختم یا سین شریف کا سلسلہ ختم ہونے کی وجہ سے باقاعدہ گھر گھر مٹھائی شیرینی کھانا و دعوت وغیرہ کے لوازمات کیساتھ ختم قرآن کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، تو اسکو ختم کرنے کیلئے جمعہ میں ختم قرآن اور تعزیت کا اعلان کرنے کی گنجائش ہے۔

إن من ابتلى ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيتهما شاء وإن اختلفا يختار أهونهما الخ. (الإشباہ قدیم ۱۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۵)

قرآن خوانی کیلئے اعلان کر کے بلانا

سوال: [۴۰۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہمارے مدن پورہ کا یہ دستور ایک مدت سے چلا آ رہا ہے، کہ میت کو قبرستان میں دفن کر کے فارغ ہونے کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے، کہ کل صبح قرآن خوانی ہے، اور کلمہ طیبہ کا ختم ہے، آپ سب حضرات شرکت فرمائیں، چنانچہ حسب اعلان قرآن خوانی ہوتی ہے اور ختم کلمہ طیبہ ہوتا ہے، اس پر اب موجودہ دور میں کچھ حضرات کو اعتراض ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ قبرستان میں اعلان درست نہیں ہے، نیز یہ بھی کہتے ہیں، کہ قرآن خوانی کیلئے اس طرح عام اعلان کر کے خواہ وہ قبرستان میں ہو یا گھر پر پہنچ کر ہو یا لوگوں کے گھر جا کر ہو درست نہیں ہے، آپ از روئے شرع مدلل و مفصل جواب مرقوم فرمادیں۔

المستفتی: حاجی عبدالجید، پانڈے حویلی، وارانسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن خوانی کیلئے اس طرح اعلان کرنے کو حضرات تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں مکروہ اور بدعت لکھا ہے، لہذا اعتراض کرنے والوں کا اعتراض درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ زکریا ۴/۵۶۰، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/۱۸۱، جدید زکریا ۳/۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۱۰/۱۴۱۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ شوال ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۶۱)

ایصال ثواب کیلئے اجتماعی قرآن خوانی کا حکم

سوال: [۴۰۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسئلہ ایصال ثواب کیلئے اجتماعی قرآن خوانی کا ہے، میت کے ایصال ثواب کیلئے اجتماعی قرآن خوانی کا کیا ثبوت ہے، کیا مروجہ اجتماعی قرآن خوانی دور نبوی ﷺ میں رائج تھی، یا دور خلافت اور آثار صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اگر نہیں تو اہل حق کے حلقوں میں اس کا رواج کیوں ہے، اکثر مدارس عربیہ میں بھی ایصال ثواب کیلئے

اجتماعی قرآن خوانی کرائی جاتی ہے، ایسا کیوں؟

المستفتی: شفیق احمد غازی، گوگا وال، مدھیہ پردیش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا فی نفسہ درست اور مستحسن ہے لیکن مروجہ طور پر اجتماعی قرآن خوانی کہ قرآن پڑھنے کے بعد کھانا وغیرہ اس کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے، لہذا جو لوگ مروجہ قرآن خوانی میں بذات خود شرکت کرتے ہیں یا بچوں کو بھیجتے ہیں، ان کو اس مسئلے سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اس طرح قرآن پڑھنے سے خود پڑھنے والوں کو ثواب نہیں ملتا تو وہ میت کو ثواب کہاں سے پہنچا سکتے ہیں۔

فالحاصل أن ماشاء في زماننا عن قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز. (شامی،

كتاب الإحارة، باب الإجارة الفاشدة، مطلب في الإستيجار على الطاعات کراچی ۵۶/۶، زکریا ۷۷/۹)

بل الضرر صار في الإستيجار عليه حيث صار القرآن مكسبا وحرفة يتجر بها (وقوله) فمن أين يحصل له الثواب الذي طلب المستاجر أن يهديه لميته. (شرح عقود رسم المفتی سعیدیہ ۳۸/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۱۲/۱۴۲۶ھ

۱۴۲۶/۲/۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۸۰۶)

قرآن خوانی میں تلاوت کے بعد کچھ سورتیں پڑھ کر دعا کرنا

سوال: [۴۰۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت سے

لوگ قرآن خوانی کرتے ہیں قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد بعض لوگ کچھ سورتیں پڑھتے ہیں، کوئی الحمد کی سورۃ پڑھتا ہے کوئی دس سورتیں پڑھتا ہے، کوئی سورہ یاسین پڑھتا ہے، اس کے بعد دعا کرتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے قرآن وحدیث سے اس کا جواب دیجئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین اور سلف خلف میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے، یہ بعد کے لوگوں کی ایجاد کردہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۶۸)

گھر بلا کر قرآن خوانی کرانا

سوال: [۴۰۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے، تو اس کے وارثین ایصال ثواب کی نیت سے اپنے گھر دس بیس افراد کو بلا کر قرآن شریف پڑھواتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) ایک شخص رمضان شریف میں اپنے گھر دس بیس افراد کو بلا کر کلام پاک پڑھواتا ہے، ثواب یا برکت کی نیت سے اور اس کے بعد افطار کراتا ہے، اس طرح قرآن شریف پڑھنا اور پڑھوانا اور افطار کرانا اور کرنا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص غیر رمضان میں اپنے گھر دس بیس اشخاص کو بلا کر برکت اور ثواب کی نیت سے قرآن خوانی کراتا ہے اور اس کے بعد اپنی خوشی سے اور مہمان نوازی کے طور پر پڑھنے والوں کو ناشتہ کراتا ہے، اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے اور پڑھنے والوں کا قرآن خوانی کیلئے جانا اور ناشتہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: مفتی امام الدین، تاج پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم کی تلاوت بہت اچھا عمل ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کے لوازمات نہ ہوں، نیز رمضان وغیر

رمضان دونوں میں بغیر کھانا اور مٹھائی وغیرہ کے لوازمات کے باعث ثواب اور خیر و برکت ہے، مگر کھانا یا ناشتہ یا مٹھائی وغیرہ کے لوازمات کے ساتھ ثواب بھی نہیں ملے گا، اور خیر و برکت کا باعث بھی نہ ہوگا، بلکہ یہ بدعت ہی ہوتی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا/۱۳۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۱۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۵۲/۳۳)

مدرسہ کے طلبہ سے ایصال ثواب کرانا

سوال: [۴۰۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ زمانہ میں مسلم قوم بالخصوص چھوٹے طبقہ میں علم کا فقدان ہے اور پڑھنے لکھنے کا شوق نہیں اور پڑھے لکھے بھی قرآن تیز نہیں پڑھ سکتے ایسی حالت میں چند حفاظ کرام اور ناظرہ خواں اسلامی مدرسہ کے بچوں کو ایصال ثواب کیلئے جمع کر کے قرآن خوانی کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا باعث اجر و ثواب ہے، مگر اس میں دعوت و شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱۲۲/۴، جدید زکریا ۱۳۶/۴، جدید زکریا مطول ۵/۵۷۳)

فالحاصل: إن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره.

البزازيہ علی الہندیۃ الخامس والعشرون فی الجنائز، قبیل السادس والعشرون فی حکم المسجد زکریا ۸۱/۴، جدید ۵۴/۱)

ومنها الوصية من السمت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته أو بعده
وبإعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه أو يسبح أو يهمل له وكلها بدع
منكرات باطلة والمأخوذ منها حرام للأخذ وهو عاص بالتلاوة والذكر

لأجل الدنيا . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب الإجازة الفاسدة مطلب فی الاستحجار علی

الطاعات زکریا ۷۸/۹ ، کراچی ۵۷/۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷ / رجب ۱۴۱۶ھ

۱۴۱۶/۷/۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۵۳۲)

مدرسہ کے اوقات میں طلبہ سے قرآن خوانی کرانا

سوال: [۴۰۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مروجہ

قرآن خوانی جو کہ بڑی شخصیت کے انتقال پر ہوا کرتی ہے، آیا شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے، یا ناجائز؟ جبکہ مدرسہ کے اوقات کے اندر تعلیم چھوڑ کر قرآن خوانی کے لئے مجبور کیا جاتا ہے، اور مدرسہ کے طلباء عزیز جو کہ شہر کے اندر گھر گھر جا کر قرآن خوانی کرتے ہیں، آیا اس کے جواز کی کیا کوئی صورت ہے؟ جبکہ اس کے اندر حرص لالچ کا بھی ایک گوشہ ہے، اور کتنی صورتوں سے ناجائز ہے، جبکہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ بھی قرآن خوانی کے خلاف ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: سلمان فارسی اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے ایصال ثواب کیلئے فی نفسہ قرآن پڑھ کر

ثواب پہونچانا جائز اور مباح ہے، لیکن ایسے مباح کام کیلئے تداعی اور مدرسہ کی تعلیم کے اوقات کے اندر تعلیم چھوڑ کر قرآن خوانی کیلئے مجبور کرنا جائز نہیں ہے، نیز ختم قرآن وغیرہ کیلئے دعوت دیکر لوگوں کو جمع کرنا نیز کھانا کھانے وغیرہ کی دعوت دینا مکروہ ہے۔

قال فی المرقاة: من أصر علی أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل

بالرخصة فقد أصاب عنه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر علی بدعة أو منكر (وفيه أيضاً) أن الله يحب أن یوتی رخصة كما یحب أن یوتی

عزائمہ الخ. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، الصلاة، باب الدعاء فی التشہد ملتانی ۳۵۳/۲، شرح الطیبی، الصلاة، باب الدعاء فی التشہد کراچی ۳۷۴/۲)

وفی الشامیۃ: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراءة للختم أو لقراءة سورة الإنعام، أو الإخلاص (إلی قوله) وهذه الأفعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها الخ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت زکریا ۱۴۸/۳، کراچی ۲۴۱/۲، وهكذا فی شرح سفر السعادة ۲۷۳، ومدارج النبوة ۴۲۱/۱، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳۴۱/۲، جدید زکریا ۹۸/۷، اختلاف امت اور صراط مستقیم ۱۱۶/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۳۹/۲۵)

طلبہ کا قرآن خوانی کے بعد کھانا پینا

سوال: [۴۰۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مدارس کے طلبہ قرآن خوانی کرتے ہیں جو شخص قرآن خوانی کیلئے دعوت دیتا ہے، طلبہ ان کے گھر قرآن شریف لیکر جاتے ہیں، ایک پارہ یا اس سے کچھ کم و بیش پڑھتے ہیں پھر یہ طلباء اور اہل خانہ جمیع مسلمانوں کیلئے دعاء مغفرت کرتے ہیں، پھر اسی جگہ ناشتہ اور کھانا کھلایا جاتا ہے، تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے، اور اگر صحیح نہیں ہے تو قرآن خوانی کرانے والے شخص کو ثواب ملیگا یا نہیں؟ اور جمیع مسلمانوں کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو میت کو اس کا ثواب ہوگا؟

المستفتی: ضیاء الرحمن، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ طریقہ پر قرآن خوانی درست نہیں ہے، ایسی قرآن خوانی کا ثواب نہ قرآن خوانی کرانے والے کو ملتا ہے نہ میت کو ہاں البتہ اگر کھانے پینے کے لوازمات نہ ہوں تو خیر و برکت سے خالی نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۲۶۸، محمودیہ/۱۴/۲۸۸) فالحاصل: إن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للأمر والقراءة لأجل المال فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر. (شامی، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الإستئجار علی الطاعات زکریا ۷۷/۹، کراچی ۵۶/۶)

إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ. (شامی، کراچی ۵۶/۶، زکریا ۷۷/۹)

ولا يصح الإستئجار علی القراءة وإهداها إلى الميت لأنه لم ينقل عن أحد من الأئمة الإذن في ذلك. (شامی، کراچی ۵۷/۶، زکریا ۷۸/۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/رجب ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۹۱/۳۲)

اکٹھے ہو کر بآواز بلند قرآن خوانی اور اسکے بعد کچھ انعام لینا یا کھانا پینا

سوال: [۴۰۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت ہونے کے بعد میں قرآن خوانی میت والوں کے مکان پر خواہ عورتوں سے کی جائے یا مردوں سے یا مدارس کے طلبہ سے اور قرآن خوانی کے بعد امام کو طلباء کے اساتذہ کو یا مدارس اسلامیہ کو انعام دیا جائے یا کھانا چائے وغیرہ کی جائے، اس شکل میں قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح عورتوں کا اور مردوں کا یا طلباء کا مجمع میں بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ علماء کے

نزدیک اس طرح اکٹھے ہو کر بلند آواز سے تلاوت ممنوع ہے؟
 مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایسی تلاوت کو جسمیں منازعت کی سی شکل ہو جائے
 اور ایک دوسرے سب اپنی اپنی آوازیں پڑھیں ناجائز اور حرام لکھا ہے۔ (فتاویٰ افریقہ/ ۲۹)
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اکٹھے ہو کر بآواز بلند قرآن خوانی کو حضرات فقہاء
 نے ممنوع اور مکروہ تحریمی لکھا ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

إن ختم القرآن بالجماعة جهراً ويسمى بالفارسية سپارہ خواندن
 مکروہ الخ۔ (نفع المفتی والسائل/ ۱۲۴، المحيط البرہانی، کتاب الکراہیۃ
 والاستحسان، الفصل الرابع الصلاة، والتسبیح وتلاوة القرآن والذكر، المجلس العلمي
 جدید ۵۱۳/۷، رقم: ۹۴۵۲، الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب الکراہیۃ، الفصل الرابع رفع
 الصوت عند قراءة القرآن زکریا ۵۸/۱۸، رقم: ۲۳۰۲۳)

نیز جن علاقوں میں قرآن خوانی کے بعد کھانا چائے یا انعام وغیرہ کا دستور ہے، وہاں
 یہ سب چیزیں بمنزلہ اجرت کے ہوتی ہیں، اس لئے یہ طریقہ ناجائز اور ممنوع اور ثواب سے
 محرومیت کا باعث ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا/ ۳۶۱) نیز مولانا احمد رضا خان صاحب
 کا اس طریقہ کو ناجائز لکھنا صحیح و درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ رمضان ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۶۶/۲۷)

قرآن خوانی کے بعد کچھ کھانا پینا یا یہ پیش کرنے کا حکم

سوال: [۴۰۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کچھ
 لوگ اپنے کسی مرحوم رشتہ دار کیلئے بغرض ایصال ثواب قل خوانی، کلمہ خوانی وغیرہ کراتے ہیں،
 اور حاضرین مجلس کیلئے بخوشی کچھ کھانے پینے کا انتظام بھی کرتے ہیں، یہ کھانا حاضرین کیلئے

کیسا ہے، اگر ناجائز ہے تو اس کے جواز کی کوئی تاویلی صورت بھی ہے؟
 (۲) بعض حضرات مدرسہ کے طلباء سے قرآن خوانی وغیرہ کراتے ہیں، اور بطور ہدیہ کچھ دیتے بھی ہیں، یہ کیسا ہے، مطلقاً ممنوع ہے یا جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟
 المستفتی: ربیع الاسلام قاسمی، مدرس
 مدرسہ معماری، بردوان (مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن کریم پڑھکر میت کو ایصالِ ثواب کرنا جائز اور مستحسن ہے، لیکن مروجہ طریقہ اور اس میں کھانے پینے کے لوازمات کی وجہ سے مکروہ تحریمی اور بدعت شنیعہ ہے، اس کا ترک کرنا لازم ہے، نیز یہ رواج ہو چکا ہے، کہ اگر کچھ کھانے پینے کا انتظام نہ کیا جائے، تو آئندہ کبھی قرآن خوانی کیلئے اس کے یہاں کوئی نہیں جائیگا تو ایسی صورت میں میت کو قرآن خوانی سے کوئی ثواب نہیں ملیگا بلکہ الٹا قرآن خوانی کرانے والے اور شرکت کرنے والے گنہگار ہوں گے۔

ویکمره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة . (إلی قوله) واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الإنعام أو الإخلاص الخ . (شامی کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهیة الضیافة من أهل الميت زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰)

ہدیہ دینے کے مواقع بہت ہیں صرف یہی موقع ہدیہ دینے کا نہیں ہے اور بنام ہدیہ قرآن خوانی کے موقع پر جو دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت ہدیہ نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ بھی ایک قسم کی اجرت ہے، قرآن خوانی سے کسی بھی طرح کا معاوضہ حاصل کرنا ثواب سے محروم کر دیتا ہے، اور جب خود قاری ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، تو وہ دوسروں کو ایصالِ ثواب کہاں سے کریگا، اسلئے بطور ہدیہ بھی اس موقع پر کچھ لینا جائز نہ ہوگا۔

إن ماشاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز (إلى قوله)
فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى
المستأجر ولو لا الأجرة ماقرأ أحد لأحد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن
العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا الخ. (شامی کتاب الإجارة، مطلب فی

الإستئجار علی الطاعات زکریا ۷۷/۹، کراچی ۵۶/۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۱۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۹۰/۷)

فاتحہ کی حقیقت

سوال: [۲۰۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فاتحہ کی
حقیقت کیا ہے، کیونکہ آج کل مسلک دیوبند میں بھی عام رواج ہو گیا ہے، فاتحہ پڑھنا گناہ
تو نہیں یا فاتحہ کے بغیر مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا، اور فاتحہ کا طریقہ کیا ہے؟
المستفتی: محمد شریف، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فاتحہ کی حقیقت شریعت میں بس اتنی ہے کہ
کسی نے کوئی نیک کام کیا اس پر جو کچھ اس کو ثواب ملا اس نے اپنی طرف سے وہ ثواب
کسی دوسرے کو دیدیا، یا اللہ! یہ میرا ثواب فلاں کو دیدیتے یہی فاتحہ ہے، اس کے علاوہ
فاتحہ کے نام سے جو لوگوں میں رائج ہے نہ وہ فاتحہ ہے نہ شریعت میں اس کا ثبوت ہے۔
(مستفاد: بہشتی زیور ۶/۲۸)

من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء
جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة. (شامی، کتاب الحج، الحج

عن الغیر کراچی ۲/۲۹۵، زکریا ۳/۱۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۷ صفر ۱۴۲۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۸۷۰۴/۳۷)
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۶/۲/۱۷ھ

مروجہ فاتحہ خوانی کے بعد کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال: [۲۰۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)
 فاتحہ مروجہ یعنی سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر اس پر ”الم ذلک الكتاب لاریب فیہ“
 سے لیکر ”مفلحون“ تک اور سورہ حشر کی آخری تین آیات اور چار قل پڑھتے ہیں پھر ہاتھ
 اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اس کے بعد کھانے کو تناول فرماتے ہیں یہ امر کیسا ہے؟

(۲) فاتحہ مروجہ کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور کس نے اس کام کو شروع کیا ہے؟
 (۳) ایسے کھانے کو کھانا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں؟
المستفتی: محمد عبدالصمد، بلاسپور گیٹ،
 امام کھیر والی مسجد، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) فاتحہ خوانی کا مروجہ طریقہ بے اصل ہے اور
 اس کا ثبوت نہ تو قرآن سے ہے، اور نہ ہی حدیث نبوی سے اور نہ فقہ کی کتابوں سے ہے،
 بلکہ حضرات فقہاء نے اسکو بدعت لکھا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ۱/۸۱، احیاء العلوم ۸/۱۳۸، فتاویٰ
 محمودیہ قدیم ۱/۲۲۹، جدید ڈائجیل ۳/۶۸، امداد المفتیین ۱۵۷)

قراءة الفاتحة والإخلاص والكافرون، علی الطعام بدعة. (فتاویٰ سمرقندی
 بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۱۹۳، جدید زکریا ۲/۱۱۶)

(۲) فاتحہ مروجہ کی ابتدا کہاں سے ہوئی ہے، اس کا کہیں سے ثبوت نہیں ملتا ہے،
 البتہ ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوئی تہذیب سے متاثر ہو کر ان کے افعال کو اپنا لیا ہے،

جیسا کہ ”تحفۃ الہند“ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ جب ان غیر مسلموں میں سے کوئی مرجاتا تھا تو اس کے مرنے پر کھانا پکا کر پنڈت سے اس پر وید پڑھواتے تھے، اسی رسم کو مسلمانوں نے بھی اپنالیا۔ (تحفۃ الہند/۸۵)

نیز جو ہدیۃ الحرمین کے حوالہ سے بعض لوگوں نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دسواں اور چالیسواں کیا اور کھجور پر فاتحہ دی تو یہ غلط اور بے ثبوت بات ہے، کتب معتبرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۱۵۲، جدید زکریا/۱۲۷)

(۳) فاتحہ کا یہ طریقہ ناجائز ہے مگر نفس کھانا حرام نہیں ہے، بلکہ اسکی حلیت باقی رہتی ہے، اور اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اسکو ضروری جاننا برا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنا چاہیں پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچا دیں اور کھانے کو تصدق کی نیت سے فقراء کو کھلا دیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۱۵۳، جدید زکریا/۱۲۷، احیاء العلوم/۱۲۸)

صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غیرها کذا فی الهدایة . (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له، زکریا ۱۵۱/۳، کراچی ۲/۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم/صفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۹۹/۲۹)

کھانے پینے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنا

سوال: [۴۰۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً شیرینی، بریانی اور پانی وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا کیسا ہے؟
المستفتی: محمد مبین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی بھی کھانے پینے کی چیز کو سامنے رکھ کر مروجہ طریقہ پر فاتحہ دینا اور اس کے ساتھ دیگر ممنوع التزامات کرنا اور یہ خیال کرنا کہ اس کے بغیر میت کو ثواب نہیں پہنچ سکتا، یہ سب بدعت اور ممنوع ہے، فاتحہ کی صرف اتنی اصل شریعت میں موجود ہے، کہ آدمی کسی بھی نیک عمل کا ثواب میت پہنچا سکتا ہے، نیک عمل میں ذکر تلاوت صدقہ و خیرات کسی کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا سب شامل ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۰۴/۵؛ ہشتی زیور ۶/۲۸)

من صام أو صلیٰ أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء
جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة الخ. (شامی، کتاب الصلاة،
باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة لل میت وإهداء ثوابها له، کراچی ۲/۲۴۳، زکریا
۱۵۲/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۷۳/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۲/۱۸ھ

کھانے پر فاتحہ خوانی کا حکم

سوال: [۴۰۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں میں کھانے پر فاتحہ خوانی کا جو رواج ہے کہ جب تک اس کھانے پر فاتحہ نہیں پڑھی جائیگی کھانا نہیں کھاتے اور نہ ہی کھلاتے ہیں، تو کیا یہ مروجہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟
المستفتی: عبدالرحمن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فاتحہ خوانی کا مروجہ طریقہ نہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے، اور نہ ہی صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مجتہدین سے بلکہ یہ بے اصل اور بدعت ہے جس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۵/۴۰۷، جدید ڈائجیل ۳/۶۸)

قراءة الإخلاص والكافرون على الطعام بدعة . (فتاویٰ سمرقندی ،

بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱۹۳/۳ ، جدید زکریا ۱۱۶/۲)

وقد صرح ابن حجر في فتاويه بأنه بدعة . (شامی ، کتاب الصلاة ، باب

صلاة الجنازة ، کراچی ۲/۲۳۵ ، زکریا ۳/۱۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۵/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

۱/۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۱)

میت کے ورثاء اور مالداروں کے لئے ایصال ثواب کا کھانا کھانا

سوال: [۴۰۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

ہمارے علاقہ میں یہ عام رواج ہے، کہ جب کسی کے گھر کسی آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے، تو تجہیز و تکفین کے چوتھے یا پانچویں روز یا کسی اور دن میت کے نام پر ورثاء میت کھانا کھلاتے ہیں، جس میں ورثاء میت امیر غریب اور مدرسہ کے طلبہ و مدرسین کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، تو کیا امیر و مدرسین (جو کہ صاحب نصاب ہیں) کو اس طرح کی دعوت میں شرکت کرنا اور کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) خود ورثاء میت کو اسی کھانے سے کھالینا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳) ورثاء میت طلبہ سے قرآن خوانی کرا کے دعوت دیکر طلبہ و دیگر لوگوں کو کھلاتے

ہیں، تو کیا اس قرآن خوانی کا ثواب میت کو ملے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) میت کے ورثاء کی طرف سے میت کے

ایصال ثواب کیلئے غریبوں کو کھانا کھانا بلا تردد جائز اور درست ہے لیکن اس میں دن کی تعیین جائز نہیں ہے۔

لہذا نتیجہ اور چوتھے دن اور دسویں وغیرہ کی رسم جائز نہیں ہے۔

ویکړه اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع

(شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهیة الضیافة من أهل

المیت، زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰)

(۲) ورثاء میت کا بھی اس کھانے میں شریک ہونا جائز ہے۔

(۳) قرآن خوانی کر کے کھانا کھلانے کی رسم جائز نہیں ہے، اس سے ثواب کی امید

نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/۲۳، جدید ڈابھیل ۹/۲۷۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

۱۴۱۵/۳/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۱۳)

خودکشی کرنے والے کو ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی

نے جہیز کے دباؤ میں آ کر زہر کی گولی کھالی یا اسکو کھلائی گئی اور وہ اس دنیا فانی سے رخصت

ہوگئی، اب اگر اس کے نام پر صدقہ و خیرات کیا جائے، تو اس کو ثواب پہونچے گا یا نہیں؟

المستفتی: حاجی صفدر علی خان، مدرس

جامعہ اسلامیہ، ضلع: بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس طرح عام میت کو صدقہ و خیرات کا ثواب

پہونچ جاتا ہے، اسی طرح خودکشی کرنے والے کو بھی پہونچ جاتا ہے، اور مذکورہ صورت میں

اگر لڑکی نے از خود زہر کی گولی کھا کر دم توڑا ہے تو خودکشی میں داخل ہوگی، اور ایصال ثواب

اس کے حق میں درست ہے، اور اگر کسی دوسرے نے کھلائی ہے، تو خودکشی نہیں ہے بلکہ درجہء

شہادت حاصل ہونا بھی ممکن ہے، اس کے حق میں بھی ایصال ثواب بلاشبہ درست ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈائجیل ۲۴۷/۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۷۲/۲۵)

رقم لے کر ایصال ثواب کرنا

سوال: [۴۰۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی آدمی نے عمر سے چالیس یوم تک ایصال ثواب کیلئے قرآن مجید پڑھوایا چالیس یوم جب پورا ہوا تو اس آدمی نے عمر کو کچھ نقد رقم دی یہ لینا کیسا ہے؟ مہربانی فرما کر مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: بشیر احمد قاسمی، مدرسہ بشیریہ،

سکر ہٹہ خورد، بھوچیور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس طرح چالیس دن یا کم و بیش ایصال ثواب کیلئے رقم لیکر قرآن کریم کی تلاوت سے ثواب نہیں ملتا ہے، بلکہ دونوں گنہگار ہوں گے، اور ثواب سے دونوں محروم ہوں گے اور میت کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ویکسرہ اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء و القراء للختم

الخ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل

المیت زکریا ۳/۱۴۸، کراچی ۲/۲۴۰)

ولا یصح الإستئجار علی القراءة وإهدائها إلى المیت الخ. (شامی،

کتاب الإحارة، باب الإحارة الفاسدة، مطلب فی الإستئجار علی الطاعات زکریا

دیوبند ۹/۷۸، کراچی ۶/۵۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/رجب ۱۴۱۲ھ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۷/۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۷۶)

۹ / باب الشہید

شہید حقیقی کی تدفین کیسے کی جائے

سوال: [۴۰۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قصبہ اغوان پور میں ایک صاحب کا قتل ہوا امام صاحب نے کفن و غسل دینے کو منع فرمایا، لہذا امام صاحب کی رائے کے مطابق نہ اس کو کفن دیا گیا اور نہ ہی اس کو غسل دیا گیا کیا اس طرح جائز ہے، بچے کو کھانا دینے جارہا تھا تو راستے میں کسی دشمن نے گولی مار دی، اسی وقت انتقال ہو گیا، اور وارثوں کو قاتل کے بارے میں علم ہے لیکن انھوں نے کوئی بدلہ ابھی تک نہیں لیا اور نہ ہی تھانہ میں رپورٹ درج کی ہے۔

المستفتی: مولانا محمد یعقوب، اغوان پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں مقتول شرعاً شہید حقیقی ہے اور شہید حقیقی کا حکم یہی ہے کہ اسی کپڑے میں بغیر غسل نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے، ہاں البتہ اگر بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بہت کم ہیں تو اس کے ریتے ہوئے ضرورت پوری کرنے کیلئے مزید کپڑا بھی لگایا جاسکتا ہے، امام صاحب کا عمل اور رائے صحیح ہے۔

من قتله أهل الحرب أو أهل البغي أو قطاع الطريق، فبأي شيء قتله

لم يغسل الخ. (ہدایہ، کتاب الصلوٰۃ، باب الشہید زکریا ۳/۲۴، رقم: ۳۶۴۶)

و کذا یكون شهيداً لو قتله باغ أو حربی أو قاطع طریق ولو تسببا أو
بغير آلة جارحة فإن مقتولهم شهيد بأي آلة قتله. (درمختار، کتاب الصلوٰۃ،

باب الشہید زکریا ۳/۱۶۰، کراچی ۲/۲۴۹)

فینزع عنه ما لا يصلح للكفن ويزاد إن نقص ما عليه عن كفن السنة وينقص إن زاد لأجل أن يتم كفنه الممسنون ويصلى عليه بلا غسل ويدفن بدمه وثيابه الخ. (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الشهيد زكريا ۳/۱۶۱، كراچی ۲/۲۵۰)

ویزیدون فی أكفانهم ماشاءوا، وینقصون ماشاءوا، وقیل: معناه یزاد علی ما علیه من الثیاب إذا قل، حتی یبلغ السنة وینقص عما علیه، إذا کثر، حتی یقصر علی السنة. (الفتاویٰ التاتارخانیة، الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، قسم آخر فی تکفین الشهيد زکریا ۳/۲۴، رقم: ۳۶۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۷۱/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۳/۱۵ھ

کیا فسادات میں مقتول مسلمان شہید ہوں گے؟

سوال: [۴۰۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ مسلمان جو فسادات کے وقت غیر مسلم حکومت کی پولیس سپاہی، پی ایس سی، کے ہاتھوں ظلماً قتل کر دئے جاتے ہیں تو کیا یہ مسلمان شہید ہوں گے یا نہیں؟

المستفتی: شبیر احمد، نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو مسلمان فسادات کے موقع پر مقابلہ میں نہیں آتے ہیں اور ان کو پی ایس سی پولیس ظلماً قتل کر دیتی ہے، وہ سب کے سب شہید ہیں البتہ جو لوگ ابتداءً غیر مسلم یا پولیسوں کے مقابل میں آتے ہیں اور اس میں مر جاتے ہیں ان کا شہید کے دائرہ میں آناسی روایت سے ثابت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، جدید ڈابھیل ۹/۲۹۷)

عن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من قتل دون مظلمة فهو شهيد. (مسند

احمد بن حنبل ۳۰۵/۱، رقم: ۲۷۸۰، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۶/۷، رقم: ۶۴۵۴)

المقتول مدافعاً عن نفسه أو ماله أو المسلمين أو أهل الذمة فإنه

شہید . (شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الشہید زکریا ۱۵۹/۳، کراچی ۲۴۸/۲)

ومن قتل مدافعاً عن نفسه أو ماله أو عن المسلمين أو أهل الذمة بأي

آلة قتل بحديد أو حجر أو خشب فهو شهيد كذا في محيط السرخسی .

(ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع فی الشہید

زکریا ۱۶۸/۱، جدید ۲۲۹/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

۲۵/۵/۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۰۳۷)

کیا ہندو مسلم لڑائی میں قتل ہونے والے شہید ہیں؟

سوال: [۲۰۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی

شخص اپنے وطن سے کسی جگہ کا سفر کر رہا ہے یعنی علی گڑھ سے بمبئی کا سفر کر رہا ہے، اور اسی سفر کے درمیان کوئی شخص غیر مسلم کی لڑائی میں گرفتار کر لیا گیا، اس شخص کو ان غیر مسلموں نے مسلمان سمجھ کر قتل کر دیا یا جان سے مار دیا ہو تو کیا ایسی حالت میں مرنے والا شہیدوں میں شمار ہوگا؟ یا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا یا اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا؟

المستفتی: محمد فاروق بسکندر اراؤ، ہاتھرس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو شخص ہندو مسلم لڑائی میں گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا

ہو اس شخص کا شمار شہداء میں ہوگا، اور جو احکامات شہداء پر جاری ہوتے ہیں وہی احکامات اس پر بھی جاری ہوں گے اور اللہ رب العزت فرض کے علاوہ تمام گناہ معاف فرمادیں گے، اور وہ

شخص عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من قتل دون مظلمة فهو شهيد. (مسند احمد بن حنبل ۳۰۵/۱، رقم: ۲۷۸۰، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۶/۷، رقم: ۶۴۵۴)

المراد بشہید الآخرة من قتل مظلوماً. (شامی، کتاب الصلاة، باب الشہید، مطلب فی تعداد الشہداء کراچی ۲/۲۵۲، زکریا ۳/۱۶۴)

عن عبد الله ابن عمرو بن العاص أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شیء إلا الدین. (صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبیل اللہ کفر خطایہ إلا الدین، النسخة الهندیة ۲/۱۳۵، بیت الأفكار رقم: ۱۸۸۶، مشکوٰۃ ۲/۳۳۱)

أن عمرو بن مالک الجنبی أخبره أنه سمع فضالة بن عبيد يحدث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: کل میت یختم علی عملہ إلا الذی مات مرابطاً فی سبیل اللہ فإنه ینمی له عملہ إلى یوم القیمة ویأمن فتنة القبر، الحدیث: (ترمذی، ابواب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطاً، النسخة الهندیة ۱/۲۹۱، دار السلام رقم: ۱۶۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۳۷)

ہندو پاک کے درمیان لڑنے والے مسلمان شہید ہیں یا نہیں

سوال: [۴۰۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پاکستان کی حکومت اسلامی ہے اور ہندوستان کی حکومت غیر مسلم ہے تو دونوں ملکوں سے اگر لڑائی ہو اور پاکستان کی جانب سے لڑنے والے تمام مجاہد اسلامی ہوں اور ہندوستان کی جانب سے لڑنے والے غیر مسلم ہوں لیکن کچھ مسلمان بھی ہوں اور ہندوستان کے

مسلمانوں کو پاکستان کے مسلمان جہاد کے میدان میں مار دیں تو ہندوستان کے مسلمانوں کو شہید مانا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد انظر عالم، کشن گنج،
صدق منزل ۱۵، تھورا، ضلع: باندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس جنگ میں مرنے والے سپاہیوں کو شہید کہا جاتا ہے، جو صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنیکی غرض سے جنگ لڑتے ہیں، اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جو جنگ ہوتی ہے اس میں نہ پاکستان کی فوج کے ذہنوں میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کا مقصد ہوتا ہے اور نہ ہی ہندوستان کی طرف سے لڑنے والے سپاہیوں کے دل میں یہ بات ہوتی ہے، کہ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے لڑا جا رہا ہے، اسلئے دونوں طرف کے فوجیوں کی لڑائی جہاد اسلامی کے دائرے میں شامل نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف کی لڑائی اقتدار کی لڑائی ہے اور اقتدار کی لڑائی میں مرنے والے ان شہداء میں شامل نہیں ہو سکتے جبکہ بارے میں قرآن وحدیث میں بشارت آئی ہے۔

عن ابی موسیٰ قال جاء رجل إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، فقال الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیری مکانہ فمن فی سبیل اللہ قال من قاتل لتکون کلمة اللہ ہی العلیا فهو فی سبیل اللہ . (بخاری شریف، کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمة اللہ ہی العلیا، النسخة الهندیة ۱/ ۳۹۴، حدیث: ۲۷۲۶، ف:

(۲۸۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/ رجب ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۶۲)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵ھ/ ۷/ ۸

ایکسیڈنٹ میں مرنے والا شہید ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۰۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) خالد موٹر سائیکل سے جا رہا تھا کہ راستہ میں پیچھے سے کسی گاڑی والے نے عمداً ٹکرماری جس کے نتیجے میں وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا تو کیا اس صورت میں خالد کو شہادت کا درجہ ملیگا یا نہیں؟ اگر ملیگا تو شہادت اخروی یا دنیوی یا دونوں اور اس کے صغائر و کبائر کے بارے میں کیا حکم ہے، دونوں معاف ہوں گے یا صرف صغائر، نیز اگر خالد نے اسی کے ساتھ ساتھ شراب بھی پی رکھی ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ خالد بغیر کسی ارادہ کے گاڑی کی زد میں آ جاتا ہے، اور موقع پر ہی وفات ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ خالد نے دوسری صورت میں شراب نہیں پی رکھی تھی؟

المستفتی: محمد حاکم، چاند پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حقیقی معنوں میں شہید وہ ہے جو اعلیٰ کلمۃ اللہ کیلئے جہاد کرتے ہوئے قتل کیا جائے یا ظالموں نے اس کو ظماً قتل کیا ہو بقیہ جو ایکسیڈنٹ اور حادثاتی اموات سے مرنے والے ہیں وہ صرف شہید اخروی ہیں، لہذا ان کو غسل دے کر ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور احادیث میں گناہوں کے معافی کا جہاں بھی تذکرہ ہے مراد صغائر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کبائر کو بھی معاف کر سکتا ہے، ایکسیڈنٹ سے مرنے والا اگرچہ شراب پی کر مرنا بھی وہ شہید اخروی ہوگا، یہ اور بات ہے کہ اس کو شراب پینے کا گناہ ملیگا، اس تفصیل سے سوالنامہ کی دونوں شکلوں کا جواب آ گیا۔

وقید بالقتل لأنه لومات حتف أنفه وابتعد أو حرق أو غرق أو هدم لم يكن شهيداً في حكم الدنيا، وإن كان شهيد الآخرة. (شامی، کتاب الصلاة،

باب الشہید کراچی ۲/۲۴۸، زکریا ۳/۱۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶ھ/۶/۲۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۶۴/۳۸)

ایکسیڈنٹ سے ہلاک ہونیوالے شہید حکمی

سوال: [۴۰۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ایکسیڈنٹ سے جو لوگ مر جاتے ہیں وہ دنیوی اعتبار سے بھی شہید ہیں یا صرف اخروی اعتبار سے کیا ان کو غسل وغیرہ دیا جائے گا؟

المستفتی: عنایت علی، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایکسیڈنٹ سے ہلاک ہونیوالے شرعاً شہید اخروی

ہیں، غسل دینا لازم ہوگا۔

ولو انهزم المسلمون فوطئت دابة المسلم مسلما وصاحبها عليها

أو سائق لها أو قائد غسل الخ. (فتاویٰ تاتار خانیہ، الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون،

فی الجنائز، قسم آخر يتصل بمسائل الشہید زکریا ۳/۲۳، رقم: ۳۶۴۱، قديم ۲/۴۴،

فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع فی

الشہید زکریا ۱/۱۶۸، جدید ۱/۲۳۰، وهكذا البحر الرائق، کتاب الجنائز، باب الشہید

زکریا ۲/۴۴، کوئٹہ ۲/۱۹۶، احسن الفتاویٰ ۴/۲۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۸۶/۲۵)

مال کی حفاظت میں مقتول شہید ہے یا نہیں

سوال: [۴۰۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دہلی کے مدینہ بکڈ پو کے شائع شدہ کیلنڈر تقویم ۱۹۸۹ء کے اپریل کے ماہ نامہ میں بطور اقوال زریں چند الفاظ پر مشتمل مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ (جو شخص اپنے مال کے پیچھے مارا جائے وہ شہید ہے)۔

(۱) مذکورہ بالا عبارت کی صداقت کس حدیث سے ثابت ہے؟
(۲) وہ کون سا مال ہے جس پر مرنا باعث شہادت ہے، جبکہ اہل اسلام کی نظر میں مال کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟

(۳) شہادت کا درجہ کیا ہے؟
لہذا مندرجہ بالا تین نکات کو سامنے رکھ کر اس عبارت کی وضاحت فرمادیجئے، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد شریف، محلہ قاضی ٹولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) مذکورہ بالا عبارت کی صداقت بخاری و مسلم ترمذی کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من قتل دون ماله فهو شهيد. (صحيح بخاری، كتاب المظالم، باب من قتل دون ماله، النسخة الهندية ۳۳۷/۱، رقم: ۲۴۱۶، ف: ۲۴۸۰، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق كان القاصد مهمل الدم الخ، النسخة الهندية ۸۱/۱، بيت الأفكار رقم: ۱۴۱، سنن الترمذی، ابواب الديات، باب ماجاء من قتل دون ماله فهو شهيد، النسخة الهندية ۲۶۱/۱، دارالسلام رقم: ۱۴۱۹)

(۳۲) وہ مال جسکو مالک نے حلال طریقے سے حاصل کیا ہے، اور اہل اسلام کی نظر

میں ایسے مال کی اہمیت ہے جو حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو، اور اسکی زکوٰۃ ادا کر دی جاتی ہو، اور ایسے مال کی حفاظت میں اگر قتل ہو جائے تو شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ (نووی/۸۱)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي قال: فلا تطعه مالك، قال: أرأيت إن قاتلني، قال: قاتله، قال: أرأيت إن قتلني قال: فأنت شهيد، الحديث.

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق كان القاصد مهتر الدم الخ، النسخة الهندية ۸۱/۱، بيت الأفكار رقم: ۱۴۰)

اور اہل اسلام نے جس مال کی مذمت کی ہے وہ، وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو، یا غلط طریقے سے حاصل کیا جاتا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷/رمضان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۸۶/۲۵)

کیا اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے؟

سوال: [۴۰۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک بستی کا پردہان تھا، جو ہر وقت گاؤں کے بناؤ سدھار کی فکر میں رہتا تھا، گاؤں کے راستے بیوہ عورتوں کی دیکھ بھال غریبوں کی ہمدردی غرض جو اوصاف ایک ذمہ دار میں ہونے چاہئے زید ان کا حامل تھا، لیکن گاؤں کے کچھ بدمعاش لوگ اس سے دشمنی رکھتے تھے، کیونکہ زید سے پہلے اس کے باپ نے تقریباً ۳۵ سال پردہانی کی اور لوگوں نے خوشی سے اس کو ووٹ دیا کیونکہ گاؤں کے اندر کارنامے اچھے تھے، اب چند بدمعاش زید سے دشمنی رکھتے تھے، اسلئے زید اپنی حفاظت کی غرض سے

لائسنس والی بندوق اپنے پاس رکھتا تھا، ایک دن گاؤں کا راستہ ٹھیک ہو رہا تھا، زید اسکی دیکھ بھال کر رہا تھا، دو پہر کو کام پورا ہونے کے بعد زید واپس گھر کو آ رہا تھا، لیکن گاؤں کی پنچایت کے ایک ممبر سے کوئی مشورہ کرنے کیلئے زید اس کے پاس بیٹھ گیا اچانک وہ بندوق جو اس کے پاس تھی ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گری اور اس کا گھوڑا ایک اینٹ کے کنارے سے ٹچ ہوا اور بندوق چل گئی اور اس کی گولیاں زید کی چھاتی کے اوپر پڑیں اور زید فوراً انتقال کر گیا۔

اب مسئلہ صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ زید بندوق صرف اپنی حفاظت کیلئے رکھتا تھا، اور میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ جو شخص اپنی جان و مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، تو کیا زید کو حکماً شہادت کا درجہ ملے گا، یا نہیں؟ یا ایسی موت کے متعلق حدیث شریف میں کوئی صراحت کیسا تھ حکم موجود ہے؟ اگر کوئی ایسا حکم ہو تو تحریر فرمائیں، اور مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: عتیق الرحمن قاسمی، مدرسہ تعلیم القرآن،
صدر الدین نگر، پوسٹ: خاص، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہت ممکن ہے کہ سوالنامہ کی مذکورہ صورت میں زید کو بھی شہادت کا درجہ مل جائے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد. (مسند احمد بن حنبل ۱/۱۹۱، رقم: ۱۶۵۲، سنن أبی داؤد، قبیل کتاب الأدب، النسخة الهندية ۲/۶۵۸، دار السلام رقم: ۴۷۷۲، سنن النسائي، كتاب المحاربة من قاتل دون دينه، النسخة الهندية ۲/۵۵۵، دار السلام رقم: ۴۱۰۰، سنن الترمذی، ابواب الديات، باب ماجاء من قتل دون ماله فهو

شہید النسخة الهندية ۲۶۱/۱، دارالسلام رقم: ۱۴۲۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۶۱۱)

کیا بندوق سے ظلماً مارا ہوا شخص شہید ہے

سوال: [۴۰۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص کسی کو ظلماً بندوق سے مار دے اور وہ مسلمان بھی ہو تو وہ شہید حقیقی ہے یا نہیں؟ مدلل و مفصل ذکر فرمائیں؟

المستفتی: فضل الرحمن، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں یہ شخص مقتول شہید حقیقی ہوگا، کیونکہ شہادت حقیقی کے ثبوت کیلئے غیر مسلم ہونا اور آلہ کا آلہ جارحہ قاطعہ ہونا مشروط نہیں ہے۔

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ: من قتل دون مظلمة فهو شهيد. (مسند

احمد بن حنبل ۳۰۵/۱، رقم: ۲۷۸۰، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۶/۷، رقم: ۶۴۵۴)

الشہید من قتله (إلى قوله) أو قتله المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية فيكفن ويصلى عليه ولا يغسل... (وقوله) فبأي شيء قتله لم يغسل لأن شهداء أحد ما كان كلهم قتل السيف والسيلاح الخ. (ہدایہ، کتاب الصلاة، باب الشہید، اشرفیہ دیوبند ۱/۸۳)

والشہید من قتله أهل الحرب - إلى - أو قتله مسلم ظلماً عمداً بمحدد.

(نور الايضاح ، باب أحكام الشهيد ، امدادیہ دیوبند / ۱۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۷۶/۲۵)

حاملہ عورت کا ولادت کے دردزہ میں انتقال

سوال: [۴۰۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاملہ عورت ولادت کے دردزہ میں فوت ہو جائے تو اس کا اللہ کے یہاں کیا مقام ہے؟ کیا اس کو درجہ شہادت حاصل ہوگا، اگر اس کو درجہ شہادت حاصل ہوتا ہے، تو اس کے ثبوت میں کوئی حدیث وارد ہو تو تحریر فرمادیں۔

المستفتی: یعقوب احمد، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو عورت ولادت کے دردزہ میں فوت ہو جائے اس کو شہادت کا مقام حاصل ہوتا ہے، حدیث شریف میں اس کی شہادت سے متعلق حضور اکرم ﷺ کا واضح ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو عورت ولادت کے موقع پر دردزہ کی وجہ سے فوت ہو جائے، تو اس کو شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے، اور اس کو شہیدوں کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الله بن عبد الله بن جابر بن عتيك عن أبيه عن جده أنه مرض فأتاه النبي ﷺ يعوده فقال قائل من أهله إنا كنا لنجوا أن تكون وفاته قتل شهادة في سبيل الله فقال رسول الله ﷺ إن شهداء أمتي إذا لقليل القتل في سبيل الله شهادة والمطعون شهادة والمرأة تموت بجمع شهادة يعني الحامل والغرق والحرق والمجنوب يعني ذات الجنب شهادة.

(سنن ابن ماجہ، ابواب الجہاد، مایرجی فیہ، الشہادۃ، النسخۃ الہندیۃ / ۲۰۱، دارالسلام رقم: ۲۸۰۳، سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب فضل من مات بالطاعون، النسخۃ الہندیۃ ۴۴۳/۲، دارالسلام رقم: ۳۱۱۱، سنن نسائی، کتاب الجنائز، الشہید، النسخۃ الہندیۃ ۲۲۴/۱، دارالسلام رقم: ۲۰۵۶، مسند احمد بن حنبل ۳۲۳/۵، رقم: ۲۳۱۳۶)

عن عبادة بن الصامت قال: عاد النبي ﷺ ابن رواحة فقال رسول الله ﷺ ماتعدون شهداء أمتي؟ فقالوا: من قتل في سبيل الله: فقال رسول الله ﷺ إن شهداء أمتي إذا لقليل القتل شهادة والبطن شهادة، والطاعون شهادة والمرأة يقتلها ولدها جمعاء شهادة. (شعب الإيمان ۱۶۹/۲، رقم: ۹۸۷۸، ۹۸۷۹، ۹۸۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۵۲/۴۱)

حاملہ عورت ولادت میں فوت ہو جائے تو پیٹ چیر کر بچہ نکالنا

سوال: [۴۰۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاملہ عورت ولادت کے درد زہ میں فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ایسی صورت میں اگر بچہ پیٹ میں مرجائے تو اس کو ماں کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا، یا بچہ کو پیٹ چاک کر کے نکالا جائے گا، اسی طرح اگر پیٹ میں بچہ زندہ ہو یا زندہ ہونے کا غالب گمان ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہی جزئیات کیساتھ ساتھ اگر کوئی نص حدیث بھی ہو تو تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: شعیب احمد، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر عورت کے پیٹ میں بچہ پہلے ہی ختم ہو چکا

ہے، اور بچہ کی موت کا یقین بھی ہے تو ایسی صورت میں پیٹ چاک کر کے بچہ کا لانا لازم نہیں، لیکن اگر ماں کی موت کے بعد پیٹ میں بچہ کی زندگی کا یقین یا ظن غالب ہے تو ایسی صورت میں ماں کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکالنا لازم اور ضروری ہے، جیسا کہ فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

امراً ماتت والولد يضطرب في بطنها ، قال محمدٌ يشق بطنها ، ويخرج الولد لا يسع إلا ذلك . (خانيہ علی الہندیۃ ، کتاب الصلوۃ ، باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ زکریا دیوبند ۱/ ۱۸۸ ، جدید ۱/ ۱۱۷ ، ہندیہ ، کتاب الصلوۃ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الأول فی المحتضر زکریا دیوبند ۱/ ۱۵۷ ، جدید ۱/ ۲۱۸ ، شامی ، باب صلاۃ الجنازۃ ، مطلب فی دفن المیت ، کراچی ۲/ ۲۳۸ ، زکریا ۳/ ۱۴۵ ، الفتاویٰ التاتارخانیہ ، کتاب الصلوۃ ، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز ، نوع آخر فی الخطأ الذی يقع فی الباب زکریا ۳/ ۸۲ ، رقم: ۳۷۷۰)

لو أن حاملاً ماتت في بطنها ولد يضطرب فإن كان غالب الظن أنه ولد حي وهو في مدة يعيش غالباً فإنه يشق بطنها لأن فيه إحياء الآدمي فترك تعظيم الآدمي أهون من مباشرة سبب الموت . (تحفة الفقهاء ۳/ ۳۴۳ ، بحوالہ جدید فقہی تحقیقات ۱/ ۳۱۴ ، ہندیہ ، کتاب الکراہیۃ ، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم والحيوانات الخ زکریا ۵/ ۳۶۰ ، جدید ۵/ ۱۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۷/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۶۶/۲۱)



کتاب الزکوٰۃ

۱ / باب الزکاة و متعلقاتها

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ☆ عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب

سوال: [۴۰۷-۴۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اپنے چار بچوں کے ہمراہ جس میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ایک لڑکا قریب بالغ ہونے کو ہے، جو آپکے مدرسہ میں پڑھتا ہے، اور ایک لڑکی بالغ ہونے کو ہے، باقی دو بچے چھوٹے ہیں، میرے پاس کچھ مال ہے جو مجھے میرے والدین کی طرف سے وراثت میں ملا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں لکھتی ہوں، میرے شوہر کی آمدنی بہت کم ہے، جس سے ٹھیک طرح گھر کے اخراجات بھی پورے نہیں ہو پاتے ہیں، یہ مال میں نے اپنے بچوں کی شادی بیاہ کے لئے محفوظ کر رکھا ہے، مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا مجھے زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، اس کا اجر و ثواب کیا ہے؟ اور نہ نکالنے پر کیا کیا عذاب اور دنیاوی کیا کیا نقصان ہوتے ہیں، یہ بھی تحریر کریں، نیز ۱۰ روٹولہ چاندی، ۶ روٹولہ دو آنہ سونا اور نقد روپیہ بینک میں ۳۵۰۰۰ ہزار ہے؟

المستفتیہ: شاہین افسر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں آپ پر جمع

شدہ سونا، چاندی اور روپیہ سے زکوٰۃ نکالنا فرض ہے!

لیس فیما دون مأتی درهم صدقة - فإذا كانت مأتین وحال علیہا
الحول ففيها خمسة دراهم. (ہدایہ، کتاب الزکاة، باب زکاة المال أشرفی ۱/۱۹۴)
لیس فیما دون عشرين مثقالاً من ذهب صدقة فإذا كانت عشرين
مثقالاً ففيها نصف مثقال. (ہدایہ، کتاب الزکاة، باب زکوٰۃ المال، المكتبة الأشرفیہ

۱/۱۹۵، الدر المختار مع الشامی، زکریا ۳/۲۲۴، کراچی ۲/۲۹۵)

اگر آپ نہ نکالیں گی تو دردناک عذاب الہی کی مستحق ہو جائیں گی۔

(قوله تعالى) والذين يكتزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل

الله فبشرهم بعذاب الیم، الآية. (سورة التوبة: ۳۴)

نیز دنیا میں بھی ایسی دولت میں برکت نہیں ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۷۵)

بیت المال قائم کرنا

سوال: [۲۰۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر کی

۱۹ برادریوں نے مل کر ایک بیت المال قائم کیا ہے، جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں
زکوٰۃ کی رقم کو ان کے حق داروں تک پہنچانے کی ذمہ داری لی ہے، کیا اس بیت المال میں
زکوٰۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد الحمید راعین، پانک روڈ، پرتاپ گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر بیت المال کے ذمہ دار دیانتدار افراد ہوں اور

صحیح مصرف پر صرف کرتے ہوں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی قدیم ۳/۳۰ تا ۳۰۷/۳۰۷، زکریا
جدید ۳/۳۲۳، جدید زکریا مطول ۶/۲۹۶-۲۹۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/شوال ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۹/۲۴)

بیت المال سے قرض دینا

سوال: [۴۰۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے
یہاں بیت المال کا فنڈ ہے لوگ بطور قرض اس سے رقم لینا چاہتے ہیں، کیا اس رقم کو قرض میں
دیا جاسکتا ہے؟ نیز اس رقم کے خرچ کی بھی کوئی حد ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک سال کے اندر
اندر اس رقم کا ختم کرنا ضروری ہے جبکہ ضرورت مند کب آجائے معلوم نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل، چور، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے بیت المال وغیرہ کی
صحیح نگرانی حکومت اسلامی اور قوت نافذہ کے ذریعہ ہوتی ہے، ورنہ ہر شخص اپنا بیت المال قائم
کر کے لوگوں کی زکوٰۃ و صدقات کے پیسے بٹورنے کا سلسلہ قائم کریں گے، نیز زکوٰۃ اور
صدقات واجبہ کے بیت المال سے بطور قرض کسی کو دینا اور پھر واپس لینا حنفیہ کے نزدیک
درست نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۳/۳۰۳)

ویشترط أن يكون الصرف تملیكا لإباحة. (شامی، زکریا ۳/۲۹۱)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۰۲/۳۸)

زکوٰۃ وصول کرنے کی کمیٹی بنانا

سوال: [۴۰۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

الف: ہمارے محلہ میں ایک کمیٹی ہے جس کا نام زکوٰۃ کمیٹی ہے اس کمیٹی کے ممبران لوگوں سے زکوٰۃ صدقہ فطرہ چرم قربانی وصول کرتے ہیں، اور غرباء کو تقسیم کرتے ہیں، اور اس کا فنڈ بنا کر بھی رکھتے ہیں، حسب ضرورت تقسیم کرنے کیلئے نیز ضرورت مندوں کی لڑکیوں کی شادی بھی کراتے ہیں، اور غریب کو جو چاہتا ہے، اسے مختصر سا کاروبار بھی کرا دیتے ہیں،

(ب) اور زکوٰۃ کا پیسہ غریب کی شادی میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حافظ فرید احمد، محلہ لوہاری سرائے، نگینہ، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: الف: حکومت کی ماتحتی کے بغیر اس طرح کی کمیٹی

قائم کرنا بہت سے مفاسد کی وجہ سے مشروع اور درست نہیں، اور تجربہ میں دیکھا گیا ہے، کہ جہاں اس طرح کی کمیٹیاں قائم کی گئیں ہیں، وہاں لوگ شروع شروع میں صحیح کام کرتے رہے، اور بعد میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچہ برد کردیا، اور زکوٰۃ کا پیسہ ہڑپ کر لیا ان پر نہ کوئی مقدمہ قائم ہو سکا اور نہ دارو گیر ہو سکی، اسلئے اس طرح کی کمیٹی قائم کر کے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہو کر جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الاحكام ۳/۳۵)

(ب) مالک زکوٰۃ اپنے طور پر دیکھ بھال کر کے واجبی ضرورت کے مطابق فقیر لڑکی کی شادی میں دے سکتا ہے، کمیٹی کے حوالہ نہ کرے نیز یہ خیال رہے کہ پانچ ہزار روپے تک اس فقیر کے پاس پہونچنے کے بعد دوبارہ زکوٰۃ کا پیسہ نہیں دیا جاسکتا ہے، اسلئے کہ پانچ ہزار کے بعد نصاب کا مالک ہو جاتا ہے، ہاں البتہ اس کے بعد زکوٰۃ کے علاوہ جیب خاص کا پیسہ دیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۱)

ولا يجوز دفع الزكاة الى من يملك نصاباً، ويجوز دفعها الى من

یملک أقل من النصاب . (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف،

زکریادیوبند ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۰/۷۴۰۶)

زکوٰۃ و فطرہ کا پیسہ بیت المال کی شکل میں جمع کرنا

سوال: [۴۷۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک برادری اپنے زکوٰۃ و فطرہ اور چرم قربانی کا پیسہ ایک بیت المال کی شکل میں جمع کر کے صرف اپنی برادری کے مستحق لوگوں پر صرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں اس کا مفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: مشکور الظفر، قریشی نگر،
الیس وی روڈ، باندہ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس طرح بیت المال شرعی بیت المال نہیں ہوا کرتا ہے، اسلئے کہ اس میں اگر غبن و خیانت وغیرہ ہو جائے تو اسکی تلافی کیلئے شرعی قانون کے مطابق دار و گیر نہیں ہو سکتی نیز دیکھنے میں آیا ہے، کہ جہاں جہاں اس طرح بیت المال قائم ہوا ہے، وہاں خیانت و غبن ہوا ہے، پھر اسکی کوئی تلافی نہیں ہو سکی، اسلئے حکومت اور امارت کی ماتحتی کے بغیر اس قسم کا بیت المال قائم کرنا اور اس میں زکوٰۃ وغیرہ کی رقم جمع کرنا اور دینے والے کا دینا ہرگز جائز نہیں ہوگا، نیز مستحق فقراء اپنے حقوق سے محروم ہو جائیں گے۔

لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى

إبطال الحق الخ . (عمدة القاری شرح بخاری، دار احیاء التراث العربی

بیروت ۲۰۰۹ء، زکریا دیوبند ۱۶/۲۳۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۶۱/۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۳/۱۴۱۳ھ

غریب علماء کے نام ٹرسٹ قائم کرنا

سوال: [۴۰۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر گودھرا میں علماء کی جماعت ہر پندرہ دن پر ایک مرتبہ جڑتی ہے، جس میں یہ حضرات معاشرہ میں پھیلے ہوئے رسم و رواج اور منکرات کو لیکر اصلاح معاشرہ کے عنوان سے کام کرتے ہیں، اس مرتبہ کی مجلس میں عوام کی طرف سے ایک بات رکھی گئی کہ شہر میں علماء کی تعداد زیادہ ہے، جن میں سے علماء کی ایک تعداد حالات اور تنگی کا شکار ہے، اور بعض علماء گھر میں ولادت کے موقع پر یا کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس میں وہ صاحب فراش ہو گئے، یا ایسی بیماری جس میں آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے نیز بعض دفعہ بڑی عمر ہو جانے کی وجہ سے معذوری کے باعث مدرسہ سے معزول کر دئے جاتے ہیں، بالآخر تنگی کا شکار ہو جاتے ہیں، ان سب موقعوں پر علماء کو حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور اپنی ضرورت کا اظہار لوگوں کے سامنے کرنا پڑتا ہے، تو یہ بات علماء اور عوام دونوں کیلئے باعث عار ہے، لہذا علماء اگر ایک جماعت بنا کر اس رمضان کے موقع پر تھوڑا سا چندہ جمع کر لیں جس سے سال بھر ایسے حالات میں علماء کی مدد کی جائے، تاکہ ان کو عوام کے سامنے اپنی ضروریات رکھنی نہ پڑیں۔ یہ درخواست عوام کی طرف سے رکھی گئی۔۔۔

چنانچہ علماء کے درمیان مشورہ ہوا اور علماء نے ارادے بھی کئے کہ یہ کام ضرور کرنا چاہئے، اب آپ سے دو باتیں پوچھنی ہیں۔

اول: تو یہ کہ چندہ میں للہ رقم کے ساتھ زکوٰۃ بھی وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جس کو صرف مستحقین پر ہی خرچ کیا جائیگا؟

دوم: ہمارے شہر میں ایک دو ٹرسٹ اور ہے جو اللہ رقم اور زکوٰۃ کو وصول کر کے سال بھر غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں، وہاں علماء بہت کم جاتے ہیں، جس کی بنیاد پر یہ علماء کی جماعت صرف اور صرف علماء کے نام سے لوگوں کو ماہانہ ممبر بنا کر ان سے وصول کرے اور صرف علماء پر خرچ کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلطان سمول، گودھرا، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: علماء کے نام سے اس طرح کا ٹرسٹ قائم کر کے غریب علماء کو ٹرسٹ کا محتاج بنانا ہم مناسب نہیں سمجھتے ہیں، اور علم اور اہل علم کی تخفیف کی بات اس سے سمجھ میں آتی ہے، اگر کوئی عالم ضرورت مند ہو جائے، تو کوئی سرمایہ دار انفرادی طور پر ان کا خصوصی تعاون کرے، تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، مگر فلاں ٹرسٹ کا محتاج بنانے میں ٹرسٹ کے سارے ذمہ داروں کو یہ معلوم ہو جائے گا، کہ فلاں عالم کو اتنے پیسے دیئے گئے ہیں، اور کتنے علماء ٹرسٹ کے محتاج ہیں، ان سب کے نام درج ہو جائیں گے، اس کو ہم علماء کی عزت نفس کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے ہم اس طرح کے ٹرسٹ قائم کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے، اور صدیوں کے اکابر و مشائخ سے اس طرح کی نظیر کا ثبوت نہیں ملتا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳ھ/۸/۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ شعبان ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۷۵)

فقیر زکوٰۃ کی رقم کہاں خرچ کرے؟

سوال: [۶۷-۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی

غریب کو زکوٰۃ کا پیسہ دیا جائے تو وہ جس مد میں چاہے اس میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا کسی

خاص مد میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے؟

المستفتی: وحی الدین، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب زکوٰۃ کسی غریب کو دی جاتی ہے، تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے، اسلئے وہ جس شرعی مصرف میں چاہے، خرچ کر سکتا ہے۔

وہل لہ أن یخالف أمرہ لم أرہ والظاهر نعم لأنہ؛ مقتضى صحة التملیک قال الرحمتی والظاهر أنه لا شبهة فيه لأنہ ملکہ إیاء عن زکاة ماله. (شامی، کراچی ۳/۴۴، زکریا ۳/۹۳، مرقاۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۴۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۷/۱۴۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/رجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۷)

محلّہ کی کمیٹی کا زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے برادری کے غریب پر خرچ کرنا

سوال: [۴۰۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے محلّہ میں ایک کمیٹی ہے اسمیں ذمہ دار افراد ہیں جو برادری کے جملہ امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں، یہ کمیٹی چاہتی ہے کہ محلّہ کی زکوٰۃ فطرہ وغیرہ ایک جگہ جمع کر لیا جائے، اور برادری کے غریب پر خرچ کیا جائے، مثلاً غریب کی شادی پر یا جو افراد کاروبار کرنا چاہتے ہیں، لیکن نادار ہیں ان کو ان کے پیروں پر کھڑا کیا جائے، اور اسی میں سے بیواؤں پر خرچ کیا جائے، جو نادار ہیں اور اسی میں سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے، وقتاً فوقتاً مدارس کو بھی دیا جائے، اس طرح یہ زکوٰۃ سال بھر خرچ کی جائے گی، مسئلہ مذکورہ کو مدلل و مفصل تحریر فرمادیں، اور اس کام کو اہل علم کی سرپرستی میں کیا جائیگا۔

المستفتی: محمد سلیم ملتان، ہاری سرائے، نکیہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی کمیٹی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی برادری کی زکوٰۃ و فطرہ جمع کرے اور پھر برادری کے غریبوں بیواؤں اور نادار لوگوں پر خرچ کرے کیونکہ مسلمانوں سے زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ وصول کر کے مصارف میں خرچ کرنا خلیفۃ المسلمین کی ذمہ داری ہے، کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ، صدقہ واجبہ وغیرہ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرے اور بیت المال کے قیام کیلئے اسلامی حکومت لازم ہے، جو بیت المال کی حفاظت دیکھ بھال تصرف فوجی طاقت کے ذریعہ کرتی رہے گی، اور یہ امور ہندوستان میں موجود نہیں ہیں، اسلئے ہندوستان میں عام مسلمانوں کیلئے زکوٰۃ، فطرہ اور صدقات واجبہ کا آپس میں اکٹھا کرنا شرعی طور پر درست نہیں ہے، اور اس کا انجام بھی صحیح نہیں ہوتا۔

بیت المال يطلق على الجهة التي تملك المال العام للمسلمين
والمال العام هنا: هو كل مال ثبت عليه اليد في بلاد المسلمين .
(الموسوعة الفقهية ۸/ ۲۴۲)

بيوت المال أربعة لكل : مصارف بيتها العالمونا ، فأولها الغنائم
والكنوز ، ركاز بعد ها المتصدقونا : وثالثها خراج مع عشور ، وجالية يليها
العاملونا ، ورابعها الضوائع مثل مالا ، يكون له أناس وارثونا . (شامی ، کتاب
الزكاة ، قبیل باب المصرف کراچی ۲/ ۳۳۷، ۳۳۸، زکریا ۳/ ۲۸۱، ۲۸۲، الہندیۃ ، کتاب
الزکوة، الباب السابع فی المصارف ، فصل ما یوضع فی بیت المال أربعة ، أنواع
زکریا ۱/ ۱۹۰، جدید ۱/ ۲۵۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۸/۱۴۲۳ھ

کتبہ بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ شعبان ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۱۳)

اپنی برادری کو زکوٰۃ دینے کیلئے زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے رکھنا

سوال: [۴۰۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کی رقم کو جمع کر کے رکھنا اس غرض سے کہ اپنی برادری کے فقراء و مستحقین کو ضرورت پیش آنے پر اس رقم سے ان کی مدد کی جائے گی شرعاً کیسا ہے؟ اور ایک ہی برادری کے مستحقین کو زکوٰۃ کے دینے میں مخصوص کرنا جبکہ دوسری برادری کے مستحقین موجود ہوں کیسا ہے؟

المستفتی: بشیر احمد قاسمی، جلگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال میں جو شکل بیان کی گئی ہے وہ صدقہ واجبہ کے بیت المال کی شکل ہے اور ہندوستان میں فی الحال اس طرح بیت المال قائم کرنے اور اس کی حفاظت کی شرائط موجود نہیں ہیں، اسلئے زکوٰۃ دہندگان سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے کسی شخص واحد یا کسی انجمن میں جمع کر لینا خطرے سے خالی نہیں ہے، اسلئے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، بلکہ زکوٰۃ دہندگان اپنی مرضی سے مستحقین یا ان کے وکلاء اور مدارس کے سفراء کو از خود دیدیا کریں، نیز اگر برادری میں زیادہ ضرورت مند موجود ہیں، تو ان کو دیدیں، اور اگر دوسری برادری میں اور زیادہ ضرورت مند موجود ہوں، تو دوسری برادری کے لوگوں کو بھی ضرور دیدینا چاہئے، اور زکوٰۃ کی رقم جتنا زیادہ ضرورت مند کو دی جائے گی، اتنا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

وكره نقلها إلا إلى 'قراية أو أحوج أو أصلح أو أوسع أو أنفع

للمسلمين الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ذكر ياديو بند ۳/۴، ۳۰، كراچی

۳۵۳/۲، مجمع الانهر، دارالكتاب العلمیہ بیروت ۳۳۳/۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ شعبان ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۴۹)

زکوٰۃ کا ثواب مرحومین کو پہونچانا اور اپنی رسید دوسروں کے نام سے کٹوانا

سوال: [۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمر و صاحب مال ہے اور صاحب عیال ہے اور گھر کا مالک بھی ہے، اس کے مال کی زکوٰۃ تیس ہزار روپے نکلتی ہے، زکوٰۃ کی رقم جب وہ مدرسہ میں دیتا ہے تو کچھ اپنے نام سے کچھ اپنے اہل و عیال کے نام سے کچھ اپنے اہل و عیال بالغ نابالغ سب کے نام سے جو حیات ہیں رسید کٹاتا ہے، اور کچھ اپنے مرحومین دادا، دادی، نانا، نانی کے نام سے رسید کٹاتا ہے، عمر و کا اپنے گھر کے مالک ہونے کے اعتبار سے اپنے اہل و عیال بالغ نابالغ کے نام سے جو حیات ہیں، اور مرحومین کے نام سے زکوٰۃ کی رقم کی رسید کٹانا کیسا ہے؟

عمر و رسید کٹاتے وقت نہ معلوم کیا نیت کرتا ہے، نیز اگر کوئی صاحب مرحوم کے نام بنیت ثواب زکوٰۃ کی رقم مدرسہ میں یا کسی غریب مسکین کو دیتا ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور مرحومین کو ثواب ملیگا یا نہیں؟ نیز عمر و کو اپنے ہی نام سے رسید کٹانی چاہئے، یا اہل و عیال بالغ نابالغ کے نام سے جو حیات ہیں رسید کٹا دے تو کیا کوئی حرج ہے؟ یا اس کے متعلق جو بھی مسئلہ ہو تحریر فرمادیں، دونوں سوال کے جواب بحوالہ تحریر کریں؟ نوازش ہوگی۔

المستفتی: منظور عالم قاسمی، مدرس: مدرسہ

اسلامی باب العلوم، بابونج، ضلع: پرتاپ گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زکوٰۃ کی نیت سے رقم دیتا ہے، اور دوسرے کو ثواب پہونچنے کیلئے رسید دوسرے اہل و عیال اور مرحومین کے نام سے کٹواتا ہے، تو اس سے عمر و کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور دوسرے زندہ و مرحومین کو ثواب بھی پہونچ جائیگا، عمر و کو

اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ کا ثواب کسی کو بھی پہنچا دے، اور کسی کے نام سے بھی رسید کٹا دے!
 صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب
 عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً (إلی قولہ) لإطلاق كلامهم وإنه لا
 فرق بين الفرض والنفل الخ. (شامی، کراچی ۲/۴۳ کوئٹہ ۲/۲۵۶،
 زکریا ۳/۱۵۱ البحر الرائق، کوئٹہ ۳/۵۹، زکریا ۳/۱۰۵)

ومن أعطى مسكيناً دارهم وسماها هبة أو قرضاً ونوى الزكوة
 فإنها تجزیه وهو الأصح. (فتاویٰ عالمگیری، زکریا ۱/۱۷۱، کتاب الزکاة،
 الباب الأول: فی تفسیرها الخ جدید ۱/۲۳۲، زیلعی، امدادیہ ملتان ۱/۲۵۸،
 زکریا ۲/۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ محرم ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۱/۲۳)

غیر صاحب نصاب کیلئے سوال کرنا کیسا ہے؟

سوال: [۴۰۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
 شخص صاحب نصاب نہیں ہے کیا وہ لوگوں سے زکوٰۃ فطرہ لے سکتا ہے، جبکہ ایسے شخص کو
 کھانے پینے کی کوئی پریشانی نہیں ہے، مگر اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ جو صاحب نصاب ہو جائے،
 اگر ایسے شخص کو زکوٰۃ فطرہ دیں تو کیا ادا ہو جائے گا؟

المستفتی: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو شخص کھاتا پیتا ہو مگر صاحب نصاب نہ ہو تو اس
 کے لئے سوال کرنا منع ہے، لیکن اگر کوئی اس کو زکوٰۃ یا صدقہ فطر دیدے تو دینے والے کی زکوٰۃ
 یا صدقہ فطر ادا ہو جائیگا۔

ویجوز دفعها إلی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحاً

مکتسباً. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱)
 لا یحل أن یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومہ بالفعل أو بالقوة
 كالصحيح المکتسب. (درمختار مع الشامی، کراچی ۲/۳۵۴، زکریا
 دیوبند ۳/۳۰۶، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح دارالکتاب دیوبند/۷۲۲،
 الموسوعة الفقہیة الكويتیة ۲۶/۳۴۱)

لا تحل لمن یملک قوت یومہ بعد سترة بدنہ. (ہندیہ، زکریا ۱/۱۸۸،
 جدید ۱/۲۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۳۶/۱/۱۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۱۰/۴۱)

جس شخص کو زکوٰۃ دی اس کے یہاں کھانا کھانا

سوال: [۴۰۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک
 صاحب نصاب شخص ہیں، ان کی ایک ایسے فقیر سے گہری دوستی ہے، جس کو زید خود ہر سال
 صدقہ فطر اور زکوٰۃ کی رقم دیا کرتے ہیں، تو کیا زید کیلئے اس فقیر کے یہاں ضیافت و مہمان
 نوازی کرنا اور اس میں فقیر کا تحفہ وغیرہ قبول کرنا درست ہے؟

المستفتی: مختار عالم، پورنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا اس فقیر کے یہاں آمد و رفت کرنے اور اس
 کا تحفہ قبول کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، اور زید کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی، البتہ
 زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس کے یہاں جا کر کھانے پینے سے اور اس سے تحفہ تحائف قبول کرنے
 کی نیت نہیں ہونی چاہئے۔

عن عائشةؓ أنها أرادت أن تشتري بريرة للعق - إلى - فقال: هو لها

صدقہ ولنا ہدیہ، الحدیث: (بخاری شریف، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی موالی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، النسخة الهندیة ۲۰۲/۱، رقم: ۱۴۷۱، ف: ۱۴۹۳)

وفی فتح الباری، وجواز أكل الغنی ماتصدق به علی الفقیر إذا أهداه له، وجواز قبول الغنی هدیة الفقیر. (فتح الباری، دارالریان للنشر العربی بیروت ۳۲۴/۹، اشرفیہ دیوبند ۵۱۷/۹، دارالفکر بیروت ۴۱۴/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۱۱/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۴۷/۳۵)

ولی کا یتیم کے زکوٰۃ کے مال کو اپنے مال میں ملانا

سوال: [۴۰۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مہر النساء نامی عورت اپنے ماموں کے یہاں پلی بڑھی ماموں نے ہی ایک جگہ اس کی شادی کر دی چار بچے ہونے کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا، مہر النساء ان بچوں کو لیکر ماموں کے یہاں منتقل ہو گئی، عوام الناس اس کو بیوہ ہونے اور بچوں کے یتیم ہونے کی بنا پر زکوٰۃ فطرہ اور دیگر صدقات دیتے ہیں، تو اس مال کو ماموں کے مال میں ضم کر دیا جاتا ہے، پھر مشترکہ مال سے وہ عورت بچے ماموں اور ماموں کے گھر کے دیگر افراد اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض دفعہ پڑوسی بھی اسی مال سے دعوت وغیرہ کے موقع پر کھانا کھاتے ہیں، تو کیا اس عورت اور بچوں کے علاوہ دیگر حضرات کیلئے اس مشترکہ مال کا استعمال صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد الحمید، تری پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مہر النساء مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کے لئے صدقہ فطرہ و دیگر صدقات واجبہ لیکر کے ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے، پھر اس کے

پیسہ اور اس کے مال کو ماموں کے مال میں ضم کرنے کی اس شرط پر گنجائش ہے کہ ماموں کے گھر کے افراد اور مہر النساء اور اس کے چاروں بچوں کے درمیان افراد کا شمار کر لیا جائے، مہر النساء اور اس کے بچے کل ملا کر پانچ ہیں اور ماموں اور ان کے گھر کے افراد کتنے ہیں، دیکھ لیا جائے فی آدمی خرچہ کا حساب لگا لیا جائے، مثلاً ماموں اور ان کے گھر کے افراد کل دس ہیں، اور مہر النساء اور اس کی اولاد پانچ ہیں، تو ایسی صورت میں ماہانہ خرچہ میں مثلاً اگر مہر النساء دو ہزار روپیہ دے تو ماموں کو چار ہزار روپیہ دینا ہوگا، کل چھ ہزار روپیہ مخلوط کر کے سب کیلئے ایک ساتھ میں ملا کر کھانا وغیرہ تیار کرنے کی جو اجازت ہے، اس میں اس طرح کے حساب کی قید کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، لہذا اگر پڑوسی وغیرہ کی دعوت کی جاتی ہے، تو دعوت کے موقع پر اسی حساب سے ماموں کے مال کا اضافہ کرنا ضروری ہو جائے گا۔ (مستفاد: تفسیر شیخ الہند پارہ ۴/۹۹)

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ الْخ. (پارہ ۲ سورہ بقرہ/۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/شعبان ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۲۰/۳۸)



۲/ باب وجوب الزکاة

نمو کی تعریف اور وجوب زکوٰۃ کی شرط

سوال: [۴۰۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نمو کی حقیقت اور اس کی صورتیں کیا کیا ہیں؟

المستفتی: مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی،

فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نمو کے معنی بڑھوتری اور باب زکوٰۃ میں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نمو حقیقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ مال تو والد و تناسل اور تجارت کی شکل میں بڑھتا رہے۔

(۲) نمو تقدیری: اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مال از خود یا اپنے نائب وغیرہ کے ذریعہ سے مال کو بڑھانے اور ترقی کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور وجوب زکوٰۃ کیلئے مال نامی کا ہونا شرط ہے، چاہے نمو حقیقی ہو یا تقدیری۔

ترجمہ: اور اصلاح شرع میں نمو کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نمو حقیقی۔

(۲) نمو تقدیری اور حقیقی کا مطلب یہ

ہے کہ توالد و تناسل اور تجارت وغیرہ کے ذریعہ اضافہ ہو اور

وفی الشرع هو نوعان

حقیقی و تقدیری، فالحقیقی

الزيادة بالنوالد والتناسل

والتجارات، والتقديری

تمکنه من الزيادة بكون المال

فی یدہ أو ید نائبہ الخ. (شامی،

تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ صاحب
مال از خود یا اپنے نائب کے ذریعہ مال
کو بڑھانے پر قدرت رکھتا ہو۔ فقط
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۱۷۹/۳،
کراچی ۲/۲۶۳، البحر الرائق، کتاب
الزکاة۔ زکریا دیوبند ۳۶۲/۲، کوئٹہ
۲۰۶/۲، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب
الأول فی تفسیرھا وصفتها و شرائطھا
زکریا دیوبند ۱۷۴/۱، بدائع الصنائع،
کتاب الزکاة، و مراتب الديون زکریا
دیوبند ۱۹۱/۲، الموسوعة الفقہیہ
الکویتية ۶۳/۷، ۳۱/۳۶۷، ۳۹/۳۶،
حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح
قدیم ۳۸۹/۳، دارالکتاب دیوبند ۷۱۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۳/۲۸)

حوائجِ اصلیہ کی شرط

سوال: [۴۰۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حوائجِ
اصلیہ کی شرائط اور حاجتِ اصلیہ کی تعریف اور اس کا دائرہ کیا ہے؟ اور کیا حاجتِ اصلیہ کا
تعیین ہر دور اور ماحول میں اس کے اعتبار سے کیا جائیگا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اکیڈمی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حوائجِ اصلیہ میں وہ اشیاء داخل ہیں، جنکے بغیر
انسانی زندگی بسر کرنا دشوار ہو جائے، اور آج کل کے دور میں بہت سی غیر ضروری اشیاء کو

لوگوں نے اپنے لئے یوں ہی ضروری کر لیا ہے، جو درحقیقت حوائجِ اصلیہ کے دائرہ میں نہیں آتی ہیں، اور حوائجِ اصلیہ دو قسموں پر ہے۔

(۱) حاجتِ اصلیہ حقیقیہ اس کے اندر وہ اشیاء شامل ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان کو ہلاکت کا خطرہ ہے، مثلاً ضروری نفقہ اور اخراجات اور رہائشی مکانات اور آلات جنگ اور سردی اور گرمی کے وہ کپڑے جن کی اپنے موسم کے اعتبار سے ہر وقت ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) حاجتِ اصلیہ تقدیریہ اس کے اندر وہ اشیاء داخل ہوتی ہیں انسان جن کے بارے میں ہر وقت صحیح معنی میں متفکر رہتا ہے، مثلاً واجب الاقراض اور پیشہ اور کاریگری کے اوزار و آلات اور گھر کے ضروری اثاث و سامان اور سواری کے جانور اور علماء کیلئے دینی کتابیں یہ سب حوائجِ اصلیہ میں شامل ہیں، لہذا اگر کسی کے پاس نقد رقم موجود ہے، لیکن اس پر قرض بھی ہے یا کسی عالم نے ضروری کتابیں خریدنے کیلئے کچھ رقم الگ کر رکھی ہے یا کسی کاریگر نے اوزار کیلئے کسی کو رقم دے رکھی ہے، یا گھر کے سامان اور سواری کیلئے کچھ پیسہ دے رکھا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

ترجمہ: حوائجِ اصلیہ میں ہر وہ شئی شامل ہوتی ہے جو انسان سے حقیقی معنی میں اسبابِ ہلاکت کو دور کرتی ہے، جیسا کہ نفقہ رہائشی مکان، جنگی آلات، گرمی سردی کے ضروری کپڑے۔ یا تقدیراً اور باطناً ہلاکت کو دور کرتی ہے، جیسے کہ واجب الادا قرض جو اس کے قبضہ میں بقدر نصاب مال ہے، اس کے ذریعہ ادا کیا جائیگا، اپنے سے قید وغیرہ کو دور کرنے کیلئے اور قید بھی ہلاکت کے درجہ میں ہے صنعت کے اوزار اور گھر کے اثاث

وہی ما یدفع الہلاک
عن الإنسان تحقیقاً کالنفقۃ
ودور السکنی والآت الحرب
والثیاب المحتاج إلیہا لدفع
الحر والبرد أو تقدیراً کالدین
فإن المدیون محتاج إلی
قضائہ بما فی یدہ من النصاب
دفعاً عن نفسه الحبس الذی
هو کالہلاک وکالات الحرفۃ
وأثاث المنزل ودواب الركوب

و کتب العلم لأهلها فإن
الجهل عندهم كالهلاك،
فإذا كان له دراهم مستحقة
بصرفها إلى تلك الحوائج
صارت كالمعدومة كما ان
الماء المستحق بصرفه إلى
العطش كان المعدوم . (شامی،
كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة لمن
المبيع وفاءً زكريا دیوبند ۳/۱۷۸،

کراچی ۲/۲۶۲)

شامی کی مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کی حقیقت اور علاقہ ہر
دور کے اعتبار سے حاجاتِ اصلیه میں تفاوت ہو سکتا ہے، مثلاً عوام کیلئے کتب حدیث کتب فقہ
وغیرہ حاجاتِ اصلیه کے دائرہ میں نہیں آتی اور علماء کیلئے حاجاتِ اصلیه میں سے ہیں، اور
ایسی جگہ جہاں سواری کے جانوروں کو کام میں لایا جاتا ہے، اور وہاں اسکوٹر، سائیکل وغیرہ
چلانے کیلئے کوئی راستہ بھی نہیں ہے، وہاں سواری کے جانور حوائجِ اصلیه میں شامل ہوں گے،
اور گاڑی اسکوٹر وغیرہ شامل نہیں ہوں گی، اور شہر والوں کیلئے یہ سب اشیاء حوائجِ اصلیه میں
شامل ہوں گی، نیز اگر ایسی جگہ جہاں گاڑی وغیرہ چلانے کا راستہ نہیں ہے، وہاں کے لوگ
اگر گاڑی وغیرہ رکھ لیں تو وہ اشیاء حوائجِ اصلیه سے اگرچہ زائد ہیں لیکن مال نامی نہ ہونے کی
وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۴/۲۸)

غیر استعمالی گھریلو سامان پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۰۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) برتن جو بالکل زائد ہیں کبھی کبھار ضرورت کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں، ان میں نصف برتن تو صرف شادی بیاہ کے موقع پر ہی استعمال میں آتے ہیں، کچھ برتن گھر کی زینت کیلئے بھی ہیں۔

(۲) بچوں کے کھلونے جو نمائش کے طور پر شیشے میں رکھے ہوئے ہیں، زینت کیلئے اس میں چند کھلونے کئی سال سے رکھے ہوئے ہیں، اس میں کچھ کھلونے ایسے ہیں، جس سے سال بھر میں کبھی کھیل لیا اور نہ اسی میں رہتے ہیں؟

(۳) کپڑے جو ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں، دو دو سال یا کم و بیش ہو جاتے ہیں جن کو استعمال کرنے کی نوبت نہیں آتی ہے؟

(۴) عطر جو ضرورت سے زائد نمائش کے طور پر شیشے میں رکھا ہوا ہے، بہت کم استعمال میں آتا ہے؟

(۵) جس کا ذاتی کتب خانہ ہو جس میں کتابیں رکھی ہوئی ہیں، وہ برائے فروخت نہیں ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(۶) قیمتی قلم اور قیمتی گھڑی جو کبھی کبھار استعمال میں آتی ہیں، بقیہ وقت محفوظ رہتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ گھریلو سامان میں زکوٰۃ کن کن چیزوں پر واجب ہے تفصیل سے وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: ملک محمد ابراہیم بن ہاشم، خضر آباد،
نسوان اشٹریٹ تملناڈ، میل و شمارم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تمام اموال میں زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے دو صفتوں میں سے ایک صفت کا اس مال کیساتھ متصل و متصف ہونا لازم ہے۔

(۱) نمو و بڑھوتری کی صفت، اور یہ صفت حقیقی بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ سائمہ جانوروں میں تو والد و تناسل، اور حکمی بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ سونا چاندی گھر میں رکھا ہوا ہو چاہے زیورات کی شکل میں کیوں نہ ہوں، حکمی طور پر ان میں نمو سمجھا جاتا ہے، اسی طرح وہ روپیہ پیسہ جو محض جمع کر رکھا ہے، تجارت میں نہیں لگایا ہے اس میں بھی رکھے ہوئے ہونے کی حالت میں صفت نمو کا حکم ہے۔

(۲) تجارت: جن اموال میں یہ صفت موجود ہے، ان کی بھی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اگرچہ تجارت میں ایک پیسہ کا بھی نفع نہ ہو تب بھی راس المال پر زکوٰۃ واجب ہے، اور مال تجارت میں ہر طرح کا مال شامل ہے، لہذا جن اشیاء میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی صفت نہ ہو یعنی نہ نمو کی صفت ہو اور نہ ہی تجارت کی صفت ہو تو ایسی اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے، چاہے گھر میں بیکار کیوں نہ پڑی ہوئی ہو، اب دیکھنا یہ ہے کہ سوالنامہ میں جتنی چیزوں کا ذکر ہے ان میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت موجود ہے یا نہیں، اب سائل خود غور کر کے دیکھ لے کہ سائل کی سوال کردہ چھ چیزوں میں سے کسی بھی چیز میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی صفت موجود نہیں ہے، لہذا صرف شادی بیاہ میں استعمال ہونے والے برتن اور بچوں کے کھلونے اور نمائش کی چیزیں اور ضرورت سے زائد استعمالی کپڑے اور شیشی میں رکھا ہوا عطر اور ذاتی کتب خانہ کی کتابیں ان میں سے کسی میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ مذکورہ اشیاء میں نہ تو نمو کی صفت ہے اور نہ ہی تجارت کی صفت ہے، فقہاء کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیے:

دلیلنا لأن الزکاة عبارة عن النماء وذلك من المال النامي على التفسير الذی ذکرنا ه وهو أن يكون معداً للإستماء وذلك بالإعداد للإسامة فی المواشی والتجارة فی أموال التجارة. (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل فی دین الزکاة زکریا ۲/۹۲)

لیس فیما یشتري للتجمل والزینة من خادم ومتاع ولؤلؤ وجوهر

وفلوس للنفقة شئى . (تاتار خانیه ، کتاب الزکاة ، الفصل الثالث فى بيان زکاة عروض التجارة زکریا ۳/۱۷۳ ، رقم: ۴۰۳۱ ، ۲/۲۴۴)

ولیس فى دور السکنى وثیاب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوة لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضا وعلى هذا كتب العلم لأهلها . (هدایہ ، کتاب الزکاة المكتبة الأشرفیة ۱/۱۸۶)

وقال صاحب الهامش تحت هذه العبارة: لو لم یکن من أهلها وليست هى للتجارة لا یجب فیها الزکوة أيضا ، وإن كثرت لعدم النماء . (حاشیة هداية نمبر ۱۸)

لأن الوجوب فى الكل باعتبار التجارة یعنى أن سبب وجوب الزکاة ملک النصاب النامى والنماء أما بالإسامة أو بالتجارة . (عنايه ، کتاب الزکاة ، باب زکاة المال فصل فى العروض قديم ۲/۲۲۲ ، زکریا ۲/۲۲۹ ، کراچی ۲/۱۶۹)

النماء إما تحقيق یكون بالتوالد والتناسل والتجارات أو تقديرى یكون بالتمکن من الاستئمان بأن یكون فى یدہ أو ید نائبه لأن السبب هو المال النامى فلا بد منه تحقيقاً أو تقديرأ . (مجمع الانهر کتاب الزکاة ، قديم بیروت ۱/۱۹۳ ، جدید ۱/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۳/۱۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۸۹/۳۷)

زائد برتن وشوکس وغیرہ میں زکوة کا حکم

سوال: [۴۰۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انسان کی ضرورت کے علاوہ کے برتن وشوکس وغیرہ کی چیزوں میں زکوة ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد زبیر مومن ورش پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: استعمالی شوکیس برتن وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔
ولیس فی دور السکنی و ثياب البدن و أثاث المنازل ... زکوٰۃ لانہا
مشغولة بحاجته الأصلية . (شامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۷۸، کراچی
۲/۲۶۲، ہدایہ، جیسور کتاب الزکاة ۱/۱۸۶)

ومنها فراغ المال (إلى قوله) وكذا طعام أهله وما يتجمل به من
الأواني إذا لم يكن من الذهب والفضة الخ. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب
الزکاة، الباب الاول فی تفسیر ہا وصفتها و شرائطها زکریا ۱/۱۷۳، جدید ۱/۲۳۴)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۶۵/۲۵)

دیکھی برتن وغیرہ حوائج اصلیه میں داخل ہیں

سوال: [۴۰۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیکھی
اور برتن وغیرہ حوائج (ضروریات) میں سے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد طارق، مدرس ہدایت
العلوم، مدار پور، پوسٹ: چنٹون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دیکھی برتن وغیرہ سونے چاندی کے نہیں تو وہ حوائج
ضروریہ میں داخل ہیں زکوٰۃ کی ادائیگی میں ان چیزوں کی قیمت نہیں لگائی جائیگی۔

وبهذا الشرط خرجت الثياب التي لا تتراد للتجارة سواء كان صاحبها
محتاجاً إليها أولا وأثاث المنزل والحوانيت والعقارات والكتب لأهلها

أو غير أهلها . (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳ / ۴۱) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳ھ/۷/۶

۱۴۲۳ھ/۷/۶

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۷۸)

ملک تام کی تعریف

سوال: [۴۰۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ملک تام

وجوب زکوٰۃ کیلئے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ ملک تام سے کیا مراد ہے؟

المستفتی: مجاہد الاسلام، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس شئی میں مالک کو ملکیت اور قبضہ دونوں حاصل

ہو جائیں، اس پر ملک تام کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور اگر صرف ملکیت حاصل ہو جائے، لیکن

قبضہ حاصل نہ ہو جیسا کہ قبضہ سے قبل طے شدہ مہر کی عورت مالک ہو جاتی ہے لیکن مہر پر قبضہ نہ

ہونے کی وجہ سے ملکیت تامہ عورت کو حاصل نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اگر مال پر قبضہ

تو ہو جائے لیکن ملکیت درحقیقت اپنی نہ ہو بلکہ کسی اور کی ہو تو ایسی صورت میں بھی ملکیت تامہ

حاصل نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ قرضدار شخص جو مال کما کر قبضہ کرتا ہے، یا ہبہ وغیرہ کے توسط

سے اس کے قبضہ میں آتا ہے، تو ایسی صورت میں قرضدار کے قبضہ میں تو مال آ گیا لیکن مال

کیساتھ قرض خواہ کا حق بھی لاحق ہو جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے قرض ادا کرنا اس پر

واجب ہو جاتا ہے، لہذا اس مال کا مالک درحقیقت قرض خواہ ہی ہوا کرتا ہے، اسلئے مقروض

کے حق میں اس مال میں ملکیت تامہ حاصل نہیں ہوتی ہے اسی وجہ سے مقروض پر اس مال کی

زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہوتی ہے۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد

الملك دون اليد كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك

کملک المکاتب والمدیون لاتجب فیہ الزکوۃ . (عالمگیری، کتاب الزکاة ، الباب الاول فی تفسیرھا و صفتها و شرائطھا ۱/ ۱۷۲، جدید ۱/ ۲۳۳، و مثله فی الجوهرہ ، النیرۃ، کتاب الزکاة ، دارالکتاب دیوبند ۱/ ۱۳۷، قدیم کراچی ۱/ ۱۳۹)

ترجمہ: ملک تام وہ ہے کہ جس میں قبضہ و ملکیت دونوں جمع ہو جائیں، اور بہر حال جب صرف ملکیت حاصل ہو اور قبضہ نہ ہو جیسا کہ قبل القبض عورت کا مہر یا قبضہ حاصل ہو لیکن ملکیت نہ ہو جیسا کہ مکاتب اور مدیون کی ملکیت تو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۳۶/۲۸)

حولان حول کے بعد زکوۃ واجب ہوتی ہے

سوال: [۲۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس شروع سال سے مثلاً شوال سے ۵/۵ تو لے سونا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے شعبان میں چل کر اس کو دو تولہ چاندی یا پچاس روپے اور مل گئے تو کیا اس شکل میں اسکی مالیت نصاب کے بقدر پہنچ جائیگی، ایک شخص شروع سال سے تو غیر صاحب نصاب تھا اب اخیر سال میں اس کے پاس روپیہ آ گیا تو کیا اب سے اس پر سال گذرنا شرط ہے یا شوال میں پہنچ کر اس پر زکوۃ فرض ہو جائیگی؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، مقام
و پوسٹ: قصبہ: سیڈھا، ضلع: بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی صورت میں اس کا شروع سال شعبان سے شمار ہوگا، اب آئندہ سال شعبان تک سونے کے ساتھ چاندی یا روپیہ موجود رہے گا تب اسکی

زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اس سے قبل نہیں، و حال علیہا الحول کا مطلب بھی یہی ہے۔
 عن عائشةؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا زكاة في مالٍ ،
 حتى يحول عليه الحول . (سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاة ، باب من استفاد مالا ،
 النسخة الهندية ۱/ ۲۸ ، دار السلام رقم: ۱۷۹۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۰ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۲۳۳/۲۹)
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۲/۲/۲۰ھ

سال کی ابتدا و انتہا میں نصاب مکمل ہونے پر وجوب زکوٰۃ

سوال: [۴۰۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صورت
 حال اس طرح سے ہے کہ زید کے پاس کچھ مال دادا الہی ہے اور کچھ بذات خود خریدا ہوا ہے،
 جس میں کچھ زیورات بھی ہیں، اور نقد بھی اور غلہ بھی خرچہ سے زائد رہتا ہے، بعض مرتبہ زید
 ایک لاکھ روپیہ کا مقروض بھی ہو جاتا ہے، اور بعض موقع ایسا بھی ہوتا ہے کہ زید کا روپیہ
 دوسروں پر ہوتا ہے قابل طلب امر یہ ہے کہ زید پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس
 طرح سے ہوگی، اور نہیں تو کس وجہ سے، نیز بیل بھینس کی قسم سے کچھ جانور بھی ہیں اس کو بھی
 تحریر فرمائیں کہ کون سے مد پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

المستفتی: محمد شعیب شاہ آباد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گھر کے غلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور سونے
 چاندی کے زیورات پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اگر شروع سال میں نصاب
 کے برابر یا اس سے زائد کا مالک ہوتا ہے، اور اسی طرح اخیر سال میں بھی قرض وغیرہ مجری
 کر کے نصاب یا اس سے زائد باقی رہتا ہے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اتنے کی زکوٰۃ
 واجب ہو جاتی ہے جو اخیر سال میں قرض وغیرہ منہا کرنے کے بعد باقی بچے اور سال کے

درمیان میں قرض وغیرہ کی وجہ سے نصاب سے کم ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
ونقصان النصاب فی الحول لا یضر إن کمل فی طرفیہ لأنہ یشق
اعتبار الکمال فی أثنائہ الخ۔ (البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب زکاة المال
زکریا ۲/۴۰۰، کراچی ۲/۲۲۹، الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا
۳/۲۳۳، کراچی ۲/۳۰۲)

اور مذکورہ جانور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صورت یوں ہے تیس پر ایک سال کی گائے
یا بھینس دینا واجب ہے، اور چالیس پر دو سالہ ایک بھینس اور پھر ساٹھ پر ایک سالہ دو بھینس یا
گائے، اور ستر پر ایک سالہ اور دو سالہ ایک واجب ہوگا، اس سے زائد ہو جائے تو دوبارہ
استفتاء لیجئے گا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۷۱)

لیس فی أقل من البقر صدقة فإذا كانت ثلثین سائمة وحال علیہا
الحول ففيہا تبع أو تبعیة وفي أربعین مسن أو مسنة، فإذا زادت علی أربعین
وجب فی الزیادة بقدر ذلک إلی ستین ثم فی الستین تبعان أو تبعتان وفي
سبعین مسنة وتبع۔ (ہدایہ، اشرفیہ ۱۹۰، ۱۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۰/۳/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۳۲/۲۵)

وجوب زکوٰۃ کیلئے سال گذرنا شرط ہے

سوال: [۴۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے
کھاتے (بینک) میں کبھی روپیہ ہوتا ہے، اور کبھی نہیں ہوتا ہے، یعنی جمع ہوتا رہتا ہے، اور
ساتھ ہی نکلتا رہتا ہے، کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ زید اپنی تنخواہ سے کچھ ہر ماہ روپیہ نکال دیا
کرے تاکہ بعد میں زکوٰۃ نہ نکالنی پڑے؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ سال پورا ہونے پر ادا کرنا واجب ہوتی ہے، لہذا بینک میں روپیہ جمع کرنے میں اور نکالتے رہنے میں یہ دیکھا جائے کہ جس وقت نصاب پورا ہوا ہے، اس وقت آئندہ سال پورا ہونے پر نصاب کے بقدر باقی ہے یا نہیں؟ اگر نصاب کے بقدر باقی ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

عن علي عن النبي ﷺ ببعض أول الحديث، قال: فإذا كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم وليس عليك شيئي يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً، فإذا كانت لك عشرون ديناراً وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فمأزاد فبحساب ذلك . (سنن أبي داود، الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۵۷۳)

عن ابن عمرؓ قال: لا تجب في مال زكاة، حتى يحول عليه الحول، قال محمد: وبهذا نأخذ وهو قول أبي حنيفةؒ إلا أن يكتسب مالاً فيجمعه في مال عنده مما يزكي، فإذا وجبت الزكاة في الأول زكى الثاني معه، وهو قول أبي حنيفةؒ، وإبراهيم النخعي رحمهما الله تعالى. (مؤطا امام محمد، كتاب الزكاة، باب المال مت تجب فيه الزكاة، اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/۱۷۳، ۱۷۴، رقم: ۳۲۶)

و حولان الحول وهو في ملكه و ثمنية المال كالدرهم والدنانير فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة وتحتة في الشامية، والشرط تمام النصاب في طرفي الحول الخ. (شامی، كتاب الزكاة، کراچی ۲/۲۶۷، ذکر یا ۳/۱۸۶)

اور ایسی کوئی صورت ہم نہیں بتلا سکتے کہ تنخواہ میں سے کچھ نکال دینے سے زکوٰۃ نہ دینی پڑے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ صفر ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۳۹/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/۲۳ ۱۴۲۵ھ

پہلے عشرہ میں زکوٰۃ نکالنے والے کا دوسرے عشرہ میں جمع کردہ رقم کی زکوٰۃ

سوال: [۴۰۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے کچھ ساتھیوں نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اپنی زکوٰۃ نکالی اور حج کی رقم ۷۴۰۰۰ روپے دوسرے عشرہ میں بھیجی، کیا ان لوگوں پورے ۷۴۰۰۰ روپے کی زکوٰۃ دینا لازم ہے؟
المستفتی: حجاج کرام، حلقہ ٹھور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب ہر سال زکوٰۃ نکالنے کا وقت رمضان کا پہلا عشرہ ہے اور پہلا عشرہ گزر جانے تک اس کے پاس وہ پیسہ موجود ہے جس کو حج کیلئے جمع کیا ہے، تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہوگا۔ (مستفاد: انوار مناسک، ۱۶۰/۱)

ما إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه ، فحال الحول ، وقد بقي معه نصاب فإنه يزكى ذلك الباقي ، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول .
(شامی ، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء ، زکریا ۱۷۹/۳ ، کراچی

۲/۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/شوال ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۱۰/۱۴۲۹ھ

حولان حول کے بعد زکوٰۃ صحیح مال پر

سوال: [۴۰۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس تین لاکھ روپے ہیں وہ ان کی زکوٰۃ دیتا ہے اب اس نے ایک لاکھ روپیہ کا ایک بلڈنگ میں بنیت تجارت دوسرا مال خرید لیا جیسا کہ بمبئی، کلکتہ وغیرہ میں فروخت ہوتے ہیں،

بیچنے کا مالا (منزل) کسی اور نے خرید لیا ہے دوسرا کسی اور نے تیسرا کسی اور نے اب معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ مکان کی زکوٰۃ کس طرح دے گا آیا جب نقد کیش پر حوالان حول ہو اسی وقت دے گا، یا جب سے مکان خریدا ہے اسی وقت سے ادا کریگا، ان کے جوابات مدلل نمبرات کے حساب سے دیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تبدل جنس کی وجہ سے حول جدید لازم نہیں بلکہ حول قدیم کے اعتبار سے پورے تین لاکھ کی ملکیت کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

لو استبدل مال التجارة بمال التجارة وهى العروض قبل تمام الحول لا ييطل حكم الحول سواء استبدلها بجنسها أو بخلافه بلا خلاف لتعلق وجوب زكوتها بمعنى المال وهو المالية والقيمة وهو باق الخ. (شامی، الزكاة، باب زكاة الغنم زکریا ۳/۲۰۹، کراچی ۲/۲۸۴)

ولا ينقطع حكم الحول لو كان الاستبدال قبل تمامه بل يتحول الوجوب إلى البدل فيبقى ببقائه ويسقط بهلاكه كما نقلناه صريحاً عن البدائع فما قيل من أنه لا تجب زكاة البدل بهذا الاستبدال بل يعتبر له حول جديد خطأ صريح فافهم. (شامی، الزكاة، باب زكاة الغنم زکریا ۳/۲۱۰، کراچی ۲/۲۸۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۰۹/۲)

کیا ایک مرتبہ زکاۃ نکال دینے کے بعد دوبارہ اس مال پر زکوٰۃ نہیں

سوال: [۴۰۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اہل نصاب ہے زید نے اپنی رقم کی زکوٰۃ اس سال نکال دی اور دوسرے سال اس کے پاس وہی

رقم فاضل رکھی ہے، تو اس رقم کی زکوٰۃ دوسرے سال نکالے یا نہ نکالے زید کہتا ہے، کہ میں نے اسکی زکوٰۃ نکال دی ہے، اب نہیں نکالوں گا، اب وہ رقم تین یا چار سال فاضل رکھی رہی تو اس رقم کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ وہ زکوٰۃ دے یا نہ دے؟

المستفتی: بشیر احمد، نرولی نئی بستی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید کے پاس جو رقم فاضل رکھی رہی جب تک وہ رقم بقدر نصاب ہے تو اس وقت تک آمیں سے زکوٰۃ دینا لازم ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی شرط صاحب نصاب ہونا ہے، اور اس پر سال گذر جانا ہے، اور یہ دونوں باتیں یہاں پر موجود ہیں۔

عن عائشةؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا زكاة في مال، حتى يحول عليه الحول. (سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاة، باب من استفاد مالاً، النسخة الهندية

۱/۲۸، دار السلام رقم: ۱۷۹۲، مسند البزار، مكتبة العلوم الحكم ۱۸/۲۵۹، رقم: ۳۰۳)

وسبب افتراضها ملك نصاب. (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۶۷،

زکریا ۳/۱۷۴)

اور یہاں پر سال گذر چکا ہے، لہذا زکوٰۃ دینا لازم ہے، اگر ادا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱/۱۴ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۱/۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۲۹/۳۴)

نصاب زکوٰۃ کی مقدار

سوال: [۴۰۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کتنے مال پر فرض ہوتی ہے؟

المستفتی: انور جمال، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس کی ملکیت میں موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۶۱۲/۱۱۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقد روپیہ پیسہ ہو تو ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۲، کتاب المسائل/۲/۱۳۵)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ ليس في ما دون خمس ذود صدقة من الإبل، وليس فيما دون خمس أواق صدقة، وليس فيما دون خمسة أوسق صدقة. (صحيح البخاري، الزكاة، باب زكاة الورق، النسخة الهندية ۱/۱۹۴، رقم: ۱۴۲۷، ف: ۱۴۴۷، صحيح مسلم، الزكاة، النسخة الهندية ۱/۳۱۵، بيت الأفكار رقم: ۹۷۹)

نصاب فضة مائتا درهم بالجماع. (الموسوعة الفقهية ۲۳/۲۶۴)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۵۳/۳۹)

موجودہ اوزان کے اعتبار سے زکوٰۃ کا نصاب

سوال: [۲۰۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا وزن موجودہ اوزان (۱۰/۱۰ گرام) کے حساب سے کتنا ہوگا تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: حافظ فرقان تہسبا کووالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کا نصاب قدیم اوزان کے اعتبار سے ۱۲ تولہ کے حساب سے ۵۲۱- تولہ چاندی ہے اور ۱۲ ماشہ کا ایک تولہ گیارہ گرام

۶۶۴ ملی گرام کا ہوتا ہے، تو اس حساب سے ۱۲ ماشہ کے اور $\frac{1}{4}$ ۵۲ تولہ ہوئے اور دس گرام کا انگریزی تولہ جو موجودہ زمانہ میں رائج ہے کے حساب سے ۶۱ تولہ دو گرام تین سو ساٹھ ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اس کی قیمت صرافہ سے معلوم کر لی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۷۷/۲۷)

سونے، چاندی کا نصاب شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے

سوال: [۴۰۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

موجودہ اوزان کے اعتبار سے نصاب چاندی کیا ہے؟

(۲) موجودہ اوزان کے اعتبار سے نصاب سونا کیا ہے؟

(۳) موجودہ اوزان کے اعتبار سے صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟

المستفتی: مولانا محمد عمر صاحب، نائب مہتمم مدرسہ شاہی ہمدان آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) چاندی کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار

سے ۶۱۲ گرام، ۳۶۰ ملی گرام چاندی ہے۔ (۲) سونے کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار

سے ۸۷ گرام، ۴۸۰ ملی گرام سونا ہے۔ (۳) صدقہ فطر کی صحیح مقدار ۱۳۵ تولہ گیہوں

ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۲/۲۲۸) جو موجودہ اوزان کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۷ گرام

۶۴۰ ملی گرام گیہوں ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۹۳/۲۶)

جیب میں رکھے ہوئے خرچ کے پیسے بھی نصاب میں شامل ہیں

سوال: [۴۰۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس نصاب زکوٰۃ مکمل ہونے میں صرف سو پچاس روپے کم ہیں یعنی اگر سو پچاس روپے ملائے جائیں تو نصاب مکمل ہو سکتا ہے، اب جیب میں جو روزمرہ کے اخراجات کیلئے سو پچاس روپے ہوا کرتے ہیں، ان کو ابتدائے سال سے نصاب میں اگر ملا یا جائے تو نصاب مکمل ہو کر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا یا نہیں؟ اور اسی طرح انتہائے سال میں سو پچاس روپے ملائے جائیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مشتاق احمد اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نصاب کے مکمل ہونے کے لئے اپنی ملکیت کے سارے پیسے شمار کرنا لازم ہے، اور سو پچاس روپیہ جیب میں جو خرچہ کیلئے رکھے جائیں وہ بھی اس کی ملکیت ہی ہے، اس لئے سال کی ابتدا میں اگر خرچ کے لئے جو جیب میں رکھے گئے ہیں اس کو ملانے کے بعد نصاب پورا ہو جاتا ہے، اسی طرح سال کی انتہا میں بھی سو پچاس روپیہ خرچ کیلئے جو جیب میں رکھے ہوئے ہیں، اس کو ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کے اوپر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے، بس شرط یہ ہے کہ درمیانی سال میں کوئی ایسا وقت نہ گزرا ہو جس میں اس اس کی ملکیت میں کچھ بھی نہ رہا ہو بلکہ سال کے درمیان میں اس کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور رہا ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ زکریا ۴/۳۰۱، فتاویٰ عثمانی ۲/۶۲)

ولنا: أن کمال النصاب شرط وجوب الزکاة فیه اعتبار وجو دہ فی أول الحول و آخرہ لا غیر لأن أول النصاب وقت انعقاد السبب و آخرہ وقت ثبوت الحکم فأما وسط الحول فلیس بوقت انعقاد السبب ولا وقت ثبوت الحکم فلا معنی لا اعتبار کمال النصاب فیہ ، إلا أنه لا بد من بقاء شیء من

النصاب الذى انعقد عليه الحول ليضم المستفاد إليه : الخ . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، بيان ما يقطع حكم الحول ومالا يقطع زكراً ۲/۱۰۰)

و ثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينها للتجارة بأصل الخلقة
فتلزم الزكاة كيف ما أمسكهما ولو للنفقة . (الدر مع الرذكريا ۳/۱۸۶ ، كراچی
۲/۲۶۷ ، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ، كتاب الزكاة دار الكتاب
ديوبند / ۷۱۵) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰ / ۱۱۲۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۸/۱۴۳۲ھ

موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے کا نصاب آٹھ تولہ
سات گرام ۴۸۰ ملی گرام ہے

سوال: [۴۰۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
ڈیڑھ سال سے میرے پاس اپنی شادی کے تقریباً آٹھ تولے کے زیورات سونے کے ہیں،
اور میری آمدنی قریب ایک ہزار روپیہ ماہانہ ہے، جس میں میرا خرچ پورا ہو جاتا ہے، آمدنی
سے کوئی پیسہ نہیں بچ پاتا ہے اس لئے برائے مہربانی آپ یہ بتائیں کہ میں زکوٰۃ کس صورت
میں ادا کروں؟ مفصل جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد یونس قریشی، مجلہ اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سونے کا نصاب ۱۲ ماشہ کے تولے کے حساب
سے ۱/۷ تولہ ہے جس کا وزن ۱۰/۱ گرام کے تولہ حساب سے آٹھ تولہ سات گرام ۴۸۰ ملی
گرام ہوتا ہے، اگر آپ کے پاس اتنا سونا ہے، تو بازار سے قیمت معلوم کر کے ہزار میں

۲۵ روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں اور اگر سونا اس سے کم ہے، اور تھوڑی سی چاندی بھی ہے، یا کچھ روپیہ ہے تو سونے کی قیمت کو چاندی کے نصاب میں لیجا کر ہزار میں ۲۵ روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں اور ۱۰ گرام کے تولہ سے ۶۵ روپیہ فی تولہ کے حساب سے ۳۹۸۰ روپیہ چاندی کا نصاب بنتا ہے، اور اگر سونا مذکورہ وزن سے کم ہے اور چاندی بالکل نہیں ہے، نیز روپیہ بھی بالکل نہیں ہے، اور سال گزرنے پر تنخواہ کا روپیہ بھی نہیں ہے تب زکوٰۃ واجب نہیں ورنہ واجب ہوگی۔

عن عمرو بن یعلیٰ فذكر الحديث نحو حديث الخاتم قيل لسفيان : كيف تزكيه؟ قال تضمنه إلى غيره . (سنن أبي داود ، الزكاة ، باب الكنز ما هو زكاة الحلی ، دارلسلام / ۲۹۲ ، رقم : ۱۵۶۶)

عن عبید اللہ بن عبید قال : قلت لمکحول : یا أبا عبد اللہ إن لی سیفاً فیہ خمسون ومائة درهم فهل علی فیہ زكاة؟ قال : أضف إلیہ ماکان لک من ذهب وفضة ، فإذا بلغ ما تری درهم ذهب وفضة فعلیک فیہ الزكاة . (المصنف لابن أبی شیبہ ، الزكاة فی الرجل تكون عنده مائتہ درهم وعشرة دنانیر مؤسسہ علوم القرآن ۶/ ۳۹۳ ، رقم : ۹۹۷۹)

وتتضمن قيمة العروض إلى الذهب والفضة وكذا يضم بعضها إلى بعض وإن اختلف أجناسها (قوله) وكذلك الذهب والفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبي حنيفة كما إذا كان معه مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة درهم فعليه الزكاة عند أبي حنيفة الخ . (الجواهر ، النيرة ، كتاب زكاة العروض ، دارالكتاب دیوبند / ۱۵۱ ، ۱۵۳/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۹۵/۲۷)

کیا دور حاضر میں سونے کے نصاب کو انفع للمفقر اء قرار دیا جاسکتا ہے؟

سوال: [۴۱۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت اسلامی نے انسان پر سونے، چاندی، کرنسی، اور مال تجارت میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے، فی زمانہ یہ چاروں چیزیں زیادہ لوگوں کے پاس موجود رہتی ہیں، اور لوگ اس کی زکوٰۃ ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔

سونے اور چاندی کا نصاب تو منصوص ہے کرنسی اور مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے اور حرمان زکوٰۃ کیلئے مستقل نصاب نہیں ہے، اس کے لئے معیار سونے اور چاندی کا نصاب ہے۔ البتہ سونے اور چاندی میں چاندی کا کرنسی سے کوئی رشتہ باقی نہیں رہا جیسا کہ ہمارے اکابر نے اس کی وضاحت کی ہے، نیز سونا بھی براہ راست کرنسی باقی نہیں رہا لیکن اب بھی کس کسی ملک کی کرنسی کی قدر متعین کرنے میں سونے کا اہم رول ہوتا ہے، اسے دنیا کے تمام مرکزی بینکوں میں ایک اہم محفوظ سرمایہ مانا جاتا ہے، دنیا کے مختلف ممالک سونے کے محفوظ ذخیرہ کی وافر مقدار رکھتے ہیں، تاکہ ان کی کرنسی مضبوط رہے، اور خاص ڈالر کے مقابلہ میں کمزور نہ ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ کرنسی کی قدر کا کچھ نہ کچھ تعلق اور ربط اب بھی باقی ہے۔

موجودہ دور میں چاندی کی قیمت میں ایسا انحطاط پیدا ہو گیا کہ اب چاندی کا نصاب زکوٰۃ ۶۱۲ گرام چاندی بہت معمولی ہو گیا، اب اس وقت چاندی کا نصاب ہندوستان میں ۳۰ ہزار روپے میں پورا ہو جاتا ہے، جبکہ سونے کا نصاب دو لاکھ سے بھی متجاوز ہے، تو ان حالات میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر کوئی شخص فقط سونے کا مالک ہو تو سونے کے مکمل حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی؟

اگر کوئی چاندی کا مالک ہو تو چاندی کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی؟

اگر کچھ مقدار چاندی اور کچھ مقدار سونا ہو تو حضرات صاحبین کے مسلک کے مطابق ضم بالقیمت کے بجائے ضم بالا جزء کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحبؒ نے

جس دور میں ضم بالقیمت کا اعتبار کیا تھا، اس میں سونے اور چاندی کی قیمت کے درمیان توازن تھا، یعنی دوسو درہم چاندی اور بیس دینار سونے کی قدر برابر تھی، موجودہ حالات اس سے بالکل مختلف ہے۔

کرنسی اور مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے نیز حرمان زکوٰۃ کیلئے سونے اور چاندی کے نصاب میں سے کس نصاب کو معیار قرار دیا جائے؟ اس سلسلہ میں امام صاحبؒ کا مسلک انفع للمفقراء بتایا جاتا ہے، کسی دور میں چاندی کا نصاب ضرور انفع للمفقراء تھا لیکن اب دیکھا جائے تو چاندی کے نصاب کی قدر بہت ہی کم ہے، نیز فقر اور غناء کا تعلق عرف و احوال سے ہے، ہر زمانے کے حالات کے لحاظ سے اس زمانہ کے لوگوں کی ضروریات ہوتی ہیں، خود فقہاء نے حاجات اصلیہ کو متعین کرنے میں ان کو ملحوظ رکھا ہے، اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو آج ایک سرکاری ملازم کی تنخواہ چاندی کے نصاب سے زیادہ ہوتی ہے، نیز شمنیت کا پہلو سونے میں بہ مقابلہ چاندی کے زیادہ ہے، نیز لوگوں کے تعامل اور قیمت کے استحکام کے اعتبار سے سونے کا چلن بھی زیادہ ہے، اس کی قدر سے شریعت کا منشاء بھی پورا ہوتا ہے، کہ فقراء پر زکوٰۃ واجب نہ ہو، اغنیاء پر واجب ہو، اور فقراء زکوٰۃ سے محروم نہ ہوں، اغنیاء محروم ہوں، تو کیا کرنسی اور مال تجارت میں بجائے چاندی کے سونے کو معیار بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ دور حاضر میں چاندی کا نصاب فقراء کیلئے انفع ہے یا نہیں؟

آگے رمضان المبارک آرہا ہے مسلمانوں کی اکثریت اس ماہ میں اپنی زکوٰۃ ادا کرتی ہے، لوگ برا بر تعین نصاب کے سلسلہ میں شک و شبہ میں مبتلا رہتے ہیں، کہ زکوٰۃ کس معیار والے آدمی کو دی جائے، اکثریت کے پاس چاندی کے نصاب کے بقدر مالیت تو رہتی ہے تو اس صورت حال میں ”تغیر الأحکام بتغیر الزمان“ کے پیش نظر سونے کے نصاب کو انفع قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: نثار احمد، گودھرا، خادم: جامعہ رحمانیہ گودھرا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس طرح سونے اور چاندی میں زکوٰۃ کا حکم منصوص

ہے اسی طرح مال تجارت میں بھی زکاة کا حکم منصوص ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن سمرة بن جندب قال: أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع . (ابوداؤد، الزکاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها زكاة، النسخة الهندية ۲۱۸/۱، دارالسلام رقم: ۱۵۶۲، سنن دارقطنی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۱۱، رقم: ۲۰۰۸)

عن ابن عمر قال ليس في العروض زكاة الا ما كان للتجارة . (السنن الكبرى للبيهقي، دارالفکر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

ہاں البتہ سونے اور چاندی کا نصاب الگ الگ طور پر منصوص ہے اور اموال تجارت کا نصاب مستقل طور پر منصوص نہیں ہے، بلکہ اس کو سونے اور چاندی کے نصاب کے ساتھ ملانے کا حکم ہے، اور اسی سے کرنسی کا نصاب بھی ثابت ہو جاتا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبيد الله بن عبيد قال قلت لمكحول يا أبا عبد الله إن لي سيفاً فيه خمسون ومائة درهم فهل علي فيه زكاة؟ قال: أضف إليه ما كان لك من ذهب وفضة فإذا بلغ مائتي درهم ذهب وفضة فعليك فيه الزكاة . (المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسہ علوم القرآن ۶/۳۹۳، رقم: ۹۹۷۸، ۹۹۷۹)

عن حماس قال مر علي عمر فقال أد زكاة مالك قال قلت: مالي مال أزيه إلا في الخفاف والأدم قال قومه وأد زكاته . (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۴/۹۶، رقم: ۷۰۹۹، دارقطنی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۰۹، رقم: ۱۹۹۹)

اور یہ کہنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہیکہ اکابر نے کرنسی کو چاندی کے ساتھ نہیں جوڑا ہے؛ بلکہ اکابر سے اس سلسلے میں یہی بات ثابت ہے، کہ کرنسی کو چاندی کے ساتھ جوڑا جائے، ملاحظہ فرمائیے: (رحمۃ اللہ الواسعہ ۴/۶۳، فتاویٰ محمودیہ ڈائجیل ۹/۳۹۳)

اور یہ بات بھی قابل تردد ہے کہ کرنسی کا تعلق صرف سونے سے ہے چاندی سے نہیں، بلکہ ہماری معلومات کے مطابق بعض ملکوں کی کرنسی کا تعلق سونے سے ہے، جیسا کہ کویت،

بحرین، مسقط کے دینار، برطانیہ کا پاؤنڈ، یورو، ڈالر اور امریکن ڈالر وغیرہ ان کا تعلق سونے سے ہے، اور سعودی ریال، امارات متحدہ کا درہم اور برصغیر کے روپے کا تعلق چاندی سے جڑا ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیے: (رحمۃ اللہ الواسعہ ۶۳/۴)

جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة في الأوراق المالية لأنها حلت محل الذهب والفضة في التأمل ويمكن صرفها بالفضة بدون عسر .
(الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفکر ۶۰۵/۱، مکمل ۳۳۵/۳)

اور آج کے زمانہ میں چاندی اور سونے کی قیمت میں پچھلے زمانہ کے مقابلے میں زیادہ تفاوت ہے، اور نفع للفقراء کا اعتبار ہر زمانہ میں کیا گیا، اور آج بھی نفع للفقراء کا اعتبار کیا جائے گا، اور نفع للفقراء چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنے ہی میں ہے، اس لئے چاندی کے نصاب کا اعتبار کر کے زکاۃ دینا لازم ہے، اور جب سونا اور چاندی دونوں کا نصاب مکمل نہ ہو تو سونے کے نصاب کو چاندی کے نصاب کے ساتھ ملا کر زکاۃ دینا لازم ہوگا، اور سائل کا یہ کہنا کہ ایک سرکاری ملازم کی تنخواہ بھی پچیس تیس ہزار روپیہ ہوتی ہے، تو صحیح بات یہ ہے کہ جس کی تنخواہ پچیس تیس ہزار روپیہ ہے وہ فقیر نہیں ہو سکتا؛ بلکہ اس کو چاندی کے نصاب کے بقدر سالانہ نصاب پورا ہونے پر زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اور یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ کسی دور میں چاندی کا نصاب نفع للفقراء تھا، اور آج یہ بات نہیں ہے؛ بلکہ آج کے دور میں بھی چاندی کا نصاب ہی نفع للفقراء ہے، مثلاً چاندی کا نصاب اگر تیس ہزار روپیہ میں پورا ہوتا ہے، اور سونے کا نصاب ڈھائی لاکھ روپیہ میں پورا ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں ہندوستان میں اگر پانچ کروڑ افراد چاندی کے نصاب کے مالک ہیں اور پچاس لاکھ افراد سونے کے نصاب کے مالک ہیں تو نفع للفقراء کس میں ہے، خود ہی غور فرمائیے، پانچ کروڑ افراد زکاۃ نکالنے والے ہوں تو فقراء کا زیادہ فائدہ ہے یا پچاس لاکھ افراد زکاۃ نکالنے والے ہوں تب فقراء کا زیادہ فائدہ ہے، ظاہر بات ہے کہ جب پانچ کروڑ افراد زکاۃ نکالنے والے ہوں تب فقراء کا زیادہ فائدہ ہے، اس لئے امام

صاحب کے قول پر ہی فتویٰ دینا لازم ہوگا، لہذا چاندی کے نصاب کے جو لوگ مالک ہو جائیں اور زکاة ادا نہ کریں تو وہ گنہگار ہوں گے، اور سونے کے نصاب کو نفع قرار دینا خلاف واقعہ اور بداہت کا انکار ہے۔

وعن أبي حنيفة أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة حتى إذا بلغ بالتقويم بأحد هما نصاباً ولم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصاباً، وهو إحدى الروايتين عن محمد، ولو كان بالتقويم بكل واحد منهما يبلغ نصاباً، يقوم بما هو أنفع للفقراء من حيث الرواج، وإن كانا في الرواج سواء يتخير المالك، وفي شرح الطحاوي: فأما في بلادنا اليوم يقوم عروض التجارة على كل حال بالدرهم لأن النقد عندنا هو الدرهم.

(تاتار خانیہ، زکریا دیوبند ۳/۱۶۴، ۱۶۵، رقم: ۴۰۰)

يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء رواجاً. (شامی، زکریا ۳/۲۳۴، کراچی ۲/۳۰۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۹۳/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۷/۱۴۳۲ھ

درمیان سال میں لائے ہوئے مال تجارت پر زکوة

سوال: [۴۱۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ہر سال رمضان میں زکاة ادا کرتا ہوں اس سال رمضان سے دو مہینے پہلے میں دو لاکھ کا مزید مال لایا ہوں، تو رمضان میں اس نئے مال کی زکاة بھی دینی ہوگی؟

نیز یوم الا د میں جتنا مال موجود ہے اس پورے مال کا حساب لگا کر زکاة دینی ہوگی؟

المستفتی: محمد ادریس، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رمضان سے دو مہینہ پہلے تجارت کی غرض سے جو مال آپ لائے ہیں، بقیہ مال تجارت کے ساتھ اس کو شامل کر کے رمضان میں اسکی بھی زکاۃ نکالنی ضروری ہے۔

عن ابن عباسؓ: فی الرجل یستفید مالاً؟ قال: یرکیہ حین یرستفیدہ۔
(المصنف لابن أبی شیبہ، کتاب الزکاۃ، من قال یرکیہ إذا استفادہ، مؤسسہ علوم القرآن
جدید ۶/۴۸۱، رقم: ۱۰۳۲۶)

والمستفاد وسط الحول یضم إلی نصاب من جنسہ فیرکیہ بحول
الأصل وفی الشامی قولہ ولو بھبۃ أو إرث: أدخل فیہ المفاد بشرأ أو
میراث۔ (شامی، کتاب الزکاۃ الغنم، مطلب محمد امام فی اللغة واجب التقلید فیہا من
أقران سیویہ کراچی ۳۰۷/۲، زکریا ۲۱۴/۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵ شعبان ۱۴۲۹ھ
۱۲/۸/۱۴۲۹ھ
(الف توئی نمبر: ۹۷۱۰/۳۸)

سال کے درمیان اضافہ شدہ پر بھی زکوٰۃ لازم

سوال: [۴۱۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس پانچ لاکھ روپے ہیں، اس نے سال پورا ہونے پر ان پیسوں کی زکوٰۃ نکالی، لیکن اگلے سال درمیانی سال میں مزید دو لاکھ کا اضافہ ہو گیا، سوال یہ ہے کہ اگلے سال یہ شخص پانچ لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرے یا سات لاکھ کی جبکہ ان دو لاکھ پر ابھی پورا سال نہیں گذرا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس شخص کے ذمہ پورے سات لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہوگی، سال میں حاصل شدہ دو لاکھ پر اگرچہ سال نہیں گذرا لیکن یہ دو لاکھ

روپے ان پانچ لاکھ کے تابع ہونگے جن پر سال گزر چکا ہے اور مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔
(مستفاد: محمودیہ ڈائجیل ۳۱۰/۹، میرٹھ ۵۲/۱۲)

فمن ملک مائتی درهم وحال الحول وقد حصلت في أثناؤه أو في
وسطه مائة درهم يضمها إليه ويزكي عن الكل . (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة
دار الكتب العلمیہ بیروت ۳۰۷/۱، مصری قدیم ۲۰۷/۱، ۲۰۷/۱، کذا فی تبیین الحقائق،
كتاب الزكاة، باب صدقة الغنم زكريا ۲/۶۲، هندیہ، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها
وصفتها و شرائطها زكريا ۱/۱۷۵، جدید ۲۳۷/۱، ہدایہ، كتاب الزكاة، فصل فی الغنم،
اشرفیہ دیوبند ۱/۱۹۳، بدایع، كتاب الزكاة زكريا ۲/۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۷۷/۴۰)

ضم نصاب کی صورت میں مزکی کا سونے چاندی یا ان کی رقم سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۱۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سعید کے پاس بقدر نصاب چاندی بھی ہے، اور سونا بھی ہے، یا دونوں ملا کر بقدر نصاب ہے، تو سونے چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ اور دونوں ملے ہوئے کی زکوٰۃ کس طرح نکالے آیا سونے چاندی کی قیمت نکال کر اس روپیہ کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ نکالے یا سونے چاندی ہی کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ نکالے، اگر سونے چاندی کی بھی زکوٰۃ نکالے تو زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کی کیا ترکیب ہوگی؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: منظور عالم قاسمی، مدرس مدرسہ باب العلوم،
بابو گنج ضلع: پرتاپ گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سعید کو اختیار ہے چاہے سونے چاندی کا

چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکالے اور چاہے چالیسویں حصہ کی قیمت زکوٰۃ میں ادا کرے، یہی زیورات کا بھی حکم ہے!

وجاز دفع القيمة فی زکوٰۃ وعشرو خراج وفطرة الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم زکریا دیوبند ۳/۲۱۰، کراچی ۲/۲۸۵، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، قدیم / ۳۹۰، دارالکتاب دیوبند / ۷۱)

ویجوز دفع القيم فی الزکاة عندنا، ويعتبر فیہما أن یکون المؤدی قدر الواجب وزناً، ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع. (ہندیہ، زکریا دیوبند ۱/۱۷۸، جدید ۱/۲۴۳، ۲۴۰، مجمع الأنہر، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۰۹/۱/۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۴/۲۴)

مال نصاب پر گزشتہ برسوں کی زکاة

سوال: [۴۱۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۱۹۳۷ء میں ہوئی، مجھے اندازاً ۱۴ تولہ سونا دونوں طرف ملا، میرے شوہر کی آمدنی قلیل تھی جس کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہو سکی میں بھی ادا نہیں کر سکی ۱۹۵۲ء میں لڑکے کی شادی میں ڈیڑھ تولہ سونا دیدیا، اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں لڑکی کی شادی میں دو تولہ زیور سونا دیدیا، اس کے بعد ۱۹۷۷ء میں میرا لڑکا میرے زیور کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے لیکن ۱۹۳۷ء سے ۱۹۷۷ء تک کی زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکی مہربانی کر کے مجھے شرعی حکم دیا جائے کہ اس سلسلہ میں کیا مسئلہ ہے یہ بات بھی واضح رہے کہ زیور کا وزن میں نے انداز سے لکھا ہے، امید کہ اس سے زائد نہیں ہوگا؟ شریعت کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتیہ: رحیمہ بیگم، ولد سرفراز صدیقی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ پر ۱۹۳۷ء سے ۱۹۷۵ء تک کی زکوٰۃ ادا کرنا

شرعاً واجب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۹۹)

البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ ۱۴/۱۲ تولہ میں اول سال کیلئے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کر دیا جائے پھر دوسرے سال کیلئے چالیسواں منہا کے مابقی میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیں اس کے بعد جو بچے گا اس میں سے چالیسواں حصہ پھر تیسرے سال کیلئے زکوٰۃ میں دیں اس طرح ۱۹۵۲ء تک کرتے چلے آئیں پھر مابقیہ میں سے اولاً ڈیڑھ تولہ منہا کر لیا جائے، اس کے بعد جو بچے گا، اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکال لیا جائے، پھر بعد والے سال کیلئے مابقیہ میں سے چالیسواں زکوٰۃ میں نکال دیا جائے، اس طرح ۱۹۶۳ء تک کیلئے کرتے جائے، پھر ۱۹۶۳ء میں دو تولہ منہا کر لیا جائے، اس کے بعد جو بچے گا اس میں چالیسواں حصہ ۱۹۷۴ء کیلئے نکال لیا جائے، پھر ۱۹۷۴ء میں ڈھائی تولہ منہا کر لیا جائے، اس کے بعد جو بچے مابقیہ حساب میں ہوگا، مذکورہ طریقہ سے ادا کرنا ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۶۵، احسن الفتاویٰ ۴/۲۶۴)

المستفاد: عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان، كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه، حتى تحصل أموالكم فتؤد منها الزكاة، قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة، ففيه زكاة وثلث مائتا درهم، أو عشر ون مثقالاً ذهباً، فصاعداً، وإن كان الذي، بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين، فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفة (مؤطا امام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، اشرفيه ديوبند ۱/۱۷۲، ۱۷۳، رقم: ۳۲۳) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۶۸۱)

گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں

سوال: [۴۱۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے مال پر ۴ سال گزر چکے ہیں، اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے، تو اب اس مال پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی۔
المستفتی: عقیل احمد، حسن پور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی گذشتہ چار سال کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی واجب ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۰/۶)

تجب زکوٰۃ ما مضی من السنین والناس عنه غافلون الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا دیوبند ۲۳۶/۳، کراچی ۳۰۵/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۰/۲)

حج کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا نفل حج کا ارادہ ہے اور اس نے کافی محنت سے حج کیلئے روپیہ کمایا ہے، اور اس روپیہ پر حولان حول ہو جاتا ہے، تو جس طرح نفل نماز کی نیت باندھنے کے بعد اگر نماز توڑ دی جائے تو اس کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، تو کیا اسی طرح حج کی نیت سے حج کا پیسہ جمع کر کے اس پر زکوٰۃ ہوگی، یا حج واجب ہوگا، جبکہ اس روپیہ پر سال گھوم جائے؟

المستفتی: امام جامع مسجد، دھنورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حج کیلئے جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے، اور اس پر سال

گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، اور اگر زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بے ہولت حج ادا کرنے کیلئے رقم موجود ہو تو حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا دونوں فرض ہو جاتا ہے۔

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول، وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكى ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حلول الحول. (شامی، کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی زکوٰۃ ثمن المبيع وفاءً، ذکر یادیو بند ۳/۱۷۹، کراچی ۲/۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ صفر ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۱۰/۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/۹/ ۱۴۱۳ھ

حج کی منظوری پر جو رقم جمع نہیں ہوئی اس کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حج کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ اسمیں سے کچھ رقم حج کمیٹی میں جمع کر دی گئی ہے، اور منظور بھی ہو گئی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آچکا ہے اور اسمیں سے کچھ اپنے پاس باقی ہے تو ان میں سے کس رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ شخص اگر پہلے سے صاحب نصاب ہے ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا آیا ہے، تو جو رقم حج کمیٹی میں جمع کر دی گئی ہے، اور حج کی منظوری بھی آچکی ہے تو جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور جو رقم اس نے جمع نہیں کی ہے، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اور اگر مذکورہ شخص پہلے سے صاحب نصاب نہیں تھا، تو اگر بقیہ رقم بقدر نصاب ہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: انوار مناسک/۱۶۰، کتاب المسائل ۲/۲۶۲)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه

نصاب فیانہ یزکی ذلک الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه ايضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول .
(شامی، کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی زکوٰۃ ثمن المبيع وفاءً زکریا ۱۷۹/۳، کراچی ۲/۲۶۲)
وتجب الزکوٰۃ في كل مالٍ سواء كان نامياً فاضلاً عن الحاجة لأصلية
أولاً . (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، مراتب الديون، زکریا ۹۱/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/۴/۱۴۳۵ھ

(الفخاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۳/۴۰)

حج کمیٹی میں دی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک صاحب پر حج فرض ہے انھوں نے حج کمیٹی میں مثلاً جمادی الاخریٰ میں مکمل رقم دولاکھ جمع کر دی، یہ صاحب ذیقعدہ کی کسی تاریخ کو روانہ ہوں گے، اور رمضان کی ۲۱ تاریخ پر زکوٰۃ نکالتے ہیں، تو اب سوال یہ ہے کہ اپنے فرض حج کی ادائیگی کیلئے جمع کردہ دولاکھ پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر ہاں تو کیوں اور نہ تو اسکی وجہ بھی بتلا دیجئے؟

(۲) مندرجہ مسئلہ میں حج کمیٹی کے بجائے پرائیویٹ ٹور ہو تو مسئلہ پر کوئی فرق پڑے گا؟
(۳) مندرجہ بالا صورت میں بجائے مکمل رقم کے ڈاؤن پیمنٹ کے طور پر کچھ رقم دی گئی ہو اور بقیہ رقم بعد میں ادا کرنے کی بات ہو تو کیا باقیہ رقم پر زکوٰۃ آئیگی؟ براہ کرم واضح فرمائیں، کہ باقیہ رقم کی حیثیت کیا ہے؟ نیز اگر بنگلہ کراچی ہو لیکن رقم بالکل نہ دی ہو تو کیا حکم ہے؟
(۴) اوپر ذکر کردہ شکلوں میں فرض حج نہ ہو بلکہ نفل حج ہو، عمرہ ہو یا تفریحی تجارتی سفر ہو تو کیا حکم ہوگا؟

المستفتی: مفتی عبدالرشید نعمانی، دارالافتاء والارشاد،
شعبہ سائبر، اندھیری ایسٹ، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جب رمضان آنے سے پہلے دو لاکھ روپیہ حج کے نام سے جمع کر دیے ہیں اور حج کی منظوری بھی آگئی ہے تو ایسی صورت میں اس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ وہ خرچ ہو چکا ہے، زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ رقم اس کی ملکیت سے خارج ہو چکی ہے، اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملک تام کا ہونا لازم ہے۔

(۲) حج کمیٹی کے بجائے اگر پرائیویٹ ٹور میں حج کیلئے رقم جمع کر دی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اس لئے کہ یہاں بھی اگرچہ مال پر ملکیت باقی ہے لیکن قبضہ جو وجوب زکوٰۃ کی شرط ہے نہ ہونے کی وجہ سے اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (مستفاد: انوار مناسک/۱۶۱، محمودیہ/۹/۳۳۷)

ومنها الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصدق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزكاة الخ. (ہندیہ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الأول فی تفسیرھا وصفتها و شرائطھا ۱/۱۷۲، جدید ۱/۲۳۳، ومثله فی الجوہرۃ النیرہ، کتاب الزکوٰۃ، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۳۹)

(۳) مندرجہ بالا صورت میں بجائے مکمل رقم جمع کرنے کے ڈاؤن پیمنٹ کے طور پر کچھ رقم جمع کی ہے، اور بقیہ رقم بعد میں ادا کر نیکی نیت سے اپنے پاس رکھ رکھی ہے، اور وہ مال نصاب تک پہنچتا ہے اور اس پر سال بھی گزر گیا ہے، تو جتنی رقم جمع کر چکا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور مال بقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر بٹنگ کرادی لیکن رقم بالکل ادا نہیں کی تو کل مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۴) مذکورہ مسئلہ میں فرض حج ہو یا نفل سفر عمرہ ہو یا تفریحی یا تجارتی سفر سب میں وہی حکم ہوگا، جو اوپر ذکر کیا گیا ہے، کہ جتنی رقم جمع کر چکا ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور جو رقم باقی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ جو رقم زرمبادلہ کی بعد میں واپس

ملے گی، اس پر دین قوی ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہے۔ (مستفاد: انوار مناسک
/ ۱۶۰، کتاب المسائل ۲/ ۲۱۶)

إذا أمسكة لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه
نصاب فإنه يزكى ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في
المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول
الخ. (شامی، کتاب الزکوٰۃ مطلب فی زکوٰۃ ثمن المبيع وفاءً زکریا ۳/ ۱۷۹، کراچی
۲/ ۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۴/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۷/ ۲/ ۱۴۳۵ھ

حج کیلئے بھیجی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم اپنی
زکوٰۃ کا حساب رمضان کے آخری عشرہ میں لگاتے ہیں، اسی وقت ہمارا سال پورا ہوتا ہے، اس
سال ہم حج کے لئے جا رہے ہیں، ہم نے شروع میں رمضان سے کئی مہینے پہلے دس ہزار سات
سو روپے حج کے فارم کے ساتھ جمع کر دیئے تھے، اور باقی مکمل رقم رمضان کے شروع میں بھیج
دی معلوم یہ کرنا ہے، کہ کیا ان ۵۸۰۰۰ روپے کی زکوٰۃ ہم نکالیں یا اس رقم میں سے جو رقم
ہم کوچ پر جاتے ہوئے واپس ملے گی، صرف اس کی زکوٰۃ نکالیں شرعاً کیا فیصلہ ہے؟
المستفتی: حجاج کرام، حلقہ نہپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں زکوٰۃ
نکالی جاتی ہے، تو آخری عشرہ تک جس رقم پر ملک تام حاصل ہوگی، صرف اس پر زکوٰۃ واجب
ہوتی ہے، لہذا سعودیہ ریال کی شکل میں جو کرنسی واپس ملنی یقینی ہوتی ہے، وہ چونکہ دین قوی

میں شامل ہوتی ہے، اسلئے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (مستفاد: ندائے شاہی، اکتوبر ۲۰۰۸ء)

ومھنا المملک التام وهو ما اجتمع فيه المملک والید وأما إذا
وجد المملک دون الید کالصداق قبل القبض ، أو وجد الید دون
المملک کملک المکاتب والمدیون لا تجب فيه الزکاة . (ہندیہ ،
کتاب الزکاة ، الباب الأول فی تفسیرھا وصفتها وشرائطھا زکریا ۱/ ۱۷۲ ،
جدید ۱/ ۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/شوال ۱۴۲۹ھ

۱۴۲۹/۱۰/۱۸ھ

(الف فٹوی نمبر: ۳۸/۲۱۹۷)

پرائیویٹ ٹور کو حج کیلئے دی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کے ارسال کردہ جواب سے حج کمیٹی اور دیگر ٹور ایجنٹ حضرات کی حیثیت کا تعین ہو گیا کہ وہ ایک حیثیت سے بکنگ کرانے والوں کے وکیل ہیں، الحمد للہ بندہ کا نظریہ بھی یہی تھا، بس کسی معتمد کی تائید کی ضرورت تھی، ان کی حیثیت کے متعین ہو جانے سے ایک بات طے ہو جاتی ہے، کہ ان کے پاس جمع کردہ رقم ”امانت“ ہے خواہ رقم پوری ہو خواہ کم و بیش ہو، لہذا پرائیویٹ ٹوروں میں رقم جمع کرنے کے بعد جب تک رقم ٹکٹ کی خریداری کاغذات کی تیاری، ہوٹل میں بکنگ وغیرہ میں صرف نہیں کی گئی ہے، تب تک اس کی امانتی حیثیت اگر برقرار ہے، اور اسی دوران کسی کا سال زکوٰۃ مکمل ہو جائے، تو ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہونی چاہئے، ہاں البتہ اگر جمع کردہ رقم پر تصرفات ہو چکے ہیں، تب تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات چھ آٹھ ماہ قبل اور اب تو پرائیویٹ ٹوروں میں سال دو سال پہلے بھی مکمل یا نصف رقم دے کر بکنگ کرا لیتے ہیں، اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ ہر کسی کا سال زکوٰۃ رمضان ہی میں پورا نہیں ہوتا بلکہ درمیان سال میں

کبھی بھی حوالان حول ہو سکتا ہے، اسلئے اس طرح کی صورتیں پیش آ سکتی ہیں، بلکہ آتی ہیں کہ رقم علیٰ حالہ بغیر کسی تصرف کے باقی ہے، اور سال مکمل ہو گیا تو کیا اب بھی رقم کی امانت والی حیثیت کے علیٰ الرغم صرف اس بنیاد پر عدم وجوب زکوٰۃ کا حکم لگایا جانا درست ہوگا، کہ رقم ملکیت سے خارج ہو چکی ہے، اور مذکورہ ممکنہ صورتوں کے باوجود علی الاطلاق صرف رقم جمع کر دینے سے ہی عدم وجوب زکوٰۃ کا حکم کر دینا صحیح ہوگا یا ان کی وجہ سے احکام میں فرق ہو کر تفصیل ناگزیر ہوگی؟

واضح رہے کہ احکام میں تفصیل کا خانہ صرف پرائیویٹ ٹوروں سے متعلق ہے خواہ حج و عمرہ کے ہوں، یا سیاحتی اور تجارت کے ہوں، حج کمیٹی سے متعلق نہیں کیونکہ ہماری اپنی معلومات کے مطابق قرعہ اندازی میں نام نکل آنے کے بعد جب وقت مقررہ پر رقم جمع کر دی جاتی ہے، تو اگلے سارے مراحل حکومتی سطح پر طے ہونے کی وجہ سے فوراً رو بہ عمل ہو جاتے ہیں، اس لئے ان میں زکوٰۃ علی الاطلاق واجب ہوگی، جیسا کہ آنجناب کا جواب بھی ہے، نیز دوسری گزارش یہ ہے، کہ پرائیویٹ ٹوروں کے پاس جمع کردہ رقم سے اگر ٹکٹ، ہوٹل بکنگ وغیرہ امور انجام دیئے جا چکے ہوں لیکن انہیں صرف ڈاؤن پیمنٹ یا نصف رقم مثلاً ادا کی گئی ہو، بقیہ رقم کی ادائیگی باقی ہو جس کا دینا ضروری ہو اور اتنی رقم پاس موجود بھی ہو جو بقدر زکوٰۃ بھی ہو اور اسی اثناء میں زکوٰۃ کا سال مکمل ہو جائے، تو چونکہ اس بقیہ رقم کو ادا کرنا حوالان حول کے وقت بھی ضروری ہے، اس لئے شامی کی تصریح:

بخلاف ما إذا حال الحول وهو مستحق الصرف إليها. (شامی، زکریا

۱۷۹/۳، کراچی ۲/۲۶۲)

کے پیش نظر زکوٰۃ لازم نہیں ہونی چاہئے، ممکن ہے کہ علامہ شامیؒ کی بیان کردہ عبارت کے سمجھنے میں بندہ غلطی کر رہا ہو، یا مسئلہ مجوٹ فیہا پر اس کا انطباق درست نہ ہو اس لئے جناب والا سے درخواست ہے کہ کچھ توجہ منعطف فرما کر دونوں گزارشات کے سلسلہ میں بندہ کی رہنمائی فرما کر ممنون ہوں؟

المستفتی: بندہ عبدالرشید عفی عنہ نعمانی، بمبئی ایسٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) پرائیویٹ ٹور والوں کے پاس پیسہ جمع ہو جانے کے بعد جب تک پیسوں کی آسانی سے واپسی کا اعتماد باقی رہے، اس وقت تک اس پیسہ پر زکاة کا حکم لاگو ہوگا اور واپسی کا اعتماد ختم ہو جانے کے بعد وہ پیسہ خرچہ میں شمار ہو جائیگا۔

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكى ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول . (شامی، کتاب

الزکوة، مطلب فی زکوة ثمن المبيع وفاءً کراچی ۲/۲۶۲، زکریا ۳/۱۷۹)

(۲) جس شخص نے پرائیویٹ ٹور والوں کو نصف رقم دیدی ہے اور بقیہ نصف رقم دینی باقی ہے، اور پرائیویٹ ٹور والوں نے ان کے ٹکٹ اور ہٹل بکنگ وغیرہ کروادیئے ہیں تو باقیہ رقم حاجی یا سیاحی پر قرض ہوگئی جس کا اسے پرائیویٹ ٹور والوں کو ادا کرنا لازم ہے، اور ضروری ہے اس لئے اس بقیہ رقم پر زکاة واجب نہ ہوگی۔

عن السائب بن يزيد، قال: سمعت عثمان يخطب وهو يقول: إن هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤده، ثم ليؤد زكاة ما فضل. (مصنف

عبد الرزاق، الزکاة، باب الزکاة إلا فی فضل، المجلس العلمی ۴/۹۲، رقم: ۷۰۸۶)

ومهنّا الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق، قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزكاة. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب

الاول فی تفسیرھا وصفتها وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۲، جدید ۱/۲۳۳)

فارغ عن الدين والمراد دين له مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم أو لله تعالى'. (مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیہ بیروت

۱/۲۸۶، مصری قدیم ۱/۱۹۳، شامی، کتاب الزکاة، مطلب الفرق بین السبب والشرط

والعلة زکریا ۳/۱۷۶، کراچی ۲/۲۶۰، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب فی تفسیرھا وصفتھا و شرائطھا زکریا ۱/۱۷۳، جدید ۱/۲۳۴، عنایہ ۲/۱۶۰، خانیہ ۱/۲۵۵، جدید ۱/۱۵۷، البحر الرائق، کتاب الزکاة، فصل فی مال التجارة ۲/۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۱۱/۴۰)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۳۵/۴/۲۹ھ

گروپ لیڈر کے پاس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال [۴۱۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گروپ کے ذریعہ حج پر جانیکا ارادہ ہے گروپ لیڈر رمضان کے بعد کارروائی شروع کریگا، لیکن اس نے حاجی سے رجب میں روپیہ وصول کر کے جمع کر لیا ہے، اگر اتفاقاً منظوری نہ ہوئی تو ساری رقم واپس آ جائیگی اور گروپ لیڈر کے پاس نصف شوال تک یہ رقم محفوظ رہتی ہے، اور حاجی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ پروگرام کینسل کر کے روپیہ واپس لے لے تو ان روپیوں پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گروپ لیڈر کے پاس جمع شدہ رقم ابھی حج کی ضروریات میں خرچ نہیں ہوئی ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آچکا ہے، اور اس جمع شدہ رقم کا واپس لینا ممکن ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر وہ رقم گروپ لیڈر کے پاس نہ ہو اس نے حج کی کارروائی میں لگادی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

لو دفع إلى إنسان وديعة ثم نسي المودع فإن كان المدفوع إليه من معارفه فعليه الزكوة. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، الشرائط التي ترجع إلى المال زکریا ۲/۸۹)

لا تجب الزکوة إلا بثلاث شرائط کمال النصاب وحوالان الحول

والتمكن في الأداء . (مبسوط سرخسی ، کتاب الزکاة ، وفيه زکاة الإبل ، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۷۴)

إذا أمسكه لينفق فيه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب ، فإنه يزكى ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل ، لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول . (شامی ، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاءً زکریاً ۳/ ۱۷۹ ، کراچی ۲/ ۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ / ۶ / ۳

(الخاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۳/۴۰)

حج کمیٹی کی واپس کردہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے اپنی حج کی پوری رقم زکوٰۃ کا حساب لگانے سے پہلے حج کمیٹی آف انڈیا کو بھیج دی تھی، لیکن حج پر جانے سے پہلے بیماری کی وجہ سے کینسل کی درخواست دیدی اب جب ہماری یہ رقم حج کمیٹی واپس کرے گی تو کیا اس پر سال آئندہ زکوٰۃ آئے گی، یا جو رمضان گزرا ہے اسی کی زکوٰۃ دی جائے گی، اس سلسلہ میں تفصیل سے وضاحت فرمادیں؟ امسال بھی اور ہر سال حج پر جانے والوں کے سامنے زکوٰۃ کے یہ مسائل پیش آتے ہیں؟

المستفتی: حجاج کرام، حلقہ نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب یہ رقم واپس ہو جائیگی تو پوری کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہو جائیگی۔ (مستفاد: انوار مناسک/ ۱۶۰، ۱۶۲)

إذا أمسكه لينفق فيه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه

نصاب ، فإنہ یزکی ذلک الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل ، لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حلول الحول. (شامی، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاءً زکریاً ۳/۱۷۹، کراچی ۲/۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ شوال ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۲۹۱ھ

مال حرام پر زکوٰۃ اور حج کا حکم

سوال: [۴۱۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض اوقات کسی شخص کے پاس مال حرام اس مقدار میں جمع ہوتا ہے، کہ حج کو کافی ہو مگر یہ سمجھتا ہے، کہ یہ تو مال حرام ہے، اس میں حج کرنا اور بھی زیادہ برا ہے، اور مال حلال میرے پاس ہے نہیں اس لئے میرے ذمہ حج فرض نہیں اور یہ ہی خیال بعض لوگوں کا زکوٰۃ میں بھی ہے، پس یہ لوگ نہ حج کرتے ہیں، نہ زکوٰۃ دیتے ہیں، سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مدار فرضیت حج و زکوٰۃ خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے، اس کے حلال ہونے کا فرضیت میں دخل نہیں اسلئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں، اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیں۔

المستفتی: محمد شریف، مسلم فنڈ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مال حرام پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے، اس میں سے چالیسواں حصہ نکال کر کے زکوٰۃ کے نام پر دینا درست نہیں ہے اور مال حرام کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جہاں سے آیا ہے کسی بھی عنوان سے وہاں واپس کر دیا جائے، اور اگر واپسی کے لئے کوئی راستہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں کل کا کل بغیر نیت ثواب نادار فقروں میں تقسیم کر دینا واجب ہے، اور زید کا یہ کہنا کہ مال حرام سے زکوٰۃ نکالی جائے درست نہیں ہے۔

وإن لم يكن له سواها نصاب فلا زكاة عليه فيها ، وإن بلغت نصاباً لأنه
مديون ومال المديون لا ينقصد سبباً لوجوب الزكاة عندنا . (شامی ، کتاب الزکوۃ ،
باب الزکوۃ الغنم ، مطلب فی التصدق من مال الحرام زکریا ۳/۲۱۸ ، کراچی ۲/۲۹۱ ، منحة
الخالق علی البحر الرائق ، کتاب الزکوۃ ، کوئٹہ ۲/۲۰۵ ، زکریا ۲/۳۶۰ ، الفتاویٰ التاتار حانیہ ،
کتاب الزکوۃ ، الفصل العاشر فی بیان ما يمنع وجوب الزکوۃ زکریا ۳/۳۳۳ ، رقم : ۴۲۱۸)
لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق
عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه و مثله في البرزارية قال في
الشرنبلالية : وبه صرح في شرح المنظومة : ويجب عليه تفريغ ذمته ،
برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء . (منحة الخالق علی البحر الرائق ،
کتاب الزکوۃ ، کوئٹہ ۲/۲۰۵ ، زکریا ۲/۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ومثله فی الطحطاوی علی الدر ،
کتاب الزکوۃ ، باب زکوۃ الغنم ، کوئٹہ ۱/۴۰۴)

اور مال حرام سے حج کرنا بھی جائز نہیں ہے ، لیکن اگر حج کو جائے گا اور مکہ معظمہ
پہنچ کر کے وقف عرفہ اور طواف زیارت ، وقف مزدلفہ ، رمی جمرات اور سعی وغیرہ
کر لیتا ہے ، تو فریضہ حج اس کے اوپر سے ساقط ہو جائے گا ، مگر عند اللہ مقبول نہیں ہوگا ، اور
زکاة اور حج میں فرق یہ ہے کہ زکاة خالص مالی عبادت ہے اس لئے سرے سے اس کی زکاة
ادا ہی نہیں ہوتی ہے اور حج اصلاً بدنی عبادت ہے مگر مکہ المکرمہ تک رسائی کے لئے زورِ راہ
اور مال بھی لازم ہو جاتا ہے ، لہذا حج میں مال ثانوی درجہ میں ہے ، اور ادائے نسک اولی
درجہ میں ہے جو بغیر مال کے بھی ادا ہو جاتا ہے ، جیسا کہ اگر کوئی مکہ کا رہنے والا پیدل حج
کر لیتا ہے ، تو بلاشبہ حج ادا ہو جاتا ہے ، اس میں مال کی ضرورت نہیں پڑتی تو اس لئے اگر
مال حرام کے ذریعہ سے مکہ تک رسائی ہو جائے پھر اس کے بعد ارکان حج وہ ادا کر لیتا ہے ، تو
فریضہ حج ساقط ہو جائیگا ، مگر مال حرام کے ذریعہ سے وہاں تک رسائی کی وجہ سے اس کا حج
قبول نہیں ہوگا ، اب اس تفصیل سے زکاة اور حج کے درمیان فرق سمجھ میں آ گیا ہوگا ،

اور سائل کا یہ کہنا کہ فرضیت حج و زکوٰۃ دونوں کا مدار خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے، چاہے مال حرام ہو یا حلال درست نہیں ہے۔

وقدرة زادٍ وراحلة فلا تجب بياحة ولا بمالٍ حرامٍ لكن لو حج به جاز لأن المعاصي لا تمنع الطاعات ، فإذا أتى بها لا يقال إنها غير مقبولة .
(الدر المنتقى ، كتاب الحج ، ۱/ ۳۸۵ ، ۳۸۶)

يجب عليه أن يهيء الزاد ونفقة الطريق من وجه حلالٍ
ويحذر الحرام . (المسالك في المناسك بيروت ۱/ ۱۵۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰۲/۴۰)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵ھ/۱۹

مال حرام کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہ نامہ ندائے شاہی شمارہ مئی ۹۳ء میں رشوت اور مال حرام کی زکوٰۃ کے مسئلہ سے ایک مسئلہ اور ذہن میں آیا بلکہ سالوں سے اسپر غور تھا، بینک کے سود کی اگر وضاحت ہو جائے تو بہتر تھا، جو لوگ بینک میں رقم جمع کر کے ایف ڈی کرا لیتے ہیں، اور وہ رقم دو گنی اور پھر تین گنی ہو جاتی ہے، اسپر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بیان والی رقم پر واجب ہے یا اصل رقم پر؟
المستفتی: محمد یونس، امام جامع مسجد، احمد گڑھ، پنجاب
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بینک کی سودی رقم اور ایف ڈی اور جیون بیمہ وغیرہ میں جو اضافہ سود ملتا ہے، وہ سب مال حرام ہیں اور انسان اس قسم کی رقموں کا مالک نہیں ہوا کرتا ہے، اور وجوب زکوٰۃ کے لئے ملک تام شرط ہے، اس لئے ایسی رقموں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوا کرتی بلکہ پوری کی پوری بلا نیت ثواب صدقہ کر دینا واجب ہے۔

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوة لأن الكل واجب التصديق عليه فلا يفيد إيجاب التصديق ببعضه. (شامی، کتاب الزکوة، باب زکوة الغنم، قبیل مطلب فی التصديق من مال الحرام زکریا ۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۱۴/۲/۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۳۹۶/۲۹)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۴/۲/۲ھ

مال حرام میں زکوة کا حکم

سوال: [۴۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات زکاة نہ دینے کا یہ عذر کرتے ہیں، کہ صاحب ہمارا مال تو حلال کا ہے نہیں اور حرام مال میں زکاة ہی نہیں سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسئلہ حرام مال میں زکاة نہیں علی الاطلاق غلط ہے حرام مال جب اپنے مال میں مل گیا وہ ملک میں داخل ہو گیا گو ملک خبیث ہی ہو اور وجوب زکاة کیلئے ملک ہونا شرط ہے طیب ہونا شرط نہیں؟ البتہ طیب ہونا مقبولیت کی شرط ہے، سو زکاة واجب ہوگی گو مقبول نہ ہوگی؟

رہا یہ کہ جب قبول نہ ہوگی تو دینے سے کیا فائدہ جواب یہ ہے کہ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا ہے، اس سے محفوظ رہے گا اور قبول نہ ہونے سے عذاب نہیں ہوتا بلکہ ثواب سے محرومی رہتی ہے، تو کیا عذاب نہ ہونا اور ثواب نہ ہونا دونوں ایک بات ہیں ہرگز نہیں البتہ جو کسب حرام کا عذاب ہے وہ الگ ہے اس کی نفی نہیں کی جاتی لیکن نہ دینے سے دو عذاب کا استحقاق ہوگا کسب حرام کا الگ اور زکاة نہ دینے کا الگ اور اب زکاة دینے کے بعد ایک ہی ہوگا تو کیا یہ دونوں بھی یکساں ہیں ہرگز نہیں کیا یہ بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے؟

المستفتی: محمد شریف، مسلم فنڈ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مال حرام پر زکاة واجب ہی نہیں ہے، اس میں سے

چالیسواں حصہ نکال کر کے زکاة دینا درست نہیں ہے، اور مال حرام کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جہاں سے آیا ہے کسی بھی عنوان سے وہاں واپس کر دیا جائے، اور اگر واپسی کیلئے کوئی راستہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں کل کا کل مال بغیر نیت ثواب نادار فقروں میں تقسیم کر دینا واجب ہے اور زید کا یہ کہنا کہ حرام مال میں زکاة نہیں علی الاطلاق غلط ہے درست نہیں ہے۔

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوة ؛ لأن الكل واجب التصديق عليه، فلا يفيد إيجاب التصديق ببعضه، ومثله في البزازیة قال فی الشر نبلا لیه وبه صرح فی شرح المنظومه ويجب علیه تفريغ ذمته برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء . (منحة الخالق علی البحر الرائق ، کتاب الزکوة ، زکریا ۲/۳۵۹ ، ۳۶۰ ، کوئٹہ ۲/۲۰۵ ، وهكذا فی شامی ، کتاب الزکوة ، باب زکوة الغنم ، قبیل مطلب فی التصديق من المال الحرام زکریا دیوبند ۳/۲۱۸ ، کراچی ۲/۲۹۱ ، الفتاویٰ التاتاریخانیة ، کتاب الزکوة الفصل العاشر فی بیان ما یمنع وجوب الزکوة زکریا ۳/۲۳۳ ، رقم : ۴۲۱۸)

ولو بلغ المال الخبيث نصاباً لا يجب فيه الزكاة لأن الكل واجب التصديق . (بزازیہ علی هامش الہندیہ ، کتاب الزکوة ، نوع آخر رجلاں دفع کل منهما زکاة مالہ إلى واحد زکریا ۴/۸۶ ، جدید ۱/۵۸)

إنما لا يقبل الله المال الحرام لأنه غير مملوك للمتصدق وهو ممنوع من التصرف فيه الخ . (عمدة القاری ۸/۲۶۹ ، فتح الباری ۳/۳۷۸)

أما إذا لم يكن له مال وغصب أموال الناس وخلطها ببعضها فلا زكاة عليه ويجب علیه تفريغ ذمته برده إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء . (طحطاوی علی الدر المختار ، کتاب الزکوة ، باب زکوة الغنم ، کوئٹہ ۱/۴۰۴)

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث - إلى - ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه ، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (بذل ، کتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، دار البشائر الإسلامية ۱/۳۵۹ ،

سہارن پور قدیم ۳۷/۱ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۰۱/۲۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۱/۱۴۳۵ھ

رشوت اور مال حرام کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں بطور حرام آتا ہے، مثلاً رشوت کا مال بینک کا سود وغیرہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی،

فقہ اسلامی، پٹنہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سود اور مال رشوت اور مال حرام کا قابض شرعی طور پر مالک نہیں ہوتا ہے اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملکیت تامہ شرط ہے، اسلئے ایسے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۶/۲، عزیز الفتاویٰ کراچی/۳۶۲، کفایت المفتی قدیم ۲۴۲/۲، جدید ذکر یا ۲۵۶/۴، جدید ذکر یا مطول ۱۵۳/۶)

ترجمہ: یعنی مال حرام اگر بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ نادار فقراء پر پورا کا پورا صدقہ کر دینا واجب ہے، اور اس کے بعض حصہ کا تصدق کافی نہیں ہے۔

وفی القنیۃ لوکان الخیث نصاباً لا یلزمہ الزکوۃ لأن کل واجب التصدق علیہ فلا یفید إيجاب التصدق ببعضه الخ. (شامی کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنائم ذکر یا ۳/۲۱۸، کراچی ۲/۹۱، ہزازیہ علی ہامش الہندیہ،

کتاب الزکوٰۃ، نوع آخر رجلان دفع

کل منہما زکاة ماله إلی واحد زکریا

۸۶/۴، جدید ۵۸/۱

اور ایسے مال کے بارے میں حکم شرعی اور واجب یہی ہے کہ پورا مال اصل مالک کو واپس کر دیا جائے اور اگر اصل مالک تک رسائی ممکن نہ ہو تو بلا نیت ثواب نادار فقراء کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ (مستفاد: امداد المفتین کراچی/۳۵۵)

ترجمہ: یعنی حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ جو شخص بغیر حق کے کوئی مال حاصل کرے جیسا کہ بیوع فاسدہ، اجارہ فاسدہ، اور معصیت اور ممنوع الاجارہ طاعات سے حاصل کرتا ہے، تو تمام صورتوں میں حاصل شدہ مال اس پر حرام ہے وہ اس کا مالک نہیں ہوتا ہے، اگر مالک مل جائے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے، ورنہ فقراء کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔

صرح الفقہاء بأن من اکتسب مالاً بغير حق فإما أن یکون کسبه بعقد فاسد کالبیوع الفاسدہ والاستئجار علی المعاصی والطاعات أو بغير عقد کالسرقۃ والغصب والخیانة والغلول ففی جمیع الأحوال المال الحاصل له حرام علیہ ولكن إن أخذه من غیر عقد لم یملکہ و یجب علیہ أن یرده علی مالکہ إن وجد المالک وإلا ففی جمیع الصور یجب علیہ أن یتصدق بمثل تلک الأموال علی الفقراء.

(بذل المجھود، کتاب الطہارۃ، باب

فرض الوضوء، دار البشائر الإسلامیہ

۳۵۹/۱، سہارن پور قدیم ۳۷/۱،

ومضمونہ فی الشامی، کتاب

الزکوۃ، باب زکوۃ الغنم کراچی

۲/۲۹۱، زکریا دیوبند ۳/۲۱۸

اگر حاصل شدہ مال حرام کے بارے میں قابض اصل مالک کوتاوان وغیرہ دیکر بری ہو جاتا ہے، یا اس سے صلح کر کے اس کو راضی کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں، کہ قابض مقبوضہ مال کا مالک ہو جاتا ہے، اور اس پر زکوۃ بھی واجب ہو جاتی ہے۔

لکن علمت أنه لا يجب زکوۃ إلا إذا استبرأ من صاحبه أو صالح

عنه فیزول خبثه الخ. (شامی، کتاب

الزکوۃ، باب زکوۃ الغنم زکریا

۳/۲۹۱، کراچی ۲/۲۹۱)

اور اگر مال حرام کو قابض نے اپنے حلال مال کیساتھ مخلوط کر دیا ہے، تو اسکی دو شکلیں

ہیں، شکل نمبر ایک قابض کے پاس مال حرام کے علاوہ حلال مال بقدر نصاب یا اس سے زائد

موجود ہو تو مال حرام کو مستثنیٰ کر کے بقیہ مال کی زکوۃ ادا کرنا اس پر واجب ہے شکل نمبر دو قابض

کی ملکیت میں مال حرام کے علاوہ حلال مال بقدر نصاب موجود نہیں ہے۔

وإذا لم تتميز الأموال

المغصوبة عن النصاب

المملوك له لا تجب عليه

بمقدار المغصوب وتجب في

الزائد. (تقریرات رافعی، کراچی

۲/۱۳۲، زکریا دیوبند ۳/۱۳۲)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۴۰)

مال حرام کی زکوٰۃ کے بجائے پورا مال صدقہ کر دینا لازم ہے؟

سوال: [۴۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس صرف حرام مال ہے، اور وہ یہ کہہ کر زکوٰۃ نہیں دیتا کہ مال حرام پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے، تو کیا واقعی مال حرام پر زکات واجب نہیں ہے؟ جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ اللہ کے یہاں مال حرام مقبول نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مال حرام کی زکوٰۃ نکالنے سے فریضہ ادا ہو جائیگا، اور کسب حرام کا گناہ الگ سے ہوگا، اور زکوٰۃ نہ دینے کی صورت میں زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ بھی ہوگا، اگر زکوٰۃ دیدیگا، تو ایک ادا ہو جائیگا، مفتی صاحب بتائیے ان میں سے کس کی بات صحیح ہے، اور مال حرام پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتی: قاری احسان الحق قاسمی، سینٹاپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مال حرام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور مال حرام کا حکم یہ ہے کہ جہاں سے آیا ہے، وہاں واپس کر دیا جائے، اور اگر واپسی ممکن نہ ہو تو سارا مال غریبوں میں بلا نیت ثواب تقسیم کر دینا واجب ہے۔

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكوة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه. (شامی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم، قبیل مطلب فی التصدق من مال الحرام زکریا ۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱، منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ، زکریا ۲/۳۵۹، کوئٹہ ۲/۲۰۵)

من ملک أموالاً غیر طيبةٍ أو غصب أموالاً و خلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً، وإن لم یکن له سواها نصاباً فلا زکاة علیه فی تلك الأموال، وإن بلغت نصاباً. (تاتار خانیة، کتاب الزکوٰۃ، الفصل العاشر فی بیان

مايمنع وجوب الزکوۃ زکریا ۳/۲۳۳، رقم: ۴۲۱۸)

ولو بلغ المال الخیث نصاباً لایجب فیہ الزکاة ؛ لأن الكل واجب
التصدق . (بزاریہ علی الہندیہ ، کتاب الزکوۃ ، نوع آخر رجلاں دفع کل منہما زکاة
مالہ إلى واحد زکریا ۴/۸۶، جدید ۵۸/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۳۸۳/۴۰)

مخلوط مال میں حرام مال واپس کرنے کے بعد ما بقیہ پر زکوۃ

سوال: [۴۱۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
مولانا تھانویؒ کی کتاب اغلاط العوام میں ص/۱۲۸، و ۱۴۲ پر ایک مسئلہ ہے اس کو سمجھنے کی
ضرورت محسوس ہوئی تو ڈرتے ڈرتے آپ کو ارسال کر دیا، جس کا جواب
(الف ۱۰/۱۱۳۹۵) مجھے مل چکا، کتاب اغلاط العوام اگر ہو تو دونوں مسئلوں کو دوبارہ
دیکھ لیا جائے، شاید کاتب سے لکھنے میں غلطی ہو گئی ہو؟

المستفتی: شریف احمد، مسلم فنڈ، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اغلاط العوام فی الحال ہمارے سامنے نہیں ہے،
لیکن حضرت تھانویؒ کی بعض تحریر سے وہی بات مترشح ہوتی ہے، جو سائل نے پہلے سوال میں
لکھی تھی لیکن امداد الفتاویٰ میں اصلاح تسامح کے عنوان سے اس کا تذکرہ فرمایا ہے، کہ اگر
سارا مال مال رشوت اور حرام کا ہے، تو پورا مال مالک کو واپس کر دینا واجب ہے، اور اگر واپس
نہ ہو سکے تو پورا مال بغیر نیت ثواب فقیروں کو دیدینا واجب ہے، اور اگر رشوت اور مال حرام
حلال مال کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہے، تو مقدار حرام مکمل واپس کر دینا یا بلانیت ثواب صدقہ
کر دینا واجب ہے، اور مقدار حلال اگر نصاب کے بقدر ہے تو اس کی زکوۃ ادا کی جائے گی

اور اگر نصاب کے بقدر نہیں ہے تو اس کی زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے، اور امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں بھی اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے، اس لئے سائل کو اگر اغلاط العوام کی عبارت سے کچھ شبہ ہو رہا ہو تو اس کا ازالہ ہو جانا چاہئے، اس لئے کہ اصل حکم شرعی یہی ہے جو ہم نے لکھ دیا ہے، ملاحظہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ۱۴/۲-۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰ صفر ۱۴۳۵ھ

۱۴/۲/۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۷)

بقدر حلال پر زکوٰۃ - اور بقدر حرام واجب التصدق

سوال: [۴۱۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی کے پاس حلال مال بھی ہے اور حرام بھی، حرام غالب ہے اور حلال مغلوب ہے اور دونوں مل چکے ہیں ایسی صورت میں اسکی زکاۃ کیسے نکالیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس شخص کے حلال مال کے ساتھ حرام مال مخلوط ہو جائے حرام مال غالب اور حلال مغلوب ہو نیز حلال بقدر نصاب بھی نہ ہو تو اس مال میں زکاۃ واجب نہ ہوگی اور جو مقدار حرام کی ہے اس کا کل مال واجب التصدق ہے، اور اگر حلال بقدر نصاب ہے تو صرف اس حلال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۸۶/۶، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۳۱/۹، محمودیہ میرٹھ ۳۳/۱۴)

ولذا قالوا: لو أن سلطاناً غصب مالا و خلطه صار ملكاً له حتى وجبت عليه الزكاة وورث عنه على قول أبي حنيفة لأن خلط دراهمه بدراهم غيره عنده استهلاك. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، زكريا ۳۵۹/۲، كوئٹہ ۲/۲۰۵)

لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه لأن الخلط استهلاك - وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل

عنه يوفى دينه ، وإلا فلا زكاة كمالو كان الكل خبيثا . (درمختار ، كتاب الزكوة ، باب زكوة الغنم کراچی ۲/ ۲۶۰ ، ۲۶۱ ، زکریا ۳/ ۲۱۷)

لو بلغ مال الخبث نصابا لا يجب فيه الزكاة ، لأن الكل واجب التصديق . (بزازیه علی هامش الہندیہ ، ، کتاب الزکوة ، نوع آخر رجلاں دفع کل منهما زکاة ماله إلی واحد زکریا ۱/ ۸۶ ، حدید ۱/ ۵۸)

من ملک أموالا غیر طیبة أو غصب أموالاً وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامنا ، وإن لم یکن سواها نصاب فلا زکاة علیہ فی تلك الأموال ، وإن بلغت نصاباً لأنه مديون ومال المديون لا یعتقد سببا لو جوب الزکاة عندنا لا بد أن یكون معه نصاب زائد علی ما یوفى دينه لأن ما كان مشغولاً بالدين لا زکاة فیہ ، وإنما یزکی ما زاد علیہ إذا بلغ نصاباً وعلى هذا فلم تجب علیہ زکاة ما غصبه بل الزکاة ماله الزائد علیہ . (منحة الخالق ، کتاب الزکوة ، زکریا ۲/ ۳۶۰ ، کوئٹہ ۲/ ۲۰۵ ، شامی ، کتاب الزکوة ، باب زکوة الغنم زکریا ۳/ ۲۱۷ ، کراچی ۲/ ۲۹۱)

وإذا لم تتميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوك له لا تجب علیہ بمقدار المغصوب وتجب فی الزائد . (تقریرات رافعی کراچی ۲/ ۱۳۳ ، زکریا ۳/ ۱۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۶/۴۰)

حرام و حلال برابر ہو تو زکوة کیسے نکالیں؟

سوال: [۴۱۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال مال غالب ہے حرام مال مغلوب ہے یا دونوں برابر ہیں تو ایسی صورت میں اس مخلوط مال کی زکوة

کیسے نکالیں گے؟ مفصل جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب حلال مال غالب اور حرام مغلوب ہو یا دونوں برابر ہوں اور حلال مال بقدر نصاب ہو تو حلال مال سے زکاة نکالنا لازم ہو جائیگا، اور بقدر نصاب نہ ہو تو زکوة لازم نہیں؟ اور حرام حصہ کل کا کل صدقہ کر دینا لازم ہوگا؟

لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه لأن الخلط استهلاك - وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه. (شامی، کتاب الزکوة، باب زکوة الغنائم زکریا ۳/۲۱۷، کراچی ۲/۲۹۱)

لو أن سلطاناً غصب مالا و خلطه صار ملكاً له حتى وجبت عليه الزكاة - لأن خلط دراهمه بدراهم غيره عنده استهلاك. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا ۲/۳۵۹، کوئٹہ ۲/۲۰۵)

من ملك أموالاً غير طيبة أو غصب أموالاً و خلطها ملكها بالخلط و يصير صامناً، وإن لم يكن سواها نصاب فلا زکوة عليه فيها، وإن بلغت نصاباً لأنه مديون ومال المديون لا ينقصد سبباً لو جوب الزکوة عندنا. (شامی، کتاب الزکوة، باب زکوة الغنائم کراچی ۲/۲۹۱، زکریا ۳/۲۱۸)

لكن لا بد أن يكون معه نصاب زائد على ما يوفي دينه لأن ما كان مشغولاً بالدين لا زکاة فيه وإنما يزكى ما زاد عليه إذا بلغ نصاباً - وعلى هذا فلم تجب عليه زکاة ما غصبه بل زکاة ماله الزائد عليه. (منحة الخالق، کتاب الزکاة، کوئٹہ ۲/۲۰۵، زکریا ۲/۳۶۰)

فأفاد بقوله: وإن لم يكن لها سواها نصاب الخ، إن وجوب الزکاة مقيد بما إذا كان له نصاب سواها - لكن لا يخفى أن الزکاة حينئذ إنما تجب فيما زاد عليها لا فيها. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکوة الغنائم

زکریا ۳/۲۱۸، کراچی ۲/۹۱ (فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ محرم ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۰/۴۰)

حلال کو حرام سے الگ کر کے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۱۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حرام مال غالب ہو اور حلال مغلوب ہو اور حلال مال نصاب کے بقدر ہو جب دونوں مخلوط ہو جائیں، تو زکوٰۃ کیسے نکالی جائیگی، اتنا تو معلوم ہے کہ حلال مال نصاب کے بقدر ہے لیکن مقدار کا صحیح علم نہیں تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کیسے نکالی جائیگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس شخص کے پاس حرام و حلال دونوں طرح کے مال ہوں دونوں میں اختلاط ہو گیا ہو اور حلال مال بقدر نصاب یا اس سے زائد ہے تو ایسی صورت میں حلال مال کو حرام سے علیحدہ کر کے اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی، اور اس کی مقدار میں تحری کر کے قلب کے رجحان کے مطابق زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

وإذا لم تميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوك له لا تجب عليه بمقدار المغصوب وتجب في الزائد. (تقریرات رافعی، کراچی ۲/۱۳۲، زکریا دیوبند ۳/۱۳۲)

لابد أن يكون معه نصاب زائد على ما يوفي دينه لأن ما كان مشغولاً بالدين لا زکوٰۃ فيه، وإنما يزكى ما زاد عليه إذا بلغ نصاباً... وعلى هذا فلم تجب عليه زکوٰۃ ما غصبه بل زکوٰۃ ماله الزائد عليه. (منحة الخالق على البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ زکریا ۲/۳۶۰، کوئٹہ ۲/۲۰۵)

إن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً بالفرَاغة من الحاجة . (هداية، كتاب الزكوة ، اشرفیہ دیوبند ۱/ ۸۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/ ذی القعدہ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۸۶/۴۰)

حلال مال، حرام کے مقابلہ میں مغلوب ہو اور بقدر نصاب ہو تو زکوٰۃ کیسے؟

سوال: [۴۱۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حرام مال غالب اور حلال مغلوب ہے اور حلال جو مغلوب ہے وہ بھی بقدر نصاب ہے، اور دونوں مخلوط ہو گئے ہیں، تو ان کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائیگی؟ اتنا معلوم ہے کہ حلال مال بقدر نصاب یا اس سے زائد ہے، لیکن صحیح طور پر مقدار معلوم نہیں ہے، تو اس صورت میں اسکی زکوٰۃ کیسے نکالیں گے؟ جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حرام مال غالب اور حلال مغلوب ہو لیکن حلال مال بقدر نصاب ہو تو حلال مال کی زکوٰۃ حرام مال سے الگ کر کے ادا کرنا واجب ہے، اور حلال کی مقدار میں تخری کر کے رجحان قلب کے مطابق زکوٰۃ نکالی جائیگی، اور حرام مال کل کا کل بلانیت ثواب صدقہ کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: جدید فقہی تحقیقات نعیمیہ دیوبند ۶/ ۳۳۳)

لا بد أن يكون معه نصاب زائد على ما يوفي دينه لأن ما كان مشغولاً بالدين لا زكوة فيه ، وإنما يزكى ما زاد عليه إذا بلغ نصاباً... وعلى هذا فلم تجب عليه زكوة ما غصبه بل زكوة ماله الزائد عليه . (البحر الرائق، كتاب الزكوة زكريا ۲/ ۳۶۰، كوئٹہ ۲/ ۲۰۵)

إن وجوب الزكاة مقيد بما إذا كان له نصاباً سواها لكن لا يخفى أن الزكاة حيثئذ إنما تجب فيما زاد عليها . (شامی ، کتاب الزکوة ، باب زکوۃ الغنم ،

زکریا ۳/۲۱۸، کراچی ۲/۲۹۱)

وإذا لم تتميز الأموال المغصوبة عن النصاب المملوك له لاتجب عليه بمقدار المغصوب وتجب في الزائد. (تقریرات رافعی، کراچی ۲/۱۳۲، زکریا دیوبند ۳/۱۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۱۷/۴۰)

مالِ مغصوب کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے

سوال: [۴۱۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے بکر سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے لئے اور دو سال کے بعد صرف ایک لاکھ روپے واپس کئے اور پچاس ہزار روپیہ دینے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں ایک لاکھ روپیہ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ اور بقیہ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایک لاکھ روپیہ جو وصول کیا ہے، اس پر زمانہ گذشتہ کی زکوٰۃ مالک (بکر) پر واجب ہوگی اور پچاس ہزار روپیہ جسکے دینے سے صاف انکار کر دیا ہے اور بکر کو وصول کرنیکی کوئی صورت نہیں ہے، اور زید کے ہاتھ میں ان روپیوں پر سال گذر چکا ہے، تو اس کی زکوٰۃ زید پر واجب رہے گی، اور زید سخت گنہگار بھی ہوگا، کیونکہ وہ غاصب کے حکم میں ہو گیا۔

ولو اغتصب رجل ألفاً من رجل فجاء آخر واغتصب الألف من الغاصب (إلى قوله) فحال الحال على مال الغاصبين كان على الغاصب الأول زکوٰۃ ألفه. (ہندیہ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الأول فی تفسیرہا وصفہا

و شرائطہاز کریا ۱/۱۷۳، جدید ۱/۲۳۵، البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ، زکریا ۲/۳۵۹، کوئٹہ ۲/۲۰۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۵/۳ھ

(الف فتویٰ رجسٹر خاص)

وقف شدہ معقول فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

سوال: [۴۱۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل کے پاس وقف کا معقول فنڈ ہے جو کہ اس نیت سے جمع کیا گیا ہے، کہ خدا نخواستہ اگر وقف پر کوئی قانونی ادبار آئے تو اس سے قانونی طور پر مقابلہ آرائی کیلئے سرمایہ ہونے پر ہی لڑا جاسکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ ہوتی ہے یا نہیں؟ میرے پاس عزت دار مسلمان ضرورت مند قرض خواہ آتے ہیں، تو اسی رقم میں سے بطور ضمانت زیور رکھ کر ان کی ضروریات بغیر کسی مادی منافع کے حل کر دی جاتی ہیں، وقت معینہ پر وہ لوگ رقم واپس دے جاتے ہیں، اور اپنی چیز واپس لے جاتے ہیں، میرے ذہن میں صرف ایک خیال یہی رہتا ہے، کہ یہ شخص ضرورت پوری نہ ہونے پر کسی سودی کاروباری کے پاس جائے گا یہ بہت ہی نقصان کا سبب بنے گا، مجھے دراصل یہ پتہ کرنا ہے، کہ شرع میں اس عمل کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ جواب سے سرفراز فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سائل کے پاس وقف کا جو معقول فنڈ ہے وہ بقدر نصاب ہونے اور سال گذرنے کے باوجود اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اسلئے کہ زکوٰۃ انسان کی ملکیت پر واجب ہوتی ہے، اور وقف کی مالیت انسان کی ملکیت نہیں ہوتی ہے، اسلئے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

ومنها الملك فلا تجب الزکوة فی سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، الشرائط التي ترجع إلى المال کراچی قدیم ۹/۲ ، زکریا ۸۸/۲ ، شامی ، کتاب الزکاة ، قبیل باب نصاب الإبل زکریا دیوبند ۱۹۹/۳ ، کراچی ۲۵۹/۲)

جب مجبوریوں اور ضرورتوں کی بنا پر آپ قرض دینا چاہتے ہیں، تو آپ اپنی جیب خاص سے دیں مال وقف میں سے دینے کی صورت میں آپ خائن ہونے کی وجہ سے مستحق تولیت بھی باقی نہ رہیں گے۔

وفی البزازیہ : إن عزل القاضی للخائن واجبٌ علیہ ومقتضاه الإثم بترکہ . (مجمع الأنهر ، کتاب الوقف ، دارالکتاب العلمیہ بیروت ۶۰۲/۲ ، قدیم مصری ۷۵۴/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۷۶۷۹/۳۶)

مدارس، مساجد، قومی ورفا ہی فنڈ کے مال پر زکوة کا حکم

سوال: [۴۱۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس مال کا کوئی مالک معین نہ ہو جیسے مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم ان پر زکوة واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مدارس اسلامیہ اور مساجد اور دیگر قومی اور رفاہی فنڈ بیت المال وغیرہ شخص حقیقی نہیں ہے، بلکہ یہ سب اشیاء اشخاص حکمی میں شامل ہیں، اور اسلامی شریعت نے زکوة کا فریضہ شخص حقیقی کی ملکیت تامہ پر واجب کیا ہے، اور شخص حکمی کی

ملکیت پر واجب نہیں کیا ہے، اسلئے مساجد مدارس قومی فنڈ اور بیت المال وغیرہ کی ملکیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

فلا تجب الزکاة فی سوائم وقف کے جانور اور رفاہی گھوڑے
الوقف وخیل المسبلة لعدم الملك میں شخص حقیقی کی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے
وهذا لأن فی الزکوة تمليکا والتملیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ وجوب زکوٰۃ
فی غیر الملك لا يتصور الخ۔ کیلئے کسی شخص کو مالک بنا دینا شرط ہے، اور
(بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، الشرائط غیر کی ملکیت میں تملیک متصور نہیں ہے۔ فقط
التی ترجع إلى المال زکریا ۲/۸۸، کراچی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۹/۲، الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الزکاة، باب
زکاة الإبل، دارالکتاب دیوبند/۱۴۲)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۳۹/۲۸)

صاحب نصاب طالب علم پر زکوٰۃ کا وجوب

سوال: [۴۱۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید طالب علم ہے، صاحب نصاب بھی ہے، تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے، قربانی کا کیا حکم ہے؟
المستفتی: محمد زبیر، مؤمن داس، پالپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید اگر صاحب نصاب ہے، تو اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہے، اور قربانی بھی واجب ہے، اگرچہ وہ طالب علم ہی کیوں نہ ہو۔

و شرط افتراضها عقل و بلوغ و اسلام و حرية (إلى قوله) و سببه أى
سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين (إلى قوله) وعن

حاجتہ الأصلیۃ الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة زکریا ۳/۱۷۳، ۱۷۴، کراچی ۲/۲۵۸، ۲۵۹)

الأضحیۃ واجبة علی حر مسلم مقيم موسر فی يوم الأضحی عن نفسه الخ. (هدایہ، کتاب الأضحیۃ، اشرفی بکڈپور دیوبند ۴/۴۳، قدیم ۴/۲۲۷)

وشرائطها الإسلام والإقامة واليسار الذى يتعلق به وجوب صدقة الفطر الخ. (الدر المختار مع الشامی، کراچی ۶/۳۱۲)

وملك نصاباً يجب عليه الأضحیۃ. (عالمگیری کتاب الأضحیۃ، الباب الأول فی تفسیرها، وأركانها وصفتها وحكمها، فی بیان من تجب عليه ومن لاتجب زکریا کوئٹہ ۵/۲۹۲، جدید ۱/۳۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۷۱/۲۵)

پراسیویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ضلع پریشد کے پرائمری اسکول میں ایک معلم کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں نوکری کے دوران ہم پر حکومت کی جانب سے ضلع پریشد فنڈ کھولنے کو ضروری قرار دیا جاتا ہے، اس فنڈ کے کھاتے میں ہم کو اپنی تنخواہ کا چھ فی صد حصہ جمع کرانا پڑتا ہے، اس جمع ہونے والی رقم پر حکومت سود بھی دیتی ہے جو کہ ہمارے فنڈ کے کھاتے پر جمع ہو جاتا ہے، اسی طرح ہم اپنی مرضی سے چھ فی صد سے زائد رقم بھی جمع کرتے ہیں، اس طرح جو بھی رقم سال بھر میں جمع ہوتی ہے، اس پر سود اور ایک سال سے پہلے جتنی رقم جمع ہے جس میں پچھلا سود بھی ہوتا ہے، سب کو ملا کر پھر سود دیتی ہے، یعنی سود مرکب کی شکل ہو جاتی ہے، اس جمع شدہ رقم کا ایک تہائی حصہ ضرورت پڑنے پر حکومت سے حاصل کیا جاسکتا ہے، جو دو طریقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) جتنا روپیہ آپ حکومت سے حاصل کر

رہے ہیں، وہ بطور قرض لیا جائے اور قسط وار دوبارہ اپنے کھاتے پر جمع کر دیا جائے۔

(۲) جتنا روپیہ لے رہے ہیں، وہ واپس نہ کیا جائے، اسی طرح جب حکومت کوئی کمیشن مقرر کرتی ہے، تو اس دوران تنخواہ میں اضافہ ہوتا ہے، اس میں حکومت کچھ رقم ادا کرتی ہے، اور کچھ کھاتے میں جمع کر دیتی ہے، لہذا ایسی تمام رقم پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ سود کی رقم کا کیا حکم ہے؟ ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ کا حساب کس طرح کیا جائے گا؟ چھ فیصد یا اس سے زیادہ رقم جو ہر مہینہ فنڈ میں جمع کی جاتی ہے، اس پر زکوٰۃ دی جائیگی؟

المستفتی: فاروقی مجیب الرحمن، مؤمن پورہ، ایولہ، ضلع: ناسک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اسی فنڈ کے بینک سے تنخواہ ملتی ہے، اور تنخواہ لیتے وقت چھ فیصد حصہ وضع کر لیا جاتا ہے، تو ملازم کو اس چھ فیصد پر ملک تام حاصل نہیں ہوتی، اس لئے اس چھ فیصد کی زکوٰۃ دینا ملازم پر لازم نہیں اور چھ فیصد وضع شدہ رقم پر جو اضافی رقم منجانب حکومت ملتی ہے، وہ سود نہیں ہے کیونکہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی، اس لئے کہ سود اس کو کہا جاتا ہے، کہ آدمی اپنا مملوکہ اپنے اختیار سے جمع کرے اور اس پر اضافہ ملے اور یہاں ایسا نہیں ہوا اور اس اضافی رقم کے ملنے سے پہلے اسکی زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے، یہ پرائیویٹ فنڈ ہی کی ایک قسم ہے، جب تک اس فنڈ کا پیسہ ملازم کو مکمل مالکانہ طور پر حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک ملازم کو شرعاً اس کا حقیقی مالک نہیں شمار کیا جائیگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ ملازم جب اپنے فنڈ سے پیسہ نکالتا ہے، تو اسے قسطوار واپس جمع کرنا پڑتا ہے، اور سائل نے جو دوسری شکل لکھی ہے کہ جتنا پیسہ نکالا ہے وہ واپس نہیں کرنا ہے، اگر یہ شکل پیش آ جائے تو رقم نکالنے کے بعد ملازم کو اس پر ملکیت تامہ حاصل ہو جائیگی، اور اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، حاصل یہ کہ جو رقم ملازم کے قبضہ میں آ جائے اسی کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، اور جو رقم قبضہ میں نہ آئے قبضہ سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں۔

ومنها الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد ، وأما إذا وجد الملك دون اليد أو وجد اليد دون الملك لا تجب فيه الزكاة . (ہندیہ ، کتاب الزکاة ، الباب الأول فی تفسیرہا وصفہا وشرائطہا ، زکریا ۱/ ۱۷۲ ، جدید ۱/ ۲۳۳)

اور مذکورہ چھ فیصد سے زائد جو رقم ملازم اپنے اختیار سے جمع کرتا ہے، حکماً اس پر ملازم کو قبضہ تام حاصل ہے، اس لئے لازمی طور پر وضع ہونے والی چھ فیصد سے زائد جتنی بھی رقم ملازم اپنے فنڈ میں جمع کریگا، ملازم پر اس رقم کی زکوٰۃ لازم ہوگی، اور اس پر جو اضافہ ملیگا وہ سود کے دائرے میں داخل ہوگا، اور اس سود والے حصہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ اس پوری سودی رقم کو کسی بھی عنوان سے سرکار کو واپس کرنا لازم ہے، مثلاً انکم ٹیکس، سیل ٹیکس جائیداد کی رجسٹری اسٹامپ فیس وغیرہ کے عنوان سے حکومت کو جمع کر دے اور اگر ان میں سے کوئی شکل نہ ہو تو رقم بغیر نیت ثواب نادار فقیروں کو دینا لازم ہے۔

من اکتسب مالا بغير حق ففی جميع الأحوال المال الحاصل له حرام ويجب عليه أن يردّه على مالکہ ويريد أن يدفع مظلّمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (بذل المجهود ، کتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء سہارن پور قدیم ۱/ ۳۷ ، دارالبشائر الإسلامیہ ۱/ ۳۵۹)

إذا كان عند رجل مال خبيث ولا يمكنه أن يردّه إلى مالکہ ويريد أن يدفع مظلّمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء . (بذل المجهود ، کتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء ، سہارن پور قدیم ۱/ ۳۷ ، دارالبشائر الإسلامیہ ۱/ ۳۵۹)

ينبغي المتصدق الحرام أن يزعم بتصدق المال تخليص رقبته ولا يبرجوا الثواب منه . (العرف الشذی علی هامش الترمذی ، کتاب الطهارة

۳/۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۶۸/۲۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۱/۲۶ھ

GPF پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۱۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

سرکاری مدرسین کی تنخواہ سے عوض کر کے جو رقم GPF کے نام پر جمع ہوتی ہے، اس میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

المستفتی: شمساد احمد الاعظمی، منو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر سرکاری مدرسین کی تنخواہ سے عوض کر کے جی

پی ایف کے نام پر جمع ہونے والی رقم سے سرکاری پرائیویٹ فنڈ مراد ہے، تو وہ پیسہ جب تک ملازم سرکار سے وصول کر کے اپنی ملکیت میں منتقل نہیں کریگا، اس وقت تک اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے ملک تام لازم ہے اور اس میں ملک تام حاصل نہیں ہوتی ہے۔

ومنها الملك التام هو ما اجتماع فيه الملك واليد ، وأما إذا وجد

الملك دون اليد، كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك

المكاتب والمديون ، لا تجب فيه الزكاة . (عالمگیری، كتاب الزكاة الباب الاول

في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/۱۷۲، جديد ۱/۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۹/۲/۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹/۱/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۳۱/۳۸)

زکوٰۃ کے مسائل

سوال: [۴۱۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

صاحب نصاب شخص پر جس کے پاس صرف ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور اس پر سال گذر گیا ہے اس پر کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟

(۲) اگر کسی شخص کے پاس ۸ تولہ سونا ہے، تو کیا وہ شخص ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوٰۃ ادا کرے گا یا پورے ۸ تولہ کی ادا کریگا؟

(۳) اگر کسی شخص کی مستورات کے پاس دس تولہ سونا ہے، اور ۵ تولہ سونا مستورات کے روزمرہ استعمال میں ہے، تو کیا وہ ۵ تولہ سونا زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اور باقی پانچ تولہ پر کتنی زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟

(۴) سونے سے اصلی سونا ہے اور بازار میں ۲۲ کیرٹ سونا زیورات کی شکل میں ملتا ہے، تو کیا زیور کی قیمت ۲۴ کیرٹ پر لگائی جائیگی، جس پر زکوٰۃ ادا کی جائیگی؟

المستفتی: سید محمود حسن، جو نیر انجینئر، ٹیلی فون، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اس کا چالیسواں یعنی چالیس روپے میں ایک

روپیہ دینا واجب ہے اگر قیمت دی جائے تو ہزار میں ۲۵ روپیہ حساب ہوتا ہے۔

من ذهب أو ورق ربع عشر الخ. (الدر المختار، الزکاة، باب زکاة المال

زکریا ۳/۲۲۴، کراچی ۲/۲۹۸)

(۲) پورے آٹھ تولہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

وقالا: ما زاد بحسابه وهی مسئلة الکسور الخ. (الدر المختار، الزکاة،

باب زکاة المال زکریا ۳/۲۲۹، ۲۳۰، کراچی ۲/۳۰۰)

(۳) جو سونا روزمرہ کے استعمال کا ہے، اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، لہذا پورے

۱۰/ اتولہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

ولو تبرأ أو حلیا مطلقاً مباح الاستعمال أولاً وتحتہ فی الشامی
ماتتحلی بہ المرأة من ذهب أو فضة. (الدر المختار ، الزکاة ، باب زکاة المال
زکریا ۳/۲۲۷ ، کراچی ۲/۲۹۸)

وفی تبرالذهب والفضة وحلیها وأوانیها الزکوٰۃ . (ہدایہ ، الزکاة ،
باب زکاة المال ، فصل فی الذهب ، اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/۱۹۵)

(۴) اگر ملاوٹ (کیرٹ) سونے پر غالب نہیں ہے تو وہ خالص اور اصلی سونے کے
حکم میں ہے اس میں پورے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

وإذا كان الغالب علی الورق والفضة فهو فی حکم الفضة الخ.
(ہدایہ ، الزکاة ، باب زکاة المال ، فصل فی الفضة اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/۱۹۵)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۶۳/۲۶)

والد کی فیملی میں رہنے والی اولاد صاحب نصاب ہو تو دونوں پر زکوٰۃ و قربانی واجب ہے

سوال: [۴۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا
ایک لڑکا ہے زید نے اپنے گھر کا سرپرست اور مالک زیورات کا نقدی پیسوں کا آمد و خرچ
سب کچھ کا اپنے بیٹے کو بنادیا اور سب کچھ اپنے بیٹے کے حوالہ بھی کر دیا زید گھر پر کچھ کام وغیرہ
نہیں کرتا ہے سب کچھ بیٹا کرتا ہے جبکہ باپ بیٹا شرکت میں ہیں، کھانا رہنا سب کچھ یکجا اور
شرکت میں ہے، معلوم یہ کرنا ہی کہ ان حالات میں زکوٰۃ حج قربانی سب کچھ بیٹے پر واجب

ہے یا باپ پر اگر پیٹے پر واجب ہے تو ”انت و مالک لابیك“ کا کیا مطلب ہوگا؟
المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب زید کا بیٹا زید کی ہی فیملی میں ہے، اور اسی کے سرمایہ کے بل بوتے پر بیٹے نے کاروبار سنبھالا ہے تو ایسے حالات میں بیٹے کی ساری کمائی باپ کی ملکیت شمار ہوگی، اور اس سرمایہ میں سے زکوٰۃ نکالنا باپ کے اوپر لازم ہے، اور قربانی بھی باپ پر لازم ہے، ہاں البتہ اگر بیٹے کو الگ سے اتنے سرمایہ کا مالک بنا دیا جو نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو ایسی صورت میں بیٹے کے اوپر بھی اس نصاب کی زکوٰۃ نکالنا اور قربانی کرنا لازم ہوگا۔

إذا عمل رجل فى صناعة واحدة هو ابنه الذى فى عياله عند غرسه شجرة فتلك الشجرة للأب لا يشاركه ولده فيها. (شرح المجلة لرستم، اتحاد بکڈپو، دیوبند ۱/۷۴۱، رقم: ۱۳۹۸)

أب وابن يكتسبان فى صناعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب، إذا كان الابن فى عيال الأب لكونه معيناً له الخ. (ہندیہ، کتاب الشركة، الباب الرابع فى شركة الوجوه زکریا ۲/۳۲۹، جدید ۲/۳۳۲، شامی، کراچی کتاب الشركة فحصل فى الشركة الفاسدة مطلب اجتماعى دار واحدة واكتسبا الخ، زکریا ۶/۵۰۲، کراچی ۴/۳۲۵)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لأنها من التبرعات والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لرستم اتحاد بکڈپو، دیوبند ۱/۴۶۲)

وتتم بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، کتاب الهبة مكتبة دارالكتب العلمية ۳/۴۹۰، شامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/۴۹۰، ۴۹۳، کراچی ۵/۶۸۸، ۶۹۰، ہدایہ، کتاب

الہبۃ ، المكتبة الاشرفیہ ۲۸۳/۳)

ومنہا کون المال نصاباً . (ہندیہ ، کتاب الزکاة ، زکریا ۱/۱۷۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ رزی الحج۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۵۲/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۲/۲۵ھ

ایک ہزار روپیہ پر سال گذرنے سے زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کاشت کی زمین پانچ بیگہ ہے جس میں غلہ دھان گیہوں وغیرہ پیدا ہوتا ہے، اور رہنے کیلئے مکان ہے اور گھریلو ضروریات سامان کے علاوہ نہ بقدر نصاب سونا ہے نہ چاندی ہے نہ دونوں ملا کر بقدر نصاب ہے اور نہ بقدر نصاب روپیہ ہے نہ مال تجارت اور وہ کسی مدرسہ یا اسکول کا مدرس ہے یا ماسٹر ہے جس میں اس کو تین سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے، اور اس کے پاس اپنی زمین کی پیداوار دھان گیہوں اور اتنی تنخواہ سے تمام ضروریات پوری کرنے کے بعد سال بھر میں ایک ہزار روپے بچے اور اس پر حوالان حول بھی ہوا یہی حال بعینہ زید کے دوسرے بھائی کا ہے، اور زید کے تیسرے بھائی بکر کا ہے اور یہ تینوں بھائی جدا جدا کھاتے کھاتے زندگی بسر کرتے ہیں، یعنی آپس میں کسی کا کسی سے کوئی تعلق نہیں کیا یہ تینوں بھائی جدا جدا صاحب نصاب ہیں، یا نہیں؟ نیز اگر یہ تینوں بھائی یا دو بھائی آپس میں سب چیزوں کیساتھ مل جل کر کھانے کمانے اور رہنے سہنے لگیں تو کیا یہ تینوں بھائی یا دو بھائی ملکر ایک صاحب نصاب ہو سکتے ہیں، یا نہیں اور اس بچی ہوئی رقم ایک ہزار روپے پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتی: منظور عالم قاسمی، مدرس:

مدرسہ باب العلوم، بابو گنج، پرتاپ گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سال گزرنے پر ایک بھائی کے پاس جو رقم بچتی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے بقدر نصاب ہونا شرط ہے، چونکہ فی زمانہ ایک ہزار روپے مقدار نصاب کو نہیں پہنچتے ہیں اسلئے مذکورہ صورت میں کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

وسبب افتراضها ملک نصاب حولي الخ. (درمختار، مع الشامی، کتاب الزکاة، قبیل مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة زکریا دیوبند ۳/۱۷۴، کراچی ۲/۲۵۹) نیز اگر سب بھائی مل جل کر ایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اور مال مشترک ہے اور سب کے مال مشترک میں سے سال گزرنے پر ایک نصاب کے بقدر مال بچتا ہے جس میں سب کا حق ہے تو کسی پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، جب تک کہ ہر ایک کے حصہ میں پورا نصاب نہ بچے۔

ولا تجب الزکوة عندنا فی نصاب مشترک وفي الشامیة المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الاشتراك وضم أحد المالین إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال کل منهما بانفرادہ نصاباً الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا دیوبند ۳/۲۳۵، کراچی ۲/۳۰۴، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۴/۲۴)

چوبیس ہزار روپیہ پر کتنی زکوٰۃ ہے؟

سوال: [۴۱۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چوبیس

ہزار ۲۴۰۰۰ روپیہ پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے، تحریر فرمادیں؟

المستفتی: محمد ناظر تمبا کووالا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روپیہ پیسہ میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہوتا ہے، لہذا ہزار میں ۲۵/ روپیہ اور ۲۴/ ہزار ۴۰۰/ روپیہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہوگا۔

أخرج ابن أبي شيبة عن عبيدة قال سألت إبراهيم له مائة درهم وعشرة دنانير؟ قال يزكي من المائة درهم درهمين ونصفا ومن الدنانير ربع دينار قال وسألت الشعبي يحمل الأكثر على الأقل - أو قال: - الأقل على الأكثر فإذا بلغت فيه الزكاة زكاه . (مصنف ابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة ، فى الرجل تكون عندها مائة درهم وعشرة دنانير مؤسسه علوم القرآن ۶/ ۳۹۳ ، برقم: ۹۹۷۸)
وفى الخانية : فى كل مائتى درهم خمسة دراهم وفى كل عشرين مثقالاً نصف مثقال . (تاتار خانية ، كتاب الزكاة ، زكاة المال زكريا ۳/ ۱۵۵ ، برقم:

۳۹۷۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۴۰/۳۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۴/۸ھ

۵۷/ ہزار کی مالیت زکوٰۃ جبکہ ۲ ہزار کا مقروض ہو

سوال: [۴۱۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس پچھتر ہزار روپیہ ہیں، ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے، ان روپیوں کی زکوٰۃ میرے اوپر ۵۰/ روپیہ واجب ہوئی میں دو ہزار روپیہ کا قرضدار ہوں اگر مجھ کو زکوٰۃ دینی ہے تو کس حساب سے دینی ہے، کتنے روپیوں کی زکوٰۃ ادا کروں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب آپ کے اوپر ۵۷/ ہزار روپے کی

زکوٰۃ واجب ہے تو ہزار میں ۲۵ روپیہ کے حساب سے ۷۵/ ہزار کی ۱۸۷۵/ روپیہ زکوٰۃ بنتی ہے، اور جب آپ دو ہزار روپیہ کے مقروض ہیں تو آپ پر ۳۷/ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور ۷۳/ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ ۱۸۲۵/ روپیہ بنتی ہے، لہذا آپ پر ۱۸۲۵/ روپیہ زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور دو ہزار کے مقروض ہونے کی وجہ سے اس کی زکوٰۃ ۵۰/ روپیہ نکالنا واجب نہیں۔

عن السائب بن يزيد، أن عثمان بن عفان كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه، حتى تحصل أموالكم فتؤدون منها الزكاة. (موطا امام مالك، كتاب الزكاة، باب الزكاة في الدين، اشرفى بکڈپو دیوبند/۱۰۷)

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة، قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله فإن بقي بعد ذلك ماتجب فيه زكاة ففيه زكاة، وتلك مائتا درهم أو عشرون مثقالاً ذهباً فصاعداً... وهو قول أبي حنيفة. (موطا امام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة أموالكم، اشرفى بکڈپو، دیوبند/۱۷۳، رقم: ۳۲۳)

ولا مديون مطالب من العباد في قدر دينه فإنه إذا كان له أربع مائة درهم مثلاً إلى ما قال ولو كان دينه مائتين تجب زكاة مائتين. (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، قديم ۱/ ۱۹۴، دارالكتاب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۱)

ڈیڑھ لاکھ روپیہ پر حوالان حول کی صورت میں زکوٰۃ کا وجوب

سوال: [۴۱۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے ایک مکان فروخت کیا ڈیڑھ لاکھ میں بغرض خریداری دیگر مکان مگر اب تک اس روپے کا مکان نہیں خریدا ہے، نیز اس روپے پر حوالان حول بھی ہو چکا ہے، اب صورت مذکورہ میں زید کے اس ڈیڑھ لاکھ روپے پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ مینواتو جروا

المستفتی: محی الدین، محلہ قاصدی ٹولہ، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس ڈیڑھ لاکھ روپے پر زکوٰۃ واجب ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم قدیم ۱/۲)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: لا زكاة في مال امرئ حتى يحول عليه الحول. (سنن الدارقطني، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة بالحوال، دارالكتب العلمية بيروت ۷۶/۲، رقم: ۱۹۷۰)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال عليه الحول وقد بقي معه منه نصاب، فإنه يزكي ذلك الباقي، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل. (شامی، کتاب الزكاة، زکریا دیوبند ۱۷۹/۳، کراچی ۲/۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۴/۲۳)

مالک مکان کو یکمشت دی گئی رقم کی زکوٰۃ کس کے ذمہ لازم ہے؟

سوال: [۴۱۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ایک شخص نے کرایہ پر دوکان لی مالک نے دوکان دیتے وقت کچھ رقم تقریباً ۶۰۰۰ روپیہ لیے اور مالک دوکان نے کہا کہ جب دوکان خالی کرو گے یہ رقم واپس دوں گا، تو دریافت یہ کرنا ہے، کہ اس ساٹھ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ کون ادا کرے، کرایہ دار جس نے رقم دی ہے، یا جس کے پاس جمع ہے، یعنی مالک دوکان؟ اور ہر سال ادا کرے یا جب کرایہ دار کو واپس ملے گی؟

المستفتی: مولانا حامد علی، نئی بازار، قصبہ: تمبور، ضلع: سینٹاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کرایہ دار پیشگی یکمشت جو رقم مالک مکان اور دوکان کو ادا کرتا ہے، مالک مکان اس کا مالک ہو جاتا ہے، اسکی زکوٰۃ بھی مالک مکان ہی پر لازم ہوا کرتی ہے، کرایہ دار پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں، اسلئے کہ اس رقم پر کرایہ دار کی ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱۱/۲)

إذا عجل الأجرة لا يملك الاسترداد . (شامی، کتاب الإمارة زکریا ۱۳/۹، کراچی ۱۰/۶)

المستأجر إذا عجل الأجرة، قبل استيفاء المنفعة لم يملك الاسترداد . (المحیط البرہانی، کتاب الزکاة، الفصل السادس تعجيل الزکاة، المجلس العلمی جدید ۱۹۶/۳، رقم: ۲۷۳۵)

ولو عجل الأجرة إلى رب الدار لا يملك الاسترداد . (ہندیہ، کتاب الإجارة، الباب الثاني متى تجب الأجرة، وما يتعلق به من الملك وغيره، زکریا دیوبند ۴۱۲/۴، جدید ۴/۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ شوال ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۶۳/۳۷)

بائع کو دی گئی ایڈوانس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا کس پر لازم ہے؟

سوال: [۴۱۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احمد نے فلیٹ بک کرایا ہے، اور بطور ایڈوانس (پیشگی) مالک کو کچھ رقم دی ہے لیکن ابھی وہ پوری طرح فلیٹ کا مالک نہیں ہوا ہے اور نہ ہی وہ رقم بغیر فلیٹ خریدے واپس ہو سکتی ہے، فلیٹ کا مصرف فلیٹ ملنے کے بعد کرایہ پر کسی کو دیدیا جائیگا ایسی حالت میں اس رقم پر جو ایڈوانس دی ہے، زکوٰۃ نکالنا فرض ہے یا نہیں؟

المستفتی: احقر حبیب اختر، محلہ قانون گویان، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب آپ نے منزل کی خریداری میں رقم بائع کے حوالہ کر دی ہے اور وہ رقم واپس بھی نہیں ہو سکتی ہے، تو اب آپ اس رقم کے مالک نہیں رہے، لہذا آپ پر اسکی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بلکہ اس کا مالک فروخت کرنے والا ہو چکا ہے، لہذا اسکی زکوٰۃ بائع پر ہی واجب ہوگی۔

إذا عجل الأجرة، لا يملك الاسترداد. (شامی، کراچی ۱۰/۶)
وفي العتايه، وإذا عجل الأجرة إلى ربها لا يملك الاسترداد.
(البحر الرائق، كتاب الإجارة: كونه ۵/۸، زکریا ۹/۸) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/۹ یقعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۲۳)

کرایہ دار کی پیشگی ادا شدہ رقم اور پیٹری کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کرایہ کی مد میں دی گئی پیشگی رقم یا ڈپوزٹ جو عقد اجارہ کے فتح ہو جانے یا مدت پوری ہونے پر کرایہ دار

کو واپس کیا جاتا ہے، اس نقد کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی، کرایہ دار پر یا مالک مکان پر؟
المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کرایہ دار پیشگی یکمشت جو رقم مالک مکان اور مالک دوکان کو ادا کرتا ہے، مالک مکان اس کا مالک ہو جاتا ہے، اسکی زکوٰۃ بھی مالک مکان ہی پر لازم ہوا کرتی ہے، کرایہ دار پر اسکی زکوٰۃ لازم نہیں ہے، اسلئے کہ اس رقم پر کرایہ دار کی ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے۔

إذا عجل الأجرة لا يملك ترجمہ: یعنی اگر کرایہ دار پیشگی اجرت الاسترداد۔ (شامی، کتاب الإجارة اور کرایہ ادا کر دیتا ہے تو مالک مکان اس کا کراچی ۱۰/۶، زکریا ۱۳/۹) مالک ہو جاتا ہے، لہذا واپسی کا حق نہیں ہوگا۔

ڈپوزٹ اور بیع الوفاء کی رقم کی زکوٰۃ

اگر اس طرح مکان یا دوکان یا زمین وغیرہ خرید و فروخت کی جائے، کہ مشتری جو قیمت ادا کرتا ہے، وہ بائع کے پاس مثل امانت کے ہے، اور جب بائع اتنی رقم مشتری کو ادا کر دے گا تو بیع واپس مل جائے یا عقد کیلئے مدت متعین کی جائے، اور مدت پوری ہونے یا عقد فسخ ہونے پر مشتری اور مستاجر کو اپنی دی ہوئی پوری رقم واپس مل جائے، تو ایسے معاملہ کو بیع الوفاء بیع الامانت اور بیع الرهن وغیرہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں ادا شدہ رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ تو اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابو بکر محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ اگر اجرت رقم کی شکل میں ہے تو اسکی زکوٰۃ صرف بائع پر واجب ہوتی ہے۔

حکى عن الشيخ الإمام أبا بکر محمد بن الفضل أنه قال إن كانت الأجرة من ترجمہ: شیخ ابو بکر محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ اگر اجرت درہم و دینار کی شکل میں ہے تو اسکی زکوٰۃ بائع پر لازم ہے اسلئے کہ قبضہ کی

وجہ سے اس کو ملک تام حاصل ہو چکا ہے، اور
فسخ اجارہ کے وقت عین مقبوض کی واپسی لازم
نہیں ہے، بلکہ اسکے علاوہ ادا کرنا لازم ہے،
تویہ بمنزلہ اس دین کے ہوگا جو بعد حوالان حول
اس پر لازم ہوا ہے۔

الدراهم أو من الدنانير كان
زكوتها على الآجر لأنه ملكها
بالقبض وعند انفساخ الإجارة لا
يلزمه رد عين المقبوض وإنما
يلزمه رد غيرها فكان بمنزلة دين
لحقه بعد الحول الخ. (قاضی خان
علی ہامش الهندیة، کتاب الزکاة،
فصل فی مال التجارة زکریا دیوبند

۱/۲۵۳، ۲۵۴، جدید ۱/۱۵۶)

اور امام زاہد علی بن محمد بزدویؒ اور مجد الائمہ سرختگیؒ وغیرہ فرماتے ہیں، کہ بائع اور
مشتري دونوں پر اسکی زکوٰۃ واجب ہوگی بائع کے اوپر اسلئے لازم ہے کہ اس کو ملک تام
حاصل ہے اور مشتري پر اسلئے لازم ہے کہ وہ بمنزلہ ثمن رہن ہے لیکن علامہ ابن عابدین
شامیؒ نے بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسکی زکوٰۃ صرف مشتري پر واجب ہوگی، اور اسی کو
انھوں نے ”بینی“ کے لفظ سے رائج قرار دیا ہے۔

ترجمہ: حضرت امام زاہد علی بن محمد البز دویؒ
اور مجد الائمہ سرختگیؒ فرماتے ہیں، کہ اسکی زکوٰۃ
مستاجر پر بھی لازم ہے، اسلئے کہ لوگ مال
اجارہ کو موجر پر قرض اور دین شمار کرتے ہیں،
اور وہ بیع و فاجو سمر قند میں معروف و مشہور ہے
اسمیں ثمن کی زکوٰۃ بائع پر واجب ہے، اور امام
بزدویؒ اور سرختگیؒ کے نزدیک مشتري پر بھی
اسکی زکوٰۃ واجب ہے۔

وقال الشيخ الإمام الزاهد علی
بن محمد البز دویؒ ومجدد
الائمہ السرختگیؒ إن زكوتها
تجب على المستأجر أيضا لأن
الناس يعدون مال الإجارة دينا
على الآجر وفي بيع الوفا
المعهود بسمر قند تجب
زكوة الثمرة على البائع وعلى

قول الشيخ الإمام الزاهد علي بن
محمد البزدوي ومجدد الأئمة
السرختيگی تجب علی المشتري
أيضا الخ. (قاضیخان هامش الہندیہ، کتاب
الزکاة، فصل فی مال التجارة
زکریادیوبند ۱/۲۵۴، جدید ۱/۱۵۶)

اور علامہ شامیؒ مشتری پر وجوب ثابت کرنے کیلئے یوں عبارت نقل فرماتے ہیں۔
ترجمہ: فرماتے ہیں کہ مناسب اور
اولیٰ یہی ہے کہ اسکی زکوٰۃ صرف مشتری پر
لازم ہو اس قول کے مطابق جس پر اس زمانے
میں عمل ہے، اور اسلئے کہ بیع الوفاء بمنزلہ رہن
قرار دی جاتی ہے، لہذا ثمن بائع کے اوپر بطور
قرض لازم ہے۔
ينبغي لزومها على
المشتري فقط على القول
الذي عليه العمل الآن من أن
بيع الوفاء منزل منزلة
الرهن، وعليه فيكون الثمن
دينا على البائع الخ. (شامی،
کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة
ثمن المبيع وفاء زکریادیوبند
۳/۱۷۷، کراچی ۲/۲۶۱)

حاصل یہ نکلتا ہے کہ قول راجح کے مطابق صرف مشتری پر واجب ہے لیکن احتیاط
اسی میں ہے، کہ بائع و مشتری دونوں ایسی رقم کی زکوٰۃ ادا کر دیا کریں، بیع الوفاء کے جواز
کیلئے حضرت مولانا غلیل احمد صاحبؒ نے یہ قید لگائی ہے، کہ دستاویز کے وقت بیع کو مطلق
عن الشرط رکھا جائے بیع مع الشرط کی عبارت اور قید نہ لگائی جائے۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم
۱/۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(رجسٹر خاص)

ڈپوزٹ کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

سوال: [۴۱۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے بازار میں ایک دوکان دیگر شخص سے پندرہ ہزار روپیہ ماہوار کرایہ پر لی ہے، اس میں کرایہ دار نے مبلغ پانچ لاکھ روپیہ پیشگی مالک دوکان کو شرائط کے مطابق دیئے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے، کہ مذکورہ رقم پانچ لاکھ روپیہ پر جو زکوٰۃ واجب ہوئی ہے تو اس زکوٰۃ کو مالک دوکان ادا کرے گا یا کرایہ دار پر واجب الادا ہوتی ہے؟

المستفتی: محمد جنید، لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہونے کیلئے مال پر قبضہ اور ملک تام ضروری ہے، اور کرایہ دار جو اس رقم کا مالک ہے اس پر زکوٰۃ اسلئے ادا کرنا واجب نہیں ہے، کہ فی الحال اس کا قبضہ نہیں ہے، اور مالک مکان یا مالک دوکان جس نے اس شرط پر مذکورہ رقم پر قبضہ کیا ہے، کہ مکان یا دوکان خالی کراتے وقت اتنی رقم واپس کر دے گا، اس پر اتنی رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا اسلئے لازم نہیں ہے کہ وہ مذکورہ رقم کے بقدر مقروض ہے، یا اس پر ملک تام اس کو حاصل نہیں ہے، گویا وہ رقم دین ضعیف کے حکم میں ہے، اور اگر دین متوسط کے درجہ میں مانا جائے تب راجح قول کے مطابق اس پر قبضہ یا ملک تام حاصل ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۳۱)

عن عبد الله بن دينار ، عن ابن عمر قال: زكوا ما كان في أيديكم ، وما كان من دين في ثقة ، فهو بمنزلة ما في أيديكم ، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه . (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد ، دار الفكر ۶/۶۹ ، رقم: ۷۷۱۷)

وأما دين الوسط فما وجب له بدلاً عن مال ليس للتجارة (وقوله)

وفیه روایتان عنہ وروی ابن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة أنه لا زكوة فيه حتى يقبض المأتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو أصح الروايتين عنه الخ. (بدائع، كتاب الزكاة، مراتب الديون زكريا ۲/۹۰، كراچی ۱۰/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ شوال ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۶/۱۴۳۰ھ

امانت کی زکوٰۃ کی ادائے گی کس پر لازم ہے؟

سوال: [۳۱۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲ رسال سے بہن نے دولاکھ روپے اپنے بھائی کے پاس رکھے ہیں، لہذا اسکی زکوٰۃ کون ادا کرے، بھائی یہ کہتے ہیں کہ میں اپنے پاس سے زکوٰۃ دے دیتا ہوں تم فکر نہ کرو؟

المستفتی: ایک اللہ کا بندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب بہن نے بطور امانت بھائی کے پاس رکھے ہیں اور اب بہن اپنی امانت واپس مانگ رہی ہے، تو بھائی پر لازم ہے کہ بلا تاخیر امانت واپس کر دے، اور بہن اپنے مال کی زکوٰۃ خود ادا کرے گی، بھائی کو اس میں کوئی اختیار نہیں، اور اگر بھائی اس امانت کے واپس کرنے میں تاخیر کرے گا، یا ٹال مٹول کرے گا، تو خائن شمار ہوگا، اور سخت گنہگار ہوگا۔

عن عبد الله بن عمرو و أن النبي ﷺ قال: أربع من كن فيه كان منافقا خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها، إذا أؤتمن خان الحديث: (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة

العناقق ۱/۱، رقم: ۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۸۸۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵/۹/۱۴۱۹ھ

ذاتی مکان میں زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: [۴۱۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنی رہائش گاہ جس میں رہنے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی اس پر فرض نہیں ہے، مگر چونکہ اس مکان میں رہنا نہیں ہوتا کیوں کہ کمپنی کے کام کی وجہ سے دوسرے شہر میں سکونت اختیار کر لی ہے تو اس رہائش گاہ میں رہنے کے باعث زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو تو کس رقم پر؟

المستفتی: عبدالرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اپنی اصلی رہائش کا مکان شرعاً حاجت اصلیہ میں داخل ہے اگرچہ ملازمت کی وجہ سے جائے ملازمت میں رہائش اختیار کر لی ہو، کیونکہ جب کبھی ملازمت چھوٹ جائیگی تو اپنی اصلی رہائش کے مکان میں آکر رہنا ہوگا، لہذا ایسے ذاتی مکان میں شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وفارغ عن حاجته الأصلية وتحتنه في الشاميه وليس في دور السكنى (إلى قوله) زکوٰۃ لأنها مشغولة بحاجته الأصلية وليست بنامية الخ.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۷۸، کراچی ۲/۲۶۲، الجوہرۃ

النیرۃ، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۳/۸/۱۴۱۱ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۳۵)

ناقص مکان اور زمین پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے شعبان میں ایک پلاٹ خریدانیت یہ تھی، کہ اس پلاٹ میں کمرے بنا کر فروخت کروں گا، چنانچہ تعمیر شروع کر دی کچھ تعمیر ہو چکی ہے، زید کی زکوٰۃ کا سال رمضان کا آخری عشرہ ہوتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید جب زکوٰۃ کا حساب لگائے تو اس پلاٹ اور پلاٹ پر تعمیر کیا ان سب کی قیمت بھی جوڑے گا، یا جب کبھی تعمیر مکمل ہو جائے گی، اس وقت اس پلاٹ پر بنے ہوئے کمروں کی قیمت پر زکوٰۃ آئیگی شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد اصغر، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تجارت کی نیت سے جو پلاٹ خریدا ہے اور اس پر تجارت کی نیت سے جو تعمیر کی گئی ہے سب مال تجارت میں شامل ہے لہذا اداء زکوٰۃ کے وقت زمین و ناقص عمارت کی جو بھی قیمت ہوگی اس قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

عن سمرة بن جندب[ؓ] قال: أما بعد! فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة، النسخة الهندية ۱/۲۱۸، دار السلام رقم: ۱۵۶۲)

عن ابن جريج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۴/۹۷، رقم: ۷۱۰۵)

وإن اشترى شيئاً ونواه التجارة كان للتجارة. (حاشية جلیلی علی التبیین، كتاب الزكاة، زکریا دیوبند ۲/۲۹، امدادیہ ملتان ۱/۲۵۶، ہدایہ، کتاب الزكاة، اشرفیہ

دیوبند ۱/۱۸۷، ۱/۲۵۶)

وتعتبر قيمته يوم اللوجوب ، وقالوا : يوم الأداء (تحته في الشامية)
وفى المحيط : ويعتبر قيمة يوم الأداء بالإجماع ، وهو الأصح . (الدر
المختار مع الشامى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم زكريا ديوبند ۳/۲۱۱ ، كراچی
۲/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۱/۱۰/۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۸۸/۳۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۱۰/۲۲ھ

فروخت شدہ مکان کی قیمت پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکان فروخت کیا جسکی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہے جس میں سے ساٹھ ہزار مل چکے ہیں خریدار سست اور کچھ بدینیت شخص ہے اپنی طرف سے ادائیگی کی بالکل فکر نہیں کرتا بلکہ انتہائی اصرار اور کثیر آمد و رفت کے بعد بڑی مشکل سے رقم ادا کرتا ہے، ہم کو دیر سویر پورا پیسہ وصول کر لینا ممکن ہے تو اس رقم پر زکوٰۃ کے وجوب کی کیا صورت ہے، وصول کردہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہونیکے لئے حوالان حول شرط ہے، یا نہیں نیز جو رقم خریدار نے ادا نہیں کی ہے، اسکی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور وصولیابی کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے، براہ کرم سوال کے تمام گوشوں پر مناسب روشنی ڈالیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مکان کی قیمت کا جو پیسہ وصول ہو چکا ہے اسکی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب ہیں، تو اس پیسہ پر الگ سے سال گذرنا لازم نہیں بلکہ سالانہ جن تاریخوں پر زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں، ان تاریخوں سے پہلے پہلے مکان کا جو پیسہ ہاتھ آئے اسکی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور خریدار کی طرف سے جو

پیسہ وصول نہیں ہوا ہے، اور مطالبہ کے باوجود ٹال مٹول کا سلسلہ ہے اس پیسہ کی وصولی سے پہلے اسکی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ جتنا وصول ہوتا رہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوتی جائیگی۔
والذی أراه حقا وأدين الله عليه : أن حكم الورق المالي كحكم النقدين في الزكوة سواء بسواء الخ. (تكملة فتح الملہم، کتاب المساقاة والمزارعة، حكم الأوراق المالية، المكتبة الأشرفیہ دیوبند ۱/۱۷۵)

ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلى ماله، وزكاه سواء. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرھا وصفئھا وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۵، جدید ۱/۲۳۷)

والمستفاد ولو بهبة أو إرث وسط الحول يضم إلى نصاب من جنسه. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، کراچی ۲/۲۸۸، زکریا ۳/۲۱۴)

يقبر المديون بالدين ويملائته ولا يقدر الدائن على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم. (شامی، الزکاة، المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۶/۳۸)

تصویروں کو فروخت کر کے اسکی آمدنی سے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۱۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص اگر تصویروں کی فروختگی سے حاصل شدہ آمدنی سے زکوٰۃ ادا کرے تو کیا اسکی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی؟

المتفتی: عبدالرحمن، جلا گائیں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ تجارت سے جو رقم حاصل ہوگی نصاب پورا ہونے پر اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا واجب ہوگا۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد الخ. (ہندیہ ، کتاب الزکاة ، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها ، زکریا ۱۷۲/۱ ، جدید ۲۳۳/۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹/۲۴)

کیا NSC پر زکوٰۃ واجب ہے؟

سوال: [۴۱۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک سرکاری ٹیچر ہوں جب بھی ہماری تنخواہ بڑھتی ہے تو سرکار اس کا پچھلا پیسہ (N.S.C.) بنا کر دیتی ہے جس کا پیسہ ہمیں ۱۵ سال بعد مع سود کے ملے گا، تو (NSC) پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ پیسہ سرکار کے پاس ہے اسپر جو زائد پیسہ ملے گا وہ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی: احقر شبلی حبیب، پیرزادہ ہمایاں ہوٹل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تنخواہ بڑھتے وقت پچھلے مہینوں کے پیسہ کے لئے جو این ایس سی (NSC) آپ کو ملتی ہے، اور وہ پیسہ فوری طور پر نکالنے کا حق نہیں ہوتا، ایسی صورت میں پیسہ نکالنے سے پہلے آپ اس کے شرعی مالک نہیں ہیں، اور ملک تام حاصل ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور اس پر جو اضافی رقم ملے گی وہ سود کے دائرے میں داخل نہیں اور یہ پراویڈنٹ فنڈ (PF) پر اضافہ ملنے کی طرح ہے، اور

اس پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

ومنها الملك التام ، هو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد أو وجد اليد دون الملك لا تجب فيه الزکوۃ . ہندیہ ، کتاب الزکاة ، الباب الأول فی تفسیرھا وصفئھا وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۲ ، جدید ۱/۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱/۲۹ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۶۹)

مالدار تاجر پر زکوٰۃ اور ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص مال سپلائی کر نیکی تجارت کرتا ہے، جس میں تقریباً چالیس ہزار روپے کی سالہا سال لوٹ پاٹ ہوتی رہتی ہے، اور تقریباً ۲ لاکھ کا مال گھر میں موجود ہے عید الفطر تک مال سپلائی ہو نیکی امید ہے، پچیس ہزار روپے بینک میں موجود ہیں ان اموال پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اسکی ادائیگی اور حساب کی کیا صورت ہے واضح فرمائیے؟

المستفتی: توحید عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تاجر شخص شرعاً مالدار اور مالک نصاب ہے، اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اور اسکے لئے حکم یہ ہے کہ یہ شخص جس دن اور جس تاریخ کو پہلی مرتبہ نصاب کے بقدر مال کا مالک ہوا تھا، اس سال اس تاریخ کو مذکورہ مال تجارت اور بینک میں جمع رقم اگر اسکی ملکیت میں موجود ہے تو ان دونوں کی زکوٰۃ اس تاجر پر شرعاً واجب ہے۔

عن سمرة بن جندب قال : أما بعد فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن

نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع . (سنن أبي داود ، الزكاة ، باب العروض إذا كان للتجارة هل فيها ، زكاة النسخة الهندية ۱/۲۱۸ ، رقم ۱۵۶۲)

تجب الزكاة أيضا في عروض تجارة بلغت قيمتها نصاباً من أحدهما .
(مجمع الانهر بيروت ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الذهب والفضة والعروض ۱/۳۰۶)

الزكاة واجبة في عروض التجارة . (تاتار خانية ، كتاب الزكاة ، الفصل الثالث ، زكاة عروض التجارة زكريا ۳/۱۶۴ ، رقم : ۳۹۹۹ ، قديم ۱/۲۳۷)

والذي أراه حقاً وأدين الله عليه : إن حكم الورق الماليّ كحكم النقدين في الزكاة سواء بسواء (إلى قوله) فمن ملك النصاب من الورق الماليّ ومكث عنده حولاً كاملاً وجبت عليه زكوته باعتبار زكاة الفضة .
(تكملة فتح الملهم ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق المالية ، المكتبة الاشرفيه ديو بند ۱/۵۱۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۶/۳۸)

پیتل کی بنائی گئی تصویروں کی آمدنی پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص پیتل کی تصاویر بنائے تو اسکی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟
المستفتی: عبید الرحمن پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نفس تصویر کشی حرام اور عذاب الہی کا باعث ہے، البتہ اس میں حاصل شدہ رقم کا مالک ہو جاتا ہے، کہ اصل شئی اور محنت کا پیسہ ہے اسلئے اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہو جائے گی۔

الکسب یملک بملک الأصل . (قواعد الفقہ ۱۰۰/، رقم: ۲۲۳)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۱۳/۲۴)

شادی کیلئے جمع شدہ مال میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی بہن کی شادی کے واسطے کچھ مال الگ سے جمع کیا جو مقدار نصاب ہے، تو زید پر زکوٰۃ واجب ہے یا اس کی بہن پر؟

المستفتی: محمد پیر بن نور محمد مومن داس پالپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب تک بہن کے حوالے نہ کر دے گا، اس وقت تک زید پر زکوٰۃ ادا کرنی واجب رہے گی۔

الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملک نصاباً ملکاً تاماً وحال علیہ الحول الخ. (ہدایہ، کتاب الزکاۃ، اشرفی بکڈپو دیوبند، مطبوعہ جیسور ۱/۸۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ / شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۷۱/۲۵)

مکان و شادی کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے مکان بنانے اور بچوں کی شادی کرنے کیلئے کچھ زیور اور روپیہ رکھا ہے، جو مکان بنانے اور

شادی کے لئے ناکافی ہے، سال گزرنے پر زید پرزکوۃ واجب الا داہوگی یا نہیں؟
المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو رقم مکان بنانے یا شادی کی نیت سے رکھی جائے سال گزرنے پر اس رقم کی زکوۃ اداء کرنا بھی لازم اور واجب ہے۔

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال عليه الحال وقد بقي معه منه نصاب ، فإنه يزكى ذلك الباقي ، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجها الأصلية وقت حلول الحول الخ . (شامی، کتاب الزکاة ، مطلب في زکوة المبيع وفاءً کراچی ۲/۲۶۲، ذکر ۳/۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۳۹/۳۷)

ضرورت کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوۃ

سوال: [۴۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بھی ضرورت کیلئے تھوڑی تھوڑی رقم جمع کی اور اس پر سال گزر جائے اور وہ رقم نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس پیسہ کی ضرورت بھی ہے گذر بسر کیلئے ایک دوکان خریدنی ہے اسی لئے رقم جمع کی ہے؟

المستفتی: احمد نجیب، آندھروی،
پیلو جامع مسجد، اسٹیشن روڈ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انسان خواہ کسی بھی ضرورت کیلئے رقم جمع کرے اور اس پر سال گزر جائے، اور وہ مال نصاب کے بقدر ہو تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن علي عن النبي ﷺ ببعض أول هذا لحديث، قال: فإذا كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً، فإذا كانت لك عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب على ذلك. (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۵۷۳)

شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو ملكه وضمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة. (شامی، کتاب الزكاة، کراچی ۲/۲۶۷، زکریا ۱۸۶/۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۳/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۸۷)

بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس شادی سے پہلے کے اپنے دس ہزار روپیہ بینک میں جمع ہیں میرے شوہر کو اس کا علم نہیں ہے، تو کیا شرعاً اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟

المستفتیہ: منور جہاں، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دس ہزار روپیہ جو بینک میں جمع ہے اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اور جتنے سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے، ان کی بھی نکالنا لازم ہے اور دس ہزار روپیہ میں سے ڈھائی سو روپیہ سالانہ زکوٰۃ نکلے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۱۰۸، رجیمیر ۱۴/۲)

عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول هذا لحديث، قال: فإذا كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة درهم، وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً، فإذا كانت لك عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار فما زاد فبحساب على ذلك، فقال فلا أدرى أعلى يقول فبحساب ذلك أو رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث. (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۵۷۳)

وَأما مقدار الواجب من هذا النصاب فما هو مقدار الواجب من نصاب الذهب والفضة، وهو ربع العشر لأن نصاب مال التجارة مقدر بقيمته من الذهب والفضة، فكان الواجب فيه ما هو الواجب في الذهب والفضة وهو ربع العشر ولقول النبي صلى الله عليه وسلم ”ها توابع عشر أموالكم“ من غير فصل. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، صفة الواجب في أموال التجارة، زكريا ۲/۱۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۱۰ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۱۳/۳۷)

حوالان حول کے بعد بینک یا ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمود صاحب نصاب ہے اور اس کی ساری رقم بغرض حفاظت سرکاری بینک یا ڈاکخانہ میں جمع ہے، یا کسی مکان یا دوکان کی ڈپازٹ کے طور پر دوسرے آدمی کے پاس جمع ہے، (ڈپازٹ) یعنی کوئی مکان یا دوکان بطور کرایہ لینا ہوتا ہے، تو کچھ روپیہ صاحب مکان کے پاس جمع کرنا پڑتا ہے، جب کرایہ دار مکان یا دوکان چھوڑتے ہیں، تو وہ روپیہ صاحب مکان کرایہ دار کو واپس کر دیتے ہیں، اسی کو ڈپازٹ کہتے ہیں، تو کیا ان رقموں پر جو ڈاکخانہ یا بینک میں جمع ہے صاحب رقم کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ رقم صاحب رقم کے قبضہ میں نہیں ہے، تینوں سوالوں کے جواب مدلل بحوالہ تفسیری بخش دینے کی زحمت فرمائیں؟

المستفتی: منظور عالم قاسمی، مدرس
مدرسہ باب العلوم پرتاپ گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بینک اور ڈاکخانہ میں جو رقم جمع ہے، اس پر سال گذرتے ہی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

أما إن كانت عند معارفه وجبت الزكاة لتفريطه بالنسيان في غير محله الخ. (طحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاة اشرفی دیوبند/ ۷۱۷)

اور جو رقم ڈپازٹ کے طور پر رکھی ہے، اس پر وصول ہونے سے قبل زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، اور جب وصول ہو جائیگی تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہو جائیگی۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد، أما إذا وجد الملك دون اليد، كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك (إلى قوله) ولا على الراهن، إذا كان الرهن في يد المرتهن الخ. (هنديہ، کتاب

الزكاة، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا/۱/ ۱۷۲، جدید/۱/ ۲۳۳)

وفی الشامی ولا علی المرتھن لعدم ملک الرقبة ولا علی الراهن لعدم الید الخ. (شامی، زکریا/۳/ ۱۸۰، کراچی ۲/ ۲۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۳/۲۴)

قرض کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا حکم

سوال: [۴۱۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے داماد کو ان کا گھر بنانے کے لئے بطور قرض ایک سال کی میعاد کے لئے دو لاکھ پچھتر ہزار روپے دیئے، ایک سال گزرنے کے بعد وہ قرضہ ادا نہیں کر سکے تو آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ جب تک وہ قرضہ نہیں لوٹائیں گے، قرضہ کی رقم میں زکاۃ ادا کریں گے، زید کا داماد ہر سال ۲۷۵۰۰۰ رو لاکھ پچھتر ہزار روپیہ پر زکاۃ ادا کر رہا ہے، شرعیہ معاہدہ کیسا ہے؟ کیا اس کا جواز ہے، اور زید کو زکاۃ ادا نہ کرنے کا گناہ تو نہ ہوگا؟

المستفتی: محمد افتخار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید نے اپنے داماد کو بطور قرض ایک سال کی میعاد کیلئے جو رقم دی ہے اور سال گزرنے پر داماد کے قرض واپس نہ کر نیکی صورت میں زید اور اس کے داماد کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ شرعاً ناجائز ہے، اور داماد پر ہر سال کی رقم کی زکاۃ ادا کرنا لازم نہیں، اس لئے کہ اس کے اوپر وہ قرض ہے وہ اس کا پیسہ نہیں اور وصولیابی سے پہلے اسکی زکاۃ ادا کرنا زید پر لازم نہیں، اس لئے کہ دین متوسط ہے اور دین متوسط میں رائج قول کے مطابق وصولیابی سے پہلے زکاۃ واجب نہیں ہوتی؛ بلکہ وصولیابی کے بعد زکاۃ واجب ہوتی ہے، اور اب تک داماد نے جو ادا کیا ہے، وہ نفلی صدقہ و خیرات میں شامل ہوگا۔

عن ابن عمر قال: زكاة أموالكم حول إلى حول، فما كان من دين ثقة فزكوه، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقضيه صاحبه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في زكاة الدين مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/ ۴۸۵، رقم: ۱۰۳۵۱)

كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض. (هنديہ، كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زكريا ۱/ ۱۷۲، جديد ۱/ ۲۳۴)

إن رواية ابن سماعة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المأئين ويحول الحول من وقت القبض هي الأصح من الروايتين عن أبي حنيفة. (شامی، كتاب الزكاة، باب زكاة المال مطلب في وجوب الزكاة، في دين المرصد كراچی ۲/ ۳۰۶، زكريا ۳/ ۲۳۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ شوال ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۶۲/۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۱۰/۱۴۳۳ھ

قرض کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے عمر کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیئے عمر ہر سال ۱۰ ہزار روپے زید کو دیکر کل پانچ سال میں پچاس ہزار کی زکوٰۃ نکالے یا جیسے جیسے عمر لوٹا تا جائے، اتنی رقم نصاب میں ملا کر ادا کرے مثلاً ایک سال ۱۰ ہزار لوٹائے تو نصاب میں ۱۰ ہزار ملا کر پھر دوسرے سال مزید دس ہزار لوٹائے تو اب کل بیس ہزار نصاب میں ملائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے جو عمر کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیا ہے، اور

اس قرض کی واپسی ایک سال میں دس ہزار کے حساب سے ہوتی رہے گی، تو ایسی صورت میں اس کو دین قوی نہیں کہا جاسکتا بلکہ دین متوسط ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جتنا وصول کرتا رہے گا، اتنے کی زکاۃ دینا لازم ہوگا، اور عمر پر زکاۃ اسلئے واجب نہیں ہوگی کہ درحقیقت وہ رقم زید کی ہے عمر کی نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر/۲۰۵)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: ليس في الدين زكاة - (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، من قال ليس في الدين زكاة حتى يقبض مؤسسه علوم القرآن جلد ۶/۴۸۷، رقم: ۱۰۳۶۴)

عن ابن عمرؓ قال: زكوا ما كان في أيديكم، وما كان من دين في ثقة فهو بمنزلة ما في أيديكم، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه . (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد دارالفكر ۶/۶۹، رقم: ۷۷۱۷)

وروى ابن سماعة، عن أبي يوسف عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن الدين نوعان، وجعل الوسط كالضعيف وهو اختيار الكرخي . (المبسوط، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۹۵)

إن رواية ابن سماعة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المأتين ويحول الحول من وقت القبض هي الأصح من الروایتين عند أبي حنيفة . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب فی وجوب الزکاۃ، فی دین المرصد زکریادیو بند ۳/۲۳۸، کراچی ۲/۳۰۶، امداد الفتاویٰ ۲/۴۶ تا ۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۸/۸/۱۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۸/۸/۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۰۲/۳۸)

مدیون پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی تاجر

مسلمان نے کاروبار کیلئے بینک سے مثلاً ایک لاکھ روپے قرض لے رکھے ہیں، اور اس کے پاس ایک لاکھ کا زیور یا رقم ذاتی اپنے گھر میں موجود ہے لیکن اگر بینک کا قرض ادا کر دے تو اس کے پاس کچھ نہیں بچتا ایسے تاجر مسلمان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ یا تو خدا کا حق اور قرض ادا کرو یا بینک کا ورنہ گنہگار ہو گے، اس مسئلہ کو حل فرما کر شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: داستان برادر، احمد آباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر بینک کا قرض ادا کرنے کے بعد بقدر نصاب باقی نہ رہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے بلکہ اسکو زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز ہے۔

عن السائب بن یزید أن عثمان بن عفان^{رض} كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين، فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم، فتؤد منها الزكاة؛ قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة، ففيه زكاة.... وإن كان الذي بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفة^{رض}. (مؤطا امام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، اشرفي

دیوبند ۱/۱۷۲، ۱۷۳، رقم: ۳۲۳)

ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه وفي الظهيرية: الدفع للمديون أولى^۱ منه للفقير الخ. (الدر المختار كتاب الزكاة باب المصروف، زكريا ۲۸۹/۳، کراچی ۲/۳۴۳، کوئٹہ ۲/۶۶)

البتہ قرض سود پر لینا ناجائز اور مستحق لعنت ہے۔ (مسلم شریف)

عن جابر^{رض} قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء. (صحيح مسلم، باب لعن آكل الربا ومؤكله، النسخة

الہندیہ ۲/۲۷، بیت الأفكار رقم: ۱۵۹۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ شوال ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۸/۲۴)

قرض کے علاوہ مابقیہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: [۴۱۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فی الحال زید کے پاس کچھ بھی رقم نہیں ہے، لیکن زید ۲۰ رمضان کو بیس ہزار روپے کا مالک ہو جائے گا، زید پہلے سے تیس ہزار روپے کا مقروض بھی ہے، تو کیا زید کل رقم کی زکوٰۃ دے گا، یا نیگی ہوئی رقم کی زکوٰۃ دے گا یا نہیں؟

نوٹ: زید اس رقم کو ہر ماہ ۱۵۰۰/۲۰۰۰ روپیہ کر کے ایک لاٹری میں جمع کرتا تھا، ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے اور اس لاٹری میں سود وغیرہ بھی نہیں لیا جاتا ہے، اور نہ دیا جاتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی؟

المستفتی: نور عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر تیس ہزار روپیہ کا مقروض ہے تو چالیس ہزار کا مالک ہوگا تو اس پر صرف دس ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا بقیہ ۳۰ ہزار کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۱)

عن السائب بن یزید أن عثمان بن عفانؓ قال يقول: هذا شهر زكاتكم، فمن كان عليه دين، فليقضه، وزكوا بقية أموالكم. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ماقالوا في الرجل يكون عليه الدين من قال: لا يزكيه، مؤسسہ علوم القرآن ۶/۵۴۸، رقم: ۱۰۶۵۸)

في قدر دينه متعلق بقوله: فلا تجب فإنه إذا كان له أربع مئة درهم

مثلاً: وعليه دين كذلك لاتجب عليه الزكاة ، ولو كان دينه مأتين تجب
زكاة مئتين . (مجمع الأنهر ، كتاب الزكاة ، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۲۸۷ ، مصری
قدیم ۱/ ۹۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/۹/۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۲۹/۲۸)

قرض کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا

سوال: [۴۱۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
بھائی کے پاس دوسرے بھائی کے کچھ پیسے نکل رہے ہیں، لیکن فی الحال ادائیگی کے پیسے نہیں
ہیں اس لئے اس نے چند سال میں ادائیگی کا وعدہ کیا تو اس درمیان ان پیسوں کی زکوٰۃ کس
کے ذمہ واجب ہوگی؟

المستفتی: محمد سلیم، کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس کے اوپر ادائیگی لازم ہے وہ مقروض ہے
اور مقروض کے اوپر قرض کے پیسے کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے، اور جب فوری طور پر
ادائیگی کی شکل نہیں ہے تو ایسی صورت میں مالک کے اوپر بھی ان پیسوں کی زکوٰۃ فی الحال
واجب نہیں ہے جب پیسہ وصول ہو جائے گا تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: امداد
الفتاویٰ ۲/ ۲۸، ایضاح الفتاویٰ ۲/ ۲۸)

عن نافع عن ابن عمر قال : ليس في الدين زكاة . (مصنف عبد الرزاق ،

كتاب الزكاة، باب لا زكاة إلا ناض ، المجلس العلمي ۴/ ۱۰۳ ، رقم: ۷۱۲۵)

عن ابن عمر قال: زكاة أموالكم حول إلى حول ، فما كان دين ثقة

فزكوه ، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقضيه صاحبه . (المصنف لابن

أبي شيبه، كتاب الزكاة، في زكاة الدين، مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/ ۴۸۵، رقم: ۱۰۳۵۱)
ولو كان الدين على مقر ملىء أو على معسر - إلى قوله - وعن محمد
لازكوة وهو الصحيح. (الدرمع الرد، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۳/ ۱۸۴، ۱۸۵،
کراچی ۲/ ۲۶۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/۸/۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۷۱)

دین اور قرض کی زکوٰۃ کس پر لازم

سوال: [۴۱۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دین کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی دائن پر جسکی ملک ہے لیکن قبضہ نہیں یا مدیون پر جس کے قبضہ و تصرف میں ہے لیکن اس کے ملک میں نہیں یا دین کی زکوٰۃ کسی پر واجب نہ ہوگی، کیا اگر مدیون باوجود قدرت کے دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہے، اور اس مال کو تجارت میں لگا کر استفادہ کر رہا ہو ایسی صورت میں اس مدیون پر زکوٰۃ واجب قرار دی جاسکتی ہے؟ وصولیابی کی امید یا اور ناامید کے اعتبار سے دین کی قسمیں اور وجوب زکوٰۃ کا حکم کیا ہوگا؟ اور اگر زکوٰۃ واجب ہوگی تو کب اور وصولیابی کے بعد سابق کی زکوٰۃ بھی دین ہوگی یا وصول ہونے کے بعد مستقبل کی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دیون کی زکوٰۃ سے متعلق اہم ترین تین شکلیں علی

الترتیب یہاں پر درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) وہ دین جو تجارتی مال یا قرض کے طور پر لازم ہے، اور مدیون اس قرض کا اقرار بھی کرتا ہے اور مدیون ادائیگی پر قدرت بھی رکھتا ہے، اور دائن بآسانی اس کو وصول بھی کر

سکتا ہے، تو ایسے دین کو دین قوی کہا جاتا ہے، اور اسکی زکوٰۃ دائن پر واجب ہوا کرتی ہے، اس میں شریعت نے یہ رعایت دی ہے کہ وصول ہونے سے قبل ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب نصاب کے پانچویں حصہ کے بقدر وصول ہو جائے تو اس وصول شدہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرتا جائیگا، اور حضرت امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جو کچھ بھی وصول ہوتا رہے گا اسکی زکوٰۃ چالیسویں حصہ کے حساب سے نکالنا واجب ہوگا، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح اور مفتی بہ ہے۔

ترجمہ: دین قوی وہ ہے جو مال تجارت وغیرہ کا بدل ہو جیسا کہ تجارتی کپڑے اور غلام وغیرہ سامان تجارت کا ثمن یا مال تجارت کی آمدنی اور اس میں وجوب زکوٰۃ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لیکن سنین ماضیہ کی زکوٰۃ چالیس درہم یعنی نصاب کے پانچویں حصہ کے بقدر قبضہ ہونے سے پہلے واجب نہ ہوگی اور چالیس درہم وصول ہونے پر ایک درہم زکوٰۃ میں ادا کرنا لازم ہوگا اور حضرات صاحبین کے نزدیک جو کچھ بھی وصول ہوگا اسکی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، مقبوض کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔

أما القوي فهو الذي وجب بدلاً عن مال التجارة كضمن عرض التجارة من ثياب التجارة وعبيد التجارة أو غلة مال التجارة ولا خلاف في وجوب الزكاة إلا أنه لا يخاطب بأداء شيء من زكاة ما مضى ما لم يقبض أربعين درهماً فكلما قبض أربعين درهماً أدى درهماً واحداً وعند أبي يوسف ومحمد كلما قبض شيئاً يؤدي زكوة قل المقبوض أو كثر الخ. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل من الشرائط التي ترجع إلى المال قديم ۱۰/۲، زكريا ۹۰/۲، مثله رسائل الأركان ۱۶۵/، مجمع الأنهر ۱/۱۹۵، قاضیخان، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة زكريا ۱/۲۵۲، جديد ۱۵۵/۱۵۶، البحر الرائق، كونه ۲/۲۰۷، زكريا ۳۶۳/۲)

(۲) اگر مدیون دین کا اقرار کر رہا ہے مگر مفلس ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے قاصر ہے، تو ایسی صورت میں اگر حاکم نے اس کو مفلس تصور کر کے اس پر افلاس کا حکم نہیں لگایا ہے تو دین متوسط کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی دائن پر لازم ہوگا، اور اگر حاکم نے افلاس کا حکم لگا دیا ہے، تو مال ضمار اور دین ضعیف کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا حضرت امام محمدؒ کے نزدیک دائن پر واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ قبضہ سے قبل اس کے وصول پر دائن کو قدرت حاصل نہیں ہے اور حضرات شیخین کے نزدیک سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب ہے اس لئے کہ اس میں جانب فقراء کی رعایت پائی جاتی ہے، اور صاحب درمختار، صاحب تحفہ اور قاضی خان وغیرہ نے حضرت امام محمدؒ کے قول کو صحیح اور رائج قرار دیا ہے، اور باقانی نے کافی سے نقل کر کے شیخین کے قول کو رائج قرار دیا ہے۔

ترجمہ: اگر تنگدست اور مفلس پر قرض ہے اور حاکم نے اس پر مفلس ہونے کا حکم لگا دیا یا منکر پر دین ہے جس پر گواہ موجود ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک قبضہ ہونے پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے (اور شیخین کے نزدیک واجب ہے) اور اگر قاضی نے مفلس قرار نہیں دیا ہے، تو بالاتفاق سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب ہے، اور امام محمدؒ کے قول کو تحفہ غلیہ البیان خانیہ نے صحیح قرار دیا ہے، اور باقانی نے کافی سے وجوب کے قول کی تصحیح نقل کی ہے۔

ولو كان الدين (إلى قوله) على معسر أو مفلس أى محكوم بإفلاسه أو على جاحد عليه بينة وعن محمد لا زکوۃ وهو الصحيح (وتحتہ فى الشامیة) لولم یفلسه القاضی وجبت الزکوۃ بالاتفاق (إلى قوله) وهو الصحيح صححہ فى التحفة کما فى غایة البیان وصححه فى الخانیة أيضا (إلى قوله) ونقل الباقر انى تصحیح الوجوب عن الکافی

الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء زکریا ۳/۱۸۴، کراچی ۲۶۷، ومثله فی مجمع الانهر، کتاب الزکاة، المكتبة دار الكتب العلمية ۱/۲۸۸، عنايه، کتاب الزکاة، زکریا ۲/۱۷۷، کراچی ۲/۱۲۳، بدائع، کتاب الزکاة، فصل وأما الشرائط التي ترجع إلى المال زکریا ۲/۸۹، قدیم ۲/۹)

(۳) دین کا اقرار کر رہا ہے، اور اس کے پاس ادا کرنے کیلئے مال بھی ہے لیکن ٹال مٹول کر رہا ہے، اور مرد و فرد میں کئی سال گزر گئے، اور دائن کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا دائن پر واجب نہیں ہوگا صرف مستقبل کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۳۵)

یقرر المدیون بالدين وبملائته ولا يقدر الدائن على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف، زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

مدیون دین کا اور مال داری کا اقرار کرتا ہے، اور دائن اس کے چھڑانے پر قدرت نہیں رکھتا ہے تو وہ بمنزلہ عدم کے ہے، اور عدم پر شرعی حکم لاگو ہو کر زکوٰۃ وغیرہ واجب نہیں ہوا کرتی ہے۔

وأما دين الوسط فما وجب له بدلا عن مال ليس للتجارة (إلى قوله) وفيه روايتان عنه وروى ابن سماعه عن أبي يوسف عن أبي حنيفة أنه ترجمہ: اور بہر حال دین متوسط وہ ہے جو اس کے ایسے مال کے بدلے واجب ہے جو مال تجارت نہیں ہے اور اس کے وجوب میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں، اور ابن سماعہ امام ابو یوسفؒ سے اور وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے

لا زکوة فيه حتى يقبض المائتين
ويحول عليه الحول من وقت
القبض وهو أصح الروايتين
عنه الخ. (بدائع، كتاب الزكاة،
فصل وما الشرائط التي ترجع إلى
المال زكريا ۲/۹۰، قديم ۲/۱۰،
منحة الخالق، كتاب الزكاة، زكريا
۲/۳۶۳، كوئثہ ۲/۲۰۷، ومثله في
الشامی، كتاب الزكاة، باب زكاة
المال، مطلب في وجوب الزكاة
في دين المرصد زكريا ۳/۲۳۸،
کراچی ۲/۳۰۶، ومثله في مجمع
الانهر، كتاب الزكاة، المكتبة
دارالكتب العلمية ۱/۲۸۹)

نقل فرماتے ہیں، کہ اس میں زکوٰۃ واجب
نہیں ہے حتیٰ کہ دوسو درہم قبضہ کر لے اور اس
پر قبضہ کے بعد سال گزر جائے، اور یہی امام
صاحب کی دونوں روایتوں میں سے صحیح اور
راجح روایت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۱/۲۸)

قرض وصول ہونے سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں

سوال: [۴۱۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک
شخص صاحب نصاب ہے اور پہلے سے زکوٰۃ دیتا چلا آ رہا ہے، اب اس کے زکوٰۃ ادا
کرنے کا وقت متعین ہے، مگر اس وقت فی الحال جو پیسہ باہر گیا ہوا ہے قرض کی شکل میں
یا مال کی شکل میں اور اس کے واپس آنے میں وقت ہے تو کیا اس گئے ہوئے مال کی یہ
شخص اس وقت زکوٰۃ ادا کریگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مسئلہ میں قرض وصول ہونے سے قبل زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ جب نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو جائیگا تو اس کا چالیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۲۶، احسن الفتاویٰ ۴/۱۲۶)

عن أبي مليكة، عن عائشةؓ قالت: ليس فيه (الدين) زكاة حتى يقبضه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، من قال: ليس في الدين زكاة حتى يقبضه مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/۸۶، رقم: ۱۰۳۵۹)

إلا أنه لا يخاطب بأداء شيء من زكاة ماضى مالم يقبض أربعين درهماً فكلما قبض أربعين درهماً أدى درهماً واحداً. (بدائع، كتاب الزكاة، مراتب الديون زكريا ۲/۹۰، قديم كراچی ۲/۱۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۱۹ھ

قرض وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے بکر کو کچھ روپیہ قرض دیا ایک سال کا عرصہ گزر گیا، بکر نے قرض ادا نہیں کیا، قرض وصول ہونے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مقدار کیا ہوگی؟

المستفتی: شفیع احمد الاعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مقرض مفلس ہونے کی وجہ سے قرض ادا نہیں کر پایا تھا، تو یہ دین متوسط ہے امام محمدؒ کے نزدیک سنین ماضیہ کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے،

اور شیخینؒ کے نزدیک لازم ہے، اور مفلس نہیں ہوا تھا، بلکہ قدرت کے باوجود ادانہیں کیا تھا، تو یہ دین ضعیف ہے ایسی صورت میں سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کسی کے نزدیک لازم نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۲۸ تا ۳۰)

عن عبد بن دینار، عن ابن عمرؓ قال: زکوٰۃ ما کان فی أیدیکم، وما کان من دین فی ثقتہ، فهو بمنزلة ما فی أیدیکم، وما کان من دین ظنون فلا زکاۃ فیہ حتی یقبضہ. (السنن الکبریٰ للبخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الدین إذا کان علی معسر أو جاحد، دار الفکر ۶۹۳، رقم: ۷۷۱۷)

عن عطاء قال: لیس علی صاحب الدین الذی ہولہ، ولا الذی ہو علیہ زکاۃ. (المصنف لابن أبی شیبہ، کتاب الزکاۃ، من قال: لیس فی الدین زکاۃ، حتی یقبض، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۶/۴۸۶، رقم: ۱۰۳۶۱)

دیون کی تفصیل مندرجہ جواووں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (المبسوط للسرخسی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۹۵، شامی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال زکریا ۳/۲۳۶ تا ۲۴۰، کراچی ۲/۳۰۵ تا ۳۰۷، الموسوعة الفقہیۃ الكويتیۃ ۲۳/۲۴۰، مجمع الانهر، کتاب الزکاۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۸۹، مصری قدیم ۱/۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۳۹/۳۷)

مال غیر مقبوض پر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۲۱۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) احقر ایک معمولی تاجر ہے اور ۴/۵ سال سے باہر پیسہ رکھا ہوا ہے، جس کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی باقاعدہ نہیں ہو رہی ہے۔

(۲) ایک سال سے ٹیکس جمع کرنے کی وجہ سے قرضدار ہو گئے، اسکی ادائیگی مع سود

کے کرنی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کس طرح ہوسکتی ہے؟

المستفتی: اشرف علی محلہ، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ کے پاس رکے ہوئے مال کے علاوہ دوسرا مال نہیں ہے تو رکا ہوا مال وصول ہونے تک زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں ہے، جب وصول ہو جائے گا، تو سنین ماضیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوگا۔

عن اللیث بن سعد، أن عبد الله بن عباس ، وعبد الله بن عمر ^{رض} قالا : من أسلف ما لا فعلیه زکاته فی کل عام ، إذا کان فی ثقة . (السنن الکبریٰ للبیہقی ، کتاب الزکاة ، باب زکاة الدین ، إذا کان علی مملی موفی ، دارالفکر ۶/۶۸ ، رقم : ۷۷۱۳)
عن ابن أبي مليكة ، عن عائشة ^{رض} قالت : ليس فيه (دین) زکاة حتی یقبضه . (المصنف لابن ابی شیبہ ، کتاب الزکاة ، من قال : ليس فی الدین زکاة حتی یقبض ۶/۴۸۶ ، رقم : ۱۰۳۵۹)

فالدين القوى (إلى قوله) وأموال التجارة وكذا غلة مال التجارة (إلى قوله) فإذا قبض أربعين درهماً زكى درهماً الخ . (مجمع الأنهر ، کتاب الزکاة ، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۹ ، مصری قدیم ۱/۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۵/۲۴)

قرض کی وصولیابی کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرصہ کم و بیش چالیس سال ہو گیا جو رقم وصول ہوگی اس پر زکوٰۃ کس حساب سے واجب ہے؟

المستفتی: عبدالعزیز، برتن بازار، شاہی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: وصولیابی پر سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ۶/۳۵، ۵۲، ۷۷، ۸۲، ۹۰، ۹۵)

الديون ثلاثة: دين قوى وهو بدل مال التجارة والقرض ودين وسط (إلى قوله) ففي الدين تجب الزكاة إذا حال الحول وبتراخي الأداء إلى أن يقبض أربعين درهماً وكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم الخ. (قاضیخان علی هامش الہندیۃ، کتاب الزکاة، فصل فی مال تجارۃ ۱/۲۵۲، جدید ۱/۱۵۵، وھکذا فی الشامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا دیوبند ۳/۲۳۶، کراچی ۲/۳۰۵، مصری نعمانیہ ۲/۲۷، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرھا وصفیھا وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۵، جدید ۱/۲۳۶)

البتہ اتنا لحاظ رہے کہ یافتہ رقم میں سے پہلے سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد والے سال کیلئے ادا شدہ کو منہا کر کے ما بقیہ میں سے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہے، پھر اس طرح ہر بعد والے سال کیلئے بیچ والے سال ادا شدہ مجرئی کر کے ہی زکوٰۃ ادا کرتے جائیں، اگر آخر میں نصاب کے مقدار نہ رہے، اور بیچ سال میں آ کر کم ہو جائے تو اس کے مابعد کیلئے زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

عن السائب بن يزيد أن عثمان بن عفان ^{رض} قال يقول: هذا شهر زكاتكم، فمن كان عليه دين، فليؤد دينه، حتى تحصل أموالكم فتؤد منها الزكاة؛ قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله، فإن بقي بعد ذلك ما تجب فيه الزكاة، ففيه زكاة وتلك مائتا درهم، أو عشرون مثقالاً ذهباً فصاعداً، وإن كان الذي بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة، وهو قول أبي حنيفة. (موطا امام محمد، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، اشرفی دیوبند ۱/۱۷۲، ۱۷۳، رقم: ۳۲۳)

عن حمید بن عبد الرحمن أن عبد الرحمن بن عبد القاری وکان علی بیت مال عمر^{رض} قال: -إلی- ولكنهم کانوا إذا قبضوا الدین أخرجوا عنها لما مضى منها. (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکاة، باب زکاة الدین، إذا کان علی معسر أو جاحد، دارالفکر ۶/۶۹، رقم: ۷۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۵/۲)

طویل الاجل قرض اور کونسا دین مانع زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کون سا دین مانع زکوٰۃ ہے دین کی قسمیں اور ان کے احکام کیا ہیں، دین طویل الاجل آج کے دور میں زراعتی قرض تعمیر مکان کیلئے قرض، اور اس طرح کے مختلف قرض سرکار اپنے شہریوں کو دیتی ہے، جن کیلئے پانچ سال سے لیکر ۳۰، ۴۰ سال کی طویل مدت مقرر کی جاتی ہے، اس مدت کے دوران قسطوار قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، اس قرض کی مقدار بھی عموماً بہت بڑی ہوتی ہے، مثلاً زید نے اپنے کسی تجارتی کاروبار کیلئے پانچ کروڑ روپے قرض لئے جسے پچاس قسطوں میں ادا کرنا ہے، یعنی سالانہ دس لاکھ روپے ادا کرنا ہے یا کسی شخص نے ٹریکٹر کی خریداری کیلئے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا جسے دس سال میں دس ہزار سالانہ کے لحاظ سے ادا کرنا ہے ان صورتوں میں وجوب زکوٰۃ کیلئے اموال زکوٰۃ سے پورے قرض کو منہا کیا جائے گا، یا سالانہ واجب الادا قسط وضع کر کے باقی اموال پر زکوٰۃ واجب قرار دی جائیگی؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: وہ تمام دیون جو مدیون پر واجب الادا ہوتے ہیں،

وہ سب وجوب زکوٰۃ کو مانع ہیں اس لئے موجودہ دور میں تجارت کو فروغ دینے کیلئے اور فیکٹری اور فرم وغیرہ قائم کرنے کیلئے پبلک حکومت سے جو قرض لیتی ہے، اور ادا نیگی کیلئے سالانہ ماہانہ قسط مقرر کی جاتی ہے، اور طویل لاء جل قرض کے بارے میں بھی یہی حکم ہے، کہ مقدار قرض کو منہا کر میکے بعد باقیہ مال اگر نصاب کو پہنچ جاتا ہے، تو اسکی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر نصاب کو نہیں پہنچتا ہے تو زکوٰۃ ہی اس مدیون پر واجب نہ ہوگی، نیز اگر ایک کروڑ روپیہ قرض میں لے رکھا ہے اور سالانہ پانچ لاکھ کے حساب سے بیس سال میں ادا کرتا ہے، تو سالانہ قسط کے لحاظ سے مجرئی نہ ہوگا بلکہ پورے ایک کروڑ کو منہا کیا کریگا۔

فارغ عن الدين والمراد دين له
مطالب من جهة العباد سواء كان
الدين لهم أو لله تعالى وسواء كانت
المطالبة بالفعل أو بعد زمان فينتظم
الدين المؤجل . (مجمع الأنهر، كتاب
الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۲۸۶،
مصری قدیم ۱/۱۹۳، ہندیہ، کتاب الزكاة،
الباب الاول فی تفسیرھا وصفئھا و شرائطھا
زکریا ۱/۱۷۲، ۱۷۳، جدید ۱/۲۳۴، الدر
مع الرد، کتاب الزكاة، زکریا
دیوبند ۳/۱۷۶، ۱۷۷، کراچی ۲/۲۶۰،
البحر الرائق، کتاب الزكاة، کوئٹہ ۲/۲۰۴،
زکریا دیوبند ۲/۳۵۷، ۳۵۸)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۵/۲۸)

قسطوں میں وصول ہونے والی رقم پر زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟

سوال: [۴۱۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کما آڑت کے فائدہ کاروپہ باہر رہتا ہے، اس روپیہ پر زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے، روپیہ قسطوں میں وصول ہوتا ہے، دس سال سے آڑت کا کام کرتا ہوں، مگر میرے پاس روپیہ اکٹھا نہیں رہتا ہے، کاغذوں میں رہتا ہے، تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے ممنون فرمائیں، عین عنایت ہوگی؟

المستفتی: محمد یامین قریشی، آڑھتی موانہ کلاں، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب ایک نصاب کا خمس یا اس سے زیادہ قسطوں میں وصول ہو جائے، اسکی زکوٰۃ ادا کر دیا کریں، نیز اگر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے تو اسکی بھی ادا کرنا واجب ہوگا۔

اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكوتها، إذا تم نصاباً وحال الحال لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، زكريا ديوبند ۳/۲۳۶، كراچی ۳۰۵/۲، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۲۸۹، قديم مصری ۱/۹۵، كوئٹہ ۲/۳۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵۲/۲۳)

بونڈس اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

بونڈس سے مراد یہ ہے کہ اکثر حکومتیں یا مختلف کمپنیز لوگوں سے قرضے مانگتی ہیں، اور ان قرضوں کی واپسی کیلئے کچھ مدت ۵ سال دس سال وغیرہ مقرر کرتی ہے، اور کچھ شرح فیصد سود کا بھی اعلان کرتی ہیں، اور بطور ثبوت قرض دہندہ کو سارٹیفکٹ ایشو کرتی ہیں، وہی بونڈ ہے سوال یہاں پر صرف اتنا ہے کہ جو کچھ سود کے نام پر دیا جاتا ہے، اس کی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں؟ قرض دہندہ نے جو سرمایہ بونڈس پر لگا یا ہے، اس کی زکوٰۃ اسے ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ادا کرنی ہوگی تو سال بہ سال یا بونڈ کے کیش کرانے کے وقت سبھی گزرے ہوئے برسوں کی یا صرف آئندہ کی؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حکومت اور کمپنی وغیرہ کو طے شدہ مدت اور معاہدہ کے تحت جو رقم بطور قرض دی جاتی ہے، وہ شرعی طور پر دین قوی کے حکم میں ہوتی ہے، اسلئے قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوا کرتی ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری کی البحر الرائق کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

الدين على ثلاثة أقسام قوى وهو بدل القرض ومال التجارة (قوله) ففي القوى تجب الزكاة إذا حال الحول ويتراخى القضاء إلى أن يقبض أربعين درهماً فيها درهم وكذا فيما زاد بحسابه الخ.

ترجمہ: قرض اور دین تین قسموں پر ہے، (۱) دین قوی اور وہ بدل قرض اور مال تجارت ہے تو دین قوی کے اندر حولان حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے لیکن ادائیگی چالیس درہم کے قبضہ کرنے تک موقوف رہے گی، اس کے بعد جتنا وصول ہوتا رہے گا اس کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کیا کریگا۔

(البحر الرائق، کتاب الزکاة، الزکاة)

کوئٹہ ۲/۲۰۷، زکریا ۲/۳۶۳

عن عبد الله بن دينار ، عن ابن عمر ^{رض} قال : زكوا ما كان في أيديكم ، وما كان من دين في ثقة ، فهو بمنزلة ما في أيديكم ، الحديث : (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على معسر أو جاحد ، دار الفكر ٦/٦٩ ، رقم : ٧٧١٧)

عن الليث بن سعد أن عبد الله بن عباس ، وعبد الله بن عمر رضي الله عنهما ، قالا : من أسلف مالا فعليه زكاته في كل عام ، إذا كان في ثقة . (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب الدين مع الصدقة ، دار الفكر ٦/٦٨ ، رقم : ٧٧١٣)
فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

كتبه : بشير احمد قاسم عفا الله عنه
٩ ربيع الاول ١٤١٣ هـ
(الف فتوى نمبر : ٣٠٥٠ / ٢٨)



۳/ باب زکاة الذهب والفضة والحلی

سونے چاندی کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) سونا نہ ساڑھے سات تولہ ہے، اور نہ ہی چاندی ۵۲ تولہ ہے کم کم مقدار میں سونا چاندی ہے تو اس کیلئے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر سونا ساڑھے سات تولہ ہے، اور چاندی ۵۲ تولہ ہے تو اسکی زکوٰۃ دینے کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) سونا اور چاندی جب نصاب سے کم ہیں تو دونوں کی قیمت لگا کر نصاب بنالیا جائے اور جب دونوں ملکر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

عن الحسن أنه كان يقول: إذا كانت له ثلاثون ديناراً ومئة درهم، كان عليه فيها الصدقة، وكان يرى الدراهم والدنانير عينا كله. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانيز، مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/۳۹۳، ۳۹۴، رقم: ۹۹۸۰)

عن عبيدة قال: سألت إبراهيم عن رجل له مئة درهم وعشرة دنانيز؟ قال: يزكي من المئة درهم درهمين ونصفاً ومن الدنانيز ربع دينار، قال: وسألت الشعبي فقال: يحمل الأكثر على الأقل، أو قال: الأقل على الأكثر، فإذا بلغت فيه الزكاة زكاه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في الرجل تكون عنده، مئة درهم وعشرة دنانيز، مؤسسه علوم القرآن ۶/۳۹۳، رقم: ۹۹۷۸)

وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة. (حاشية

الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکوۃ، دارالکتاب دیوبند/۷۱۷، قدیم/۳۹۰،
ہندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب الثالث الفصل الثاني في العروض زکریا دیوبند/۱۷۹،
جدید ۱/۲۴۱، کنز الدقائق، کتاب الزکاة، باب زکاة المال قدیم ۱/۲۰

(۲) جب سونا اور چاندی اپنے نصاب کو پہنچ جائیں تو دونوں پر زکوۃ واجب
ہوگی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۴)

عن علي رضي الله عنه عن النبي ﷺ ببعض أول الحديث قال: فإذا
كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس
عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً، فإذا كانت
لك عشرون ديناراً، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فمأزاد
فبحساب ذلك. (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخة

الهندية ۱/۲۲۱، دارالسلام رقم: ۱۵۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶ھ/۷/۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/رجب ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۳۵۳۲)

موجودہ اوزان کے اعتبار سے سونے چاندی کا نصاب زکوۃ

سوال: [۴۱۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے
چاندی میں زکوۃ کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے کتنا ہوتا ہے، اور تولہ کی مقدار کیا
ہوتی ہے، بالتفصیل مع الدلائل تحریر فرمائیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالباری، درجہ مکہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سونے میں زکوۃ کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار
سے ۸۷۷ گرام، ۲۸۰ ملی گرام ہے اور موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے آٹھ تولہ سات

گرام ۳۸۰ ملی گرام سونا ہوتا ہے، اور چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۶۱۲ چھ سو بارہ گرام اور ۳۶۰ تین سو ساٹھ ملی گرام ہے اور موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۶۱ تولہ دو گرام اور ۳۶۰ ملی گرام چاندی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲ شعبان ۱۴۱۱ھ

۲ شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۲۲)

صرف چھ تولہ سونا ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: [۴۱۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس چھ تولہ سونا ہے اس کے علاوہ نہ چاندی ہے نہ نقد پیسہ ہے نہ تجارتی سامان ہے صرف چھ تولہ سونا ہے، ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ تقریباً ۲۵ ہزار روپیہ کی مقدار کا سونا اس کے پاس ہے اگر کسی کے پاس اتنا روپیہ ہو کہ جتنے میں ساڑھے باون تولہ چاندی مل جائے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے؟ تو کیا اس چھ تولہ سونے کی چاندی بنا کر زکوٰۃ نکالیں گے؟ یا نقد روپے میں تبدیل کر کے زکوٰۃ نکالیں گے یا سرے سے اس پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر صرف چھ تولہ سونا ہے، اور نہ چاندی اور نہ ہی نوٹ و سکے ہے تو اس پر سرے سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور نہ ہی اس سونے کو چاندی یا روپیہ بنا کر زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہے۔

عن علي عن النبي ﷺ وليس عليك شيء في الذهب ، حتى تكون لك عشرون ديناراً ، فإذا كانت لك عشرون ديناراً ، وحال عليها الحول ففيها نصف دينار ، فما زاد فبحساب ذلك . (سنن أبي داود ،

کتاب الزکاة ، باب فی زکاة السائمة ، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۱ ، دارالسلام رقم: ۱۵۸۳)
نصاب الذهب عشرون مثقالاً وتحتہ فی الشامی فمادون ذلك لازکوة
 فیہ الخ . (شامی ، کتاب الزکاة ، باب زکاة المال ، زکریا دیوبند ۳/ ۲۲۴ ، کراچی ۲/ ۲۹۵)
نصاب الذهب عند جمهور الفقهاء عشرون مثقالاً ، فلا تجب
الزکاة فی أقل منها . (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/ ۲۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۰ صفر ۱۴۱۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۲۳)
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۲۰/ ۲/ ۱۴۱۲ھ

سو تو لہ چاندی سے زائد مقدار پر زکوة کا وجوب

سوال: [۴۱۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس سو تو لہ چاندی ہے اور اس پر سال گزر چکا ہے ، اور اس شخص کے اوپر سو تو لہ چاندی کی قیمت سے زیادہ قرض ہے ، اور قرضہ دینے والے شخص کی طرف سے مطالبہ بھی نہیں ہے اور قرض دینے والے سے تقریباً آٹھ دس مہینہ تک مطالبہ نہ کرنے کی امید ہے ، اور اگر قرض دینے والا مطالبہ کرے گا تو دوسری جگہ سے قرض لیکر اس پہلے قرضہ کو ادا کر سکتا ہے ، تو ایسی صورت میں سو تو لہ چاندی پر زکوة فرض ہوگی یا نہیں ؟ اور اگر دوسرے شخص سے قرض نہ لیکر اسی چاندی کو بیچ کر قرض ادا کر دیا جائے ، تو چاندی پر جو سال گزر چکا ہے تو اس چاندی کی زکوة ادا کرنا فرض ہے یا نہیں ؟

المستفتی: محمد طالب ، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شخص مذکور کے پاس صرف سو تو لہ چاندی ہے ، اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے اور سو تو لہ سے وہ قرضہ ادا کرنا ہے ، جو سو تو لہ سے

زائد ہے تو ایسی صورت میں اس سو تولہ میں سال گزرنے کے باوجود بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اور اگر اس سو تولہ سے قرض ادا نہیں کرنا ہے، بلکہ قرض ادا کرنے کیلئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے، تو ایسی صورت میں اس قرضہ کا تعلق سو تولہ سے نہیں ہوگا، اور جب قرضہ کا تعلق اس سو تولہ سے نہیں ہوگا، تو اس پر زکوٰۃ لازم ہو جائیگی، اور اگر دوسری جگہ سے قرضہ لیکر پہلا قرضہ ادا کر دیا ہے، اور دوسرے قرضہ کو اسی سو تولہ سے ادا کرتا ہے، تو پھر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی، اور فقہاء نے جہاں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ قرضدار کیلئے زکوٰۃ لیکر قرض ادا کرنا جائز ہے، وہاں پر یہی مراد ہے کہ اپنی ساری ملکیت سے قرضہ ادا کر دیا جائے، اس کے بعد بھی قرض باقی رہے تو بقیہ قرض زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز ہوتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۱)

ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ قال والغارم من لزمہ
دین اولہ دین علی الناس لا یقدر علی أخذہ ولیس عنده نصاب . (شامی
علی الدر، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۸۹، کراچی ۲/۳۴۳،
ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/۱۸۸،
جدید ۱/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۹۴/۳۷)

ایک ہزار روپیہ کے سونے پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوال: [۴۱۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ہزار روپیہ کے سونے پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

المستفتی: منصور احمد، تمباکو والا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اگر آپ کو ہزار روپیہ میں ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ سونا مل سکتا ہے، تو ہزار روپیہ کے سونے پر اس کا چالیسواں حصہ یعنی پچیس روپیہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہوگا۔

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا علي إني عفوت عن صدقة الخيل.... ولكن هاتوا ربع العشر من كل مائتي درهم خمسة درهم، ومن كل عشرين ديناراً نصف دينار، وليس في مائتي دراهم شيئاً حتى يحول عليها الحول، فإذا حال عليها الحول ففيها خمسة دراهم، فما زاد ففي كل أربعين درهما درهم. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب صدقة العين، المجلس العلمي ٤/ ٨٨، رقم: ٧٠٧٧)

عن ابن عمر وعائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من كل عشرين ديناراً فصاعداً نصف دينار، ومن الأربعين ديناراً. (سنن ابن ماجه، أبواب الزكاة، باب زكاة الورق والذهب، النسخة الهندية ١/ ٢٨، دار السلام رقم: ١٧٩١)

ليس فيما دون عشرين مثقالاً من ذهب صدقة فإذا كانت عشرون مثقالاً ففيها نصف مثقال الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، باب زكاة المال فصل في الذهب، اشرفيه ديوبند ١/ ١٩٥)

نصاب زربست مثقال است کہ هفت ونیم تولہ باشد الخ. (مالا بد منه، مطبوعہ لکھنؤ/ ١٠٤) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۳۹۸/۲۵)

سامان تجارت اور تھوڑے سونے پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کچھ سامان تجارت ہے لیکن بقدر نصاب نہیں اور تھوڑا سونا ہے وہ بھی نصاب کی مقدار نہیں، البتہ سب ملایا جائے تو چاندی کا نصاب پورا ہوتا ہے، پھر بھی سونے کا نصاب پورا نہیں ہوتا ہے، تو مذکورہ صورت میں زید پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کی وجہ کیا ہے؟
المستفتی: محمد اشفاق، ہاؤس مغربی، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں اگر سامان تجارت کی قیمت کو سونے سے ملا کر چاندی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنے کی صورت میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہے، جب چاندی کے نصاب کا اعتبار نہ کیا جائے تو زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہوتی، تو ایسی صورت میں فقراء کا نقصان ہے اس لئے ایسی صورت میں فقہاء نے چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا ہے۔

حدثنا سفيان الثوري عن عمر بن يعلى الطائفي الثقفي عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وفي إصبعي خاتم من ذهب فقال: "تؤدي زكاة هذا" فقلت: يا رسول الله! وهل في ذاك زكاة؟ قال نعم، جمرة عظيمة، قال الوليد: فقلت لسفيان كيف تؤدي زكاة خاتم وإنما قدره مثقال أو نحوه؟ قال: تضيفه إلى ما تملك فيما يجب في وزنه الزكاة ثم تزكيه. (السنن الكبرى للبيهقي، باب تحريم تحلى الرجال بالذهب، دار الحديث القاهرة ٤/ ٤٢١، رقم: ٧٥٨٥)

وتتضمن قيمة العروض إلى الذهب والفضة حتى يتم النصاب. (هدايہ،

كتاب الزكاة، باب زكاة المال، اشرفیہ دیوبند ۱/ ۱۹۶)

يقومها بما هو أنفع للمساكين احتياطاً لحق الفقراء الخ. (هدايہ ،
 كتاب الزكاة ، باب زكاة المال اشرفيه ديوبند ۱/ ۹۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۹ رجب ۱۴۳۱ھ
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۳/۳۹)

سونا، چاندی علیحدہ طور پر بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ کس طرح نکالے

سوال: [۴۱۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس تقریباً آدھا کلو چاندی اور ڈھائی تولہ سونا ہے دونوں میں سے کسی کا بھی نصاب مسئلہ کے مطابق پورا نہیں ہے پوچھنا یہ ہے کہ سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح ادا کروں؟ دونوں کی یا ایک کی؟

المستفتی: عبدالسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ صورت میں آپ پر صرف ایک نصاب کی زکوٰۃ لازم ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ سونے کی موجودہ قیمت لگا کر اس کو چاندی تسلیم کر لیں اور چاندی کا نصاب بارہ ماشہ کے ساڑھے باون تولہ (۵۲ ۱/۲ تولہ) کا وزن موجودہ گراموں کے حساب سے ۶۱۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام کا ہوتا ہے، لہذا موجودہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۶۱ تولہ ۲ گرام ۳۶۰ ملی گرام اگر چاندی کی قیمت بن جاتی ہے، تو چاندی کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہوگی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۰۲)

عن عبیدۃ قال: سألت إبراہیم عن رجل له مئة درهم وعشرة دنانیر؟
 قال: یزکی من المئة درهم درہمین ونصفاً، ومن الدنانیر ربع دینار، قال:
 وسألت الشعبي فقال یحمل الأكثر علی الأقل أو قال: الأقل علی الأكثر، فإذا

بلغت فيه الزكاة زكاة. (المصنف لابن أبي شيبة، الزكاة، ما قالوا في الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير، مؤسسه علوم القرآن جدید ۳/۳۹۳، رقم: ۹۹۷۸)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة الخ.
(درمختار، کتاب الزكاة، باب زكاة المال زكريا ديوبند ۳/۲۳۴، كراچی ۳۰۳/۲، هدايه، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، فصل في الذهب، اشرفيه ديوبند ۱/۱۹۶، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند ۷۱۷/۱، قديم ۳۹۰/۱، هنديہ، كتاب الزكاة الباب الثالث الفصل الثاني في العروض زكريا ديوبند ۱/۱۷۹، جديد ۱/۲۴۱، كنز الدقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال قديم ۱/۲۰، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل في صفة الذهب زكريا ديوبند ۲/۱۰۶، خانيه على هامش الهندية، كتاب الزكاة، فصل في مال التجارة، زكريا ديوبند ۱/۲۵۰، جديد ۱/۱۵۴، الفتاوى التاتار خانيه، الفصل الثاني، زكاة المال كوئٹہ ۲/۲۴۵، زكريا ديوبند ۱۵۸/۳، رقم: ۳۹۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۷ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۳۷)

سونا، چاندی الگ الگ نصاب کو نہیں پہونچتے تو؟

سوال: [۳۱۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کچھ روپے ہیں جو چاندی کے نصاب تک نہیں پہونچتے ہیں، اور تھوڑا سونا ہے وہ بھی سونے کے نصاب تک پہونچتا نہیں ہے، لیکن روپے اور سونا دونوں ملائے جائیں تو چاندی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے، پھر بھی سونے کا نصاب پورا نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں زید کو کیا کرنا ہے؟ کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟ کس حساب سے ہوگی؟

المستفتی: اشفاق، ہاوڑہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ صورت میں جب روپے اور سونے کو ملا کر چاندی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے، تو ایسی صورت میں آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن عبید اللہ بن عبید، قال: قلت لمکحول: یا أبا عبد اللہ! إن لی سیفا فیہ خمسون ومئة درهم، فهل علی فیہ زکاة؟ قال: أضف إلیہ ما کان لک من ذهب وفضة، فإذا بلغ مئتي درهم ذهب وفضة، فعلیک فیہ الزکاة. (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الزکاة، فی الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنایر، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۶/۳۹۳، رقم: ۹۹۷۹)

وتتضمن قيمة العروض إلى الثمنین والذهب إلى الفضة قيمة. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکوٰۃ، دارالکتاب دیوبند ۷۱۷/۱، قدیم: ۳۹۰، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثالث الفصل الثانی فی العروض زکریا دیوبند ۱۷۹/۱، جدید ۱/۲۴۱)

فمن ملک النصاب من الورق المالی ومکث عنده حولاً کاملاً وجبت علیہ زکاتہ باعتبار زکاة الفضة. (تکملہ فتح الملہم، کتاب المساقاة والمزارعة، حکم الأوراق المالیة، اشرفیہ دیوبند ۱۷۱/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۲۳/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۷/۹ھ

سوال: [۴۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر سواکلو چاندی اور چار تولہ سونا دونوں چیزوں کو ملا کر نصاب کو پہنچتی ہیں تو ۱/۵۲ چاندی کا حساب لگایا جائے گا؟ یا ڈھائی تولہ سونے کا حساب لگایا جائیگا؟ اول چاندی سونے میں تبدیل

ہوگی یا سونا چاندی میں تبدیل ہوگا؟ یا دونوں کی قیمت ایک جگہ جمع کیا جائے گی؟ مسئلہ کی اس طرح وضاحت فرمائیں کی بات صاف سمجھ میں آجائے؟

المستفتی: عقیل احمد، حسن پور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوا کلو چاندی میں دو نصاب پورے ہو کر کچھ زائد ہوتا ہے، اولاً ۱۰۵۵ گرام تو لہ چاندی کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے، اس بقیہ چاندی کو ۴/۲۰ تو لہ سونے کے ساتھ ملا کر اگر سونے کے ساتھ نصاب کو نہیں پہنچتا ہے تو دیکھا جائے کہ چاندی کے نصاب کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے، تو قیمت لگا کر چاندی کے نصاب کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۰۸)

عن عبید اللہ بن عبید، قال: قلت لمکحول: یا أبا عبد اللہ! إن لی سیفا فیہ خمسون ومئة درهم، فهل علی فیہ زکاة؟ قال: أضف إلیہ ما کان لک من ذهب وفضة، فإذا بلغ مئتي درهم ذهب وفضة، فعلیک فیہ الزکاة. (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الزکاة، فی الرجل تکون عنده مئة درهم وعشرة دنائیر، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۶/۳۹۳، رقم: ۹۹۷۹)

ویضم الذهب إلی الفضة وعکسہ بجامع الثمنیة قیمۃ. (الدر مع الرد، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کوئٹہ ۲/۳۷، زکریا دیوبند ۳/۲۳۴، کراچی ۲/۳۰۳، مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/۳۰۶، ۳۰۷، قدیم ۱/۲۰۷، المبسوط للسرخسی، کتاب الزکاة، باب المال، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۹۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۰/۲۴)

پانچ تولہ سونا اور تین تولہ سونے کے بقدر روپے پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس ۵ تولہ سونا ہے اور تین تولہ سونے کی مقدار روپیہ ہے تو سونا اور روپیہ ملا کر میرے اوپر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پانچ تولہ سونا اور تین تولہ سونے کے بقدر روپے ہیں تو زکوٰۃ واجب ہے، اسلئے کہ روپے کو چاندی کے درجے میں مان لیا گیا ہے، لہذا دونوں چیزیں ملا کر نصاب مکمل ہو رہا ہے، اگر یہ بات سونے چاندی میں ہوتی تو ایک کو دوسرے کیساتھ ملا یا جاتا اسلئے یہاں روپے کو سونے کیساتھ ملا یا جائیگا۔

عن الحسن أنه كان يقول: إذا كانت له ثلاثون ديناراً ومئة درهم، كان عليه فيها الصدقة، وكان يرى الدراهم والدنانير عينا كله. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير، مؤسسه علوم القرآن جلد ۶/۳۹۳، ۳۹۴، رقم: ۹۹۸۰)

عن عمر بن يعلى الطائفي الثقفي عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وفي إصبعي خاتم من ذهب فقال: تؤدي زكاة هذا فقلت يا رسول الله! وهل في ذا زكاة؟ قال: نعم جمرة عظيمة، قال الوليد: فقلت بسفيان: كيف تؤدي زكاة خاتم وإنما قدره مثقال أو نحوه؟ قال: تضيفه إلى ماتملك فيما يجب في وزنه الزكاة، ثم تزكاه. (السنن الكبرى للبيهقي، باب تحريم تحلي الرجال بالذهب، دار الحديث القاهرة ۴/ ۴۲۱، رقم الحديث/ ۷۵۸۵)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الشمسية. (الدر المختار

مع الشامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۳۰۳/۲، زکریا ۲۳۴/۳
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۴۴/۳۴)

چار تولہ سونا اور دو تولہ چاندی سے وجوب زکوٰۃ

سوال: [۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی کے پاس چار تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے اس کے علاوہ نقدی کچھ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتی: حافظ رئیس الدین، محلہ مانپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر چار تولہ سونے کی قیمت دو تولہ چاندی کے ساتھ ملانے سے ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو حساب کر کے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

عن عبید قال - إلى - وسألت الشعبي فقال: يحمل الأقل على الأقل، أو قال: الأقل على الأكثر، فإذا بلغت فيه الزكاة زكاه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في الرجل تكون عنده مئة درهم وعشرة دنانير، مؤسسه علوم القرآن جلد ۶/۳۹۳، رقم: ۹۹۷۸)

وكذلك الذهب إلى الفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبي حنيفة الخ. (الجوهر النيره، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض، دار الكتاب ديوبند ۱/۱۵۱، کراچی ۱/۱۵۳)

قومه بالأنفع للفقير. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال

زکریا دیوبند ۲۲۹/۳، کراچی ۲۹۹/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۸۳/۲۵)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کریں؟

سوال: [۴۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) عمر کے پاس دس تولے سونا ہے، جس کی قیمت اگر وہ اپنے سونے کو بازار میں بیچنا چاہے، تو ۲۴۰۰۰۰ ر ملتے ہیں، لیکن اگر وہ اتنا سونا بازار سے خریدتا ہے، تو اس کو ۲۹۰۰۰۰ روپے اس کی قیمت دینی ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ عمر کو زکوٰۃ ۲۴۰۰۰۰ روپیہ پر دینی ہے یا ۲۹۰۰۰۰ روپہ دینی ہے، جبکہ وہ حقیقت میں ۲۴۰۰۰۰ روپیہ کی مالیت کا مالک ہے۔

(۲) عمر جمادی الثانیہ میں ۴۰۰۰۰ روپیہ کی مالیت کے ایسے سامان کا مالک ہوتا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس نے زکوٰۃ نکالنے کا رمضان کا مہینہ طے کر رکھا ہے کیا وہ اپنی اس چالیس ہزار روپیہ پر زکوٰۃ اس چھ ماہ کے بعد آنے والے رمضان کے مہینے میں نکالے گا، یا پھر ڈیڑھ سال آنے والے رمضان المبارک کے مہینے میں یا پھر ایک سال کے بعد جمادی الثانیہ کے ہی مہینے میں۔

(۳) ایک شخص دو تولے سونے اور بیس تولے چاندی کا مالک ہے کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ دو تولے سونے سے ۹۶ تولے چاندی خریدی جاسکتی ہے؟

المستفتی: احقر عبدالحق، ہلدوانی، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اس مسئلہ میں فقہاء نے دونوں پہلوؤں پر عمل کی گنجائش لکھی ہے تو خرید کی قیمت کا اعتبار اس لئے کیا گیا ہے، کہ اس میں فقراء کا فائدہ زیادہ

ہے اور قوت فروختگی کی قیمت کا اعتبار یوں کیا جاتا ہے، کہ وہ درحقیقت اتنی ہی قیمت کا مالک ہے، اور فقہاء نے انفع للفقراء کے پیش نظر قوت خرید پر فتویٰ لکھنے کو بتلایا ہے، لیکن اگر کوئی قوت فروختگی کے اعتبار سے زکاة ادا کرے گا تو وہ بھی بلا تردد جائز ہے، اسلئے کہ وہ اتنے ہی کا مالک ہے، لہذا دونوں طرح کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۰۷، کتاب المسائل ۱۵۱/۲)

والمعتبر وزنهما أداء ووجوباً وقال الشامي: يعني يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً عند الإمام والثاني واعتبر محمد الأنفع للفقراء. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/۲۹۷، زکریا ۳/۲۲۷)

وجاز دفع القيمة في زكاة وفي الشامية: ثم إن المعتبر عند محمد الأنفع للفقير من القدر والقيمة. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی ۲/۲۸۵، زکریا دیوبند ۳/۲۱۰، ۲۱۱، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند/ ۷۲۴)

(۲) عمر جمادی الثانیہ کی جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوا ہے آئندہ سال جمادی الثانیہ کی اسی تاریخ میں اس پر زکوة نکالنا واجب ہے اگر وہ اس سے پہلے صاحب نصاب نہ رہا ہو، البتہ چونکہ رمضان المبارک میں زکاة نکالنے کی فضیلت ہے اور وہ یہ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کیلئے مناسب ہے کہ جمادی الثانیہ میں زکاة کا حساب لگا کر رقم علیحدہ کر دے اور پھر اس کو رمضان المبارک میں تقسیم کر دیا کرے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۲۱، کتاب المسائل ۱۳۳/۲)

عن علي، قال: ليس في مالٍ زكاة حتى يحول عليه الحول. (مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۸، رقم: ۱۲۶۵، المصنف لابن أبي شيبة، کتاب الزکاة، المال يستفاد، متى تحب فيه الزکاة، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۴۷۹، رقم: ۱۰۳۱۴، ۱۰۳۱۵، سنن الدارقطني، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة بالحول، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۷۷، رقم: ۱۸۷۵)

و شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو في ملكه . (الدرمع الرد، كتاب الزكاة ، الباب الأول في تفسيرها وصفتها و شرائطها زكريا ديوبند ۱۷۵/۱)
 وسببه أى سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول
 وقال الشامي: أى الحول القمري لا الشمسي . (شامي ، كتاب الزكاة ،
 كراچی ۲/۲۵۹ ، زكريا ۳/۱۷۵)

(۳) اگر سونے اور چاندی دونوں کے زیورات یا اشیاء ملکیت میں ہوں لیکن کسی ایک کا نصاب بھی پورا نہ ہو تو دونوں کو ملا کر قیمت لگائی جائیگی ، اگر دونوں کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے ، تو زکاة واجب ہو جائیگی ، لہذا مسئلہ صورت میں چونکہ سونے اور چاندی کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ رہی ہے ، اس لئے اس پر زکاة واجب ہوگی ۔
 (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۵ ، کتاب المسائل/۲/۱۳۵)

ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الشمسية
 قيمة. (در مختار) وفي الشامية : فمن له مائة درهم وخمسة مثاقيل
 قيمتها مائة عليه زكاتها الخ . (شامي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال كراچی
 ۲/۳۰۳ ، زكريا ۳/۳۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۳۶)

زیورات کی زکوة کس حساب سے دی جائیگی

سوال: [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سونے کا بھاؤ برابر بڑھ رہا ہے ، زیور کی زکوة کس حساب سے دی جائیگی ، شرع کا کیا حکم ہے؟
 المستفتی: محمد نسیم تمبا کووالا ان ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زیورات کی قیمت حضرات صاحبین کے قول کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی کے دن مارکیٹ میں خریداری کا جو بھاؤ ہو اسی کے حساب سے لگانا لازم ہے، اس میں فقراء کا فائدہ ہے یعنی خریدنے میں اگر پچاس ہزار روپیہ کا اور بیچنے میں پینتالیس ہزار کا بنتا ہے، تو پچاس ہزار کی زکوٰۃ نکلے گی۔

عن الحسن فی رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة ؟ فقال: يزيكه بقيمته يوم حلت . (المصنف لابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة ، مائلوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۵۲۶ ، رقم: ۱۰۵۵۹)

عن ابن جريج ، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته . (مصنف عبد الرزاق ، كتاب الزكاة ، باب الزكاة من العروض ، المجلس العلمی ۴/۹۷ ، رقم: ۷۱۰۵)

ولو أراد أن يؤدي القيمة جاز عندنا لكن عند أبي حنيفة في الزيادة والنقصان جميعاً يؤدي قيمتها يوم الحول وعندهما في الفصيلين جميعاً يؤدي قيمتها يوم الأداء في النقصان وفي الزيادة . (بدائع ، كتاب الزكاة ، فصل التصرف في مال الزكاة ، زكريا ديوبند ۲/۱۱۵ ، كراچی قدیم ۲/۲۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۳۷)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ کس اعتبار سے ادا کی جائے گی، خریدی ہوئی قیمت کے اعتبار سے یا موجودہ

بازاری قیمت کے اعتبار سے؟

المستفتی: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سونے اور چاندی کی زکاة موجودہ بازاری قیمت کے اعتبار سے نکالی جائے گی۔

عن ابن جریج قال: سمعت أنأنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۹۷/۴، رقم: ۷۱۰۵)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء وهو الأصح. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی ۲/۲۸۶، زکریا ۲۱۱/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۴۹)

زیورات کی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس دس تولے سونے کے زیورات ہیں، مانا کہ اس وقت مارکیٹ میں سونے کی قیمت چھ ہزار روپے فی تولہ ہے، زید کے پاس جو زیورات ہیں اگر وہ انہیں مارکیٹ میں فروخت کرنا چاہے تو وہ پانچ ہزار روپے فی تولے کے حساب سے فروخت ہوتے ہیں، آپ سے یہ معلوم کرنا ہے، کہ زید جو زکوٰۃ نکالے وہ اوپر دی گئی کون سی قیمت کے حساب سے نکالے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ بات واقعی ہے کہ زیورات بازار سے خریدنے کے بعد اسی بازار میں اسی صراف کے ہاتھ فروخت کرنا چاہیں، تو ٹانگے کاٹنے کے نام سے

وزن سے کچھ مقدار مجرئی کر کے لیتے ہیں، جس سے مثلاً بارہ سو روپیہ کی خریدی ہوئی چیز کی قیمت ایک ہزار رہ جاتی ہے، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا کرتے وقت خریداری کی قیمت کا لحاظ کر کے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، لہذا مذکورہ صورت میں چھ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

وتعتبر القيمة يوم الوجوب ، وقالوا يوم الأداء (تحتہ فی الشامیة ، وفي المحيط) يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح . (شامی، کتاب الزکاة ، باب زکاة الغنم زکریا دیوبند ۲۱۱/۳، کراچی ۲۸۶/۲)

عن الحسن فی رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة ؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت . (المصنف لابن أبي شيبة ، کتاب الزکاة ، ماقالوا فی المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسہ علوم القرآن جدید ۶/۲۶، ۵۲۶، رقم: ۱۰۵۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۳۶/۳۷)

رشتہ دار کے پاس رکھی چاندی پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس کچھ چاندی ہے اس کو کسی رشتہ دار کے پاس استعمال کے واسطے دیا ہے، تو کیا اس پر بھی زید کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے؟

المستفتی: محمد زبیر، مومن داس، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زید کے واپسی کا مطالبہ کرنے پر بغیر انکار کے دیدینے کا یقین ہے تو زید ہی پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔

عن الیث بن سعد ، أن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہ وعبد الله بن عمر قالوا : من أسلف مالا فعليه زكاته في كل عام ، إذا كان في ثقة . (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على مولى موفى دار الفكر ۶/۶۸ ، رقم : ۷۷۱۳)

اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها ، إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوى كقرض الخ . (الدر المختار مع الشامی ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال زكريا دیوبند ۳/۲۳۶ ، ۲۳۷ ، کراچی ۲/۳۰۵ ، حاشیة الطحطاوی علی المراقی ، كتاب الزكاة ، دارالکتاب دیوبند/۷۱۷ ، قدیم /۳۹۰)

کتبہ بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر : ۱۳۷۱/۲۵)

گروی رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال : [۴۱۸۱] : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ ایک عورت کے پاس اچھا خاصہ زیور تھا ، وہ اسکی زکوٰۃ دیتی رہی ہے ، لیکن اب سارا زیور گروی رکھا ہوا ہے ، اس کے پاس صرف ۶ تولہ سونا زیور باقی ہے اور گروی والے زیور کی دور تک چھوٹنے کی کوئی صورت سامنے نہیں ہے ، ایسی صورت میں زکوٰۃ دے یا نہ دے اور دے تو کتنے زیور پر چاندی بالکل نہیں ہے ؟

المستفتیہ : انجم آراء ، محلہ رفعت پورہ ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق : اپنی ملکیت کو قرضہ سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے کہ قرضہ کے بقدر مجری کرنے کے بعد اگر نقدی و زیور وغیرہ کو ملا کر چاندی کے نصاب کے

بقدر بچ جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ دینی لازم ہوگی اور اگر چاندی کے نصاب کو نہیں پہنچتا ہے، تو زکوٰۃ دینی لازم نہ ہوگی، بلکہ قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ لے سکتی ہے۔

عن السائب بن یزید أن عثمان بن عفانؓ كان يقول: هذا شهر زكاتكم فمن كان عليه دين فليؤد دينه حتى تحصل أموالكم فتؤدوا منها الزكاة، قال محمد: وبهذا نأخذ من كان عليه دين وله مال فليدفع دينه من ماله فإن بقي بعد ذلك ماتجب فيه الزكاة ففيه زكاة وتلك مائتا درهم أو عشرون مثقالاً ذهباً فصاعداً وإن كان الذي بقي أقل من ذلك بعد ما يدفع من ماله الدين فليست فيه الزكاة وهو قول أبي حنيفة. (مؤطا إمام محمد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال اشرفی دیوبند ۱/ ۱۷۲، ۱۷۳، رقم: ۳۲۳)

مدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دينه. (الدرمع الرد، کتاب الزکاة، باب

المصرف زکریا دیوبند ۳/ ۲۸۹، کراچی ۲/ ۳۴۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۸۵/۲۷)

مسلم فنڈ میں رکھے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۱۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض

حضرات اپنا زیور بطور حفاظت مسلم فنڈ میں رہن رکھتے ہیں اور روپیہ قرض لیتے ہیں دو فائدے کی وجہ سے ایک تو زیور کی حفاظت رہتی ہے، دوسرے روپیہ لیکر کاروبار کرتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کیا ایسے زیور پر زکوٰۃ فرض رہتی ہے، یا زکوٰۃ ختم ہے جیسا کہ راہن اور مرتہن پر زکوٰۃ نہیں ہے، بہت لوگوں نے یہ جزیہ سن کر اپنے اپنے زیورات رہن پر رکھنا شروع کر دیئے ہیں شرعاً جو حکم ہو واضح فرمائیں؟

المستفتی: عبدالرشید، سیدھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسلم فنڈ میں چاہے حفاظت کی غرض سے بطور رہن زیور رکھا جائے یا پیسوں کی ضرورت کی وجہ سے قرض لینے کی غرض سے زیور رہن میں رکھا جائے، ہر صورت میں رہن میں رکھے ہوئے زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں، مرتہن پر اسلئے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے کہ مرتہن کو ملک رقبہ حاصل نہیں ہے، اور راہن پر اسلئے واجب نہیں ہوتی ہے کہ مال رہن پر راہن کا قبضہ باقی نہیں رہتا ہے، اور وجوب زکوٰۃ کیلئے ملک تام لازم ہے، اور بغیر قبضہ کے ملک تام حاصل نہیں ہوتی ہے، اس لئے راہن پر بھی مال رہن کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے، اور رہن چھوڑ کر کے واپس حاصل کر لینے کے بعد بھی راہن پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ نہیں ہوتی ہے، اس لئے سوال نامہ میں ذکر کردہ صورتوں میں مسلم فنڈ میں گروی رکھے ہوئے زیور کی زکوٰۃ کسی پر بھی واجب نہیں ہے۔

لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لا يزكى عن السنين الماضية قوله ومن موانع الوجوب الرهن إذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد، وليس فيها ما يدل على أنه لا يزكى بعد الاسترداد لكن قال في الخانية السائمة إذا غصبها ومنعها عن المالك وهو مقر ثم ردّها عليه لازكاة على المالك فيما مضى وكذا لو رهنها بألف وله مائة ألف فحال الحال على الرهن في يد المرتهن يزكى الراهن ما عنده من المال إلا ألف الدين . (شامی، کتاب الزکاة کراچی ۲/۲۶۳، زکریا ۳/۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۷۰۱/۴۱)

گزشتہ سالوں کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زبیدہ کے پاس بیس سال تک چار تولہ سونا اور ڈھائی سو گرام چاندی رہی، پھر پانچ سال کے عرصہ میں پہلے آدھا تولہ پھر ایک تولہ سونا کم ہو گیا، پھر مزید تین سال کے بعد سب چاندی سونا تقسیم کر دیا تو اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ اس اٹھائیس سال کے عرصہ کی جو زکوٰۃ نہیں دی ہے، اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے، براہ کرم حساب لگا کر مطلع فرمائیں؟

المستفتی: انعام احمد قاسمی، کاسنگ، جامع مسجد، ایٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ما بقیہ سے دوسرے سال کی زکوٰۃ ادا کریں، اور پھر اسی طرح حتیٰ کہ جب تک نصاب سے کم نہ ہو جائے زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور جب نصاب سے کم رہ جائے، تو پھر زکوٰۃ لازم نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۶۵، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۵)

وفی البدائع إذا كان لرجل مائة درهم أو عشرون مثقال ذهب فلم يؤد زكاته سنتين يزكى السنة الأولى . (بدائع، پاکستانی ۲/۷، کتاب الزكاة، دين الزكاة، زكريا ديوبند ۲/۸۶) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۵۹)

سالوں سے مدفون زیورات کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صغریٰ بیگم کے پاس تقریباً ڈیڑھ کلو ذاتی زیورات ہیں جس میں دو ڈھائی تولہ سونا اور بقیہ چاندی ہے یہ زیورات پچیس سال سے مدفون تھے، اب شوہر کے انتقال کے بعد اس نے وہ زیورات

نکالے ہیں، اور شوہر کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر مسجد وغیرہ کی تعمیر میں وہ زیورات دینے کا ارادہ ہے اب سوال یہ ہے!

(۱) کیا پچھلے پچیس سال کی اس زیور کے اوپر واجب ہونے والی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اگر زکوٰۃ دی جاتی ہے تو مسجد میں دینے کیلئے تھوڑا بہت ہی زیور بیچ پائے گا، اور بیوہ کے پاس اسکے علاوہ کچھ نہیں ہے؟

(۲) بیوہ کے لڑکوں کا مطالبہ یہ ہے کہ والدہ زیور تقسیم کریں جبکہ والدہ کا ارادہ نہیں ہے، کیونکہ وہ ان کا ذاتی زیور ہے، تو کیا اولاد کا یہ مطالبہ کرنا درست ہے، شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد شاکر، ٹانڈہ بادی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جو زیورات ۲۵ سال سے مدفون تھے اور ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے، ان کی زکوٰۃ ادا کرنا صغریٰ بیگم پر واجب ہے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرنے کی شکل یہ ہوگی کہ سوالنامہ کے مطابق ۱۴۰۵ھ میں یہ زیور دفن کئے گئے ہیں، ۱۴۰۶ھ کی زکوٰۃ کل زیورات کی چالیسواں حصہ شمار ہوگی، پھر ۱۴۰۷ھ میں مابقی کا چالیسواں، پھر ۱۴۰۸ھ میں اسکے مابقی کا چالیسواں حصہ، اسی طرح حساب لگا کر ۱۴۳۰ھ میں ڈھائی تولہ سونے کو چھوڑ کر چاندی کی زکوٰۃ کا حساب یہ بیٹھا ہے کہ دس گرام کے تولہ کے حساب سے ۱/۲: ۱۴۷/۱ تولہ چاندی ہے اور پچیس سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ۸ تولہ ۳ گرام اور ۱۵ ملی گرام یعنی ۸۳ گرام ۱۵ ملی گرام چاندی بچتی ہے، اس کو صغریٰ بیگم جہاں چاہے خرچ کر سکتی ہے، اور چونکہ چاندی کیساتھ سونا بھی ہے ایسی صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر قیمت لگائی جائے، اور ۲۵ سال تک جو قیمت بیٹھے اس کا ہر سال خود حساب لگا کر زکوٰۃ نکال دیں۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ۹/۳۸۰، ۳۸۱، امداد الفتاویٰ ۲/۳۴، ۳۵)

(۲) جب تک صغریٰ بیگم زندہ ہے اس میں نہ بیٹوں کا حق ہے اور نہ ہی بیٹیوں کا حق ہے، وہ جس طرح چاہیں صرف کر سکتی ہے۔

ولا يمنع الشخص من تصرفه في ملكه . (الدر مع الرد، کتاب القضاء، باب کتاب القاضی إلى القاضی وغیره، مطلب اقتسموا داراً وأراد كل منهم فتح باب لهم ذلك زکریا دیوبند ۱۵۲/۸، کراچی ۴۴۷/۵)

والمالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك . (بیضاوی شریف، کتب خانہ، رشیدیہ دہلی ۷/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۰۷۱/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۵/۱۴۳۱ھ

زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا شوہر پر واجب ہے یا بیوی پر

سوال: [۴۱۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری شادی ۱۲ سال قبل ہوئی تھی، اللہ کی رحمت سے ۴ بچے ہیں، پہلے میرے کاروباری حالات بہت اچھے تھے، ہر سال زکوٰۃ بھی ادا کرتا تھا، دو سال سے کاروبار بالکل ختم ہو چکا ہے، اور میں نوکری پر ہوں بتیس سو روپیہ ماہوار میری تنخواہ ہے دونوں کے پاس ذاتی جمع پونجی کچھ نہیں، دو سال سے میں زکاۃ نہیں ادا کر پارہا ہوں، میرے اوپر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، بیوی کی زکوٰۃ میں ہی ادا کرتا ہوں بیوی کے پاس زیور کے علاوہ کوئی رقم نہیں ہے، اور نہ کوئی کاروبار، میں اس کا مہر بھی نہیں ادا کر سکا، زکوٰۃ سال کی تقریباً تین ہزار روپیہ بنتی ہے، دو سال سے یہی سوچتا رہا ہوں اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ کاروبار ہو گیا تو زکوٰۃ ادا کر دوں گا، لیکن حالات یہ بتا رہے ہیں، کہ کاروبار سے فی الحال جڑنا مشکل ہے؟

(۱) کیا زیور ماں اپنے بچوں کے نام کر سکتی ہے اور کچھ اپنے پاس رکھ لے؟

(۲) لڑکے اور لڑکیوں میں برابر تقسیم ہوگا؟

- (۳) بچوں کے بالغ ہونے پر زکوٰۃ ان پر فرض ہوگی جبکہ کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو؟
- (۴) ضرورت پڑنے پر اس کو خرچ کیا جاسکتا ہے؟
- (۵) مہر کی رقم جو کہ لگ بھگ تیس بتیس ہزار روپیہ بنتی ہے، غیر مؤجل ہے عورت کو اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟
- (۶) بچوں کے نام جو زیور کریں، اس کو بیچ کر ایف ڈی بچوں کے نام کر سکتے ہیں، کیا ایف ڈی جائز ہے؟

المستفتی: نواب، تمباکو اسٹریٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) مذکورہ زیورات کے مالک آپ نہیں ہیں آپ کی بیوی ہے کاروبار کے بند ہونے کی وجہ سے آپ مفلس ہو چکے ہیں، تو آپ پر تو زکوٰۃ دینا واجب نہیں لیکن آپ کی بیوی مالدار صاحب نصاب ہے اسلئے اس پر زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، گزشتہ دو سالوں کی جو زکوٰۃ نہیں ادا کی گئی ہے، اس کا بھی ادا کرنا لازم ہے، اور زیورات کی زکوٰۃ اصلاً ان ہی زیورات میں سے ادا کرنا لازم ہوتا ہے، البتہ اگر اس کے علاوہ روپیہ پیسہ ہو تو اس سے ادا کرنا بھی جائز ہے، دین مہر کی زکوٰۃ اس وقت تک ادا کرنا عورت پر لازم نہیں ہے، جب تک دین مہر اس کو وصول نہ ہو جائے، اور جب دین مہر وصول نہیں ہوا ہے تو عورت پر اس کی زکوٰۃ بھی لازم نہیں، اسلئے کہ اداء زکوٰۃ کیلئے ملک تام شرط ہے، اور یہاں ملک تام نہیں، اگر زیورات کو بچوں کے نام کر دیا جائے تب بھی پچھلے سالوں کی زکوٰۃ معاف نہیں ہوگی، اور ایک بات یاد رکھنی چاہئے، کہ زکوٰۃ سے بچنے کیلئے اس طرح کا حیلہ کاروبار میں بے برکتی کا سبب بنتا ہے، نیز اگر حیلہ کر کے بچوں کو مالک بنا دیا جائے، تو پھر بچوں سے واپس لینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ کھانے پینے میں محتاجی پیش آجائے تو بقدر ضرورت اس میں سے لیکر کھانے پینے میں خرچ کر نیکی گنجائش ہے اور بچوں کے بالغ ہونے کے بعد ان پر بھی ان زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

سبب افتراضہا ملک نصاب حولی تام - إلى - وافتراضہا عمری ای علی التراخی (تحتہ فی الشامی) ففی أي وقت أدى يكون مؤديا للواجب ويتعين ذلك الوقت للوجوب، وإذا لم يؤد إلى آخر عمره، يتضيق عليه الوجوب حتى لو لم يؤد حتى مات يَأْتَم. (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/ ۲۵۹، ۲۷۱، زکریا ۳/ ۱۷۴، ۱۹۱)

والسمعتبر وزنهما أداء ووجوباً لا قيمتهما وفي الشامية: وهذا إن لم يؤد من خلاف الجنس، وإلا اعتبرت القيمة إجماعاً. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/ ۲۹۷، زکریا ۳/ ۲۲۷)

ومنها الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض لا تجب فيه الزكاة. (هندیه، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا دیوبند ۱/ ۱۷۲، جدید ۱/ ۲۳۳)

وإذا فعله حيلة لدفع الوجوب - إلى - قال أبو يوسف: لا يكره - إلى - وقال محمد: يكره واختاره الشيخ حميد الدين الضرير لأن فيه إضراراً بالفقراء وإبطال حقهم مآلاً..... الفتوى.... في الزكاة على قول محمد. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی ۲/ ۲۸۴، زکریا دیوبند ۳/ ۲۰۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/ ۲۸۷)

ومنها أن يهبه لطفله قبل التمام بيوم (تحتہ فی الشامی) لكن لا يمكنه الرجوع في هذه الهبة لكونها لذي رحم محرم منه نعم إن احتاج إليه فله الإنفاق منه على نفسه بالمعروف. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال قبیل باب المعاشر کراچی ۲/ ۳۰۸، زکریا ۳/ ۲۴۱)

(۲) سود حاصل کرنے کے لئے ایف ڈی کرانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر

۱۷۵/۱) فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۳۵/۳۸)

بیوی کے زیورات میں شوہر پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی

سوال: [۴۱۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیوی کے زیورات میں شوہر کو کب زکوٰۃ دینی ضروری ہوگی؟

المستفتی: محمد زبیر، مومن داس، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زیورات پر بیوی کی ملکیت و قبضہ کی صورت میں بیوی پر ہی اس کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہے، لیکن اگر بیوی اپنے قبضہ سے نکال کر شوہر کو مالک بنادے، تو اس صورت میں شوہر پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم و ضروری ہوگا، ورنہ بیوی کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

الزکوٰۃ واجبة علی حر مسلم عاقل بالغ إذا ملک نصاباً ملکاً تاماً و حال

علیہ الحال. (ہدایہ، کتاب الزکاة، اشرفیہ دیوبند ۱/۸۵، مطبوعہ جیسور ۱/۱۶۵)

ومنها المملک التام وهو ما اجتمع فیہ المملک والید الخ. (فتاویٰ

عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیر ہا و صفتها و شرائطها زکریا دیوبند ۱/۱۷۲،

جدید ۱/۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ شعبان ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۶۵/۲۵)

بیوی کے زیورات یا مال کی زکوٰۃ شوہر کا ادا کرنا

سوال: [۴۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بیوی کے زیورات یا مال کی زکوٰۃ شوہر اپنے مال سے ادا کر دے یا جتنی زکوٰۃ نکلتی ہے شوہر اتنی قیمت خود ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: شیخ عبد الکریم، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عورت اپنے زیورات یا مال کی زکوٰۃ خود ادا کرے گی، لیکن عورت کی جانب سے صراحۃً یا دلالتاً اجازت ملنے پر شوہر اپنے مال سے ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

من أدى زكوة مال غيره من مال نفسه بأمر من عليه الزكوة جاز .
(تاتار خانیہ، کتاب الزکاة، الفصل التاسع المسائل المتعلقة بمعطي زکریا دیوبند ۳/۲۲۷، رقم: ۴۱۹۹، کوئٹہ ۲/۲۸۴، البناہ، کتاب الزکاة، قبیل باب صدقة السوائم، اشرفیہ دیوبند ۳/۳۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۴۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۳۶)

شادی کیلئے رکھے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ ماں باپ پر یا لڑکی پر؟

سوال: [۴۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکی کی شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ کس کے ذمہ لازم ہے، باپ پر لازم ہے یا لڑکی پر؟

اسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شادی کیلئے رکھے ہوئے زیورات لڑکی کے حوالے نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ ماں باپ کی ملکیت میں ہیں، تو ان کی مالیت کے اعتبار سے ماں باپ پر زکوٰۃ واجب رہے گی، اور اگر لڑکی کی ملکیت میں دے دیے ہیں تو جب تک وہ

نابالغ ہیں، ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اور بالغ ہونے کے بعد اگر نصاب وغیرہ کی شرائط پوری ہوتی ہیں، تو سال گزرنے پر لڑکی ہی پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈائجیل ۳۷۶/۹، میرٹھ ۸۱/۱۲، کتاب المسائل ۲۲۰/۲)

و سببہ أي سبب افتراضها ملک نصاب حولي..... تام . (شامی، کتاب الزکاة زکریا ۳/۱۷۴، کراچی ۲/۲۵۹)

و شرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام خرج المجنون والصبي فلا زکوٰۃ فی مالهما - وإنما يعتبر ابتداء الحول من وقت الإقامة كالصبي إذا بلغ يعتبر ابتداء الحول من وقت البلوغ؛ (البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا ۲/۳۵۳، کوئٹہ ۲/۲۰۲)

ومنها العقل والبلوغ فليس الزكاة على صبي ومجنون..... وكذا الصبي إذا بلغ يعتبر ابتداء الحول من وقت بلوغه. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۲، ماجدیہ ۱/۱۷۲، ہندیہ جدید اتحاد ۱/۲۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹۰/۴۰)

سسرال سے ملے ہوئے زیورات کی زکوٰۃ کس پر

سوال: [۴۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکی کو میکہ کی طرف سے جو زیورات ملتے ہیں، اس پر لڑکی کی ملکیت ہونے پر کوئی تردد نہیں ہے لیکن سسرال کی طرف سے مہر کے علاوہ جو زیورات ملتے ہیں ان کی زکوٰۃ کون ادا کریگا، لڑکی پر واجب ہے یا لڑکے پر اگر خدا نخواستہ علیحدگی واقع ہو جائے تو یہ زیورات لڑکے کو واپس مل جاتے ہیں، اور اگر علیحدگی عمل میں نہیں آتی ہے تو وہ زیورات دلہن کے

پاس رہتے ہیں، اسی کے تصرف میں رہتے ہیں، وہ اپنے اولاد کی شادیوں میں دیتی ہے جو چاہے کر سکتی ہے؛ اس بات کو پیش نظر رکھ کر اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ جو بھی جواب ہو تحریر فرمائیں کرم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میکہ کی جانب سے جو زیورات لڑکی کو ملے ہیں ان کی زکوٰۃ خود لڑکی پر فرض ہے اور جو زیورات سسرال کی جانب سے ملے ہیں، اگر انہیں دلہن کی ملکیت میں دے دیا گیا ہے، تو زکوٰۃ دلہن پر فرض ہوگی اور اگر دلہن کے پاس بطور عاریت کے رکھے ہوئے ہیں، تو ایسی صورت میں شوہر پر زکوٰۃ فرض ہوگی، کیونکہ وجوب زکوٰۃ کیلئے ملکیت تام کا ہونا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ عثمانی ۴۲/۲، کتاب الفتاویٰ ۳۸۲/۳)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي..... تام . (شامی، کتاب الزکاة زکریا ۱۷۴/۳، کراچی ۲۵۹/۲)

الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم، إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحال . (تاتارخانیہ، کتاب الزکاة، وجوب الزکاة وسببها وحکمها زکریا ۱۳۴/۴، برقم: ۳۹۳۴)

وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين . (البحر الرائق، کتاب الزکاة زکریا ۳۵۵/۲، کوئٹہ ۲۰۱/۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸/۱۱۴۷)

شادی میں ملے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب سے میری شادی ہوئی ہے، میرے زیور کی زکوٰۃ نہیں نکالی گئی آیا ان زیورات کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور انکی زکوٰۃ کس طرح سے ادا کی جائے گی؟

المستفتیہ: منور جہاں، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ کے زیورات کی مقدار نصاب کے بقدر یا اس سے زائد ہے تو اس کی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے، اور اب تک چتنے سالوں کی زکوٰۃ نہیں نکالی گئی، سب کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور اگر آپ کے پاس کچھ نقدی رقم نہیں ہے تو انہی زیورات میں سے کچھ بیچ کر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده ، أن امرأتين أتتا رسول الله ، وفي أيدهما سواران من ذهب ، فقال لهما! أتؤديان زكاته ؟ قالتا : لا ، قال : فقال لهما رسول الله ﷺ : أتحبان أن يسوركما الله بسوارين من نار ؟ قالتا : لا ، قال : فأديا زكاته . (سنن الترمذی، کتاب الزکاة ، باب ما جاء فی زکاة الحلی، النسخة الهندیة ۱/ ۱۳۸، دار السلام رقم: ۶۳۷، المعجم الكبير للطبرانی ، دار احیاء التراث العربی ۲/ ۱۷۰، رقم: ۴۳۱، مصنف عبد الرزاق، کتاب الزکاة ، باب التبر والحلی، المجلس العلمي ۴/ ۸۵، ۸۶، رقم: ۷۰۶۵، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۱۷۸، رقم: ۶۶۶۷، ۲/ ۲۰۴، رقم: ۶۹۰۱، ۲/ ۲۰۸، رقم: ۶۹۳۹)

وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما زكوة . (هدایہ ، کتاب الزکاة،

باب زکاة المال، فصل فی الذهب ، اشرفیہ دیوبند ۱/ ۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۳/۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۱۳/۳۷)

ایضاح المسائل کے ایک مسئلہ کی وضاحت

سوال: [۴۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایضاح المسائل/۱۰۵ پر ایک مسئلہ نظر سے گذرا جس میں تحریر ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ خریداری کی قیمت سے ادا کی جائے گی، چاہے دام زیادہ ہو، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ششم طبع جدید/۱۰۸ پر تحریر ہے کہ سونہ چاندی میں ڈھائی تولہ چاندی دینا لازمی ہے، قیمت لگا کر دینا ہو تو جو قیمت زکوٰۃ نکالنے کے وقت چاندی کی وہاں کے بازار میں ہے اس حساب سے ادا کرے، خرید کے دن کا حساب معتبر نہ ہوگا، دریافت طلب بات یہ ہے کہ ایضاح المسائل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خریداری کی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور فتاویٰ دارالعلوم کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خرید کے دن کا حساب معتبر نہیں ہے پس ان دونوں میں کون صحیح ہے یا دونوں ہی صحیح ہیں میرے سمجھنے کا فرق ہے، وضاحت سے تسلی بخش جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: دلدار علی، شفاعت امروہہ گیٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سونا چاندی دو قسموں پر ہیں۔

(۱) وہ جو اپنے گھر کے لئے خریدا جاتا ہے، اس میں تجارت کا ارادہ نہیں ہوتا ہے تو ایسے سونے چاندی میں خریداری کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا بوقت ادائیگی بازاری بھاؤ کا اعتبار ہوگا اور فتاویٰ دارالعلوم میں یہی شکل مراد ہے۔

(۲) وہ سونا چاندی جو گھر کیلئے نہیں خریدا بلکہ تجارت کیلئے خریدا ہے مثلاً دہلی سے لا کر مراد آباد میں فروخت کرنے کی نیت ہے تو ایسی صورت میں خریداری کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے، اور ایضاح المسائل میں یہی شکل ہے، اس کی سرخی سمیت دوبارہ نظر ثانی فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ بات سمجھ میں آ جائیگی یہ ایسا ہے کہ جیسے تاجر دہلی سے کپڑا بیچنے کیلئے لاتا ہے، تو اسکی زکوٰۃ خریداری کے حساب سے نکال کر دینے کا حکم ہے، انشاء اللہ تعالیٰ امید کہ

شبہ دور ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ رذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۲۲)

ہیرے جواہرات کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہیرے جواہرات کی تجارت کی جاتی ہے، جو لوگ ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے ہیں، بظاہر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی ہی لیکن دوسرا سوال یہ ہے کہ جو لوگ انکم ٹیکس اور دیگر سرکاری قوانین کی زد سے بچنے کیلئے نقد روپیوں یا سونے چاندی کی صورت میں اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے بجائے ہیرے جواہرات لاکھوں روپے کے خرید کر محفوظ کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ ہیرے جواہرات حوائج اصلیہ میں سے نہیں ہیں اور بڑی مالیت رکھتے ہیں، شرعاً ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟
بعض اوقات خواتین محض تزئین و آرائش کیلئے ہیرے جواہرات استعمال کرتی ہیں ان کا مقصد تمول نہیں ہوتا ہے، وجوب زکوٰۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہیرے جواہرات اگر تجارت کیلئے ہیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر تجارت کیلئے نہیں ہیں، بلکہ گھروں میں برائے زینت یا کسی اور مقصد سے جمع کر رکھا ہے تو ہیرے و جواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ ہیرے جواہرات اگرچہ حوائج اصلیہ سے زائد ہیں لیکن وجوب زکوٰۃ کیلئے مال نامی ہونا بھی شرط ہے، اور ان میں نمو اور بڑھوتری کی شرط نہیں پائی جاتی ہے، اسلئے ہیرے جواہرات چاہے

کتنے ہی مقدار میں ہوں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

عن عمر و بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده ، قال : قال رسول الله ﷺ :

لا زكاة في حجر . (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب مالا زكاة فيه من الجواهر

غير الذهب والفضة ، دارالفکر ۶/۶۰ ، رقم: ۷۶۸۳)

عن سعيد بن جبیر قال : ليس في حجر زكاة ، إلا ما كان لتجارة

من جوهر ولا ياقوت ولا لؤلؤ ولا غيره إلا الذهب والفضة وروينا نحو

هذا القول عن عطاء ، وسليمان بن يسار وعكرمة والزهرى والنخعي

ومكحول . (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب مالا زكاة فيه من

الجواهر غير الذهب والفضة ، دارالفکر ۶/۶۱ ، رقم: ۷۶۸۵ ، انظر للتفصيل

المصنف لابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة ، فى اللؤلؤ والزمرد ، مؤسسه علوم القرآن

۶/۴۴۷ ، ۴۴۸ ، رقم: ۱۰۱۶۲ تا ۱۰۱۷۱)

ترجمہ: یاقوت ، موتی ، جواہرات اگر تجارتی نہ

ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے ، اگرچہ

زیور کی شکل میں کیوں نہ ہوں۔

أما اليواقيت والالآلى

والجواهر فلا زكوة فيها وإن

كانت حلياً إلا أن تكون

للتجارة . (الجوهرة النيرة ، كتاب

الزكاة ، باب زكاة الذهب ،

دارالكتاب دیوبند ۱/۴۹ ، ہندیہ ،

كتاب الزكاة ، الباب الثالث الفصل

الثانى فى العروض زكريا ديوبند

۱/۱۸۰ ، جدید ۱/۲۴۱)

والجواهر والیواقیت

فلا شیئی فیہا۔ (ہندیہ، کتاب

الزکاة، قبیل، الباب السادس فی

زکاة الزرع والثمار زکریا دیوبند

۱/۱۸۵، جدید ۱/۲۴۶، الموسوعة

الفقهیة الكويتیة ۳۸/۱۹۷)

فإن الحوائج الأصلية

أعم من الدين والنامی أعم

منها لأنه یخرج به كتب

العلم لغير أهلها وليس من

الحوائج الأصلية الخ.

(شامی، کتاب الزکاة، زکریا

دیوبند ۳/۱۷۸، کراچی ۲/۲۶۲)

ترجمہ: اسلئے کہ حوائج اصلیه میں
دین بھی شامل ہے اور نموبھی دین کو شامل
ہے اور اسی نمو کی قید کی وجہ سے غیر اہل کیلئے
کتب دینیہ نصاب کے دائرہ سے خارج
ہو جاتی ہے، حالانکہ وہ غیر اہل کیلئے حوائج
اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔

اور غیر نامی اشیاء اگر بقدر نصاب یا نصاب سے زیادہ حوائج اصلیه سے زائد ہوں تو
مالک پر زکوة واجب نہیں ہوتی ہے، اس کی وجہ سے صرف مستحق زکوة بننے سے محروم ہوتا ہے،
اسلئے ہیرے وجوہرات میں زکوة واجب نہ ہوگی۔

ترجمہ: ایسے ہی کتابیں اگر چہ نااہل
کیلئے ہوں جبکہ تجارت کی غرض اسمیں نہ ہو (تو
اسمیں زکوة نہیں ہے) لیکن اگر باہل عالم کی
کتابیں ہیں تو اس کیلئے زکوة لینا بھی جائز
ہوگا، کتابیں چاہے کئی نصاب کے بقدر کیوں
نہ ہوں اور غیر اہل ان کتابوں کی وجہ سے مستحق
زکوة ہونے سے محروم ہو جائیگا جبکہ نامی اور

و كذا الكتب وإن لم تكن
لأهلها إذالم تنو للتجارة غير أن
الأهل له أخذ الزكوة، وإن ساوت
نصباً (تحتہ فی الشامیة) وأما غير
الأهل فإنهم يحرمون بالكتب من
أخذ الزكوة لتعلق الحرمان بملك

قدر نصاب غیر محتاجِ إلیہ
وإن لم یکن نامیاً. (الدر مع الرد،
کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۱۸۲/۳،
کراچی ۲/۲۶۵)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۴۷)



۴/ باب أموال التجارة

مال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۱۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید صاحب نصاب ہے، ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اس کے پاس مال تجارت میں کچھ رومال ٹوپیاں وغیرہ بھی ہیں مگر رومال کی خرید پچاسی روپیہ کے حساب سے ہے اور وہ ایک سو دس یا سو سو روپیہ میں بیچتا ہے، تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ زکوٰۃ لاگت کے اعتبار سے ادا کرے یا جس قیمت میں بیچتا ہے، اس قیمت کے اعتبار سے ادا کرے؟

المستفتی: محمد ساجد، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ ادا کرتے وقت ٹوپی رومال وغیرہ کی جو قیمت بازار میں ہو اسی کا لحاظ کر کے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، خواہ وہ قیمت خرید سے زائد ہو یا کم۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۰۵، ایضاح النوادر/۴۱، فتاویٰ دارالعلوم/۱۴۱)

عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ما قالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۵۹)

عن ابن جريج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۹۷/۴، رقم: ۷۱۰۵)

وفي المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، کتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، کراچی ۲/۲۸۶، ذکر یا ۳/۲۱۱، ہکذا فی الہندیہ، کتاب الزكاة،

الباب الثالث الفصل الثاني في العروض زكريا ۱/ ۱۸۰، جديد ۱/ ۲۴۱، بدائع، كتاب الزكاة،

صفة الواجب في أموال التجارة زكريا يوبند ۲/ ۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

۱۱/۱۲/۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۳۶)

مال تجارت میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

سوال: [۴۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں

ایک سال میں ۶ لاکھ روپیہ کا دھندا کرتا ہوں ہمارے پاس روپیہ ایک یا دو دن ہی رہتا ہے، روپیہ آج ہمارے پاس آتا ہے کل یا پرسوں کو ہم اس کا مال خرید کر بیچ دیتے ہیں، ہمارے پاس اس مال کا فائدہ بھی نہیں رہتا سب مال ہی میں لگا رہتا ہے، اس میں اپنے خرچ میں جتنا آجاتا ہے وہی اسمیں سے نکلتا ہے روپیہ سارا غیر مسلموں پر رہتا ہے، براہ کرم تحریر فرمائیں ہمیں زکوٰۃ کس طرح دینا ہے۔

المستفتی: عبدالستار، سیوہارہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ کی درج شدہ شکل میں آپ کی ملکیت

میں مال تجارت ہے اگر پورا مال فروخت ہو کر روپیہ ہاتھ میں آجانے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنی ہے، تو ہزار میں ۲۵ روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ میں نکال دیا کریں، اور اگر مال فروخت ہونے سے پہلے ادا کرنی ہے، تو مال کی قیمت لگا کر ہزار میں ۲۵ روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ میں نکال دیں، اور اگر کچھ روپیہ ہے اور کچھ مال تجارت ہے تو روپیوں میں سے ہزار میں ۲۵ روپیہ کے مال کی قیمت لگا کر ہزار میں ۲۵ روپیہ کے حساب سے زکوٰۃ میں نکال دیا کریں۔

عن سمرة بن جندب قال: أما بعد: فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن

نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داود، الزكاة، باب العروض إذا

كانت للتجارة، هل فيها زكاة، النسخة الهندية ۱/۲۱۸، دارالسلام رقم: ۱۵۶۲، المعجم الكبير للطبرانی، دار إحياء التراث العربي ۷/۲۵۳، رقم: ۷۰۲۹، ۷/۲۵۷، رقم: ۷۰۴۷، السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ۶/۶۲، رقم: ۷۶۹۰ (عن حماس قال: مر علي عمر فقال: أذ زكاة مالك، قال: قلت مالي مال أزيه إلا في الخفاف والأدم قال: قومه وأذ زكاته. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۴/۹۶، رقم: ۷۰۹۹، السنن الكبير للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۴۹۶)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت الخ. (الجوهرة، كتاب الزكاة، باب زكاة العروض، دارالكتاب ديوبند ۱/۱۵۰، كراچی ۱/۱۵۲) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم
 كتبه: بشير احمد قاسمی عفا الله عنه
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۲/۱۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر ج ۱۲۸)

تجارت کے مال کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے گی؟

سوال: [۴۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید تجارت کرتا ہے، اب اسے زکوٰۃ ادا کرنی ہے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مالیت کس اعتبار سے لگائی جائیگی، جتنے میں مال خریدا ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا یا جتنے میں بکے گا، اس کا اعتبار کیا جائیگا، چنانچہ زید کے پاس اس وقت ساٹھ ہزار کا مال ہے جو وہ خرید کر لایا ہے، جبکہ زید جب اسے فروخت کریگا، تو تقریباً ایک لاکھ کا ہو جائیگا، اب آیا ساٹھ ہزار کی زکوٰۃ نکالے یا ایک لاکھ کی واضح فرمائیں؟

المستفتی: عبدالرحمن غازی، شہر میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کے پاس جو مال ہے، اسکی فی الحال ادائیگی

زکوٰۃ کے وقت جو قیمت بازار میں بنتی ہے، اس کا اعتبار کیا جائیگا، اور اسی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائیگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۴۱، ۶/۱۳۹، ایضاً النوادر ۲/۴۲)

عن الحسن رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ما قالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۵۹)

وعنده تعتبر قيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الأداء (تحتة في الشامية) وفي المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، کتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، زکریا دیوبند ۳/۲۱۱، کراچی ۲/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ صفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۰۱۸)
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۲/۱۴۲۰ھ

مشترکہ کاروبار میں زکوٰۃ کی ادائے کی کیسے ہو؟

سوال: [۴۱۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو فریق کافی عرصہ سے کاروبار میں بقدر حصہ نفع و نقصان میں شریک تھے، ۳۱ مارچ ۱۹۹۰ء کو فریقین کی اتفاق رائے سے شرکت ختم ہوگئی، یہ دونوں فریق ہر سال اپنے مشترکہ فنڈ سے زکوٰۃ اپنے اپنے سرمایہ کے بقدر ادا کرتے چلے آئے ہیں، ۳۱ مارچ کو شرکت ختم ہوگئی ہے علاحدگی والے سال میں بھی زکوٰۃ ادا کی ہے تقسیم شدہ زکوٰۃ کے بارے میں ایک فریق کا کہنا یہ ہے کہ نصف نصف زکوٰۃ نام میں درج کرنی ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ تقسیم شدہ زکوٰۃ کو بقدر سرمایہ فریقین کے نام درج کرنی ہے، اس بارے میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا درست ہے؟

المستفتی: محمد یامین جمالی، شیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی ہر فریق کے سرمایہ کے حساب

سے کرنا ہر فریق پر لازم ہے، لہذا اس کا حساب اور اندارج بھی اسی حساب سے کرنا دونوں فریق پر لازم ہے، اور جن شرائط پر شروع سے کاروبار چل رہا ہے، ان کا لحاظ بھی علاحدگی تک باقی رکھنا لازم ہے۔

قال سفیان: لا یجب حتی یتیم لهذا أربعون شاة، ولهذا أربعون شاة.

(صحیح البخاری، تعلیقاً، الزکاة، باب ما کان من خلیطین فإنهما یتراجعان بنیہما بالسویہ، النسخة الهندیة ۱/۹۵)

عن الثوری قال: قولنا: لا یجب علی الخلیطین شیئی إلا أن یتیم لهذا أربعین و لهذا أربعین. (مصنف عبد الرزاق، الزکاة، باب الخلیطین، المجلس العلمی ۴/۲۱، رقم: ۶۸۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ صفر ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۱۹/۲۸)

کمپنی اور مشترکہ کاروبار کے حصہ داروں کی زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بھی کمپنی میں متعدد شرکاء ہوتے ہیں، اور اپنے اپنے حصہ کے مطابق اثاثے اور آمدنی کے مالک ہوتے ہی، بعض ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں، جس میں کمپنی کا مجموعی اثاثہ اور مالیت کروڑوں روپے کو پہنچتا ہو جس میں نصاب وجوب زکوٰۃ موجود ہے لیکن اس کے شرکاء اور حصہ داروں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ کمپنی کی مجموعی مالیت کی تقسیم حصہ داروں پر کی جائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا، یا کچھ لوگ صاحب نصاب نہیں ہوتے سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ وجوب زکوٰۃ میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار ہوگا، یا ہر فرد کے انفرادی حصہ کا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مشترکہ تجارت اور کمپنی فیکٹری وغیرہ کے حصہ داروں کی زکوٰۃ مجموعہ رقم اور مال پر واجب نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہر حصہ دار کی زکوٰۃ اس کے حصہ کے حساب سے ادا کرنا واجب ہوگا، لہذا جس کا حصہ نصاب کو پہونچے گا اس پر اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور جس کا حصہ نصاب کو نہیں پہونچتا ہے اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال نہیں ہے، جس کو ملا کر نصاب مکمل ہو سکتا ہو تو ایسے حصہ دار پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہے اور جس کے پاس شرکت کے حصہ کے علاوہ اتنا مال ہے جس کو ملا کر نصاب مکمل ہو جاتا ہے، اس پر زکوٰۃ تو واجب ہو جاتی ہے، لیکن وہ اپنے حصہ کی زکوٰۃ اپنے طور پر نکالا کرے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۶۷)

قال سفیان : لاتجب حتی یتیم لهذا أربعون شاةً، ولهذا أربعون شاةً.

(صحیح البخاری، تعلیقاً الزکاة، باب ماکان من خلیطین فإنہما یتراجعان بینہما بالسویۃ، النسخۃ الہندیۃ ۱/۱۹۵)

ترجمہ: ہمارے نزدیک جانوروں اور مال تجارت کے ایک مشترکہ نصاب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اگرچہ اس میں اختلاف واشتراک صحیح ہو چکا ہے اور اگر نصاب متعدد ہو جائے، تو ان نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور حصہ دار حضرات اپنے اپنے حصوں کے حساب سے ایک دوسرے سے مراجعت کریں گے، اور اگر کسی کا حصہ نصاب کو پہونچتا ہے، اور کسی کا نہیں پہونچتا ہے تو جس کا حصہ نصاب کو پہونچتا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی دوسرے پر نہیں۔

ولاتجب الزکاة عند نافی نصاب مشترک من سائمة ومال تجارة، وإن صحت الخلطة (إلی قولہ) وإن تعدد النصاب تجب إجماعاً ویتراجعان بالحصص فإن بلغ نصیب أحدهما نصاباً زکوۃ دون الآخر الخ. (الدرمع الرد، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا دیوبند ۳/۲۳۵، ۲۳۴۶، کراچی ۲/۳۰۴)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۶/۲۸)

استعمالی مشینوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ماروتی کانٹینا (ایریل) تیار ہوتا ہے، ہمارے پاس تقریباً چار پانچ مشینیں ہیں جن سے مال تیار ہوتا ہے، ہم نے ایک کتاب میں پڑھا تھا، کہ مشین پر زکوٰۃ نہیں ہے، البتہ کچے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، اس وقت ہمارے کارخانہ میں کچے مالوں میں سے پانچ ہزار روپیہ کا تار پانچ ہزار روپیہ کا پائپ اور تین ہزار روپیہ کا اسفنج ہے، اتنا مال تقریباً ہر مہینے آتا ہے، اور سات ہزار روپیہ کا مال تیار ہے سال بھی پورا ہو گیا ہے، بینک میں ہمارے چالیس ہزار روپیہ جمع ہے، سال بھی پورا ہو گیا ہے، اب آپ شریعت کی رو سے بتائیں کہ زکوٰۃ صرف چالیس ہزار کی دینی پڑیگی یا پانچ ہزار روپیہ کا جو تار اور پانچ ہزار روپیہ کا جو پائپ اور تین ہزار کا اسفنج اور سات ہزار روپیہ کا جو تیار مال ہے، اس سب کی بھی زکوٰۃ دینی پڑیگی یا نہیں؟ جواب دیں؟ کل کتنی رقم کی زکوٰۃ دینی پڑے گی؟

المستفتی: ضیاء الرحمن، چوہان باگمر، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: استعمالی مشینوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسلئے کہ وہ از قبیل آلات ہیں، اور مشینوں کے علاوہ چالیس ہزار نقد اور کچے اور تیار شدہ مال جن کی قیمت سوالنامہ میں بیس ہزار بتلائی گئی ہے، جن کا مجموعہ ساٹھ ہزار ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

وکذلک (فلا زکاة علی) آلات المحترفين الخ. (درمختار، کتاب

الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۳، کراچی ۲/۲۶۵، مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۶، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۵۳، زکریا ۲/۲۳، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرھا وصفثھا و شرائطھا زکریا ۱/۱۷۲،

جدید ۱/۲۳۴، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۳۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸/۴/۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۷)

سامان تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: [۴۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سامان

تجارت پر زکوٰۃ کا مسئلہ کیا ہے کہ جیسے مشینری کا کاروبار ہے کمپنی سے مشینری کرڈیٹ پر منگوائی جاتی ہے، اور اس کی قیمت کی رقم کمپنی ایک متعین مدت کے بعد آ کر لیجاتی ہے، جب مشینری فروخت نہیں ہوتی تب بھی کمپنی کو اس کی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے، جس میں بعض مشینری فوراً فروخت ہو جاتی ہے، اور بعض کو سال بھی لگ جاتا ہے، یا اس سے بھی زیادہ وقت تک مشینری فروخت نہیں ہوتی اسلئے اب اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائیگی، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے، بیان فرمائیں؟

المستفتی: بشیر احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سامان تجارت میں زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ

نصاب کے بقدر ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، لہذا کمپنی سے جس مشینری کا تجارت کیلئے منگا کر کاروبار کیا جاتا ہے، تو نصاب کی مقدار کو پہنچ جانے اور سال

گزرنے پر اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، خواہ وہ آپ کے پاس سے اس درمیان فروخت ہو یا نہ ہو اسکی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اسکی قیمت اس طرح لگائی جائے کہ یقینی طور پر جتنے میں فروخت ہونے کی امید ہے اتنی قیمت لگا کر اسکی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

عن عبد الله بن أبي سلمة: أن أبا عمرو بن حماس أخبره: أن أباہ حماسا كان يبيع الأدم والجعاب، وأن عمر قال له: يا حماس أد زكاة مالك، فقال: والله مالي مال، إنما أبيع الأدم والجعاب، فقال: قومه وأد زكاته. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ما قالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/۵۲۵، رقم: ۱۰۵۵۷)

وفي عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أو ورق مقوما بأحدهما إن استويا فلو أحدهما، أروج تعين التقويم به. (تنوير الابصار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال زكريا ديو بند ۳/۲۲۸، ۲۲۹، کراچی ۲/۲۹۸، ۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ شعبان ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۳۴)

تجارت کے سامان پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک دوکان چلاتا ہے، جس میں مثلاً سات لاکھ روپے کا سامان ہے اور اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ جمع شدہ رقم ہے، مثلاً تین لاکھ روپے ہیں تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا دونوں مال یعنی جو دوکان میں سات لاکھ کا سامان ہے اور جو اس کے پاس تین لاکھ جمع ہیں تو دونوں میں زکوٰۃ واجب ہے، یا صرف جمع شدہ رقم تین لاکھ میں زکوٰۃ واجب ہے اور سات لاکھ کا جو سامان دوکان میں ہے اس میں زکوٰۃ نہیں ہے؟

المستفتی: محمد جہانگیر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دوکان میں جو سامان برائے فروخت

ہوتا ہے، وہ تجارت کا سامان ہوتا ہے، اور مال تجارت کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، لہذا دوکان میں جو سات لاکھ روپے کا سامان برائے فروخت رولنگ میں موجود ہے، اس کی اور نقد جو تین لاکھ روپے موجود ہیں اس کی بھی کل دس لاکھ روپے میں سے زکوٰۃ نکالنا اس پر لازم ہوگا۔

عن سمرة بن جندب، قال أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داود، الزكاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زكاة، النسخة الهندية ۱/۲۱۸، دار السلام رقم: ۱۵۶۲)

عن حماس قال: مر علي عمر فقال: أد زكاة مالك، قال: قلت: مالي مال أزيه إلا في الخفاف والأدم، قال: قومه، وأد زكاته. (مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۴/۹۶، رقم: ۷۰۹۹)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب، كذا في الهداية. (هنديہ، كتاب الزكاة، الباب الثالث،

الفصل الثاني العروض زكياً ۱/۱۷۹، جدید ۱/۲۴۱) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۴ صفر ۱۴۲۹ھ

۳/۳۲۹/۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۹۴)

پلاٹ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

سرکاری ملازم ہے، دفتر کے کچھ لوگوں نے ایک کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی بنائی اور کچھ زمین

خرید کر اس میں رہائشی پلاٹ نکالے، زید نے بھی اس میں ممبر بن کر پلاٹ خریدا شہر کے کنارے پر کھیتی کی زمین تھی جس کو رہائش کیلئے منظور کروایا گیا یہ تقریباً ۲۵ سال پرانی بات ہے اس وقت وہاں آبادی نہیں تھی، غالباً ارادہ یہی تھا کہ ایک چیز ہے کبھی بھی آگے ضرورت پڑنے پر کسی مصرف میں استعمال کی جاسکتی ہے، اگر آئندہ آبادی ہوئی تو دوکان بھی نکالی جاسکتی ہے، یا کچھ تعمیر کر کے رہنے کیلئے کرایہ سے بھی دی جاسکتی ہے، کوئی پختہ نیت کسی بات کی نہیں تھی، اس قسم کی جگہ کبھی قابو میں آتی ہے کبھی مسائل بھی سامنے آتے ہیں، بہر حال بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جگہ ریلوے پارڈ بنانے کیلئے مخصوص کی گئی ہے، معلوم یہ کرنا ہے، کہ کیا اس زمین کے پلاٹ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ کچھ پراپرٹی ڈیلر کی طرف سے اس پلاٹ کو خریدنے کی پیش کش کچھ سال پہلے آئی تھی بذریعہ پوسٹ کارڈ؟

المستفتی: میر افتخار حسین، نیوکالونی، ناگپور، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب خریداری کے وقت زمین کو فروخت کرنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ اپنی کسی بھی ضرورت میں لانے کا ارادہ تھا، دوکان بنانے یا رہائشی مکان بنانے یا کرایہ پر دینے کا ارادہ رہا ہوا ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے ہاں البتہ آئندہ جب اس زمین کو فروخت کر کے نقد پیسہ ہاتھ میں آجائے گا تو اس پیسہ پر زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: ليس في العروض زكاة، إلا ما كان للتجارة .

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دار الفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

قالوا وتشتربنية التجارة في العروض ولا بد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترى شيئاً لنفسه ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لازكاة عليه .

(الأشباه والنظائر زكريا/۷۹، قديم ۳۸، كذا في الشامی، كتاب الزكاة، قبيل باب الدائم

کراچی ۲/۲۷۴، زکریا دیوبند ۳/۱۹۵، حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب

الزكاة، دارالکتاب دیوبند/۷۱۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۲۷۲)

ولو نوى التجارة فمأخرج من أرضه العشرية أو الخراجية أو المستأجرة أو المستعارة لا زكاة عليه . (الاشباه زكريا/ ۷۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴ھ/۵/۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۸۲/۲۰)

تجارتی زمین پر زکوٰۃ واجب ہے

سوال: [۴۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کو رہائشی مکان یا جگہ کی ضرورت ہے لیکن مکان بنانے یا جگہ خریدنے کے بعد رقم نہیں ہے، بلکہ پچاس ہزار روپے ہیں تو زید نے اپنے ان پچاس ہزار روپے کا ایک پلاٹ خرید کر ڈال دیا اس نیت سے کہ دو چار سال میں اس کو بیچ کر مکان بنالوں گا، یا جگہ خرید لوں گا تو اب اس شکل میں زید پر اس پلاٹ کی قیمت پر زکوٰۃ لازم ہوگی یا نہیں؟ یہ تجارت کا سامان شمار ہوگا یا نہیں؟
المستفتی: ممتاز احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر بیچنے کے ارادے سے زمین خریدی ہے، تو یہ زمین تجارتی سرمایہ کے حکم میں ہے، لہذا اس زمین کی قیمت پر ہر سال کی یقینی قیمت کے حساب سے ہر سال زکوٰۃ نکالنا لازم ہے۔

عن سمرة بن جندب، قال أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع . (سنن أبي داود، الزكاة، باب العروض إذا كانت

للتجارة هل فيها من زكاة، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۸، دار السلام رقم: ۱۵۶۲)

زكاة التجارة تجب في الأرض . (شامی، کتاب الزكاة، قبیل باب السائمة

کراچی ۲/ ۲۷۵، زکریا ۳/ ۱۹۶)

والأصل أنه ما عدا الحجرين والسوائيم إنما يزكى بنية التجارة.

(درمختار شامی، کتاب الزکاة، قبیل باب السوائم کراچی ۲/۲۷۳، زکریا ۳/۱۹۴)

فالصریح أن ینوی عند عقد التجارة أن یکون المملوک

للتجارة. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها و شرائطها

زکریا ۱/۱۷۴، جدید ۱/۲۳۵)

الزکاة واجبة فی عروض التجارة کائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها

نصابا من الورق والذهب. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثالث الفصل الثانی فی

العروض زکریا ۱/۱۷۹، جدید ۱/۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۸/۱۱ھ

۱۴۳۲/۸/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۷۹/۳۹)

فروخت کرنے کیلئے خریدی گئی زمین پر زکوة

سوال: [۴۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا

بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے کا کاروبار ہے، اس میں زکوة کے سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں زکوة نکالنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت کرنا ہے تاکہ اس طریقے کے مطابق زکوة کا حساب لگانے میں آسانی ہو جائے، دشواریاں لاحق نہ ہوں، ہمارے کاروبار کے سلسلے میں جن سوالات کے جوابات مطلوب ہیں وہ بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں؟

(۱) زید نے ایک زمین خریدی عمر سے اور زمین کی قیمت ۳ لاکھ عمر کو ادا کر دی گئی، بعد میں پتہ چلا کہ یہ جگہ عمر کی نہیں تھی، عمر تو دادم کا آدمی تھا، اس کا اصل مالک تو محمد سلیم ہے اور محمد سلیم کے پاس زمین کے اصل پروف اور کاغذات بھی ہیں، جو محمد سلیم کی ملکیت کو ثابت کرتے ہیں، تو محمد سلیم سے دوبارہ سودا کر کے ۴ لاکھ روپے محمد سلیم کو ادا کر دئے اور محمد سلیم کے ساتھ دوسرے بھی شریک تھے انہیں بھی دو لاکھ ادا کئے کل ۶ لاکھ ادا کر کے زید نے دوبارہ سودا کیا، نیز اس پوری زمین میں کچھ حصہ کی زمین میں گورنمنٹ کارپوریشن تھا، جس کو

چھڑانے میں مزید ۱ لاکھ کی رقم خرچ ہوئی تو اس صورت میں اس زمین کو حاصل کرنے میں پہلے سودے میں ۳ لاکھ اور دوسرے سودے میں ۶ لاکھ اور ایک لاکھ گورنمنٹ کو ادا کئے تو کل ۱۰ لاکھ کی زمین سمجھ کر ۱۰ لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا بعد میں محمد سلیم مع شریکان کو جو ۶ لاکھ دئے اس کی صرف زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، اس زمین کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کتنی مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے؟

(۲) زید نے ایک زمین خریدی اور اس زمین میں بلڈنگ بنانے کا ارادہ ہے لیکن نیچے کے حصے میں دوکانیں ہوں گی اور پہلے منزلہ سے فلیٹ ہوں گے، اور جو دوکانیں بنانے کا ارادہ ہے اس میں زید ہی کا روبرو کرنا چاہتا ہے، ہوٹل اور اسٹورس بنانے کا ارادہ ہے اور ان دوکانوں کو بنا کر فروخت نہیں کرنا ہے اس کے اوپر پہلے منزلہ پر جو فلیٹ بنائے جائیں گے، اسے فروخت کرینا کا ارادہ ہے تو اب سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ مال تجارت میں واجب ہے اور بلڈنگ کے نیچے کا حصہ جہاں دوکانیں تعمیر ہوں گی اور اس کے لئے جتنی زمین کا استعمال ہوگا، اس کی زکوٰۃ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ زمین خریدنے میں جو رقم لگائی ہے اس میں سے زکوٰۃ کا حساب لگانے میں زمین اور تعمیر کی مجموعی رقم سے کتنی رقم کس طرح منہا کی جائے؟ اس میں زکوٰۃ کا حساب لگانے کی آسان صورت کیا ہوگی؟

المستفتی: مولانا آصف، پانچوہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جو زمین خریدی گئی ہے، اگر وہ زمین فروخت کرنے کیلئے خریدی گئی ہے، چاہے خالی زمین فروخت کرنا مقصود ہو یا اس پر عمارت تعمیر کر کے فروخت کرنے کا ارادہ ہو دونوں صورتوں میں اس زمین کی زکوٰۃ سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے موقع پر ادا کرنا لازم ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت کی قیمت لگائی جائیگی؟ تو حکم شرعی یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اس زمین کی قیمت جو بیٹھ گئی وہی ادا کرنی ہوگی، جیسا کہ مذکورہ سوال میں زمین کی قیمت ۱۰ لاکھ روپے بیٹھ گئی

اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت مثلاً اس کی قیمت صحیح طور پر ۸ لاکھ بیٹھتی ہے تو ۸ لاکھ کی زکوٰۃ ادا کی جائیگی، اور اگر ۱۲ لاکھ بیٹھتی ہے تو ۱۲ لاکھ اور اگر ۵ لاکھ بیٹھتی ہے تو ۵ لاکھ ادا کی جائیگی۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۴۱/۲)

وعندهما في الفصلين جميعاً يؤدى قيمتها يوم الأداء في النقصان (إلى قوله) وفي الزيادة . (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل وأماصفة الواجب في أموال التجارة التصرف في مال الزكاة، زكريا ۱۱۵/۲، کراچی ۲۳/۲)

(۲) اگر زمین کے اوپر عمارت بن گئی ہے مثلاً ۴ منزلہ عمارت بن گئی ہے، اور ہر ایک منزل کی قیمت متعین ہو گئی ہے تو نیچے کی منزلوں کی قیمت پر جو ذاتی استعمال کیلئے پہلے سے ارادہ کر رکھا ہے اس پر زکوٰۃ نکالنا لازم نہیں ہے اور باقی تین منزلوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ومنها (أي من شروط وجوبها) كون النصاب ناميا حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة. (ہندیہ، کتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشراؤها زكريا ۱۷۴/۱، جدید ۲۳۵/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۷)

تجارتی زمین پر زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: [۴۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک بلڈر ہوں مکان بنا کر بیچتا ہوں میں نے مکان کی زمین خریدی کہ مکان بنا کر بیچوں گا لیکن کسی وجہ سے ایک بھی مکان نہ بنا سکا، اور ایک سال مکمل ہو گیا تو کیا صرف زمین پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر ہوگی تو کس اعتبار سے جس قیمت میں زمین خریدی ہے اس اعتبار سے یا ابھی فی الحال جو زمین کی قیمت ہے اس اعتبار سے؟

المستفتی: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب آپ نے مکان بنا کر بیچنے کی نیت سے زمین خریدی اور کسی وجہ سے زمین پر مکان نہیں بنا سکے اور اس زمین کو خریدے ہوئے ایک سال گزر گیا تو اس زمین پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اسلئے کہ یہ تجارتی زمین ہے، جو تجارتی سامان کے حکم میں ہے، اور زکوٰۃ موجودہ قیمت کے اعتبار سے نکالی جائے گی۔

عن سمرۃ بن جندب، قال أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دار الفكر ۶/۶۲، رقم: ۷۶۹۰)

عن ابن جريج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۹۷/۴، قم: ۷۱۰۵)

وما اشتراه لها أي للتجارة كان لها لمقارنة النية لعقد التجارة. (شامی، کتاب الزكاة، قبیل باب السوائم، کراچی ۲/۲۷۳، ذکر یا ۳/۱۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۱۱/۱۳ھ

۱۴۲۷/۱۱/۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۴۹/۳۸)

بلڈر کے مکان وزمین پر زکوٰۃ سے متعلق ایک مسئلہ

سوال: [۴۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک بلڈر ہوں ۲۰۰۲ء میں نے دس لاکھ روپیہ لگائے جس سے زمین خریدی ۲۰۰۵ء تک معاملہ یونہی رہا اور کوئی مکان کہیں نہ بن سکا ۲۰۰۶ء سے مکان بننا شروع ہوئے اور ۲۰۰۷ء میں پورا فلیٹ تیار ہو گیا، ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۷ء کے درمیان ۵/۵ مکانات فروخت ہوئے اس کے علاوہ تین مکانات قسطوں پر فروخت کئے جنکی آدھی قیمت آچکی ہے اور آدھی قسطوں میں آئیگی، اس کے علاوہ ۱۰/۱۰ مکان ابھی فروخت ہونا باقی ہیں، میں اپنی

سمجھ سے ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۵ء تک تو دس لاکھ کی زکوٰۃ نکالتا رہا لیکن ۲۰۰۶ء کے بعد کی زکوٰۃ کس طرح ادا کروں نیز جو مکان ابھی فروخت نہیں ہوئے ہیں کیا ان کی بازاری قیمت کے اعتبار سے انہیں بھی زکوٰۃ فی الفور واجب ہوگی یا فروخت ہونے کے بعد؟ برائے کرم ذرا تفصیل سے جواب دیں؟

المستفتی: محمد زبیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ نے ۲۰۰۲ء میں فلیٹ تعمیر کرانے کی غرض سے جوز میں دس لاکھ میں خریدی ہے ۲۰۰۵ء تک ہر سال سال پورا ہونے کے وقت کی یقینی قیمت کی زکوٰۃ آپ پر واجب ہے قیمت خرید (دس لاکھ) ہی کی زکوٰۃ آپ پر واجب نہیں بلکہ اگر قیمت کچھ بڑھ گئی تھی تو اسی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہے اور اگر قیمت گھٹ گئی تھی تو اس کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہے، اور ۲۰۰۶ء سے اداء زکوٰۃ کی شکل یہ ہے کہ سال پورا ہونے کے وقت اس زمین پر جتنے مکانات تعمیر ہو چکے تھے، چاہے وہ مکمل ہوں یا نامکمل زمین اور مکان سب کی اسی وقت کی مالیتی یقینی قیمت لگا کر زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے، یہ حکم ان مکانات کا ہے جو اس وقت تک فروخت نہیں ہوئے ہیں، بلکہ آپ کی ملکیت میں تھے، اور جو مکان فروخت ہو چکے تھے، ان کے وصول شدہ پیسوں پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح جو مکان قسطوں پر فروخت ہوئے تھے، ان کی جتنی قسطیں آچکی تھیں اس کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ رجیہ قدیم ۷/۳۶۵، ۳۷۰، جدید زکریا ۱۵۸/۱۶۰)

ويشترط في عروض التجارة أن تكون قيمتها نصاباً كاملاً في ابتداء الحول وانتهاؤه ولا عبرة لنقصان فيما بين ذلك . (تاتار خانيه، كتاب الزكاة الفصل الثالث زكاة عروض التجارة، كونه ۲/ ۲۴۰، زكريا ديوبند ۳/ ۱۶۸، رقم: ۴۰۱۱)

أوفى عرض تجارة قيمته نصاب -إلى- مقوماً بأحدهما إن استويا فلو أحدهما أروج تعين التقويم به . (شامی، کتاب الزكاة، باب زكاة المال کراچی

۲/۹۸، ۲۸/۳، ۲۹، ۲۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۶/۱۴۲۹ھ

فلیٹ اور بلڈنگ کے خریداروں کی پیشگی رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا

بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے کا کاروبار ہے، اس میں زکوٰۃ کے سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، زکوٰۃ نکالنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت کرنا ہے، تاکہ اس طریقے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب لگانے میں آسانی ہو جائے، دشواریاں لاحق نہ ہوں، ہمارے کاروبار کے سلسلے میں جن سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، وہ بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں!

(۱) زید نے بلڈنگ بنانے کیلئے زمین خریدی اور زمین خرید کر B.M.C. سے پلان پاس کروا کر فلیٹ کی بکنگ شروع کر دی، ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا ہے صرف پلان پر بکنگ کر دی ہے، تو یہ بکنگ جائز ہے یا نہیں؟ اور بکنگ میں جو رقم آئی ہوئی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بلڈنگ کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا ہے ڈھانچہ کھڑا ہو گیا ہے اور ۵۷ فیصد بلڈنگ کی تعمیر ہو گئی اور ۹۰ فیصد فلیٹ کی بکنگ ہو گئی ہے اور اس میں بعض لوگوں نے پورے پیسے ادا کر دیے ہیں، اور بعض لوگوں نے ۵۰ فیصد رقم ادا کی ہے، اور بعض لوگوں نے کچھ بھی رقم ادا نہیں کی ہے، اور بسا اوقات فلیٹ کینسل ہوتے ہیں، تو ان کی رقم واپس کرنی پڑتی ہے، اور ان ہی کی رقموں سے بلڈنگ کا کام ہوتا ہے، اب اگر ایک سال پورا ہو جائے تو اس ادھورے کام میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے، کیونکہ ابھی اس میں بلڈنگ کا اور کام باقی ہے، جس کو مکمل کرنے میں ۷ یا ۸ مہینے لگ جاتے ہیں، اس میں نفع کا بھی کوئی

اندازہ نہیں کہ کتنا نفع ہوگا، نفع کا اندازہ لگانا مشکل ہے، پورے نفع کا بھی کوئی اندازہ اس وقت ہوگا، جب تمام لوگوں کو فلیٹ کا قبضہ دیدیا جائے تو ابھی ایک سال پورا ہونے پر ناتمام تعمیر کے نفع کا اندازہ کیسے لگایا جائیگا اور زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جائے۔

المستفتی: مولانا آصف، پلپوری، روم نمبر ۳
حاجی چال پٹھان واڑی، سٹی مارگ، بمبئی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زکوٰۃ کے وجوب کیلئے ملکیت تامہ لازم اور شرط ہے، اگر ملکیت تامہ حاصل نہیں ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی، اور ملکیت تامہ کیلئے دو چیزیں لازم ہیں، (۱) قبضہ۔ (۲) ملکیت۔ لہذا اگر ان دونوں میں سے ایک بھی موجود نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، مثلاً ملکیت ہے مگر قبضہ نہیں یا قبضہ ہے لیکن ملکیت نہیں تو زکوٰۃ واجب نہیں، لہذا سوالنامہ میں درج کردہ شکل میں خریداروں کی پیشگی رقم جو حاصل ہوئی ہے، اس پر اس وقت تک ملکیت تامہ حاصل نہیں ہوتی جب تک فلیٹ تیار کر کے خریداروں کو قبضہ نہ دیدیا جائے، لہذا خریداروں کو فلیٹ پر قبضہ دینے سے پہلے پہلے اس کی زمین اور مالیت کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم ہے، جب بلڈروں نے فلیٹ کی زمین اور مالیت کی زکوٰۃ خریداروں کو قبضہ دینے سے پہلے پہلے ادا کر دی ہے تو خریداروں کی طرف سے جو پیشگی رقم ملی ہوئی ہے، اس کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم نہیں ہے اس لئے کہ پیشگی رقم کے مقابلہ میں فلیٹ کی جو مالیت بٹھکتی ہے اس کی زکوٰۃ بلڈروں نے ادا کر دی ہے، اور اگر بلڈر پیشگی قبضہ کی ہوئی رقم کی زکوٰۃ ادا کر دیں گے، تو فلیٹ کی زمین اور مالیت میں سے اتنی کی زکوٰۃ ادا کرنا بلڈروں پر لازم نہ ہوگا۔

ومنہا المملک التام هو ما اجتمع فيه المملک والید (الى قوله) وجد
الید دون المملک کملک المکاتب والمدیون لاتجب فيه الزکاة. (ہندیہ ،
کتاب الزکاة ، الباب الاول في تفسيرها وصفتها و شرائطها ذکر یا ۱/ ۱۷۲ ، جدید ۱/ ۲۳۳)
(۲) دوسرے سوال کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب میں آچکا ہے کہ ایسے ناتمام

اور نامکمل فلیٹ کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم ہے اور جو پیسہ پیشگی آیا ہو اس کی زکوٰۃ بلڈروں پر لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(فتویٰ نمبر الف: ۸۷۶۶/۳)

تجارتی پلاٹ اور اموال تجارت میں کس طرح پر زکوٰۃ

سوال: [۴۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سامان تجارت جو تاجر کے قبضہ میں ہے ادائیگی زکوٰۃ کے دن اس کی مالیت کا تعین کس نرخ سے کیا جائے، اپنی لاگت کے حساب سے کریں یا اس دن کی قوت خرید کا اعتبار کیا جائے؟ پھر یہ کہ تھوک کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا، یا پھلکروختگی کا اعتبار ہوگا؟

جو لوگ آراضی کی خرید و فروخت کو ایک تجارتی کاروبار کے طور پر کرتے ہیں، سال پورا ہونے پر نقد رقم کے علاوہ جو آراضی انکی ملکیت میں ہیں، وہ آراضی بھی اموال زکوٰۃ میں شمار ہوں گی؟ اور ان پر زکوٰۃ کا وجوب قیمت خرید کے اعتبار سے ہوگا، یا متوقع قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اموال زکوٰۃ میں اداء زکوٰۃ کیلئے چار قسم کے نرخ

سامنے آتے ہیں۔

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جس دن سال ختم ہو نیکی وجہ سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوا ہے، اگر اسی روز زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے، اور پھر بھاؤ میں گٹھاؤ بڑھاؤ ہو جائے تو حوالان حول کے دن جو بھاؤ عمومی طور پر پایا جاتا تھا اسی بھاؤ کا اعتبار کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

عند أبي حنيفة في
الزيادة والنقصان جميعاً يؤدى
قيمتها يوم الحول. (بدائع
الصنائع، كتاب الزكاة، فصل التصرف
فى مال الزكاة، زكريا ديوبند
۱۱۵/۲، كراچى قديم ۲/۲۳،
هنديہ، كتاب الزكاة، الباب الثالث،
الفصل الثانى فى العروض زكريا
ديوبند ۱/۱۸۰/۱/۲۴۱)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
تعالیٰ کے نزدیک حولان حول کے بعد اگر
زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے، اور مال کے بھاؤ میں
گھٹاؤ بڑھاؤ ہو جائے، تو جب بھی ادا کریگا
حولان حول کے دن کے بھاؤ کا اعتبار
کر کے ادا کریگا۔

(۲) حضرت امام ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک اگر یوم الحول میں زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے تو
وقت گزر جانے کے بعد جس دن بھی اسکی زکوٰۃ ادا کی جائیگی، اسی دن کی قوت خرید کے نرخ
کا اعتبار کر کے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، لہذا اگر بھاؤ گھٹ جائے تو گھٹے ہوئے کی قیمت لگا کر
زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور اگر بڑھ جائے تو بڑھے ہوئے کی قیمت لگا کر ادا کرنا لازم ہوگا۔

ترجمہ: اور حضرات صاحبین کے
نزدیک عین شئی میں سے ادا کرے دونوں
صورتوں میں یوم الأداء کے نرخ کا اعتبار ہے
چاہے مال کی قیمت کم ہوگئی ہو یا زیادہ۔
وعندهما فى الفصلين
جميعاً يؤدى قيمتها يوم الأداء
فى النقصان (إلى قوله) وفى
الزيادة الخ. (بدائع الصنائع،
كتاب الزكاة، فصل التصرف فى
مال الزكاة، زكريا ديوبند ۱۱۵/۲،

کراچى قديم ۲/۲۳)

(۳) متوقع قیمت فروخت کا اعتبار کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کی جائے لیکن یہ ایک امر
متردد فیہ ہے، اور زکوٰۃ مال متعین اور مال یقینی اور ملکیت یقینیہ پر ہی واجب ہوا کرتی ہے

اسلئے متوقع نرخ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) رأس المال اور لاگت کی قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے یہ ایک امر یقینی اور متعین ہے، اگر اس کا اعتبار کیا جائے، تو ملکیت تامہ اور ملکیت لازمہ پر زکوٰۃ ادا کرنا پایا جاتا ہے، اور شریعت اسلامی نے ملکیت لازمہ پر زکوٰۃ واجب کی ہے، ملکیت متردد فیہ پر زکوٰۃ واجب نہیں کی ہے، اس وجہ سے اس شکل کا اعتبار کرنے میں اگرچہ عبارات فقہیہ زیادہ ساتھ نہیں دیتی ہیں لیکن وجوب زکوٰۃ کی اصل علت اور بنیاد پر غور کرنے سے اس شکل کی قوت نظر آتی ہے، اسلئے اس صورت کو اگر جائز کہا جائے، تو گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور کتب فقہ کی عبارات اول الذکر دونوں شکلوں کی مؤید ہیں، لہذا حاصل یہ نکلے گا کہ تیسری شکل کے جواز کے دائرے میں آنے کیلئے کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور چوتھی شکل اصل و بنیاد و علت کے لحاظ سے جواز کے دائرے میں آسکتی ہے، اور اول و دوم کیلئے کتب فقہ کی صریح عبارات موجود ہیں، اسلئے ان تینوں شکلوں میں سے کسی بھی ایک کو معمول بہ بنایا جاسکتا ہے، مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق یوم الحول کے نرخ کا اعتبار کرنا راجح معلوم ہوتا ہے، اور تجارتی پلاٹ پر بھی مذکورہ تفصیل اور احکام لاگو ہوں گے، اور تھوک اور پھٹکر فروخت ہونیوالے اموال میں اداء زکوٰۃ میں حسب مناسب قیمت کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر تھوک بھاؤ میں فروخت ہونے والے اموال ہیں تو تھوک بھاؤ کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اور اگر پھٹکر میں فروخت ہونے والے اموال ہیں تو پھٹکر بھاؤ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ لندا علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۸/۲۸)

تجارتی پلاٹ کی زکوٰۃ کس وقت کی قیمت کے اعتبار سے ہوگی؟

سوال: [۴۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تجارتی

پلاٹ اور زمین پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں، اگر زکوٰۃ واجب ہے تو کس دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائیگا۔ مفصل بیان فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو پلاٹ یا زمین بیچنے کی نیت سے خریدے گئے تو ان کی موجودہ قیمت (وقت اداء) کا اعتبار ہوگا، اسی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۵، محمودیہ ڈابھیل ۹/۴۱۴، میرٹھ ۱۴/۱۳۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/۱۰۷، ایضاح النوادر ۴۲/۴۱، ایضاح المسائل ۱۰۶/۱، کتاب المسائل ۲/۲۱۷)

عن ابن جریج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته .
(مصنف عبد الرزاق ، الزكاة ، باب الزكاة من العروض ، المجلس العلمي ۴/۹۸ ، رقم: ۷۱۰۵)
عن الحسن ، فى رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة ؟ فقال :
يزكيه بقيمته يوم حلت . (المصنف لابن أبى شيبة ، الزكاة ، ما قالوا ، فى المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول ، مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/۵۲۶ ، رقم: ۱۰۵۵۹)
وجاز دفع القيمة فى الزكاة وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا
يوم الأداء ويقوم فى البلد الذى المال فيه (فى الشامية) وفى المحيط يعتبر يوم الأداء بالاجماع وهو الأصح . (شامى ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم زكريا ۳/۲۱۱ ، كراچی ۲/۲۸۶ ، ۲۸۵)

لأن الوجوب الأصلي عندهما هو ربع عشر العين وإنما له ولاية النقل إلى القيمة يوم الأداء فيعتبر قيمتها يوم الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، صفة الواجب فى اموال التجارة زكريا ۲/۱۱۱)
وعندهما فى الفصلين جميعاً يؤدى قيمتها يوم الأداء فى نقصان (إلى قوله) وفى الزيادة . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، التصرف فى مال الزكاة زكريا ۲/۱۱۵ ، كراچی ۲/۲۳)

الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها
نصاباً من الذهب والورق . (ہندیہ ، کتاب الزکاة ، الباب الثالث الفصل الثاني في
العروض زکریا ۱/۱۷۹، جدید ۱/۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۲/۴۰)

پٹرول کی زکوٰۃ و خمس کی شرعی حیثیت

سوال: [۴۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
موجودہ زمانے میں پٹرول ایک بہت قیمتی شے ہو گئی ہے پٹرول کے ذخائر رکھنے والے
ممالک دنیا کے افق پر چھائے ہوئے ہیں، اور یہ ایسی بیش بہا دولت بن گئی ہے کہ دینا کے
کسی ملک کو اس سے استغنائیں ہے، مزید یہ کہ جن ممالک میں پٹرول کے کنوئیں ہیں،
ان کے یہاں مال و زر کی ریل پیل لگ گئی ہے، اس لئے ہم مسلمان شریعت کی نگاہ سے
اپنے مال کی زکوٰۃ فقراء، غرباء، مساکین وغیرہ کو دیتے ہیں اور شریعت نے ہر مال
میں زکوٰۃ مقرر کی ہے، لہذا پٹرول بھی چونکہ معدنی اشیاء ذخائر میں شمار ہوتا ہے، لہذا
مساکین وغیرہ کو دیتے ہیں اور شریعت نے ہر مال میں زکوٰۃ مقرر کی ہے، لہذا اس میں
زکوٰۃ واجب ہوگی یا خمس، صورت مسئلہ میں پٹرول کو فرضی ملکیت قرار دیا جائے، یا قومی
ملکیت اور اس کی زکوٰۃ یا خمس کی وصولی کون کرے گا، حکومت وقت یا مسلمانوں کی کوئی
کمپنی؟ کیوں کہ منشاء سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کو قانونی و اعتباری شخص مانتے ہوئے اس
سے پٹرول کی زکوٰۃ وصول کی جاسکتی ہے؟ بایں سبب کہ اس وقت عالم عرب میں بہت سے
علماء حضرات حکومت سے پٹرول پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کر رہے ہیں، کیوں کہ حکومت
کے بجٹ میں بعض مصارف زکوٰۃ جیسے محتاج مسافر کی مدد، اور نو مسلم کی مدد، کے لئے رقم
مختص نہیں ہوتی ہے، جبکہ بعض دیگر علماء حضرات حکومت سے پٹرول پر خمس یا زکوٰۃ لینے کو

غلط سمجھتے ہیں، کیوں کہ پورے پٹرول پر بیت المال کی ملکیت ہے اور زکوٰۃ کے طور پر بعض مال کو حکومت کے نکال دینے کے بعد اسی فیصد میں حکومت اپنے آپ کو آزاد سمجھ لے گی، جس سے بیت المال کے غلط استعمال کا خدشہ ہے۔

امید ہے کہ آنجناب مسئلہ مذکورہ کا کافی ثانی جواب دلائل کیساتھ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

نوٹ: آنجناب کا جواب دلائل کے ساتھ ایک کتاب میں جو اسی موضوع پر شائع ہونے والی ہے ذکر کیا جائے گا۔

المستفتی: عطاء اللہ شاہ بخاری، جامع مسجد، مونگیر
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پٹرول کے بارے میں کئی روز تک غور و خوض کیا گیا تمام فقہاء احناف کی جزئیات اور عبارات اس سلسلے میں حتمی طور پر ایک ہی طرح ہیں کہ پٹرول پر خمس واجب نہیں ہے، ہاں البتہ اس کی تجارت کی صورت میں زکوٰۃ کی شرائط کے مطابق زکوٰۃ نکالی جائیگی، اب رہی وہ حکومتیں جن کے دائرے مملکت میں پٹرول کا خزانہ نکلتا ہے، جیسے سعودی مملکت اور کویت حکومت وغیرہ جن میں پٹرول کے خزانہ کے خزانہ نکل رہے ہیں، اور وہ حکومتیں دیگر ممالک میں پٹرول اور ڈیزل وغیرہ کی تجارت کرتی ہیں ان کی تجارت کے اعتبار سے ڈھائی فیصد اس کی زکوٰۃ نکال کر کے اپنے مملکت کے مصرف زکوٰۃ پر خرچ کرنا ان پر لازم ہوگا، اور شرعی بیت المال کی چاروں قسموں میں سے ایک قسم بیت المال فقراء ہوتا ہے، جس میں زکوٰۃ وغیرہ جمع ہوتی ہے، اسی بیت المال اور اسی فنڈ میں اس کو اکٹھا کرنا چاہئے، پھر وہاں سے زکوٰۃ کے مصرف پر خرچ کرنا چاہئے، اور اپنے اکابر میں سے فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے جو لکھا ہے، اس کا بھی حاصل یہی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈبھیل ۹/۳۵۸، میرٹھ ۱۲/۶۸)

ہاں البتہ امام احمد بن حنبل کے بارے میں امام بدر الدین عینیؒ نے شرح بخاری

میں یہ نقل فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک پٹرول میں بھی خمس واجب ہے، اور علامہ عینیؒ کی عبارت آگے نقل کی جا رہی ہے، لیکن مسلک حنبلی کے اہم فقیہ ابن قدامہؒ نے المغنی میں یہ نقل فرمایا ہے کہ ان سب چیزوں میں فوری طور پر مقدار زکوٰۃ واجب ہے یعنی ربع عشر ڈھائی فیصد واجب ہے، ابن قدامہؒ کی عبارت بھی ذیل کی عبارتوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ حنفیہ کے نزدیک تجارت کی صورت میں زکوٰۃ کے اصول کے مطابق پٹرول کی زکوٰۃ نکالی جائیگی، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور حنابلہ کے نزدیک بعض عبارات سے وجوب خمس کی بات معلوم ہوتی ہے، اور بعض عبارات سے فوری طور پر وجوب زکوٰۃ کی بات معلوم ہوتی ہے، اور پٹرول کے ذخیرے جن ممالک میں ہیں، وہ حکومتیں چوں کہ حنبلی مسلک کی ہیں، اس لئے فوری طور پر خمس یا ربع عشر نکالنے کے بعد بقیہ ذخیرہ کی جب تجارت ہو جائے تو تجارت کے اصول کے مطابق سالانہ اس کی زکوٰۃ بھی نکالی جائے، اب عربی عبارتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

و ذکر حمید بن زنجویہ النسائی فی کتاب الأموال عن علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه جعل المعدن ركازاً وأوجب فيه الخمس ومثله عن الزهري وروی البیهقی من حدیث مکحول أن عمر بن الخطابؓ ... جعل المعدن بمنزلة الركاز فيه الخمس ، فافهم ، الوجه الرابع فی المعدن وهو أنواع ثلاثة ما يذوب بالنار - إلى - وما يكون مائعاً كالقار والنفط والملح المائي ونحوها ، فالوجوب يختص بالنوع الأول دون النوعين الآخرين عندنا وأوجب أحمد في الجميع ومالك والشافعي في الذهب والفضة خاصة وعموم الحديث حجة عليه . (عمدة القاری بیروت ، کتاب الزکاة ، باب فی الزکاة الخمس تحت رقم / ۱۴۹۹ ، ۱۰۳ / ۹ ، زکریا / ۵۶۷)

أحدها في صفة المعدن الذي يتعلق به وجوب الزكاة وهو كل ما خرج من الأرض مما يخلق فيها من غيرها مما له قيمة كالذي ذكره

الخرقى ونحوه من الحديد - إلى - وكذلك المعادن الجارية كالقار والنفط والكبريت ونحو ذلك - إلى - الفصل الثاني فى قدر الواجب وصفته وقدر الواجب فيه ربع العشر وصفته أنه زكاة وهذا قول عمر بن العزيز ومالك. (المغنى ٢/ ٣٣٠، ٣٣١)

اعلم أن المستخرج من المعادن أنواع ثلاثة منها جامد يذوب وينطبع كالذهب والفضة والحديد والرصاص والنحاس - إلى - ومنها مائع لا يجمد كالماء والزئبق والنفط - إلى - وكذلك الذائب الذى لا يتجمد أصلاً فلا شئى فيه لأن أصله الماء والناس شركاء فيه شرعاً قال صلى الله عليه وسلم الناس شركاء فى ثلاث فى الماء والكأ والنار فما يكون فى معنى الماء وهو أنه يفور من عينه ولا يستخرج بالعلاج ولا يتجمد كان ملحاً بالماء فلا شئى فيه . (المبسوط، كتاب الزكاة، باب المعادن وغيرها، دار الكتب العلمية ٢/ ٢١١، ٢١٢)

وأما المائع كالقير والنفط فلا شئى فيه ويكون للواجد لأنه ماء وإنه مما لا يقصد بالاستيلاء فلم يكن فى يد الكفار حتى يكون من الغنائم فلا يجب فيه الخمس . (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، زكاة المعادن ذكرى ٢/ ١٩٤)

فاعلم أن المستخرج من المعدن ثلاثة أنواع - إلى - (الثالث) مائس بجامد كالماء والقير والنفط ولا يجب الخمس إلا فى النوع الأول . (فتح القدير، كتاب الزكاة، باب المعادن والركاز اشرفيه ٢/ ٢٣٩، كراچى ٢/ ١٧٩)

والنوع الثانى ما كان مائعاً كالقار والنفط ولا شئى فيه لأنه مائع بمنزلة الماء . (الكفايه، كتاب الزكاة، باب المعادن والركاز ٢/ ١٧٩، كراچى مع الفتح)

اعلم أن المستخرج من المعدن ثلاثة أنواع - إلى - وما ليس بجامد كالماء والقير والنفط ولا يجب الخمس إلا فى النوع الأول . (طحطاوى على

الدر، کتاب الزکاة، باب الرکاز کراچی ۱/ ۴۱۵)

وثالثها مائع لا يتجمد كالماء والقیر والنفط ولا يجب الخمس إلا
فی النوع الأول . (تبیین الحقائق کتاب الرکاز، باب الرکاز، زکریا ۲/ ۲۳۴)

ولا شیئی فی عین القیر والنفط والملح سواء كان فی أرض عشر أو
خراج . (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الزکاة، المعادن والرکاز، الكنوز ۳/ ۳۴۷، رقم: ۴۵۳۵)

ولا فی عین قیر أي زفت و نفط دهن یعلو الماء مطلقاً أي فی أرض
خراج أو عشر . (شامی، کتاب الزکاة، باب العشر کراچی ۲/ ۳۳۱، زکریا ۳/ ۲۷۳)

وأما المائع كالقیر والنفط وماليس بمنطبع ولا مائع كالنورة والجص
والجواهر فلا شیئی فیها وكلها لو اجدھا . (الموسوعة الفقهیة ۳۸/ ۱۹۴)

وأما المائع كالقیر والنفط -إلى- فلا شیئی فیها . (هنیدی، کتاب
الزکاة، الباب الخامس فی المعادن والرکاز زکریا ۱/ ۱۸۵، جدید ۱/ ۲۴۶)

والمائع ما كان كالقار -الزفت- والنفط، زيت البترول الغاز
ونحوهما - إلى - وأما المائع القار والنفط والملح فلا شیئی فیہ أصلاً . (الفقه
على المذاهب الأربعة ۱/ ۶۱۲، ۶۱۳)

والمعادن ثلاثة أنواع -إلى- مائع ليس بجامد كالقار (الزفت) والنفط
(البترول) ولا يجب الخمس إلا فی النوع الأول . (الفقه الإسلامی، الهدی انٹرنیشنل

دیوبند، زکاة المعادن والرکاز، الهدی انٹرنیشنل دیوبند ۲/ ۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۳۹)

تجارتی زمین کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

قاضی انصار حسین صاحب نے دو قطعہ زمین اس غرض سے خریدی تھی کہ ایک قطعہ پر مکان بنائیں گے اور دوسرے قطعہ کو قیمت بڑھنے کے بعد فروخت کر کے اس کا پیسہ تعمیر میں لگا دیں گے کچھ عرصہ بعد اس زمین کو فروخت کر دیا گیا جس کو فروختگی کی نیت سے خرید تھا، اور وہ زمین ابھی باقی ہے جس کو مکان بنانے کی نیت سے خریدا تھا اب ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دوسرے قطعہ پر مکان بنانے کا ارادہ نہیں اور اب اس کو بھی فروخت کرنے کا ارادہ ہو گیا ہے، اب مسئلہ شرعی یہ معلوم کرنا ہے کہ موجودہ زمین جس کو مکان بنانے کیلئے خریدا گیا تھا اسے فروخت کرنے سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی دوسری بات یہ بھی معلوم کرنی ہے، کہ جو زمین فروختگی کے لئے خریدی گئی تھی اس کو خریداری کے تقریباً پانچ چھ سال بعد فروخت کر دیا گیا تھا، مگر ان پانچ چھ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی تھی، سوال یہ ہے کہ ان پانچ چھ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہے یا نہیں؟ اور کس ویلیو سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور فروختگی کے بعد جو پیسہ آیا تھا اس کی بھی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اس کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائیگی؟ جو بھی طریقہ ہو اس کو شریعت کی روشنی میں بیان فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: قاضی عبد الماجد، شوکت باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں دو قطعہ زمین کا ذکر ہے ان میں سے جو زمین مکان بنانے کیلئے خریدی گئی تھی اور بعد میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ اب اس زمین پر مکان بنانے کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ہے تو اس زمین کی قیمت پر اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں ہے، جب تک کہ اس کو فروخت کر کے پیسہ کی شکل میں اس کی قیمت ملکیت میں نہ آجائے، اب رہی دوسری زمین جس کو قیمت بڑھنے پر فروخت کرنے کے ارادہ سے خریدا تھا، تو اس زمین کی ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا لازم تھا، اور جن پانچ چھ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی تھی ان

سالوں کی قیمت معلوم کر کے زکوٰۃ نکالنا لازم ہے، اگر عام لوگوں سے ان سالوں کی قیمت معلوم نہ ہو سکے تو متعلقہ سرکاری محکمہ سے ان سالوں کی قیمت معلوم ہو جائیگی، اسے معلوم کر کے زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، اور زمین کو فروخت کرنے کے بعد جو پیسہ قبضہ میں آیا ہے، اس پیسہ کی زکوٰۃ ہزار میں سے پچیس روپیہ اور ایک لاکھ میں ڈھائی ہزار روپیہ کے حساب سے نکالنا لازم ہے، اگر کئی سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے، تو ہر سال ڈھائی فیصد کے حساب سے نکالنے کے بعد دوسرے سال پچھلے سال کے ڈھائی فیصد کم کر کے بقیہ میں سے ڈھائی فیصد نکالے جائیں۔

عن نافع، عن ابن عمر[ؓ] قال: ليس في العروض زكاة، إلا ما كان للتجارة. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دار الفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸، المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۶۰)

عن أبي عمر و بن حماس، عن أبيه، قال: كنت أبيع الأدم والجعاب، فمر بي عمر بن الخطاب، فقال لي: أد صدقة مالک، فقلت يا أمير المؤمنين إنما هو في الأدم، قال: قومه ثم أخرج صدقته. (سنن الدارقطني، الزكاة، باب تعجيل الصدقة، قبل الحول، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۱۰۹، رقم: ۱۹۹۹)

ولونوی التجارة بعد العقد أو اشترى شيئاً للقنية ناویاً أنه إن وجد ربحاً باعه لازكاة عليه (تحتہ فی الشامیہ) ولونوی الخ محترز قوله و شرط مقارنتها لعقد التجارة. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، قبیل باب السوائم زکریا دیوبند ۳/۱۹۵، کراچی ۲/۲۷۴)

وتشترط نية التجارة في العروض ولا بد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترى شيئاً لنفسه ناویاً أنه إن وجد ربحاً باعه، لازكاة عليه. (الاشباه والنظائر قدیم ۳۸/۷۹، زکریا)

الزکاة واجبة فی عروض التجارة کائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب ويشترط نية التجارة وفي هامش الهدية أي حالة الشراء أما إذا كانت النية بعد الملك فلا بد من اقتران عمل التجارة بنية لأن مجرد النية لا يعمل . (هدايہ ، کتاب الزکاة ، فصل فی العروض اشرفیہ دیوبند ۱/۷۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/۱۴۳۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۵۸۵)

پیشگی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور اس کے بھائی بہنوں کو والد کے ورثہ میں ایک پلاٹ ملا، پلاٹ کو بیچنے کے لئے ایک شخص (عمر) سے بات ہوگئی، قیمت طے ہوگئی عمر کو کچھ کاغذات بنانا ہے، اس دوران عمر نے کچھ رقم پیشگی ادا کی، زید کو بھی پیشگی رقم ملی، اور زید کا معمول ۱/ رمضان کو زکوٰۃ کا حساب کرنا ہے، تقریباً دو ماہ قبل پیشگی رقم ملی، کیا زید کو پیشگی رقم پر بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

المستفتی: محمد افتخار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو پیشگی رقم ادا کی گئی ہے وہ رقم اگر بیعانہ اور معاہدہ بیع کے طور پر ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا زید پر لازم نہیں اس لئے کہ بیع تام نہیں ہوئی اور یہ رقم بطور امانت کے ہے، اگر خریداری کی بات ختم ہو جاتی ہے، تو اس رقم کی واپسی شرعاً لازم ہے، اور اگر پیشگی دی گئی رقم بیعانہ اور معاہدہ بیع کے طور پر نہیں ہے بلکہ عقد بیع مکمل ہونے کے بعد

قیمت کا ایک حصہ دیا گیا ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

وأما المستفاد في أثناء الحول فيضم إلى مجانيه ويزكى بتمام الحول الأصلي. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند/۷۱۵، ہندیہ، کتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۵، جدید ۱/۲۳۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۰/۱۴۳۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ شوال ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۶۲/۴۰)

بیعہ کی رقم ادا کرنے کے بعد ما بقیہ رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی زکوٰۃ ہر سال رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں نکالتا ہے، زید نے رجب کے شروع میں ایک مکان خریدا بیعہ کے طور پر کچھ رقم رجب میں دیدی باقی رقم عید الفطر کے بعد دینے کا وعدہ کر لیا معلوم یہ کرنا ہے کہ زید جب رمضان کے شروع میں زکوٰۃ ادا کرے گا تو کیا اس رقم کی بھی زکوٰۃ دے گا جس کا مکان کے خریدنے پر عید الفطر کے بعد ادائیگی کا وعدہ کیا ہے، یا مکان کے خریدنے کی رقم الگ نکال کر تب بقیہ رقم کی زکوٰۃ نکالے شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب دیں؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید نے بیعہ کے طور پر جو رقم ادا کر دی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن باقی رقم جو اس نے عید الفطر کے بعد دینے کا وعدہ کیا ہے، وہ زید ہی کی ملکیت میں ہے، اسلئے اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی، جبکہ مکان پر قبضہ نہ کیا

ہو۔ (مستفادانوار مناسک/۱۶۰)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه يزكى ذلك الباقي ، وإن كان قصده الإنفاق منه أيضاً في المستقبل . (شامی ، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاءً ، کراچی ۲/۲۶۲ ،

زکریا ۳/۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷/۱۰/۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۱۰/۲۹ھ

تجارتی زمین پر ہر سال ادائیگی زکوٰۃ کے وقت کی قیمت معتبر ہے

سوال: [۴۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زمین بغرض تجارت خریدی ہو بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوگی یعنی جب سے زمین خریدی ہو یا بلڈنگ بنانے کے بعد فروخت کی ہو یا صرف ہوئے منافع پر زکوٰۃ دینی واجب ہوگی؟

المستفتی: عبدالرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر یہی کاروبار ہے تو پورے سرمایہ کی زکوٰۃ ہر سال جس وقت ادا کی جاتی ہے اسی وقت سے قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا، اگر یہ پہلا سرمایہ ہے تو خریداری پر سال گزرنے کے بعد اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

عن سمرة بن جندب رض قال: أما بعد! فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن

نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب العروض إذا

كانت للتجارة هل فيها من زكاة، النسخة الهندية ۱/۲۱۸، دار السلام رقم: ۱۵۶۲)

عن ابن عمرؓ قال: ليس في العروض زكاة إلا ما كان للتجارة. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفکر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

عن عائشةؓ قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (سنن ابن ماجه، كتاب الزكاة، باب من استفاد مالا، النسخة الهندية ۱/۱۲۸، دارالسلام رقم: ۱۷۹۲)

عن الحسن، في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال: يزكيه بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۵۹)

وتشترط نية التجارة في العروض الخ. (الأشباه قديم ۳۸/زكريا/۷۹)

لازكاة في مال حتى يحول عليه الحول الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، اشرفيه ديوبند ۱/۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱ھ/۸/۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف توئی نمبر: ۲۶/۲۳۳۲)

وکیل بالشراء کے پاس پھنسے ہوئے روپیوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے بلڈر کو دو لاکھ روپے مکان خریدنے کیلئے دیئے لیکن بلڈر نے چار سال کے بعد کسی وجہ سے مکان میرے حوالہ کیا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ان چار سالوں میں ان دو لاکھ روپیوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر بلڈر یہ مکان نہ دے بلکہ میرا روپیہ ہی واپس کر دے تو ان روپیوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ واضح ہو کہ یہ مکان بغرض تجارت خرید تھا رہائش کیلئے نہیں؟ جواب سے نوازیں، عنایت ہوگی؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ کی عبارت سے اصل حقیقت واضح نہیں ہو پائی ہے اگر سوال کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے بلڈر کو اسی مکان کو خریدنے کیلئے روپیہ دیا ہے، جو مکان بلڈر نے چار سال بعد آپ کے حوالے کیا تھا، اور یہ مکان آپ نے تجارت کیلئے ہی خریدا ہے، تو ایسی صورت میں بلڈر نے چار سال پہلے آپ سے جو دولاکھ روپے لے لئے وہ آپ کی ملکیت سے خارج ہو گئے اب تجارتی مکان آپ کی ملکیت میں چار سال بعد آیا ہے، تو اگر آپ کا روپیہ یا مکان آپ کو ملنے میں کوئی تردد نہیں تھا، بلکہ یقینی تھا کہ مثلاً مکان آپ کو ملنا ہی ملنا ہے لیکن آپ نے رعایہ ان کے پاس چھوڑے رکھا یا اس کو کرایہ پر دے رکھا تھا، اور جب آپ چاہتے تو اپنا روپیہ یا مکان اپنے قبضہ میں لے سکتے تھے، تو ایسی صورت میں آپ پر دولاکھ روپیہ کی مالیت کی چار سال کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہوگی، اور اگر وہ روپیہ بلڈر کے پاس جا کر پھنس گیا اور بیسہ یا مکان پر قبضہ کرنا آپ پر آسان نہیں تھا، تو آپ پر پچھلے چار سالوں کی زکوٰۃ لازم نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۲۷)

عن السليث بن سعد أن عبد الله بن عباس ، وعبد الله بن عمر رضي الله عنهم ، قالوا : من أسلف مالا فعليه زكاته في كل عام ، إذا كان في ثقة . (السنن الكبرى للبيهقي ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الدين إذا كان على ملي موفي ، دار الفكر ۶/۶۸ ، رقم: ۷۷۱۳)

عن نافع ، عن ابن عمر قال: زكاة أموالكم حول الی حول ، فما كان من دين ثقة فزكوه ، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتی يقبضه صاحبه . (المصنف لابن أبي شيبة ، كتاب الزكاة ، في زكاة الدين ، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۴۸۵ ، رقم: ۱۰۳۵۱)

أما القوی وهو الذی وجب بدلا عن مال التجارة إلى قوله يؤدي زكوته قل المقبوض أو كثر . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، فصل وأما الشرائط التي

ترجع إلى المال مراتب الديون كراچی ۲/۱۰، زکریا ۲/۹۰، البحر الرائق، کتاب الزکاة، کوئٹہ ۲/۲۰۷، زکریا دیوبند ۲/۳۶۳، ۳۶۴، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتها و شرائطھا زکریا ۱/۱۷۵، جدید ۱/۲۳۶، قاضیخان علی ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة، فصل فی مال التجارۃ زکریا ۱/۲۵۳، جدید ۱/۱۵۵، مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۸۹، قدیم مصری ۱/۱۹۵)

أما الدين الضعيف وهو الذي وجب له بدلاً عن شيء (إلى قوله) ولا زكوة فيه ما لم يقبض كله ويحول عليه الحول بعد القبض .
(بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل وأما الشرائط التي ترجع إلى المال مراتب الديون زکریا دیوبند ۲/۹۰، کراچی ۲/۱۰)

يقرر المديون بالدين وبملاءته ولا يقدر الدائن على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم . (شامی، زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۳۹/۳۵)

جس مال تجارت کی قیمت ادا کر کے قبضہ نہیں کیا اس کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کر دی گئی ہو لیکن مال کی وصولی اب تک نہیں ہو سکی ہے، وہ قیمت جو ادا کی جا چکی ہے، اور وہ مال جو خریدار کے ملک میں آچکا لیکن قبضہ میں نہیں آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس مال تجارت کی مشتری نے قیمت ادا کر دی ہے

لیکن ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اسکی زکوٰۃ مشتری پر واجب نہیں ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ/۱/۳۴۶)
ولا فیما اشتراہ لتجارۃ ترجمہ: یعنی جو مال تجارت کی غرض
قبل قبضہ۔ (الدر المختار، کتاب
 لزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۰،
 کراچی ۲/۲۶۳)

السمیع قبل القبض لا تجب فیہ الزکاة۔ (حاشیہ چلیبی علی هامش التبین،
 کتاب الزکاة، امدادیہ ملتان ۱/۲۵۷، زکریا دیوبند ۲/۳۰)
 ترجمہ: یعنی قبضہ سے قبل بیع میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔
 اور قبضہ کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ مشتری پر واجب ہوگی یا نہیں؟ تو اس میں
 حضرات فقہاء کرام کا اختلاف ہے قاضی خان کی عبارت سے واضح ہوتا ہے، کہ مشتری پر سنین
 ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

رجل له سائمة اشتراها رجل للسائمة ولم يقبضها حتى حال
 الحول ثم قبضها لازکوة على المشتري فيما مضى؛ لأنها كانت مضمونة
 على البائع بالثمن۔ (شامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۰، کراچی ۲/۲۶۳،
 وھکذا قاضیخان علی هامش الھندیہ، کتاب الزکاة، قبیل فصل فی أداء الزکاة زکریا
 دیوبند ۱/۲۶۰، جدید ۱/۱۶۰)

ترجمہ: کسی شخص کے پاس چر کر گزارا کرنے والے جانور ہیں ان کو دوسرے شخص نے
 نسل بڑھانے اور چرا کر پالنے کی نیت سے خرید کر قبضہ نہیں کیا ہے، حتیٰ کہ سال گذر گیا تو
 سنین ماضیہ کی زکوٰۃ مشتری پر واجب نہ ہوگی، اسلئے کہ وہ بائع کی ضمانت میں ہے۔
 لیکن راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ مال تجارت میں قبضہ کے بعد مشتری پر سنین
 ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب اور ضروری ہے، اسلئے کہ قبضہ سے قبل جو ملکیت ناقص ہوتی ہے
 اس پر بھی قبضہ کے بعد اصحاب حال کے قاعدہ سے ملکیت تامہ کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔

وَأَمَّا بَعْدَهُ (أَي بَعْدَ الْقَبْضِ) فَيُزَكِّيهِ عَمَّا مَضَى . (شامی ، کتاب الزکاة ،

زکریا دیوبند ۳/۱۸۰ ، کراچی ۲/۲۶۳)

ترجمہ: یعنی مال تجارت میں قبضہ کے بعد سنین ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔
 لَا تَجِبُ الزَّكَاةُ مَعَهُ
 قبل قبضہ ، وَاَمَّا بَعْدَ قَبْضِهِ
 فَتَجِبُ زَكَاةُ مَا مَضَى
 كَالَّذِينَ الْقَوِي الْخ.
 (البحر الرائق ، کتاب الزکاة ، زکریا
 دیوبند ۲/۳۶۵ ، کوئٹہ ۲/۲۰۹)

اور مشتری نے بیع کی جو قیمت بائع کو ادا کر دی ہے، اس پر بائع کی ملکیت اور قبضہ دونوں جمع ہو کر ملکیت تامہ کے دائرے میں داخل ہو چکی ہے، اسلئے اسکی زکوٰۃ ادا کرنا بائع پر لازم ہوگا، مشتری پر نہیں ہوگا۔

ترجمہ: یعنی کسی شخص نے بغرض تجارت ایسا غلام خریدا جس کی قیمت دوسودرہم ہے، اور ثمن ادا کر دیا لیکن قبضہ نہیں کیا حتیٰ کہ سال گزر گیا اور غلام بائع کے یہاں ہلاک ہو جائے، تو دوسودرہم کی زکوٰۃ بائع پر لازم ہے، اس لئے کہ وہ اس ثمن کا مالک ہو چکا ہے، اور مشتری پر زکوٰۃ نہیں ہے، اسلئے کہ اس کی ملکیت سے نکل کر بائع کی ملکیت میں داخل ہو کر اس پر سال گزر چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

رجل اشتری عبداً
 للتجارة يساوي مائتي درهم
 ونقد الثمن ولم يقبض العبد
 حتى حال الحول فمات العبد
 عند البائع كان على بائع العبد
 زكاة المائتين فلا نه ملك
 الثمن (إلى قوله) لازكاة على
 المشتري لأن الثمن زال عن
 ملكه إلى البائع . (البحر الرائق ، کتاب
 الزکاة ، کوئٹہ ۲/۲۰۳ ، ۲۰۴ ، زکریا

دیوبند ۲/۳۵۷، قاضیخان علی
 هامش الہندیہ، کتاب الزکاة، قبیل
 فصل فی أداء الزکاة زکریا
 دیوبند ۱/۲۵۹، جدید ۱/۱۵۹

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۰۳۷/۲۸)

غیر مقبوض مال کی زکوٰۃ

سوال: [۲۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید چڑھ کا کاروبار کرتا ہے، بعض مرتبہ رقم ایسی رک جاتی ہے، کہ ملنے کی جلدی امید نہیں ہوتی ہے، اگر ایسی رقم سے کچھ رقم مل جائے تو زکوٰۃ فوراً واجب ہوگی؟ یا پھر سال گزرنے پر اور گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ تو واجب نہیں ہے صرف رقم کا چالیسواں حصہ ہی کافی ہوگا؟ یا گذشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ مفصل بیان کریں

المستفتی: رحمۃ اللہ قاسمی، مدرسہ دارالعلوم سنبھل، مراد آباد
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر جب چاہے رقم نہیں ملتی ہے تو ایسی رکی ہوئی رقم پر وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا واجب نہیں جتنی رقم وصول ہوتی رہے اتنے کی زکوٰۃ ادا کر دیا کریں، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ایسی صورت میں دینا رائج قول کے مطابق واجب نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۲۸)

عن عبد اللہ بن دینار، عن ابن عمرؓ قال: زکوا ماکان فی ایدیکم، وماکان من دین تقمہ، فهو بمنزلۃ ما فی ایدیکم، وماکان من دین ظنون فلا زکاة فیہ حتی یقبضہ. (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکاة، باب زکاة الدین إذا کان

علی معسر أو جاحد دارالفکر ۶/۶۹، رقم: ۷۷۱۷)

ولو كان الدين على مقر مليء أو على معسر أو مفلس أي محكوم بإفلاسه أو على جاحد عليه بينة وعن محمد لا زكوة وهو الصحيح . (البر المختار مع الشامى ، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۳/۱۸۴، ۱۸۵، كراچی ۲/۲۶۶، ۲۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ صفر ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۱۹/۳۷)

ناقص اور نامکمل مکان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: [۴۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا چار مکان بنانے کا ارادہ ہے، جس میں سے ہر ایک کی قیمت ساڑھے تین لاکھ روپیہ رکھی ہے، جن میں سے ایک مکان مکمل تیار ہے، دوسرے میں پلاسٹر اور ٹائلز کا کام باقی ہے اور دوسرے دو مکان نامکمل ہیں یعنی صرف دیواریں اور چھت مکمل ہوئی ہے، ان سے اوپر کی منزل کی تعمیر ابھی باقی ہے، تو ان مکانوں کی زکوٰۃ کس طرح ادا کروں؟ فروختگی کی قیمت ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے اعتبار سے ہر مکان کی زکوٰۃ ادا کروں یا جو مکان مکمل ہے اس کی مکمل اور جو ناقص ہے اس کی اسی اعتبار سے زکوٰۃ ادا کروں؟

المستفتی: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو مکان مکمل تعمیر ہو چکا ہے، اس کی زکوٰۃ اس کی مکمل قیمت کے حساب سے نکالی جائیگی اور جو مکان ناقص تعمیر ہوا ہے، اس کی زکوٰۃ اس کی ناقص قیمت کے حساب سے نکالی جائیگی۔

عن ابن جریج قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته.

(مصنف عبدالرزاق، الزکاة، باب الزکاة من العروض، المجلس العلمي ۹۷/۴، رقم: ۷۱۰۵)
عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال يزكيه،
بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، ما قالوا في المتاع يكون عند
 الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جلد ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۵۹)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الأداء وهو الأصح. (شامی، کتاب
 الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی ۲۸۶/۲، زکریا ۲۱۱/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۷/۱۱/۱۲
 (الف فتویٰ نمبر: ۹۱۴۹/۳۸)

استعمال کیلئے خریدے گئے پلاٹ کی رقم پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے
 ایک پلاٹ ۱۹۹۳ء میں اپنے استعمال کی نیت سے خریدا تھا لیکن اب زید اس کو فروخت کر کے
 کوئی دوسرا مکان یا پلاٹ خریدنا چاہتا ہے، کیا زید کو اس فروخت شدہ پلاٹ کی رقم پر زکوٰۃ ادا
 کرنی فرض ہوگی یا نہیں؟ اگر ہاں تو کب سے ابھی فروخت نہیں کیا ہے؟

المستفتی: سید آفتاب علی، جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صرف فروخت کرنے کی نیت سے وہ پلاٹ تجارتی
 نہ ہوگا، جبکہ خریدتے وقت استعمال کی نیت رہی ہو سو النامہ میں ہے کہ ابھی تک فروخت بھی
 نہیں کیا ہے، بلکہ صرف ارادہ ہے تو ایسی صورت میں ایسے پلاٹ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی
 بلکہ جب فروخت کر دیگا اور اس کے بعد سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے دوسرا
 پلاٹ استعمال کیلئے خریدے گا تو بھی اس کی زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

عن ابن عمر^{رض} قال: ليس في العروض زكاة، إلا ما كان للتجارة.

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

عن ابن عمر قال: ليس في العروض زكاة؛ إلا عرض في تجارة فإن

فيه زكاة. (المصنف لابن أبي شبيب، كتاب الزكاة، ماقالوا في المتاع يكون عند الرجل

يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جديده ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۶۰)

قالوا في الزكاة لو نوى فيما كان للتجارة أن يكون للخدمة كان

للخدمة وإن لم يعمل، بخلاف عكسه وهو ما إذا نوى فيما كان

للخدمة، أن يكون للتجارة لا يكون للتجارة حتى يعمل لأن التجارة

عمل فلا يتم بمجرد النية والخدمة ترك التجارة فتتم بها الخ.

(الأشبهاء قديم ۵۱/ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۷۹/۳۳)

مکان بنانے کے ارادے سے خریدی گئی زمین میں تجارت کی نیت کرنا

سوال: [۴۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں

نے ایک زمین خریدی تھی جس پر کہ میرا ارادہ مکان بنا کر رہنے کا تھا، کیونکہ میرے پاس اپنا

کوئی مکان نہیں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں جہاں پر زمین خریدی تھی وہاں پر آبادی نہ

ہونے کی وجہ سے مکان بنا کر رہنا ممکن نہیں اب پچھلے ایک سال سے میں ہر چند یہ کوشش

کر رہا ہوں کہ کم از کم جتنے قیمت کی میں نے زمین خریدی تھی اتنے ہی کی بک جائے چاہے

مجھ کو کوئی فائدہ نہ ہو مگر ہر چند لوگوں سے ذکر کرنے اور رابطہ کرنے کے باوجود وہ زمین نہیں

بک سکی فائدہ تو درکنار اس کی قیمت بھی نہیں مل پارہی ہے، اس طرح وہ پیسہ پھنسا ہوا ہے،

کیا مجھ کو اس مکان کی قیمت کی زکوٰۃ دینی چاہئے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کبھی میرے دل

میں کسی وقت یہ خیال آیا ہو کہ یہ زمین فائدہ سے بک جائے گی تو کسی دوسری جگہ زمین یا مکان لے لوں گا؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: نظام الدین، محلّہ رفعت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ زمین پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اگرچہ یہ نیت کیوں نہ کی ہو کہ جب نفع ملے گا تو بیچ دیں گے۔

عن نافع، عن ابن عمر، قال: ليس في العروض زكاة، إلا عرض في تجارة، فإن فيه زكاة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ما قالوا: في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جديد ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۶۰، السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دار الفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

وتشترط نية التجارة في العروض ولا بد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترى شيئاً لنفسه ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لازكوة عليه الخ.

(الأشباه قديم/ ۳۸، وهكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الزكاة، دار الكتاب ديوبند ۱/۷۱۸، قديم/ ۳۹۱، الولوالجية، كتاب الزكاة، فقيه الامت

۱/۱۸۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۰۰/۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ

مکان بنانے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ پر فروختگی سے قبل زکوٰۃ نہیں

سوال: [۴۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص

کے پاس ایک پلاٹ مکان بنانے کیلئے موجود ہے، بعد میں ارادہ بدل گیا کہ جب قیمت بڑھ

جائیگی تو پلاٹ فروخت کر دوں گا، تو ایسی صورت میں اس پلاٹ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
جواب سے نوازیں عنایت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس شخص نے مکان بنانے کیلئے پلاٹ خریدا پھر ارادہ بدل گیا کہ قیمت بڑھ جانے پر اس کو فروخت کروں گا، تو اس پر زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہے، جب تک کہ اسے فروخت نہ کر دے گا، فروختگی کے بعد ہی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

عن نافع، عن ابن عمر قال: ليس في العروض زكاة إلا ما كان للتجارة.

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دارالفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

اشترى شيئاً للقيمة ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لازكوة عليه. (الدرمع

الرد، كتاب الزكاة، قبيل باب السائمة زكريا ديوبند ۳/۱۹۵، کراچی ۲/۲۷۴)

رجل اشترى خادماً للخدمة وهو ينوي إن أصاب ربحاً يبيعه فحال عليه الحول لازكوة عليه لأن المشتري للخدمة كذلك يكون إذا أصاب ربحاً يبيعه. (الولولجية دارالایمان سہارنپور، كتاب الزكاة ۱/۱۸۳)

وتشترط نية التجارة في العروض ولا بد أن تكون مقارنة للتجارة فلو اشترى شيئاً للقيمة ناوياً أنه إن وجد ربحاً باعه لازكوة عليه. (الاشباه زكريا ۱/۷۹، قديم ۳۸)

لكن لا تجب الزكاة إلا إذا اتجر لأن التجارة فعل لا يتم بمجرد

النية. (شرح حموی زكريا ۱/۷۹، قديم ۳۸) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۸/۴۰)

تجارت کی نیت سے خریدنے کے بعد پلاٹ پر مکان بنانے کے ارادہ سے زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی؟

سوال: [۴۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدا پھر ارادہ کیا کہ اسے بیچنا نہیں ہے، بلکہ مکان بنانا ہے اب اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس شخص نے تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدا پھر ارادہ بدل گیا کہ سمیں مکان بنانا ہے، تو اب اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۱۴) عن ابن عمر، قال: ليس في العروض زكاة، إلا عرض في تجارة، فإن فيه زكاة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، ماقالوا: في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۶۰)

لونی بمل التجارة الخدمة كان للخدمة بالنية. (الاشباه ۱/۱۷۲، زکریا) بخلاف مالو نوى فيما هو للتجارة أن يكون للخدمة حيث يصح بمجرد النية لأن التروك يكتفى فيها بمجردھا. (شرح حموی زکریا ۱/۷۹، قدیم ۳۸/)

ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكاة. (هنديہ، کتاب الزكاة، الباب الاول، في صفتها وتفسيرها وشراؤها زکریا ۱/۱۷۴، جدید ۲۳۶/)

والفرق أى بين التجارة حيث لا تتحقق بالفعل وبين عدمها بأن نواها للخدمة حيث تحقق بمجرد النية. (شامی، کتاب الزكاة، قبیل باب السوائم

کراچی ۲۷۲/۲، زکریا ۱۹۳/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۷۳/۴۰)

تجارت کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ میں رہائشی مکان بنانا

سوال: [۴۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو پلاٹ خریدے دوسرا جو ضرورت سے زائد ہے جسکی قیمت ۷۵۰۰۰/۷ ہزار روپے ہے، پلاٹ خریدتے وقت تجارت کی نیت تھی لیکن اب رہائش کا مکان بنانا چاہتا ہوں تو اس پلاٹ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

المستفتی: توحید عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دوسرا پلاٹ جسے خریدتے وقت تجارت کی نیت تھی، اسکی قیمت بھی نصاب کے بقدر ہے لیکن بعد میں جب ارادہ بدل گیا اب اس پلاٹ پر رہائشی مکان بنانا چاہتا ہے، ایسی صورت میں اس پلاٹ کی زکوٰۃ مالک پر واجب نہیں ہے، یعنی جس دن سے مکان بنانے کا پکا ارادہ کر لیا ہے، اور بیچنے کا ارادہ ختم کر دیا ہے، اس دن سے وہ پلاٹ مال تجارت نہیں رہا۔

ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزكاة لاتصال النية بالعمل. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول في تفسيرها وصفاتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۴، جدید ۱/۲۳۶، ہدایہ، کتاب الزکاة، اشرفیہ دیوبند ۱/۱۸۷)

لو كان عبد للتجارة ينو أن يكون للخدمة بطل عنه الزكاة بمجرد النية. (تاتار خانیہ، کتاب الزکاة، الفصل الثالث، زکاة عروض التجارة، زکریا

دیوبند ۳/۱۶۶، رقم: ۴۰۰۵، کوئٹہ ۲/۲۳۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۴۶)

استعمالی عمارت یادوکان کی آمدنی پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس عمارت میں فیکٹری یا دوکان یا دفتر ہے اس عمارت کی خرید کی رقم یا موجودہ وقت کی مالیت پر زکوٰۃ دینا واجب ہوگا یا اس عمارت میں بیٹھ کر کئے ہوئے کاروبار کی بدولت صرف منافع پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ جو بھی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: عبید الرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ استعمالی عمارت دوکان و دفتر کی رقم یا موجودہ مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ ان عمارتوں میں بیٹھ کر جو کاروباری آمدنی حاصل ہوگی اس پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔

ولیس فی دور السکنی و ثیاب البدن و أثاث المنازل و دواب
الركوب و عبيد الخدمة و سلاح الاستعمال زكاة لأنها مشغولة
بحاجته الأصلية الخ. (شامی، کتاب الزکاة، ذکر یا دیوبند ۳/۱۷۸، کراچی

۲/۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۹۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴/۱۱/۱۴۱۱ھ

فلیٹ اور بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارا بلڈنگ بنا کر فروخت کرنے کا کاروبار ہے، اس میں زکوٰۃ کے سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، زکوٰۃ نکالنے کا کوئی آسان طریقہ دریافت کرنا ہے، تاکہ اس طریقے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب لگانے میں آسانی ہو جائے، دشواریاں لاحق نہ ہوں، ہمارے کاروبار کے سلسلے میں جن سوالات کے جوابات مطلوب ہیں وہ بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں؟

(۱) زید نے زمین خرید کر بلڈنگ بنانا شروع کی، حکومت کی طرف سے ۴ منزلہ عمارت بنانے کی اجازت تھی، ۴ منزلہ عمارت مکمل ہو گئی، اور F.S.I. بھی پوری ہو گئی، اب زید کا ارادہ مزید ۳ منزلہ زیادہ کر کے ۷ منزلہ بلڈنگ بنانے کا ہے تو اب زید کو دوسرے شخص سے F.S.I. لینی پڑتی ہے جس کو T.D.R. کہتے ہیں، اور اس T.D.R. کو خریدنے کیلئے جس سے خریداجاتا ہے، اسے رقم دینی ہوتی ہے، اور اس T.D.R. کو خرید کر B.M.C. میں پاس کروانا پڑتا ہے، B.M.C. پاس کر کے ایک کاغذ میں مزید F.S.I. دیکر مزید ۳ منزلہ عمارت تعمیر کرنیکی اجازت دیدیتی ہے، لیکن اچانک حکومت کا قانون بدل جاتا ہے، کہ دوسرے سے خریدا ہوا T.D.R. مخصوص علاقہ میں استعمال کرنیکی اجازت نہیں ہے، زید کی اس مخصوص جگہ میں بلڈنگ ہونے کی وجہ سے زید مزید ۳ منزلہ عمارت نہیں بنا سکتا ہے، اب بلڈنگ کا کام رک گیا، اس میں زید کا کافی نقصان ہوتا ہے اب جو رقم T.D.R. خریدنے میں دی وہ اجازت صرف کاغذات میں تھی، اب اس کو استعمال کر کے پانچویں منزل کا کام شروع نہیں کیا ہے، لہذا T.D.R. خریدنے میں جو رقم لگی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ T.D.R. خریدنے میں جو رقم لگی ہے، وہ ہماری مجموعی اموال زکوٰۃ سے منہا ہوگی یا نہیں؟

(۲) خریدار کو زکوٰۃ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مثلاً خالد نے ارفلیٹ بک کروایا بعد

میں زیادہ رقم ملنے پر فروخت کرنے ہی کی نیت سے فلیٹ بک کروایا تھا، کل فلیٹ کی قیمت ۹ لاکھ روپے ہے، ابھی ۵ لاکھ روپے ادا کر دئے ہیں، اور بلڈنگ کا ڈھانچہ اور فلیٹ تقریباً وجودی شکل میں تعمیر ہو گیا ہے، بقیہ ۴ لاکھ روپے کی رقم فلیٹ کا قبضہ ملنے پر ادا کی جائے گی تو خریدار کو زکوٰۃ کی تاریخ میں زکوٰۃ کس طرح ادا کرنی ہوگی، نامکمل تعمیر جو فلیٹ ہے اس کا نفع اسی کے اندازہ سے لگا کر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا صرف ۵ لاکھ کا حساب کر کے ۴ لاکھ قرض شمار کر کے ۹ لاکھ سے منہا ہوں گے، خریدار کو زکوٰۃ ادا کرنیکی کیا صورت ہوگی، نفع کا اندازہ لگانا دشوار ہے تو آسان صورت کیا ہے، جس حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے؟

المستفتی: مولانا محمد آصف، پالنپور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زید نے زمین خرید کر ۴ منزلہ عمارت حکومت کی اجازت سے تعمیر کر لی اب مزید ۳ منزلہ اور تعمیر کرنے کے لئے T.D.R. خرید کر B.M.C. میں پاس کروا لیا ہے پھر حکومت کا قانون بدل جانے کی وجہ سے T.D.R. کو استعمال کر کے مزید ۳ منزلہ تعمیر کرنے پر زید قادر نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت تعمیر شدہ عمارت کی جو قیمت ہوگی اس کی مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، کاغذات میں جو پیسہ لگا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وعندهما فی الفصلین جمیعاً یؤدی قیمتھا یوم الأداء فی النقصان (إلى قوله) وفي الزيادة. (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل وأماصفته الواجب فی أموال التجارة، التصرف فی مال الزکاة زکریا ۱۱۵/۲، کراچی ۲۳/۲)

(۲) جب تک فلیٹ تیار ہو کر قبضہ میں نہ آئے اس وقت تک فلیٹ کا مالک نہیں ہوتا ہے، اسلئے مکمل عمارت کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب نہیں ہے ہاں البتہ ۵ لاکھ روپے جو ادا کیا ہے وہ بہر حال اسکی ملکیت ہیں وہ ضائع ہونے والے نہیں، اس لئے قبضہ سے پہلے صرف ۵ لاکھ ہی کی زکوٰۃ ادا کرنا اس پر لازم ہوگا، ۹ لاکھ کی نہیں، اسلئے کہ جو ۵ لاکھ

روپے جمع کر دیا ہے، وہ دین قوی کے درجہ میں ہیں اور دین قوی پر زکوٰۃ واجب ہے۔
(مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۲۶)

عن الليث بن سعد، أن عبد الله بن عباس[ؓ]، وعبد الله بن عمر[ؓ] قالوا: من أسلف مالا فعليہ زكاته في كل عام إذا كان في ثقة. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على ملي موفى، دار الفکر ۶/۶۸، رقم: ۷۷۱۳)

ولا خلاف في وجوب الزكاة فيه إلا أنه لا يخاطب بأداء شيء من زكاة ماضى مالم يقبض أربعين درهماً فكلما قبض أربعين درهماً أدى درهماً واحداً. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، مراتب الديون زكياً ۲/۹۰، کراچی ۱۰/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۸/۳۷)

رہائش کیلئے خریدی گئی زمین پر فلیٹ تعمیر کر کے فروخت کرنے پر زکوٰۃ کا حکم؟

سوال: [۴۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری ایک زمین ہے جس کو میں نے اپنی رہائش کیلئے خریدا تھا، اب میں اپنی ذاتی رقم سے اسکی تعمیر کرنا چاہتا ہوں، ساتھ میں یہ بھی نیت ہے، کہ اسکے فلیٹس فروخت کروں باقی اپنی رہائش کیلئے رکھ لوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی، آیا قبل از تعمیر ان فلیٹ کی زکوٰۃ نکالنی ہوگی یا بعد فروخت کے یا اس کی کیا شکل ہوگی؟ مسئلہ کی صاف وضاحت فرمائیں کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد ضوان، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب آپ نے مذکورہ زمین کو رہائش ہی کے ارادہ

سے خریدا ہے تو اس زمین کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور تعمیر کے بعد جو فلیٹ فروخت کیا جائیگا، اس کی فروختگی کے بعد جو پیسہ آئیگا اس پیسے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، قال: ليس في العروض زكاة، إلا ما كان للتجارة.

(السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب زكاة التجارة، دار الفكر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

ولا (زكاة) في دور السكنى ونحوها وفي الشامية كالحوانيت

والعقارات. (شامی، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۶، ذکر یا ۳/۱۸۲)

ولو نوى فيما كان للتجارة أن يكون للخدمة كان للخدمة وإن لم يعمل، بخلاف عكسه وهو ما إذا نوى فيما كان للخدمة أن يكون للتجارة لا يكون للتجارة حتى يعمل لأن التجارة عمل فلا تتم بمجرد النية والخدمة ترك التجارة فتتم بها. (الأشباه والنظائر قديم ۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵ھ/۱۰/۱۶

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ شوال ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۵۳/۴۱)

کرایہ پردی گئی جائیداد کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے

سوال: [۴۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو

جائیداد کرایہ پردی گئی ہے، تو اس عمارت کی خرید کے وقت کی قیمت پر یا صرف کرایہ سے حاصل ہوئی آمدنی میں بعد اخراجات عمارت کے زکوٰۃ فرض ہوگی یا عمارت مذکورہ کی موجودہ وقت کی مالیت پر؟ جواب سے نوازیں؟

المستفتی: عبید الرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کرایہ پردی گئی جائیداد مال تجارت نہیں ہے،

بلکہ آلہ آمدنی ہے اس لئے جائیداد کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے بلکہ جائیداد کے کرایہ آمدنی پر

زکوٰۃ واجب ہے۔

ولا فی ثياب البدن ... وأثاث المنزل ودور السكنی ونحوها
وتحتہ فی الشامیۃ أى کثیاب البدن الغیر المحتاج إليها وکالحوانیت
والعقارات الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن
المبیع وفاءً زکریا ۳/۱۸۲، کراچی ۲/۲۶۵)

ولو اشتري قدوراً من صفر یمسکها أو یؤجرها لاتجب فیها
الزکاة، کما لاتجب فی بیوت الغلة. (قاضیخان علیٰ ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة
فصل فی مال التجارة زکریا ۱/۲۵۱، جدید ۱/۱۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ شعبان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۳۱)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۸/۱۴۱۱ھ

ٹینٹ ہاؤس کے سامانوں کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ کرایہ
کا سامان جو کرایہ پر شادی وغیرہ ودیگر تقریبات کے موقع پر ازراہ سہولت لوگ لے جاتے
ہیں، اس سامان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں؟
المستفتی: آفتاب عالم مقصود لہر پور، ضلع سیتاپور
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ٹینٹ ہاؤس کے تمام سامان آمدنی کے
ذرائع اور اسباب ہیں، اور آمدنی کے ذرائع اور آلات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ
ان آلات کے ذریعے سے جو آمدنی ہوگی اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اسلئے ٹینٹ ہاؤس
کے سامان پر زکوٰۃ لازم نہیں۔

ولو اشتری قدوراً من صفر یمسکها أویؤاجرھا لا تجب فیھا الزکاة .
 (ہندیہ ، کتاب الزکاة ، الباب الثالث ، الفصل الثانی فی العروض زکریا ۱/ ۱۸۰ ،
 جدید ۱/ ۲۴ ، قاضیخان علی ہامش الہندیہ ، کتاب الزکاة ، فصل فی مال التجارۃ ،
 زکریا ۱/ ۲۵۱ ، جدید ۱/ ۱۵۵ ، الفتاویٰ التاتاریخانیہ ، کتاب الزکاة ، الفصل الثالث زکاة
 عروض التجارۃ زکریا ۳/ ۱۴۹ ، رقم : ۴۰۱۷)

ولا فی ثیاب البدن وأثاث المنزل ودورالسکنی ونحوھا -إلی-
 وكذلك آلات المحترفين . (الدر المختار ، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبیع
 وفاء ، زکریادیوبند ۳/ ۱۸۲ ، ۱۸۳ ، کراچی ۲/ ۲۶۴ ، ۲۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ : بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳ شوال ۱۴۱۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر : ۲۸۴۳/۲۸)

دوکان اور اسکول کی آمدنی پر زکوٰۃ

سوال : [۴۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ کسی کی
 ذاتی دوکان یا اسکول کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
 المستفتی: زوار احمد، مال پور، جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ مکان یا اسکول
 کی آمدنی کو شامل کر کے زکوٰۃ نکالنا لازم ہے، اور ذاتی مکان اور ذاتی اسکول کی آمدنی پر الگ
 سے سال گذرنا لازم نہیں۔

ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول من جنسه ضمه إليه
 وزكاه به . (ہدایہ ، کتاب الزکاة ، فصل فی الغنم ، اشرفیہ دیوبند ۱/ ۹۳ ، ہندیہ ، کتاب
 الزکاة ، الباب الأول ، فی تفسیرھا وصفتها وشرائطھا ، زکریا ۱/ ۱۷۵ ، جدید ۱/ ۲۳۷ ،

شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، مطلب محمد إمام فی اللغة زکریا ۳/۴۱، کراچی ۲/۸۸، حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند/۷۱۴ (فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۵/۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۶۴۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۲/۶ھ

کپڑوں کے تھانوں کی زکوٰۃ تخمینہ سے ادا کرنا

سوال: [۴۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی کپڑے کی دوکان ہے کپڑا کافی تعداد میں گوداموں دوکانوں میں بھرا ہوا ہے، سال بھر اس کو بیچا بھی جاتا ہے، اور اس میں خرید کر رکھا بھی جاتا ہے، زکوٰۃ دیتے وقت اس کو ناپنے میں بڑی پریشانی ہوتی ہے، لہذا اس صورت کے اندر کپڑے کی زکوٰۃ کا حساب کیسے لگایا جائیگا، آیا ناپنا ہی ضروری ہے یا شریعت نے اس کے علاوہ کوئی اور سہولت بھی دی ہے؟

المستفتی: وسیم الدین شیخی، پیلا تالاب، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر تمام ٹکڑوں اور تھانوں کو ناپنے میں دشواری اور پریشانی ہے تو تخمینہ سے زکوٰۃ نکالی جاسکتی ہے، مگر ایسی صورت میں تخمینہ سے کچھ زائد دینا بہتر ہے، تاکہ کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۲/۲۷ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۵۶)

تجارتی مرغیوں پر زکوٰۃ ہے انڈے اور بچے پیدا کرنے والی پر نہیں

سوال: [۴۲۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغی فارم چلانے والے پر فارم کی مرغیوں کی زکاة لازم ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مرغی فارم کی مرغیوں کو بیچنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان سے انڈے اور چوزے حاصل کرنا مقصود ہے، تو ان مرغیوں پر زکاة نہیں لیکن اگر مرغیوں کو بیچنا مقصود ہے تو پھر ان مرغیوں کی رقم پر سال گزرنے کے بعد زکاة واجب ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۳۰۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۹/۴۲۸، میرٹھ ۴/۱۴۳، کتاب الفتاویٰ ۳/۳۴۶)

عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قال: أما بعد! فإن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع. (سنن أبي داؤد، الزکاة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها من زکاة، النسخة الهندیة ۱/۲۱۸، دارالسلام رقم: ۱۵۶۲)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ليس في العروض زکاة، إلا ما كان للتجارة. (السنن الكبرى للبيهقي، الزکاة، باب زکاة التجارة، دارالفکر ۶/۶۴، رقم: ۷۶۹۸)

والأصل أن ماعدا الحجرين والسوائيم إنما يزکی بنية التجارة، تحته في الشامية، الحجرين وما عدا ما ذكر كالجواهر والعقارات والمواشي العلوفة والعيبد والثياب والأمتعة ونحو ذلك. (شامی، کتاب الزکاة، قبیل باب السوائيم زکریا ۳/۱۹۴، کراچی ۲/۲۷۳)

فإن كانت للتجارة فحكمها حکم العروض يعتبر أن تبلغ قيمتها نصاباً. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثاني، الفصل الخامس فيما لا تجب فيه الزکاة، زکریا ۱/۱۷۸، ہندیہ اتحاد جدید ۱/۲۴۰)

الزکاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت أي سواء كانت من جنس ما تجب فيه الزکاة أو من غيره كالثياب والحمير. (الجوہرۃ النيرة، کتاب الزکاة، باب زکاة العروض، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۵۰، مکتبہ تہانوی

۱/۸۰، تاتار خانانہ، کتاب الزکاة، الفصل الثالث زکاة عرض التجارة، زکریا
۳/۶۴، ۱، رقم: ۲۹۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۵۰۸/۴۰)

کمپنی کی عمارتوں میں رہائش پذیر ملازموں پر بلڈنگ کی زکاة واجب ہے یا کمپنی پر

سوال: [۴۲۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بلڈنگ

کمپنی کی ہے، جسمیں کمپنی مذکورہ کے کارندے قیام پذیر ہیں تو ایسی صورت میں اس بلڈنگ پر
زکوة کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟

المستفتی: عبید الرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کمپنی کی طرف سے کمپنی کے کارندوں کے قیام کیلئے

جو کالونیاں بنائی جاتی ہیں ان کی عمارت پر زکوة واجب نہیں ہوگی، کیونکہ یہ سب کمپنی اور
فیکٹری چلانے کے اسباب میں داخل ہیں، اسلئے ان عمارتوں پر زکوة نہیں بلکہ پوری کمپنی کی
جو آمدنی ہوتی ہے، اس پر زکوة واجب ہوتی ہے۔

لأنها مشغولة بحاجته الأصلية وليست بنامية الخ. (شامی، کتاب

الزکاة، زکریا دیوبند ۲/۱۷۸، کراچی ۲/۲۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

۱۴/۷/۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۹۲/۲۶)

پگٹری کی زکوة کس پر

سوال: [۴۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بھینڈی میں نوے فیصد کپڑے کا کاروبار ہوتا ہے، پاورلوم کپڑا تیار کرنے والی مشین کے ذریعہ کپڑا تیار کرتے ہیں، زید بھینڈی میں رہتا ہے، اس نے پاورلوم لگانے کیلئے ایک جگہ اور پاورلوم کا موٹر بنانے کیلئے ایک دوکان رہنے کیلئے ایک مکان غیر مدت متعینہ تک کرایہ پر لیا اس جگہ دوکان و مکان والے کو زید نے پیشگی بطور پگڑی کے جسکو بھینڈی کی عام فہم زبان میں (ڈپاشن) کہتے ہیں، ایک لاکھ روپیہ دیا جو بھینڈی میں جگہ دوکان و مکان وغیرہ کرایہ پر لینے کا دستور ہے، جب زید وہ جگہ دوکان و مکان خالی کریگا تب ہی وہ صاحب جگہ دوکان و مکان کی پگڑی (ڈپاشن) کا ایک لاکھ روپیہ واپس کریگا، زید اس جگہ دوکان و مکان کا کرایہ ہر ماہ الگ سے دیتا ہے، زید نے وہ جگہ دوکان و مکان خالی کرنے کے ارادہ سے نہیں لیا ہے، اور نہ وہ صاحب جگہ خالی کرا سکتا ہے، صاحب جگہ دوکان و مکان نے اسکی قیمت سے زیادہ (ڈپاشن) لیا ہے، اور صاحب جگہ اسکی (ڈپاشن) رقم سے کاروبار کرتا ہے، اور روپیہ کماتا ہے، بھینڈی میں ۹۰ فیصد مذکورہ بالا نوعیت پر لوگ کاروبار کرتے ہیں، تو ایسی صورت مذکورہ میں مثلاً: زید پر یا اہل بھینڈی پر جو بھی مذکورہ بالا نوعیت پر کاروبار کرتے ہیں، (ڈپاشن) رقم کی زکوٰۃ صاحب جگہ و کرایہ دار پر فرض ہے؟

ہر دو صورت میں کس علت سے فرض ہے، زید کہتا ہے، کہ ڈپاشن صاحب جگہ کے قبضہ میں ہے، اور وہ اس سے فائدہ حاصل کر رہا ہے، جب تک میں جگہ خالی نہیں کرونگا، رقم واپس نہیں مل سکتی ہے، نہ میں خالی کرونگا، اور نہ وہ خالی کرا سکتا ہے، جیسا کہ بھینڈی میں رواج ہے، جن لوگوں نے جب سے لیا ہے، خالی نہیں کیا ہے، کرایہ دیتے ہیں یا غیر مدت معینہ کی صورت میں ہے جو بھینڈی کا دستور ہے؟

المستفتی: منظور عالم قاسمی، مدرس
مدرسہ باب العلوم، بابو گنج، پرتاب گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ رقم کی زکوٰۃ نہ کرایہ دار پر ادا کرنی

واجب ہے اور نہ قابض مالک مکان و دوکان پر، اور کرایہ دار پر اسلئے واجب نہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے قبضہ شرط ہے، وہ یہاں مفقود ہے، اور قابض مالک جائیداد پر اسلئے ادا کرنی واجب نہیں ہے، کہ ملکیت شرط ہے، اور یہاں ملکیت تامہ نہیں ہے، گویا کہ یہ مال رہن کے حکم میں ہوگا۔

ومنها الملك التام وهو ما اجتماع فيه الملك واليد، وأما إذا وجد الملك دون اليد، كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك (إلى قوله) ولا على الراهن إذا كان الرهن في يد المرتهن الخ. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الزکاة الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۲، جدید ۱/۲۳۳، الجوهرۃ النيرة، کتاب الزکاة، کراچی قدیم ۱/۱۳۹، دارالکتاب دیوبند ۱/۳۷، البحر الرائق، کتاب الزکاة، کوئٹہ ۲/۲۰۳، زکریا ۳/۳۵۵، شامی، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۰، کراچی ۲/۲۶۳، حاشیہ چلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، امدادیہ ملتان ۱/۲۵۵، زکریا دیوبند ۲/۲۷)

ولو قال خذ هذه الألف الوضوح حتى آتيك بحقك واشهد لي بالقبض فأخذ فهو رهن الخ. (عالمگیری، کتاب الرهن، الفصل الثاني فيما يقع به الرهن وما لا يقع زکریا دیوبند ۵/۴۳۴، جدید ۵/۴۹۰، قاضیخان علی هامش الہندیہ، زکریا دیوبند ۳/۵۹۴، کتاب الرهن، فصل فی الفاظ الرهن، جدید ۳/۴۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۰۹/۱/۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۱/۲۳)

کمپنی کے حصص اور شیئرز کی زکوٰۃ

سوال: [۴۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مختلف تجارتی کمپنیاں اپنے شیئرز فروخت کرتی ہیں، یہ شرکت کی ایک صورت ہے، کمپنی قائم کرتے وقت کچھ اکائیاں طے کر لی جاتی ہیں ہر یونٹ (اکائی) ایک شیئر ہوتا ہے، اور اس کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے، کمپنی جو کچھ منافع کمائیگی شیئرز ہولڈرس اس میں اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حقدار ہوں گے، شیئرز دراصل کسی تجارتی کمپنی کے ایک خاص حصہ کی ملکیت ہے واضح رہے کہ بعد کو ان شیئرز کی خرید و فروخت ہوتی ہے، اور کمپنی کے نفع و نقصان اور اس کے سہاکہ کے پیش نظر ان شیئرز کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی ہے، پہلا سوال یہ ہے کہ ان شیئرز پر ایک تجارتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان شیئرز کی مالیت کا تعین ان کی بنیادی قیمت کو سامنے رکھ کر کیا جائیگا؟ یا بروقت اداء زکوٰۃ مارکیٹ میں اس کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار کیا جائیگا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کمپنی کے حصص اور شیئرز میں تجارتی سرمایہ ہونے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوا کرے گی اور اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں لاگت اور منافع دونوں کا اعتبار کر کے دونوں کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، اور اس کے سرمایہ میں سے جتنی مقدار کمپنی کے غیر نامی اثاثوں میں خرچ ہوا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو مقدار نامی اثاثوں میں لگا ہے، اس کے منافع کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے اور اگر اس کا پورا حصہ نامی اثاثہ میں لگایا گیا ہے تو پورے حصہ رأس المال اور منافع دونوں کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

اور اگر شیئرز مارکیٹ میں شیئرز کو خرید کر فروخت کیا کرتا ہے، اور فروخت کی غرض سے حصص خریدا کرتا ہے، تو کل لاگت مال تجارت کے دائرہ میں آ کر کل پر زکوٰۃ واجب ہوا کرے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ رحمیہ قدیم ۱۴/۲، جدید زکریا دیوبند ۱/۵۱، جدید فقہی مسائل ۱/۱۳۲، اسلامی فقہ ۱/۴۳۱، جواہر الفقہ قدیم ۱/۳۸۵، جدید زکریا دیوبند ۳/۲۳۱، امداد الفتاویٰ ۲/۲۱، فتاویٰ

دارالعلوم ۶/۴۰، ایضاح المسائل/۱۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۴۹/۲۸)

شبیر زکی زکوٰۃ کیسے ادا کریں

سوال: [۴۲۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماجد نے ٹائٹا اسٹیل کی کمپنی سے ایک سال پہلے ایک شبیر ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا، آج کی مارکیٹ میں اس کی قیمت دو لاکھ ہو گئی ہے، اور ماجد اس کو بیچنا نہیں چاہتا ہے، گھر میں رکھے ہوئے تھے اب زکوٰۃ اسکی اصل خریداری والی قیمت پر ہوگی یا مارکیٹ کی قیمت کا اعتبار ہوگا جبکہ یہ شبیر تیسرے سال میں پچاس ہزار کا بھی ہو سکتا ہے، اور پانچ لاکھ کا بھی ایسی شکل میں زکوٰۃ کب کس طرح اور کس قیمت پر ہوگی مفصل جواب باصواب و باحوالہ سے نوازیں؟

المستفتی: محمد اظہر الاسلام قاسمی، کاشی پوری،

خادم: دارالعلوم جامع الہدیٰ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: خریدار کی قیمت کا اعتبار شبیر کی زکوٰۃ میں نہیں ہوتا ہے بلکہ مارکیٹ کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوتا ہے، اگرچہ آئندہ اس کی قیمت میں کمی زیادتی ہو سکتی ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۲۱، ایضاح المسائل/۱۰۶)

عن ابن جریج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته.

(مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۴/۹۷، رقم: ۷۱۰۵)

وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب. (هنديہ، کتاب الزكاة، الباب

الثالث، الفصل الثاني في العروض زكريا ۱/۱۸۰، جديد ۱/۲۴۱)

ولو ازدادت قيمتها قبل الحول تعتبر قيمتها وقت الوجوب بالإجماع.

(الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب الزکاة، الفصل الثالث زکاة عروض التجارة،

زکریادیوبند ۳/۱۷۰، رقم: ۴۰۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱ شوال ۱۴۱۲ھ

۱۰/۱۲/۱۴۱۲ھ

(الف توئی نمبر: ۲۸/۲۸۵۸)

شیرزکی اصل رقم اور منافع دونوں پر زکوٰۃ

سوال: [۴۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ماجد نے پانچ لاکھ روپے لگا کر شیر کیا اور ہر روز شیر اسٹاک سے شیر زلیتا اور بیچتا ہے، اس خرید و فروخت میں اس نے دو لاکھ کا نفع کمایا اور پھر اس نفع سے بھی آگے کو شیر ہی خریدے اور بیچے یہ سلسلہ چلتا رہا جسمیں نفع و نقصان بھی ہوتا رہتا ہے، مگر اکثر نتیجہ نفع ہی ہوتا ہے، اب زکوٰۃ اصل پر واجب ہوگی یا نفع پر، یا اصل اور نفع دونوں پر جبکہ نفع پر سال پورا نہیں گذرا کیونکہ نفع کی آمدنی سے بھی شیر خریدے جاتے رہے، اس شکل میں زکوٰۃ کب کتنی اور کس طرح واجب ہوگی؟

(۲) ماجد نے پانچ لاکھ روپے اصل سرمایہ لگا کر شیر خریدے اس سے سال بھر میں دو لاکھ نفع کمایا اب اصل نفع ملا کر سات لاکھ ہو گیا پھر اس نے اس سات لاکھ سے شیر ہی خریدے اور ان شیرزکی قیمت مارکیٹ میں مہینے اور دو مہینے کے بعد دس لاکھ ہو گئی، اب زکوٰۃ اصل سرمایہ پانچ لاکھ پر دیں یا مع نفع دو لاکھ (سات لاکھ) کی دیں، یا اس کی اس بازاری ویلو پر جو کہ دس لاکھ ہے جبکہ سال ویلو اور پروفٹ پر پورا نہیں گذرا اور یہ سلسلہ سال بھر اسی طرح جاری رہتا ہے، اب زکوٰۃ کب واجب ہوگی، حالانکہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کیلئے سال بھر گذرنا شرط ہے؟ دونوں سوالوں کے جوابات تفصیل سے دیں کرم ہوگا؟

المستفتی: اظہر الاسلام، خادم: جامع الہدیٰ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اصل نفع دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے، اگرچہ

نفع پر سال نہ گذرا ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۲۱، ایضاح المسائل/۱۰۶)

(۲) ایسی صورت میں دس لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنی لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ

۲/۲۱، ایضاح المسائل/۱۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۲/۱۴۱۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ شوال ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۵۷)

شیرز کی زکوٰۃ میں رأس المال اور منافع دونوں کا اعتبار

سوال: [۲۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماجد

نے ایک لاکھ کا شیر (حصہ) ٹائٹا اسٹیل کے اسٹاک کے ایک شخص سے خریدا اور ایک سال پورا ہو گیا تو مذکورہ کمپنی ٹائٹا اسٹیل نے ماجد کو ۳۰۰۰ روپے بطور ٹرافٹ (نفع) کے دیا اور شیر ابھی ماجد کے پاس ہی ہے، اور سال گذرنے کے بعد اس شیر کی قیمت ۲ لاکھ روپے ہو گئی، مگر ابھی اس نے شیر کو بیچا نہیں ہے، ہاں اگر بیچے تو دو لاکھ مل جائیگا، مگر اس قیمت میں ہر سال چھ مہینے پر گھٹنے بڑھنے کا سلسلہ بھی رہتا ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ نکالنے کی کیا شکل ہوگی، آیا زکوٰۃ اصل خریداری پر ہے، یا پروفٹ پر ہے، یا اس رقم پر ہے، جو کہ کمپنی نے دی ہے، نیز اس شیر کی ویلو جو ایک سال بعد بڑھ گئی ہے، اور شیر ابھی بیچا بھی نہیں ہے، تو اس شکل میں زکوٰۃ اصل خریداری والی قیمت کے اعتبار سے واجب ہوگی یا اس کی اس قیمت کے اعتبار سے جو کہ اس وقت مارکیٹ میں چل رہی ہے، واضح رہے کہ اسکی ویلو گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، یا اس کے نفع پر جو کہ کمپنی نے دیا تھا، یا جب اس کو ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد بیچے تو اس بیچنے میں جو فروفٹ نفع ملا زکوٰۃ اس فروفٹ پر ہی نکالیں

یا کہ صرف اصل قیمت پر ہی نکالی جائیگی۔

المستفتی: اظہر الاسلام، خادم: مدرسہ جامع الہدیٰ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ ادا کرتے وقت شیر کے رأس المال اور نفع دونوں کی جو قیمت ہوتی ہے، اسکی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے یعنی رأس المال کیساتھ منافع کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی لازم ہے، اگرچہ قیمت کبھی بڑھتی اور کبھی گھٹتی رہتی ہو۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۲۱، فتاویٰ دارالعلوم ۶/۱۴۰، ایضاح المسائل ۱۰۶)

عن ابن جریج، قال: سمعت أنا أنها قيمة العروض يوم تخرج زكاته. (مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب الزكاة من العروض، المجلس العلمي ۹۷/۴، رقم: ۷۱۰۵)
عن الحسن في رجل اشترى متاعاً فحلت فيه الزكاة؟ فقال يزكيه، بقيمته يوم حلت. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الزكاة، مآلوا في المتاع يكون عند الرجل يحول عليه الحول، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/۵۲۶، رقم: ۱۰۵۵۹)

وكذلك الجواب في مال الزكاة، إذا كان جارية تساوي مائتين في جميع ما ذكرنا من تغير السعر إلى زيادة أو نقصان. (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، التصرف في مال الزكاة، زكريا ۲/۱۱۵، کراچی ۲/۲۳)

وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب. (هنديہ، كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الثاني في العروض زكريا ۱/۱۸۰، جدید مطول ۱/۲۴۱)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ شوال ۱۴۱۲ھ

(الف توئی نمبر: ۲۸/۲۸۵۸)

انشورنس میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے

سوال: [۴۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک رقم پندرہ سال سے قسطوار انشورنس میں جمع ہو رہی تھی، ۱۵ سال پورے ہونے کے بعد اکٹھی ہوئی رقم ہمیں موصول ہوگئی ہے، کیا اس کی زکاۃ ادا کرنی ضروری ہے، اسی طرح دوسری رقم ۱۵ اپریل تک ملے گی اس کے لئے کیا کرنا ہوگا؟

المستفتی: ظہیر عالم، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ صورت میں رقم وصول ہونے پر گزشتہ پندرہ سال کی زکاۃ ادا کرنا واجب ہوگا، اور قسطوار جمع کرنے میں ہر سال اس رقم میں جتنا قسط میں اضافہ ہو رہا ہے، اس کے حساب سے زکاۃ میں بھی اضافہ ہوگا، البتہ اصل رقم پر جو سود ملے گا تو اس کی زکاۃ لازم نہیں ہے۔

اور نہ ہی اسکو اپنے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہوگا، بلکہ فقراء کو بلانیت ثواب تقسیم کر دینا لازم ہوگا، اور جو رقم ۱۵ اپریل کے بعد ملے گی اسکی زکاۃ بھی مذکورہ حساب سے وصول ہونے پر ادا کرنا لازم ہوگا۔

عن نافع عن ابن عمر ^{رض} قال: زكاة أموالكم حول إلى حول فما كان من دين ثقة فزكوه، وما كان من دين ظنون فلا زكاة فيه حتى يقبضه صاحبه. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في زكاة الدين، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/ ۴۸۵، رقم: ۱۰۳۵۱)

عن محمد بن عبيدة قال: سئل علي عن الرجل يكون له الدين الظنون أيزكيه؟ فقال: إن كان صادقا فليزكه لما مضى إذا قبضه. (المصنف لأبن أبي شيبة، كتاب الزكاة، في زكاة الدين، مؤسسه علوم القرآن جدید ۶/ ۴۸۶، رقم: ۱۰۳۵۶)

فتجب زكاتها إذا تم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوي. (الدرمع الرد، كتاب الزكاة، باب زكاة المال

زکریادیوبند ۳/۲۳۶، کراچی ۲/۳۰۵، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرہا
وصفتہا و شرائطہا، زکریا ۱/۱۷۵، قاضیخان علی ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة، فصل فی
مال التجارۃ زکریا دیوبند ۱/۲۵۳ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ شوال ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۳۳/۲۸)



۵/ باب أداء الزکوٰۃ

مالیت کا حساب لگائے بغیر محض اندازے سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو مسلمان زکوٰۃ تو ادا کرتے ہیں لیکن صرف اندازہ سے بغیر حساب جوڑے یا کم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، کیا ایسے اشخاص کی زکوٰۃ کی ادائیگی قابل قبول ہوگی یا نہیں؟ ایسے اشخاص کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: سید آفتاب علی، جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مالیت کا حساب لگا کر ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے اگر بغیر حساب کے ادا کر دی ہے، تو بعد میں حساب لگا کر دیکھ لے جتنی مالیت کی زکوٰۃ بنتی ہے اتنی کی ادائیگی ہوگی، اور جو مال زائد ہو اس کی زکوٰۃ پھر سے ادا کرنی ہوگی، اور اگر اتنی زیادہ رقم زکوٰۃ میں دی ہے، کہ حساب کے بعد مقدار زکوٰۃ واجب سے زائد ہے اب کوئی ذمہ داری نہیں رہی مگر ہر سال کے حساب کا التزام ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱/۱۴۸، ایضاح المسائل/۱۰۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۷۲/۳۳)

زکوٰۃ دیتے وقت یہ نیت کرنا کہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ورنہ امداد

سوال: [۴۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

نے اپنے ایک رشتہ دار کی مدد زکوٰۃ کی رقم سے اس نیت کے ساتھ کی کہ اگر اس رشتہ دار کو شرعاً زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، تو زکوٰۃ ورنہ امداد اب معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس میں تو دو ہر ا ثواب ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ادا کرتے وقت زید کو اس کا علم نہ تھا، اب معلوم ہوا ہے زید کی زکوٰۃ ادا ہو گئی یا دوبارہ دے۔

المستفتی: عبد اللہ معرفت سراج الاسلام، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مذکورہ میں اداء زکوٰۃ کے وقت اگر زید کو غالب گمان تھا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اگر غالب گمان یہ تھا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، البتہ زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہو گیا کہ وہ واقعی غریب ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

وإذا دفعها إليه وهو شاك ولم يتحر أو تحرى ولم يظهر له أنه مصرف أو غلب على ظنه أنه ليس بمصرف فهو على الفساد إلا إذا تبين أنه مصرف الخ. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱/ ۱۹۰، جدید مطول ۱/ ۲۵۲، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصارف زکریا ۲/ ۱۲۹، درمختار مع الشامی، کتاب الزکوة، باب المصارف، مطلب فی حوائج الأصلية زکریا ۳/ ۳۰۳، کراچی ۲/ ۳۵۲، ہدایہ، کتاب الزکوة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، اشرفی دیوبند ۱/ ۱۹۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱۱/۲۸ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

(الف فوئی نمبر: ۳۱/۳۰۳۷)

زکوٰۃ کی الگ کردہ رقم کے علاوہ سے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۴۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قربانی

کا چمڑہ ادھار بیچ دیا خریدنے والے نے کہا ۱۵ اردن کے بعد روپیہ ادا کروں گا، اتنے میں

مختلف جگہوں کے مدرسہ سے مولانا صاحب اور فقیر مسکین ہر روز آتے ہیں، میں نے چندہ وصول کر نیوالوں سے کہا کہ ابھی تک چڑھ کا پیسہ نہیں آیا ہے، تو ان سب لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ بہت دور سے آئے ہیں، پھر آنا مشکل ہے، اسلئے میں نے اپنی طرف سے ان سب کو روپیہ دیدیا جب چھڑے کا روپیہ ملیگا، تو اسے اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں گے، اس طرح زکوٰۃ کا روپیہ بھی میرے باپ کے پاس تھا، اس وقت باپ موجود نہیں تھے، ایک مولانا صاحب چندہ وصول کرنے آئے میں نے مولانا کو اس نیت سے پچاس روپیہ دیدئے کہ جب باپ آئیگا، تو ۵۰ روپیہ لے لوں گا تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب دے کر ممنون فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: منزل الحق، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب زکوٰۃ کا پیسہ پہلے سے نکال کر رکھا ہے، اور جس وقت زکوٰۃ وصول کرنے والے سامنے آجائیں اور اس وقت زکوٰۃ کا الگ کیا ہوا پیسہ اپنے پاس نہیں ہے اسی طرح فقیر آجائے اور بروقت زکوٰۃ کا پیسہ نہ ہو اور اپنے استعمال کا دوسرا پیسہ ہو تو ایسی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے، کہ اپنی جیب سے اس نیت سے زکوٰۃ میں دیوے کہ جہاں زکوٰۃ کا پیسہ رکھا ہے بعد میں وہاں سے لے لیں گے، اور اپنی جیب سے فوری طور پر زکوٰۃ وصول کرنے والے کو دیدے تو جائز اور درست ہوگا، اسی طرح زکوٰۃ کا پیسہ پہلے سے الگ کیا ہوا نہیں ہے اور یہ ارادہ ہے کہ بعد میں حساب کر کے جوڑ لیں گے تو جو بھی زکوٰۃ کے پیسے لینے آئے زکوٰۃ کی نیت سے دیدئے جائیں، اور اس کا حساب رکھا جائے، اخیر میں سالانہ حساب جوڑتے وقت اس کو بھی جوڑ لیا جائے، تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور ایسا کرنا جائز ہوگا۔

ولو تصدق أى الوکیل بدفع الزکاة إذا أمسک دراهم الموکل ودفع

من ماله ليرجع ببذلها في دراهم المؤكل صح. (شامی، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء زكريا ۳/۱۸۹، كراچی ۲/۲۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 كتبه: بشير احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۰ صفر ۱۴۲۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۸۷۱۲/۳۷)

غیر مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

سوال: [۴۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن لوگوں نے زکوٰۃ فطرہ لینے کی عادت بنا رکھی ہے، یا عوام یوں جانتے ہیں کہ اگر زکوٰۃ اور فطرہ ان کو نہ دیا تو ادا نہیں ہوگا، حالانکہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے، تو کیا زکوٰۃ ادا ہوگی؟ شریعت کی رو سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: گلزار احمد سہارنپوری امام مسجد جھاڑی، ضلع سیکر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زکوٰۃ دہندہ کو یہ معلوم ہے کہ مذکورہ لوگ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں، تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لو دفع بلا تحرم لم یجز إن أخطأ وفي الشامية: أما لو تحرى فدفع لمن ظنه غير مصرف أو شك ولم يتحر لم یجز حتی يظهر أنه مصرف الخ. (در مختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الاصلية زكريا ۳/۳۰۲، شامی/۳۰۳، كراچی ۲/۳۵۲)

وأما إذا شك ولم يتحر أو تحرى فدفع وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لا يجزيه الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصاقات إليه ومن لا يجوز، اشرفی دیوبند ۲/۲۰۷، فتح القدیر، دار الفکر بیروت ۲/۲۷۶، کوئٹہ پاکستان)

۲/۱۵۰، زکریا دیوبند ۲/۲۸۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۰/۱۱/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۱/۲۳ھ

حولان حول سے قبل زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے اس سال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے اب ہمارے پاس ایک ضرورت مند مسلمان حاضر ہوتا ہے، اور اس کو پیسوں کی بہت سخت ضرورت ہے، ہم اپنے پاس سے بھی اسکو نہیں دے سکتے ہم چاہتے ہیں، کہ اس کو ایک یا دو سال آئندہ آنے والے سال کی زکوٰۃ دیدیں تو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: بشیر احمد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ صاحب نصاب ہیں اور اتنی مالیت کے مالک ہیں، کہ سال آئندہ بھی آپ پر زکوٰۃ لازم ہو تو ایسی صورت میں زکوٰۃ دینا درست ہے، اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی۔

عن علي أن العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن تحل، فرخص له في ذلك. (سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی تعجيل الزکاة،

النسخة الهندية ۱/۱۴۶، دارالسلام رقم: ۶۷۸)

ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين صح لو جود السبب (درمختار)
 أى سبب الوجوب وهو ملك النصاب النامي فيجوز التعجيل لسنة وأكثر.
 (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، مطلب استحلاك المعصية القطعية كفر

زکریا ۳/۲۲۰، کراچی ۲/۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۴۱/۳۵)

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۴۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیشگی زکوٰۃ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: فیض محمد فوجی رحمت نگر کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پیشگی زکوٰۃ یعنی اگلے سال کی زکوٰۃ اسی سال ادا کر دینا بلا کراہت درست ہے، لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے، کہ زکوٰۃ کس شخص کو دے رہے ہیں، اس کا خاص خیال رکھیں اور سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ ہرگز نہیں دینی چاہئے ورنہ ایک قسم کی لعنت میں خود زکوٰۃ دہندگان بھی شامل ہو جائیں گے۔

عن عليٍّ أن العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن

تحل ، فرخص له في ذلك . (سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی تعجيل الزکاة،

النسخة الهندية ۱/۱۴۶، دارالسلام رقم: ۶۷۳)

ويجوز تعجيل الزکوٰۃ قبل الحول إذ املك نصاباً عندنا . (تاتار خانيہ،

كتاب الزکاة، الفصل السادس فی تعجيل الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۱۸۴، رقم: ۴۰۶۴،

حاشیة الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند/۷۱۵، ہندیہ، کتاب

الزکاة، الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۶، درمختار، کتاب

الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم، مطلب استحلال المعصیة القطعیة کفر زکریا ۳/۲۲۰، کراچی

۲/۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۴۷/۳۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۱۷ھ

سوال: [۴۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آنے والے ۱۹۹۸ء کی رمضان میں دی جانے والی زکوٰۃ کسی ضرورت مند کو پیشگی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے دی گئی تو ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: روشن جہاں، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سن ۱۹۹۸ء کی زکوٰۃ رمضان آنے سے پہلے

ادا کرنا جائز ہے۔

عن علي أن العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن

تحل ، فرخص له في ذلك . (سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی تعجيل الزکاة،

النسخة الهندية ۱/۶۱، دار السلام رقم: ۶۷۳، سنن أبي داؤد، الزکاة، باب فی تعجيل

الزکاة، النسخة الهندية ۱/۲۲۹، دار السلام رقم: ۱۶۲۴، سنن ابن ماجه، الزکاة، باب تعجيل

الزکاة، قبل محلها، النسخة الهندية ۱/۲۸، دار السلام رقم: ۱۷۹۵، مسند احمد بن حنبل

۱/۱۰۴، رقم: ۸۲۲، مسند الدارمی، الزکاة، باب تعجيل الزکوة ۲/۱۰۱۷، رقم: ۱۶۷۶)

ويجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب الخ. (هندية، كتاب الزکاة،

الباب الاول فی تفسيرها وصفتها و شرائطها زکریا ۱/۱۷۶، جدید ۱/۲۳۷)

ولو عجل ذو نصاب زكوته لسنين أو لنصب صح لو جود السبب .

(در مختار، كتاب الزکوة، باب زکوة الغنم، مطلب استحلال المعصية القطعية كفر

زکریا ۳/۲۲۰، کراچی ۲/۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۱۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸/۶/۶ھ

سوال: [۴۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اس نے پوری زکوٰۃ نکال دی زکوٰۃ نکال دینے کے بعد کسی غریب رشتہ کے یہاں سے خط آیا، کہ میری لڑکی کی شادی ہونے والی ہے، لہذا آپ مدد کریں، وہ شخص آئندہ سال جو زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی وہ زکوٰۃ کمال اس غریب رشتہ دار کو دے سکتا ہے، یا نہیں؟

المستفتی: مختار احمد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں آئندہ سال کیلئے پیشگی زکوٰۃ ادا کر دینا

جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲۶/۳)

عن علي أن العباس سأل رسول الله ﷺ في تعجيل صدقته قبل أن

تحل ، فرخص له في ذلك . (سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی تعجيل الزکاة،

النسخة الهندية ۱/ ۶۱، دار السلام رقم: ۶۷۳)

ويجوز تعجيل الزكوة قبل الحول إذ ملك نصاباً عندنا . (تاتار

خانيہ، كتاب الزکاة، الفصل السادس فی تعجيل الزکاة، زکریادیو بند ۳/ ۱۸۴، رقم: ۴۰۶۴)

ولو عجل ذو نصاب لسنين صح . (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح،

كتاب الزکوة، دار الكتاب دیوبند/ ۷۱۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۶۴۴)

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد فقیر ہو گیا

سوال: [۴۴۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید صاحب نصاب ہے ہر سال اپنی ملکیت کی ۲۷ رمضان المبارک کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، بلکہ تقریباً ایک ہزار روپے پیشگی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے، امسال رمضان سے پہلے شعبان میں زید نے رہائش کیلئے ایک پلاٹ خریدا جس کی وجہ سے وہ تقریباً بیس ہزار روپے کا مقروض ہو گیا اب دریافت یہ کرنا ہے، زید کے اوپر اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ زید پیشگی رقم زکوٰۃ ادا کرے تو ہزار روپے جو پیشگی ادا کی ہے اتنی رقم کم ادا کرے یا جتنی زکوٰۃ بنتی ہے اتنی ادا کرے کیونکہ ایک ہزار وہ پیشگی ادا کر چکا ہے، آئندہ اگر زید صاحب نصاب ہو تو کیا وجوب زکوٰۃ کی تاریخ ۲۷ رمضان رہے گی؟ یا جس مہینے کی جس تاریخ میں وہ صاحب نصاب ہو گا وہ تاریخ رہے گی؟

المستفتی: محمد شفیق چودھری، محلہ حکیمان خانپور، بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جبکہ زید خود ہی مقروض ہو گیا ہے اور اب اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے، جو نصاب کے بقدر اور ضرورت سے زائد ہو تو ایسی صورت میں اب اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور زید نے جو رقم زکوٰۃ کے طور پر پیشگی ادا کر دی ہے، اور اب دوسرے سال میں اس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہیں ہے تو وہ گزشتہ سال ادا کی گئی پیشگی رقم نفلی صدقہ شمار کی جائیگی، اسلئے کہ پیشگی ادا کردہ رقم کو زکوٰۃ میں شمار کرنے کیلئے دوسرے سال میں بھی نصاب کا ہونا ضروری ہے اور حسب تحریر و سوال زید دوسرے سال میں صاحب نصاب نہیں ہے، اسلئے پیشگی ادا کی گئی رقم بھی زکوٰۃ نہیں مانی جائیگی، اور آئندہ کبھی صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زید از سر نو تاریخ کی تعیین کر کے اسی کے مطابق زکوٰۃ ادا کیا کریگا۔

صح لمالک النصاب أو أكثر أن يؤدي زكاة سنين قبل أن تجيئ
تلك السنين حتى إذا ملك في كل منها نصاباً أجزأه ما أدى من قبل لأن
السبب المال النامي وقد وجد . (مجمع الانهر ، كتاب الزكاة ، قبيل باب العاشر
جدید بیروت ۳۰۸/۱ ، قدیم ۲۰۸/۱)

أو كان النصاب كاملاً وقت التعجيل ثم هلك جميع المال صار ما
عجل به تطوعاً . (عالمگیری ، كتاب الزكاة ، الباب الاول في تفسيرها وصفحتها
وشرائطها ذكرها ۱۷۶/۱ ، جدید مطول ۲۳۷/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
الجواب صحیح:
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۸/۲/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۸۶/۳۸)
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۲/۲۷ھ

انگریزی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے والا قمری تاریخ کا تعین کس طرح کرے؟

سوال: [۴۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
شروع ہی سے میں انگریزی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرتا ہوں ، اب میں قمری
تاریخ کا تعین کس طرح کروں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آئندہ کیلئے تو آپ کسی قمری تاریخ کا تعین کر لیں
اور اب تک آپ جو شمسی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرتے چلے آئے ہیں ، تو اس میں ہر
سال جو تقریباً چند دنوں کا فرق چلا گیا ہے ، اس کی تلافی کیلئے آپ شمسی سال کیلئے 260
کا حساب کریں اور جو فرق نکلتا ہو اسکی مزید زکوٰۃ ادا کریں؟

(مولانا مفتی محمد تقی عثمانی (مدظلہ العالی)

وضاحت: مذکورہ مسئلہ میں شمسی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو دو روپیہ پچاس پیسہ کے بجائے دو روپیہ ساٹھ پیسہ سیڑھ کے حساب سے ادا کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حساب سے ادا کرنے کی صورت میں اٹیس سال میں ایک سال قمری سال کی زکوٰۃ خود بخود ادا ہو جائیگی کیونکہ شریعت میں زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے ادا کرنے کا حکم ہے۔

و حولہا أی الزکاة قمری لا شمسی. (درمختار، کتاب الزکاة، قبیل باب

زکاة، المال کراچی ۲/۲۹۴، زکریا ۳/۲۲۳)

العبرة فی الزکاة للحول القمری کذا فی القنیة. (ہندیہ، کتاب

الزکاة، الباب الأول فی تفسیرہا وصفہا وشرائطہا، زکریا ۱/۱۷۵، جدید مطول

۱/۳۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۲۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۵/۱۴۲۷ھ

گذشتہ سال کی زکوٰۃ کس قیمت سے نکالی جائے؟

سوال: [۴۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے پر

زکوٰۃ ادا کرنے میں سال پورا ہو گیا تھا، لیکن زکوٰۃ نہیں نکال سکا دوسرا سال لگ گیا اب وہ

چاہتا ہے، کہ زکوٰۃ کی قضا نکالے وہ زکوٰۃ کی قضا گذشتہ سال کے مارکیٹ ریٹ پر نکالے گا یا

پھر حال کے ریٹ پر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گذشتہ سال کی زکوٰۃ امسال کی قیمت کے اعتبار

سے ادا کرنا ہوگی، یہی رائج اور مفتی بہ قول ہے۔

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا: يوم الأداء الخ. (شامی، کتاب الزکاة،

باب زکاة الغنم کراچی ۲/۲۸۶، زکریا مع الدرر ۳/۲۱۱)

فیعتبر قیمتها يوم الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا لأن المذهب عندهم أنه إذا هلك النصاب بعد الحول تسقط الزكاة سواء كان من السوائم أو من أموال التجارة الخ. (بدائع، كتاب الزكاة، فصل في صفة الواجب في أموال التجارة قديم ۲/۲۲، جديد زكريا ۱۱۱/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۳۶/۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

کپڑے کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کس دن کی قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال: [۴۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کپڑے کا تاجر ہوں زکوٰۃ میں کپڑا ادا کرنا چاہتا ہوں تو کپڑے کی کوئی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کروں جس قیمت میں خریدتا ہوں وہ یا جس میں بیچتا ہوں وہ قیمت؟
المستفتی: محمد ادریس احمد، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اداء زکوٰۃ کے وقت کپڑوں کی فروختگی کی حتمی اور یقینی قیمت لگا کر جتنی بھی قیمت بنے اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

وفي عرض تجارة قيمته نصاب مقوما بأحدهما. (شامی، کتاب الزكاة،

باب زكاة المال كراچی ۲/۲۹۸، زکریا ۳/۲۲۸)

وجاز دفع القيمة في زكاة وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقال: يوم الأداء وفي الشامی يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، کتاب الزكاة، باب زكاة الغنم كراچی ۲/۲۸۶، زکریا ۳/۲۱۱)

فیعتبر یوم الأداء والصحیح أن هذا مذهب جمیع أصحابنا لأن المذهب عندهم أنه إذا هلك النصاب بعد الحول تسقط الزکوة سواء كان من السوائم أو من أموال التجارة الخ. (بدائع، کتاب الزکاة، فصل فی صفة الواجب فی أموال التجارة قديم ۲/۲۲، جدید زکریا ۱۱/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

۱۵ شعبان ۱۴۲۹ھ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۱۰/۳۸)

ادائیگی زکوة کے وقت کی قیمت معتبر ہے

سوال: [۴۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کمپنی نے کوئی جگہ خریدی ہو جس کو توڑ کر دوبارہ تعمیر کر کر فروخت کرنا ہو تو بعد تعمیر کے فروخت کرنے پر یا خرید کے وقت کے نرخ پر یا فروخت کے وقت بازار کے بھاؤ کے مطابق رقم پر زکوة واجب ہوگی یا صرف ہوئے منافع پر اخراجات وغیرہ مبرا کرنے کے بعد بچی رقم پر؟ جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتی: عبدالرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس وقت زکوة ادا کی جائے اسی وقت کے بھاؤ اور قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے، زکوة ادا کرنے کا حکم ہے، چنانچہ اگر فروختگی کے فوراً بعد ادا کی جائے، تو اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اسی طرح قبل تعمیر ادا کرے یا بعد تعمیر جس وقت ادا کرے اسی وقت کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے ادا کرنی ہوگی، نفع و نقصان کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ موجودہ حالت کی قیمت معتبر ہوگی۔

تعتبر القيمة الخ (در مختار) ويعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح

الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی ۲/۲۸۶، زکریا ۳/۲۱۱)

فیعتبر قيمتها يوم الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا لأن المذهب عندهم أنه إذا هلك النصاب بعد الحول تسقط الزکوة سواء كان من السوائيم أو من أموال التجارة الخ. (بدائع، کتاب الزکاة، فصل فی صفة الواجب فی الاموال التجارة قديم ۲/۲۲، جديد زکریا ۲/۱۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۳ شعبان ۱۴۱۱ھ

۳/۸/۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۲۶/۲۶)

زکوة میں يوم الأداء کی قیمت کا اعتبار ہے

سوال: [۴۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسی جائیداد پر جو کہ ادھوری بنی ہوئی خریدی ہو اس کو سال دو سال میں تعمیر مکمل کر کے فروخت کرنیکا ارادہ ہو صرف حاصل ہوئے منافع پر زکوة کی ادائیگی فرض ہوگی یا خرید کے وقت کی قیمت پر یا موجودہ مالیت پر؟

المستفتی: عبدالرحمن، پرنس روڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: موجودہ مالیت کی قیمت لگا کر زکوة ادا کرنا لازم ہوگا۔

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الأداء وفي الشامية تعتبر يوم

الأداء بالإجماع وهو الأصح الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم کراچی

۲/۲۸۶، زکریا ۳/۲۱۱)

فیعتبر قيمتها يوم الأداء والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا.

(بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل فی صفة الواجب فی الاموال التجارة قديم ۲/۲۲،

جدید زکریا دیوبند ۱۱/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۳۳۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۳/۸/۱۴۱۱ھ

بہن کے کھاتے یا موبائیل وغیرہ میں زکوٰۃ کی رقم ڈالنا

سوال: [۴۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بہن غریب مستحق زکوٰۃ ہے زکوٰۃ کے پیسے اگر زید بغیر اپنی بہن کو بتائے اس کے موبائل میں ڈال دے ریچارج کرا دے، تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، کبھی اپنی بہن کے بینک اور مسلم فنڈ کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے، تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یہ تمملیک فقراء ہے، مفصل جواب سے نوازیں؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ میں اگر پیسے ادا کئے جائیں تو فقراء کو ایسے طریقہ پر مالک بنا دینا ضروری ہے کہ وہ اس پیسے سے اپنی جو بھی ضرورت پوری کرنا چاہیں کر سکیں لہذا بینک اور مسلم فنڈ کے کھاتہ میں ڈالنے کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اس لئے کہ وہ اس پیسے کا اپنے اختیار سے جس ضرورت میں چاہے استعمال کر سکتی ہے، اور موبائل میں ڈالنے سے اس وقت زکوٰۃ ادا ہوگی جب اس سے اس بارے میں اجازت لے لی جائے، اور بغیر اجازت ڈالنے کی صورت میں تبرع مانا جائیگا اس لئے کہ وہ پیسہ اس کے اختیار میں اس طرح نہیں پہنچا ہے کہ جس ضرورت میں چاہے وہ خرچ کر سکے۔

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح حتى لو أعطاه شيئاً

وسمائه هبة أو قرصاً ونوى به الزكاة صحت. (مراقى الفلاح، كتاب الزكاة،

جدید دارالکتاب دیوبند/۷۱۵، قدیم/۳۹۰، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرھا وصفتها و شرائطھا زکریا ۱/۱۷۱، جدید مطول ۱/۲۳۳، البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا ۲/۳۷۰، کوئٹہ ۲/۲۱۲)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة (قال في الشامية) فلا يكفى فيها الإطعام إلا بطريق التملك ولو أطمعه عنده ناويا الزكاة لاتكفى . (شامی مع الدر، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۳۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۰/۴۰)

زکوة میں گھٹیا چیز دینے سے متعلق ایک مفصل فتویٰ

سوال: [۲۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ راقم الحروف کی معرفت آپ حضرات کی خدمت میں تین سوالات پر مشتمل ایک استفتاء پیش کیا گیا تھا، جو اس عریضہ کیساتھ ارسال خدمت ہے۔

راقم الحروف کی نظر میں سوال نمبر (۱) اور سوال نمبر (۳) کے جوابات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں اپنی معروضات پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے نوازیں گے؟
معروضات متعلقہ جواب سوال نمبر (۱):

فتویٰ میں لکھا گیا ہے، بہت گھٹیا چیز زکوة میں دینا درست نہیں ہے، بلکہ درمیانی اور اوسط درجہ کی چیز دینی چاہئے، اس لئے مسئلہ صورت میں جو کپڑا دو تین بار پہنا جا چکا ہے، اسکو زکوة میں دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو چیز بھی ایک مرتبہ استعمال کر لی جاتی ہے، وہ گھٹیا ہی شمار ہوتی ہے۔
ان الساعی لیس له أن يأخذ خيار الأموال بل يأخذ الوسط بين

الخيار والردی. (عمدة القاری ۸/۲۳۸)

اس جواب پر راقم الحروف کو چند شبہات ہیں۔

شبہ نمبر (۱): عمدة القاری کی جس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے اس میں لفظ ردی کا استعمال خیار اور وسط کے مقابلہ میں ہوا ہے، لہذا اس سے درجہ سوم کے سوا تم مراد ہیں، اور یہ ادنیٰ کا مرادف ہے، اور ادنیٰ چیز کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ درمختار کی درج ذیل عبارت سے واضح ہے۔

وإن لم يجد أى المصدق، وكذا إن وجد فالقيد اتفاقى ماوجب من ذات سن دفع المالك الأدنى مع الفضل جبراً على الساعي لأنه دفع بالقيمة. (درمختار زکریا ۳/۲۱۳)

شبہ نمبر (۲): فقہاء کرامؒ کے نزدیک خلاف جنس سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں چیز کی قیمت کا اعتبار کیا گیا ہے، نہ کہ اس کی حیثیت کا، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے واضح ہے؟

(۱) أما إذا أدى من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة اتفاقاً.

(۲) فإذا أدى خمسة أفقرة رديئة عن خمسة جيدة لم يجز عنده حتى يؤدى تمام قيمة الواجب و جاز عندهما. (رد المختار زکریا ۳/۲۱۱)

(۳) وإن كان من خلاف جنسه يراعى فيه قيمة الواجب ، حتى لو أدى أنقص منه لا يجوز إلا بقدره. (بدائع الصنائع زکریا ۲/۱۲۷)

ان تصریحات کے باوجود ردی چیز کو زکوٰۃ میں دینے کو غلط کیسے کہا جاسکتا ہے، جبکہ فقہاء کرامؒ اسے مکروہ یا خلاف اولیٰ بھی نہیں کہہ رہے ہیں۔

المستفتی: خورشید انور قاسمی، خادم تدریس:
جامعہ قاسمیہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سائل نے عمدة القاری کی عبارت پر شبہ ظاہر

کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ ”عمدة القاری کی عبارت میں ردی کا استعمال خیار اور وسط کے مقابلہ میں ہوا ہے، لہذا ردی سے درجہ سوم کے سوائے مراد ہیں، اور یہ ادنیٰ کا مرادف ہے، اور ادنیٰ چیز کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے“، اس کے بعد مسائل نے درمختار کی عبارت ”وان لم یجد المصدق“ سے ”لانه دفع بالقيمة“ تک کی عبارت نقل کی ہے، اس پوری عبارت پر بار بار غور کر کے دیکھا گیا ہے، اس میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ صرف ادنیٰ چیز کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ ساتھ میں ایک قید لگی ہوئی ہے، ”الا دنیٰ مع الفضل“ تنہا ادنیٰ شئی کو زکوٰۃ میں بلا کراہت دینے سے متعلق ہم کو کہیں عبارت نہیں ملی اور مسائل نے جو عبارت نقل کی ہے، وہ تنویر الابصار کی ایک مستقل عبارت کے اخیر میں ایک قید اتفاقی ہے، اس قید اتفاقی پر صاحب درمختار نے تبصرہ فرمایا ہے، ”مستقل عبارت یہ ہے، ”والمصدق لا يأخذ إلا الوسط“، صدقہ وصول کرنے والا درمیانی درجہ کی چیز زکوٰۃ میں لیگا، نہ ادنیٰ لینے کی اجازت ہے نہ ہی اعلیٰ، پھر صاحب تنویر الابصار نے یہ قید لگا کر مسئلہ اٹھایا ہے کہ اگر اوسط درجہ کی شے دستیاب نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ اس قید کو صاحب درمختار نے اتفاقی قرار دیا ہے، پھر آگے تنویر الابصار کی عبارت ہے کہ درمیانی درجہ کی شئی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں ادنیٰ کو فضل کے ساتھ ملا کر دیا جائے، اور اس میں قیمت کا اعتبار کیا جائے، اس لئے مسائل کی پہلی عبارت سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، کہ محض ادنیٰ شئی کو زکوٰۃ میں دینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ اعلیٰ اور بہتر شئی کی طرف سے ادنیٰ شئی زکوٰۃ میں دینا کم از کم مکروہ ہے، اس لئے صاحب تنویر الابصار نے حصر کیا ساتھ ”المصدق لا يأخذ إلا الوسط“ کی عبارت نقل کی ہے، اور یہی اصل مسئلہ شرعی ہے، ہاں البتہ اعلیٰ اور عمدہ چیز کی جانب سے ادنیٰ چیز زکوٰۃ میں ادا کرے تو اس کی قیمت لگانا واجب ہے، اور ادائے زکوٰۃ میں امام محمدؒ کے قول کے مطابق انفع للفقراء کا اعتبار کیا گیا ہے، اور انفع للفقراء کو پیش نظر رکھ کر زکوٰۃ ادا کرنا زیادہ افضل اور بہتر ہے، لہذا جب ادنیٰ شئی کے ذریعہ سے

زکوٰۃ ادا کرنے کا ارادہ ہو تو بہتر شکل یہ ہے کہ اس شی کو فروخت کر کے اس کی قیمت فقراء کو دے دی جائے، اسلئے کہ استعمالی کپڑے کے مقابلہ میں روپیہ پیسہ نفع للفقراء ہے، اس لئے پچھلے فتویٰ میں لکھا گیا تھا، کہ درمیانی اور اوسط درجہ کی چیز دینی چاہئے، جیسا کہ درمختار اور تنویر الابصار کی اس مستقل عبارت سے واضح ہے، جہاں سے سائل نے اپنی عبارت نقل کی ہے، اور استعمالی کپڑے دینے کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا گیا تھا کہ ”اسکو زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں ہے“، ہو سکتا ہے، لفظ ”صحیح نہیں ہے“ سے سائل نے یہ سمجھا ہو کہ زکوٰۃ ہی ادا نہیں ہوگی بلکہ روپے پیسے کے عوض میں دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی فتویٰ میں صحیح نہیں کا لفظ کراہت کی وجہ سے بولا گیا ہے عدم جواز کی وجہ سے نہیں، اور اس کے لکھنے میں یہ مصلحت بھی پیش نظر رہی ہے کہ آج کل کے زمانہ میں ادنیٰ درجہ کے سرمایہ دار کا حال بھی ایسا ہے، کہ ایک آدھ مرتبہ پہننے کے بعد اس کپڑے سے اکتا جاتے ہیں، پھر نیا کپڑا بنانے لگتے ہیں خاص طور پر عورتوں کا حال تو یہ ہے کہ ہر شادی ہر تقریب ہر خوشی کے موقع پر نیا جوڑا بنواتی ہیں، دو تین دفعہ پہننے کے بعد اسے رکھ دیتی ہیں، اس طریقہ سے سال پورا ہوتے ہوتے کافی تعداد میں کپڑے جمع ہو جاتے ہیں، اور انھیں وہ کپڑے بہر حال فقراء اور غریب رشتہ داروں کو دینے ہیں، اور ادھر زکوٰۃ بھی واجب ہو رہی ہے، تو ایسے کپڑوں کو روپیہ پیسہ اور عمدہ سرمایہ کی زکوٰۃ کے عوض میں نکالنا چاہتے ہیں، اور ساتھ میں یہ سمجھتے ہیں کہ جن پیسوں کی زکوٰۃ نکالنا ضروری تھا، استعمالی کپڑوں کے سہارے سے اس کے ذمہ سے سبکدوش ہو جائیں گے، لہذا ان سے اگر یہ کہہ دیا جائے، کہ استعمالی کپڑے سرمایہ کی زکوٰۃ میں دیئے جاسکتے ہیں تو وہ ہزار ہا روپیہ جو زکوٰۃ میں دینا لازم ہوتا ہے، وہ بچالیں گے اور یہ کپڑے ان پیسوں کے عوض میں دے دیں گے حالانکہ یہ کپڑے انھیں بہر حال آج نہ ہو تو کل فقیر اور غریب رشتہ داروں کو دینا ہے، نیز ایسے کپڑے کی قیمت اپنے طور پر لگائیں گے، مثلاً اگر سو روپے کا جوڑا ہے تو اس کی قیمت کم از کم پچاس روپیہ لگا کر زکوٰۃ میں دیں گے حالانکہ صورت

حال یہ ہے کہ اگر سو روپے کا استعمال جوڑا اور پچیس روپیہ فقیر کے پاس رکھ کر اختیار دیا جائے گا تو فقیر وہ استعمال جوڑا نہیں لیگا اور پچیس روپیہ لے لیگا، اس لئے ”صحیح نہیں“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور علماء کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ زمانہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے، اور حالات زمانہ کے اعتبار سے استعمالی کپڑے زکوٰۃ میں دینے کا مسئلہ بتلانا کسی طرح مناسب نہیں، ہم نے اپنے یہاں کے بہت سے طلباء سے اس سلسلے میں معلومات کی ہے کہ اگر سو روپیہ کا جوڑا جو ایک دو مرتبہ استعمال کیا ہوا ہو اور بیس روپے رکھے جائیں اور اختیار دیا جائے تو کس کو اختیار کرو گے، تو سب نے کہا بیس روپیہ لیں گے، اور اس کی ایک مثال یوں بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ مدارس کے لوگ کسی سرمایہ دار کے پاس چندہ لینے جائیں، اور وہ یہ کہے کہ میری طرف سے پانچ ہزار روپے کی رسید کاٹ دیجئے اور وہ استعمالی کپڑے لا کر ڈال دے اور یہ کہے کہ ان کپڑوں کی تیاری میں بارہ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے میں نے اس کی قیمت پانچ ہزار لگائی ہے، پھر مدرسہ کے دفتر میں آ کر کے پانچ ہزار روپے کی رسید کا حساب لگائیں تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کتنی چہ میگوئیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، یہ چہ میگوئیاں بھی درجہ کراہت سے خالی نہیں، ان مصلحتوں کی بناء پر لفظ ”صحیح نہیں“ استعمال کیا گیا ہے، اور دوستوں کو یہی مشورہ دینا چاہئے، کہ استعمالی کپڑا زکوٰۃ میں نہ دیا جائے، نیز فقہانے خلاف جنس کی صورت میں قیمت لگانے کی قید ضرور لگائی ہے، اس لئے ہونا یہی چاہئے کہ استعمالی کپڑوں کو فروخت کر کے جو اس کا پیسہ حاصل ہو وہی فقیروں کو دیدے، ایسی صورت میں استعمالی کپڑوں کی صحیح قیمت بھی کھل کر سامنے آ جائیگی، اور فقہاء اور محدثین نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ میں عیب دار چیز دینا جائز نہیں ہے، اور جو کپڑا استعمال کیا جا چکا ہے، وہ دوسروں کے حق میں عیب دار ہو جاتا ہے، اس لئے اس کی قیمت آدھی سے زیادہ گھٹ جاتی ہے، اور سائل نے یہ جو فرمایا ہے کہ استعمالی کپڑے ادنیٰ کے درجہ میں ہیں، قابل غور بات ہے بلکہ استعمالی کپڑے ایک قسم کے عیب دار بن

جاتے ہیں، اور عیب دار کے بارے میں حدیث میں آیا ہے۔

عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب كتاب الصدقة فلم يخرج له إلى عماله - إلى - لا يؤخذ في الصدقة هزيمة ولا ذات عيب. (ترمذی شریف، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی زکوٰۃ الإبل والغنم، النسخة الهندية ۱/۱۳۶، دار السلام رقم: ۶۲۱)

نیز اگر استعمالی کپڑے کو ادنیٰ کے مرادف مانا جائے تب بھی کراہت سے خالی نہیں ہے اسلئے کہ خلاف جنس اشیاء کی طرف سے ادا کرنے کی صورت میں ایک تو اس کی قیمت صحیح نہیں لگ پاتی دوسرے نفع للفقراء بھی نہیں ہے ہماری عبارت ”صحیح نہیں“ کا محمل یہی ہے اور رسائل نے آخر میں جو عبارات نقل فرمائی ہیں ان کا محمل بھی یہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۸ھ

۱۴۲۴/۶/۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۷۷/۳)

مستحق زکوٰۃ کو تحفہ یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مستحق زکوٰۃ ہے لیکن وہ زکوٰۃ لینا نہیں چاہتا ہے، اگر کوئی زکوٰۃ کہہ کر دیتا ہے، تو وہ منع کر دیتا ہے، اگر اس مستحق زکوٰۃ کو رقم ہدیہ کہہ کر دیدے تو زکوٰۃ دینے والا کٹہہ گار تو نہیں ہوگا؟

المستفتی: ضیاء الرحمن، سلیم مسجد،
چوہان باغ، سلیم پور، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے، اس کو زکوٰۃ کی نیت سے تحفہ یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ دینا جائز ہے، زکوٰۃ دینے والا کٹہہ گار نہیں ہوگا۔

أشار إلى أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة أو قرضا تجزیه

فی الأصح. (شامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء زکریا ۱۸۷/۳، کراچی ۲/۲۶۸)

ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح حتى لو أعطاه شيئا،
وسماه هبة أو قرضا ونوى به الزكاة صحت. (مراقى الفلاح مع حاشية
الطحطاوى، كتاب الزكاة، دارالكتاب ديوبند/۷۱۵)

وكذا لو وهب مسكينا درهما ونواه من زكاته أجزاء، لأن العبرة بالنية فلا
يتغير بلفظ الهبة. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، قبيل باب صلقة السوائم زکریا دیوبند ۲/۳۳)
ولا يشترط علم الفقير بأنها زكاة على الأصح لما فى البحر عن
القنية، والمجتبى الأصح إن من أعطى مسكينا دراهم، وسماها هبة أو
قرضا، ونوى الزكاة فإنها تجزیه لأن العبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع إليه.
(مجمع الانهر، كتاب الزكاة، دارالكتاب العلمية بيروت ۱/۲۹۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/رمزی الحجۃ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۶۵)

بالغ اولاد کی طرف سے والدین کا زکوٰۃ و فطرہ ادا کرنا

سوال: [۴۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بالغ
اولاد کی طرف سے اگر باپ زکوٰۃ و فطرہ دے تو ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد فرقان، بھٹی محلہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ادا ہو جائے گا۔

كما فى الهندية، لا يؤدى عن زوجته ولا عن أولاده الكبار،

وإن كانوا في عياله ، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاءهم استحساناً الخ . (ہندیہ ، کتاب الزکاة ، الباب الثامن فی صدقة الفطر زکریا ۱/۱۹۳ ، جدید ۱/۲۵۵)

لا عن زوجته وولده الكبير العاقل ، ولو أدى عنهما بلا إذن أجزاء استحساناً للإذن عادة: أى لو فى عياله وإلا فلا . (درمختار ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر زکریا ۳/۳۱۷ ، کراچی ۲/۳۲۳)

ولا يؤدى عن زوجته ولا عن أولاده الكبار وإن كانوا في عياله لانعدام الولاية، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاءهم استحساناً لثبوت الإذن عادة . (ہدیہ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر ، اشرفی دیوبند ۱/۲۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/رجب ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

قرض بتا کر دینے سے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے سونے کے زیورات گروی رکھ کر سودی قرضہ لے رکھا ہے، زید میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ قرضہ ادا کر کے زیور چھڑالے، عنقریب وہ زیور اصل رقم اور سود وغیرہ میں ختم ہو جائیگا زید کا ایک ہمدرد عمرو یہ چاہتا ہے، کہ زید کی طرف سے قرضہ کی رقم مطلوبہ زکوٰۃ کی مد سے ادا کر کے وہ زیورات چھڑالے عمرو یہ رقم زید کو نہ دیکر براہ راست بنئے سے زیور چھڑانا چاہتا ہے، اور دی گئی رقم کو زکوٰۃ نہ بتا کر قرض کے طور پر بتانا چاہتا ہے، کیونکہ زید غیرت مند شخص ہے زکوٰۃ لینے میں تامل کریگا، چنانچہ پھر وہ زیور زید کے

حوالے کر دیگا اب زید رقم مطلوبہ دیدے فیہا ورنہ زکوٰۃ کی نیت کر لی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ مسئلہ کی وضاحت اس طرح فرمائیں سمجھ میں آجائے، مہربانی ہوگی

المستفتی: سراج الاسلام، کھوکران، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر عمر زید کے قرضہ کی رقم زید سے اجازت لیکر اس کے قرض خواہ کو براہ راست دیدے بغیر زید کے قبضہ کرائے اور یہ بھی ظاہر نہ کرے کہ میں نے یہ رقم زکوٰۃ سے ادا کی ہے، تو عمر کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی البتہ بعد میں اگر زید وہ رقم عمر کو واپس کرے تو عمر کو لینا جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ کہہ دے کہ میں نے وہ رقم معاف کی یا ہیہ کی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۵۰، ایضاح المسائل ۱۱۳)

أما دين السحي الفقير فيجوز لو بأمره . (در مختار، کتاب الزکاة، باب المصروف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱، فتح القدير، کتاب الزکاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه من لا يجوز كونه ۲/۲۰۸، زکریا ۲/۲۷۲، مصری بیروت ۲/۲۶۸)

ولو قضى دين الفقير بركة ماله إن كان بأمره يجوز . (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع ما يوضع في المصارف، قبيل فصل ما يوضع في بيت المال، زکریا ۱/۱۹۰، جدید ۱/۲۵۲)

ومن أعطى مسكيناً دراهم وسماها هبة أو قرضاً ونوى الزكاة فإنها تجزيه وهو الأصح . (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب الاول في تفسيرها وصفتها وشرائطها زکریا ۱/۱۷۱، جدید مطول ۱/۲۳۳، البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا ۲/۳۷۰، كونه ۲/۲۱۲، شلمی، کتاب الزکاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء زکریا ۳/۱۸۷، کراچی ۲/۲۶۸، خانيه على الهنديه، کتاب الزکاة، قبيل فصل في تعجيل الزكاة زکریا ۱/۲۶۴، جدید مطول ۱/۱۶۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۸۴/۷۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۲۶/۱۴

مقروض کو مالک بنائے بغیر صرف زبان سے کہہ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

سوال: [۴۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ایک شخص مقروض ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، دوسرا آدمی زکوٰۃ کی رقم ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ شخص زکوٰۃ کی رقم سیدھے طور پر مقروض کے قرض خواہ کو یہ کہہ کر دے سکتا ہے، کہ فلاں آدمی پر جو آپ کا قرضہ ہے یہ رقم اس میں منہا کر لویا وہ رقم لیکر مقروض کو دینی پڑے گی اور وہ اپنا قبضہ کر کے قرض خواہ کو دے پہلی صورت اس لئے اختیار کرنی ہے کہ بعض دفعہ جب مقروض کے پاس رقم آ جاتی ہے، تو وہ قرضہ ادا نہیں کرتا، بلکہ دوسری ضرورت میں لگا دیتا ہے، تو پہلی صورت میں جب زکوٰۃ کی رقم قرض خواہ کو دے گا تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ جواب دیں

المستفتی: مستری عبدالرب، قصبہ پنچھراویں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بہتر صورت یہی ہے کہ اولاً مقروض کے ہاتھ میں

دیدي جائے، پھر اسی وقت قرض خواہ مقروض کے ہاتھ سے حاصل کر لے، نیز یہ صورت بھی جائز ہے کہ مقروض قرض خواہ کو حکم کرے کہ زکوٰۃ دہندہ سے اولاً مقروض کی طرف سے وکیل بنکر بطور زکوٰۃ وصول کر لے پھر مقروض سے دوبارہ اجازت لیکر اپنے قرض کے نام سے رکھ لے۔

أما دين الحي الفقير فيجوز لو بأمره وتحتة في الشامي أي يجوز عن

الزكاة على أنه تمليك منه والدائن يقبضه لحكم النيابة عنه ثم يصير قابضاً

لنفسه الخ. (الدر المختار مع الشامي، كراچی باب المصروف ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱، ۲۹۲)

ومحمل هذا أن يكون بغير إذن الحي، أما إذا كان يادنه وهو فقير

فيجوز عن الزكاة على أنه تملك منه والدائن يقبضه بحكم النيابة عنه ثم يصير قابضاً لنفسه . (فتح القدير ، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز كوثقه ۲/ ۲۰۸ ، زکریا ۲/ ۲۷۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف توئی نمبر: ۱۷۰۶/۲۵)

فقیر کو نصاب سے زیادہ زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل جو زکوٰۃ کی رقم کسی کو دیکر تملیک کراتے ہیں، کیا یک مشت اتنی رقم ایک غریب کو دینا درست ہے اور پھر جب وہ اسی رقم کو دوبارہ مدرسہ میں دیگا تو کیا اس کی بھی رسید کاٹی جائیگی، اور پھر مدرسہ کے حساب میں کتنی رقم لکھی جائیگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایک فقیر کو یکمشت نصاب سے زیادہ دینا مکروہ ہے اور حیلہ تملیک میں بھی نصاب سے زیادہ دینا مکروہ ہے۔

و کرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر . (درمختار ، کتاب الزکاۃ ، باب المصروف

، مطلب فی حوائج الأصلیة ، کراچی ۲/ ۳۵۳ ، زکریا دیوبند ۳/ ۳۰۳)

ویکرہ لمن علیہ الزکاۃ أن يعطى فقیراً مائتی درہم أو أكثر ولو أعطى جاز ، وسقط عنه الزکاۃ . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاۃ ، فصل فی

مصارف الزکاۃ ، زکریا دیوبند ۲/ ۱۶۰)

اور جب فقیر مدرسہ کو بطور عطیہ دیدیگا تو مدعطیہ میں اس کو درج کرنا اور اس کی رسید بھی دیدینی چاہئے، تاکہ مدعطیہ کا حساب صحیح رہے، اور جب فقیر کو دیدے تو اس وقت اخراجات

میں اس کو درج کر لینا چاہئے، تاکہ دونوں قسم کے حسابات صحیح رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۱/۲۵ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۰۶/۳۲)

بقدر نصاب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دینا

سوال: [۴۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بڑی سے بڑی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو یعنی ایک شخص کو ایک لاکھ روپیہ زکوٰۃ کی نیت سے دیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی صرف ادائیگی معلوم کرنی ہے؟

المستفتی: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں کراہت کے ساتھ ادا ہو جائیگی۔

و کرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر . (الدرالمختار ، کتاب الزکاة ، باب

المصرف ، مطلب فی حوائج الأصلیة کراچی ۲/۳۵۳ ، زکریا ۳/۳۰۳)

ویکرہ لمن علیہ الزکوۃ أن يعطی فقیراً مائتۃ درہم أو أكثر ولو

أعطی جاز ، و سقط عنه الزکاة . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل فی مصارف

الزکوۃ زکریا دیوبند ۲/۱۶۰)

لیکن ایک مدرسہ کیلئے دینے میں کراہت لازم نہیں آتی اسلئے کہ مدرسہ میں مستحقین کی تعداد کافی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۴۲/۲۸)

اداء زکوٰۃ میں ضم نصاب کا حکم

سوال: [۴۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چاندی اور سونے کے نصاب میں سے کون سا نصاب اصلی تسلیم کیا جائے، آج کے دور میں جبکہ سونے اور چاندی کے نرخ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، نصاب حرمت زکوٰۃ (غنا یعنی کسی شخص کو غنی قرار دیکر اس کیلئے زکوٰۃ لینا ممنوع قرار دیا جائے) اور اسی طرح نصاب موجب زکوٰۃ کی کم سے کم مقدار چاندی کے نصاب سے مقرر کی جائے گی یا سونے کے نصاب سے؟

بینو تو جروا جزاک اللہ۔

المستفتی: (مفتی وقاضی) مجاہد الاسلام

قاسمی، فقہ اسلامی، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: وجوب زکوٰۃ کیلئے شریعت اسلامی نے مال نامی ہونے اور حوائج اصلیہ سے فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ نصاب مال کے مالک ہونے کی شرط بھی لگائی ہے، تاکہ لا ضرر ولا ضرار کے قانون کے تحت کسی کو کوئی نقصان نہ ہو اور اسلامی شریعت نے سونا اور چاندی کو الگ الگ معیار قرار دیا ہے، اسی وجہ سے دونوں اپنی اپنی جگہ مستقل اصلیت کا حکم رکھتے ہیں، اسلئے بلا وجہ کسی ایک کو ہی اصل ٹھہرانا بے اصل اور بے دلیل بات ہوگی، اسلئے جب دونوں الگ الگ اپنے نصاب کو پہنچ جائے تو الگ الگ زکوٰۃ نکالنا بھی واجب ہوتا ہے، اور جب تفاوت ہو جائے اور ایک کا نصاب مکمل ہو جائے، اور دوسرے کا مکمل نہ ہو یا کسی کا نصاب کامل نہ ہو تو شریعت نے انفع للفقراء کو پیش نظر رکھ کر ایک کو دوسرے کیساتھ ملا کر دونوں کو ایک کے حکم میں قرار دیکر نصاب مکمل کر کے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس طرح ضم نصاب کی صورت میں انفع للفقراء کو ملحوظ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، اور انفع للفقراء اسی میں ہے کہ سونے کو چاندی کیساتھ ملا کر پورے کو چاندی کا نصاب بنادیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ

محمودیہ قدیم ۱۱/۲۹، جدید ڈائجیل ۹/۳۷۵، کفایت المفتی جدید ۴/۲۷۰، قدیم ۴/۲۵۴، جدید زکریا مطول ۶/۱۷۲، امداد الفتاویٰ ۲/۳۹، فتاویٰ رحیمیہ ۱/۱۵۰

ترجمہ: سونے چاندی میں سے ایک کو دوسرے کیساتھ ضم کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے، کہ جب دونوں کا نصاب مکمل نہ ہو اور نصاب سے کم ہو اور اگر دونوں کا نصاب مکمل ہو تو انضمام لازم و واجب نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت میں بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ دونوں کی زکوٰۃ الگ الگ ادا کی جائے، اور اگر ملا کر ادا کی جائے تو بھی حنفیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، لیکن واجب یہی ہے کہ اس کے ساتھ قیمت لگالی جائے، جس میں فقراء کا زیادہ فائدہ اور نفع ہو۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان أقل من النصاب فأما إذا كان كل واحد منهما نصاباً تماماً ولم يكن زائداً عليه لا يجب الضم بل ينبغي أن يؤدى من كل واحد منهما زكوته ولو ضم أحدهما إلى الآخر حتى يؤدى كله من الذهب أو الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء . (بدائع الصنائع جدید زکریا دیوبند ۲/۱۰۸)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۵۱/۲۸)

مستحق کے نام سے زکوٰۃ لیکر اپنے اوپر خرچ کرنا

سوال: [۴۲۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے ماموں سے کہا کہ ایک بزرگ صاحب وہ غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں آپ مجھے اپنی زکوٰۃ کی رقم دے دیجئے انھوں نے زید کو زکوٰۃ کی رقم دیدی کہ وہ میں ان کو دیدوں، پھر وہ زید نے

اپنے اوپر صرف کر لی اور کچھ رقم والدہ صاحبہ کو یہ کہہ کر دیدی کہ یہ فلاں بزرگ نے مجھے ہدیہ کے طور پر دی ہے، والدہ صاحبہ نے اس کو خرچ کر لیا اور کچھ سامان وغیرہ خرید لیا، اب زید کی والدہ کا پوچھنا یہ ہے کہ اس رقم سے خریدا گیا سامان استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ زید کے والد صاحب نصاب ہیں، اور زید ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے؟

المستفتی: زید کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب زید نے مذکورہ زکوٰۃ کی رقم طے شدہ مستحق تک نہ پہونچا کر اپنی ذات پر خرچ کر لی تو زید خائن بھی ہوا اور اس رقم کا ضامن بھی بن گیا، لہذا اب زید کے اوپر دو کام لازم ہیں۔
(۱) خیانت کے گناہ کی توبہ کرنا۔

(۲) زکوٰۃ کی رقم کا پورا تاوان ادا کرنا اور جب تک زید تاوان کی ادائیگی اور توبہ نہیں کرتا اس وقت تک سخت ترین گناہ گار ہوگا، نیز مذکورہ زکوٰۃ کی رقم سے جو سامان خریدا گیا ہے، یہ اس وقت تک استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، جب تک اس کا تاوان طے شدہ مستحق کو مکمل طور پر نہ پہونچا دے۔

ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء فلو ضاعت
لاتسقط عنه الزکوٰۃ . (شامی، کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی زکوٰۃ ثمن المبیع وفاء
کراچی ۲/۲۷۰، زکریا ۳/۱۸۹، البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ، زکریا دیوبند ۲/۳۶۹،
کوئٹہ ۲/۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۴۶)

گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائے گی کا طریقہ اور اس کے استعمال کا حکم

سوال: [۴۲۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) دس سال سے حساب کر کے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اسکی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی؟
(۲) زکوٰۃ کی رقم کا استعمال کہاں اور کس پر ہو سکتا ہے؟
(۳) پچھلی رقم جس کی زکوٰۃ حساب کر کے نہیں نکالی وہ رقم آج ہم استعمال کریں تو کس طرح سے؟

(۴) بغیر زکوٰۃ دئے ہوئے رقم سے پلاٹ خریدا اور اب اس رقم کی زکوٰۃ نکالنا چاہتے ہیں، تو اس کی کیا شکل ہوگی؟

المستفتی: محمد اختر خان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اولاً پورے مال کی زکوٰۃ واجب ہے، پھر ادائیگی کے بعد جو رقم بچے اور وہ نصاب تک پہنچے تو دوسرے سال کی زکوٰۃ نکالی جائے اسی طرح منہا کرنے کے بعد اگر بقایا رقم نصاب تک پہنچے تو تیسرے سال کی ادا کی جائے، علیٰ ہذا القیاس۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۴۳، احسن الفتاویٰ ۴/۲۷۵)

إذا كان لرجل مائتا درهم أو عشرون مثقال ذهب فلم يؤد زكوته سنتين يزكى السنة الأولى وليس عليه للسنة الثانية شيء عند أصحابنا الثلاثة رحمهم الله تعالى 'وعند زفر يؤدى زكوة سنتين . (بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، دين الزكاة ذكرى ۲/۶۸)

(۲) ہر وہ شخص جو صاحب نصاب و سید نہ ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اپنے فقیر عزیز مقدم ہیں لا وارث بچے نادار طالب علم اور بیواؤں پر بھی زکوٰۃ کو خرچ کرنا چاہئے۔ (مستفاد: محمودیہ ۱۷/۱۳۵، ۳/۹۴)

مصرف الزکاة هو فقير وهو من له أدنى شيء وفي الشامي: والأظهر أن يقول من لا يملك نصاباً. (شامی، کتاب الزکاة، باب الصرف کراچی ۳۳۹/۲، زکریا ۲۸۳/۳)

(۳) چونکہ ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے اسلئے جمع شدہ رقم پر اولاً گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نکالی جائے اور جو رقم بچ جائے اس کو استعمال کر لیا جائے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۴/۲)

(۴) ہر وہ شخص جس کے پاس حاجت اصلیہ ضروریہ سے زائد اتنا مال خواہ زیور و مکان یا زمین ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو اور اس پر سال گذر جائے، تو اس پر زکوٰۃ نکالنا فرض ہے اسلئے پلاٹ خریدنے سے قبل جو کچھ بھی آپ کے پاس رقم تھی جس پر سال گذر گیا ہو تو اس کا حساب لگا کر اب زکوٰۃ نکال دی جائے۔

نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم وفي الشامي: فمادون ذلك لازكاة فيه. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲۹۵/۲، زکریا ۲۲۴/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱۱/۱۵

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۲/۱۱/۱۳
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۰۲/۳۶)

مال تجارت کی زکوٰۃ کی ادائے کی کا طریقہ

سوال: [۲۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کیساتھ شریک ہو کر ایک پلاٹ خریدا پلاٹ پندرہ لاکھ روپے میں خریدا ہے، خریداروں نے تین لاکھ روپے ادا کئے ہیں، بارہ لاکھ باقی ہیں، اسی پلاٹ کو شریک حضرات نے ۷ لاکھ میں فروخت کر دیا، ۷ لاکھ کی جو فروخت ہوئی ہے وہ مکمل ایک سال

کے بعد ہوئی شرکاء صرف تین تھے، جنہوں نے بارہ لاکھ کی ادھاری پر پلاٹ خریدا تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ تین لاکھ کی رقم پر واجب ہے، جس پر حوالان حول ہوا ہے، یا پورے مال پر؟ جو دو لاکھ روپے نفع کیساتھ ۵ لاکھ روپے کی شکل میں آ رہا ہے کیونکہ ۱۲ لاکھ قرض ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مال تجارت کی نیت سے خریدی گئی جائیداد پر زکوٰۃ فروختگی کے دن کی قیمت کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے، نہ کہ خرید کے دن کے اعتبار سے اور چونکہ اس پلاٹ کو خریدے ہوئے مکمل ایک سال گزر چکا ہے، لہذا فروختگی میں ملنے والے سترہ لاکھ روپیہ میں سے پانچ لاکھ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور بارہ لاکھ قرض ہونیکے وجہ سے اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

أما إذا اختلفا قوم بالأُنفَع . (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی

(۲۹۹/۲، زکریا ۳/۲۲۹)

واعتبار الأُنفَع مذهب أبی حنیفۃ ومعناه یقوم بما یبلغ نصاباً إن کان یبلغ بأحدهما ولا یبلغ بالآخر احتیاطاً . (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب زکاة المال زکریا قدیم ۱/۲۷۹، ۲/۷۸، مجمع الانهر، کتاب الزکاة، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، المكتبة دارالکتب العلمیة ۱/۳۰۶)

کل دین لہ مطالب من جهة العباد یمنع وجوب الزکاة سواء کان الدین للعباد کالقرض وثمن البیع . (ہندیہ، کتاب الزکاة، کوئٹہ و زکریا ۱/۱۷۲، جدید مطول ۱/۲۳۴، الباب الأول فی تفسیر ہا۔ الخ ومنها الفراغ عن الدین، ومثله فی تبیین ۲/۲۴، شامی، کتاب الزکاة، مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة کراچی ۲/۲۶۰، زکریا ۳/۱۷۴، بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل واما شرائط الفرضیة الخ زکریا

قدیم ۶/۲، ۸۳/۲ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف فئوئی نمبر: ۱۱۵۰۱/۲۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱/۴/۱۴۳۵ھ

مستحق زکوٰۃ ملازم کو دی ہوئی چیز واپس لیکر دوسرے کو دینا

سوال: [۴۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مالک نے اپنے ملازم کو اس کے نجی کام کیلئے زکوٰۃ کی مد سے کوئی چیز دلوائی اور اس کے بعد وہ ملازم اپنی ملازمت چھوڑ کر چلا جاتا ہے، تو کیا مالک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اسکی وہ چیز کسی اور ملازم کو دیدے، جواب تحریر فرمادیں، تاکہ مذہب اسلام کی رو سے فیصلہ کیا جاسکے؟

المستفتی: حسنین اختر شمشی، منظور

ایکسپورٹس، قانون گویان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت اسلامی میں زکوٰۃ ادا ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو بالکل مالک بنا دے اور اس میں پھر زکوٰۃ دہندہ کی کوئی غرض لاحق نہ ہو، لہذا اب جب مذکورہ سوال میں مالک اس کا اقرار کر رہا ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ ملازم کو مستحق زکوٰۃ ہو نیکی وجہ سے دیدیا ہے تو ملازم اس رقم کا مالک بن چکا ہے، اب اس میں زکوٰۃ دینے والے کو کوئی اختیار نہیں ہے، لہذا اس ملازم سے واپس لینا غصب ظلم اور حرام ہوگا، اور ملازمت چھوڑ کر چلا جانا ایک الگ مسئلہ ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة الخ . (الدر المختار، كتاب

الزكاة، باب المصرف ذكر بيا ۳/۲۹۱، كراچی ۲/۳۴۴)

الزكاة يجب فيها تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالى ”وآتو

الزكاة“ . (البقرہ: ۴۳) يقتضى التملك ، ولا تتأدى بالإباحة . (تبیین الحقائق ، کتاب الزكاة، زکریا دیوبند ۱۸/۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۷۱/۲۷)

چھوٹے بھانجے کو اسکول خرچ میں زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا میں اپنی زکاۃ اپنے سگے نابالغ بھانجے کو دے سکتا ہوں، یعنی اس کے اسکول وغیرہ کی فیس وغیرہ میں خرچ کر سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ کا بھانجہ مستحق زکوٰۃ ہے تو آپ اس کو اپنی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کہ وہ اس کو اپنے خرچ مثلاً فیس وغیرہ میں لے آئے، لیکن آپ براہ راست زکوٰۃ سے فیس اور دیگر اخراجات پورے نہیں کر سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ میں تملیک فقراء شرط ہے، بصورت دیگر آپ کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

ولا إلى من بينهما ولاد (درمختار) وقيد بالولا دلجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأحوال الفقراء بل هم أولى لأنه صلة وصدقة. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصرف کراچی ۲/۴۶۳، زکریا ۳/۲۹۳)

ويشترط أن يكون الصرف تملیکا. (درمختار علی شامی، کتاب الزكاة، باب المصرف کراچی ۲/۴۴۳، زکریا ۳/۲۹۱)

الزكاة يجب فيها تملك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالى "وآتو الزكاة". (البقرہ: ۴۳)

يقتضى التملك ، ولا تتأدى بالإباحة . (تبیین الحقائق ، کتاب الزكاة، زکریا

دیوبند ۲/۸ (فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/رمزی الحجۃ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۴۹۷۵)

نئے سلعے ہوئے کپڑے زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ کپڑے سلعے ہوئے ایسے بھی ہیں جو پہنے نہیں ہیں بالکل نئے ہیں، کیا انکو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نیا کپڑا جو استعمال نہ کیا گیا ہو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، مگر بازار میں جس قیمت میں فروخت کیا جائیگا، وہی قیمت لگانا ضروری ہے۔
تملیک خرج الإباحة فلو أطمع یتیمنا نأویا الزکوٰۃ لایجزیہ إلا إذا دفع إلیہ المطعوم کما لو کساه، أي کما یجزئہ لو کساه. (شامی مع الدر المختار، کتاب الزکاة، کراچی ۲/۲۷۵، زکریا ۳/۱۷۱)

الزکاة یجب فیہا تملیک المال، لأن الإیئاء فی قولہ تعالیٰ ”وآتو الزکاة“. (البقرہ: ۴۳) یقتضی التملیک، ولا تتأدی بالإباحة. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/۱۸)

فلو أطمع یتیمنا نأویا به الزکاة لا تجزیہ إلا إذا دفع إلیہ المطعوم کما لو کساه. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند/۷۱۴)
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۲/۱۴۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/۲/۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۳۳)

استعمال شدہ کپڑا زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) میرے پاس کچھ کپڑے سلے ہوئے ایسے ہیں جو میں نے ایک یا دو بار پہنے ہیں، ایک دو بار دھل بھی چکے ہیں، کیا ان کی قیمت گھٹا کر زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟ (۲) کچھ کپڑے سلے ہوئے ایسے بھی ہیں، جو پہنے ہوئے نہیں ہیں بالکل نئے ہیں، کیا ان کو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں؟

المستفتی: مشتاق احمد، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) بہت گھٹیا چیز زکوٰۃ میں دینا درست نہیں ہے، بلکہ درمیانی اور اوسط درجہ کی چیز دینی چاہئے، اسلئے مسئلہ صورت میں جو کپڑا دو تین بار پہنا جا چکا ہے، اس کو زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں، کیونکہ جو چیز بھی ایک مرتبہ استعمال کر لی جاتی ہے، وہ گھٹیا ہی شمار ہوتی ہے۔

عن عبد الله بن معاوية، قال: قال النبي ﷺ: ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان - إلى - وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه كل عام ولا يعطى الهرمة ولا الدرنه ولا المريضة ولا الشرط اللئيمة ولكن من وسط أموالكم فإن الله لم يسألكم خيريه ولا يأمركم بشره. (سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۳، دار السلام رقم: ۵۸۲)

إن الساعى ليس له أن يأخذ خيار الأموال بل يأخذ الوسط بين الخيار والردى. (عمدة القارى، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، زكريا ۶/ ۳۲۸، دار إحياء التراث العربى بيروت ۸/ ۲۳۸)

(۲) نیا کپڑا جو استعمال نہ کیا گیا ہو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، مگر بازار میں جس قیمت

میں فروخت کیا جائیگا وہی قیمت لگانا ضروری ہے۔

ہی تملیک خرج الإباحة فلو أطعم یتیمًا ناویا الزکوٰۃ لایجزیہ إلا إذا دفع إلیہ المطعوم کمالو کساہ آی کما یجزئہ لو کساہ الخ. (شامی مع الدر المختار، کتاب الزکاۃ، کراچی ۲/۲۵۷، زکریا ۳/۱۷۱)

فلو أطعم یتیمًا ناویا بہ الزکاۃ لاتجزیہ إلا إذا دفع إلیہ المطعوم کما لو کساہ. (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ، دارالکتاب دیوبند/۴۱)

فالکسوة لاشک أنه یجوز لو جود الرکن وهو التملیک فیہا وفي الملتقط: وعليہ الفتوی. (التفاوی التاتار خانیۃ، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن فی من

توضع فیہ الزکاۃ، زکریا ۳/۲۱۴، رقم: ۴۱۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۲/۱۹ھ

۱۴۲۲/۲/۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۹۳۳)

مستعمل کپڑے زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مستعمل کپڑے جو دھوبی کے یہاں کے دھلے ہوئے ہوں کپڑوں کی شکل بھی اچھی ہوئے کپڑوں کی قیمت سے کم کر کے زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: اہلبیہ محمد ناصر، بھٹی محلہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی استعمالی چیزیں شرعاً دینی اور گھٹیا مال میں شمار ہوتی ہیں، ایسی چیزوں کو زکوٰۃ میں دینے سے شریعت نے منع کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن معاویۃ، قال: قال النبی ﷺ: ثلاث من فعلہن فقد طعم طعم الإیمان -إلی- وأعطی زکاۃ مالہ طیبة بها نفسہ رافدة علیہ کل عام ولا یعطى الهرمة ولا الدرنۃ ولا المریضۃ ولا الشرط اللئیمۃ ولكن من

وسط أموالکم فإن الله لم يسألکم خیرہ ولا یأمرکم بشرہ . (سنن ابی داؤد ،

کتاب الزکاة، باب فی زکاة السائمة ، النسخة الهندیة ۲/۲۳، دارالسلام رقم: ۱۵۸۲)

ویحرم علی رب المال إخراج شروالمال الخ . (نوی ۱/۳۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۱/۲۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۲۴/۳۱)

زکوٰۃ میں بری کا استعمالی کپڑا دینا

سوال: [۲۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نئی

شادی شدہ لڑکی ہے اسکو جو جوڑا دیا گیا تھا، اس نے اس کو ایک دو دفعہ استعمال کیا اور رکھ دیا پھر نہیں پہنا، اب محلہ میں غریب لڑکی کی شادی ہو رہی ہے، اس کی شادی میں اپنا استعمالی جوڑا بطور زکوٰۃ دینا چاہتی ہے تو کیا وہ جوڑا زکوٰۃ میں دیا جاسکتا ہے؟ اگر دیا جاسکتا ہے تو اسکی کیا قیمت لگے گی؟ مفصل بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بری کے جوڑے کو استعمال کرنے کے بعد زکوٰۃ

میں دینا درست ہے، اور استعمال کر نیکی وجہ سے اسکی جو قیمت کم ہوگئی ہے، کپڑے کی قیمت میں سے اتنی مقدار مجرا کر کے زکوٰۃ میں کم کرنا لازم ہے، مثلاً جوڑا ایک ہزار کا ہے، اور استعمال کی وجہ سے اس کی قیمت پانچ سو روپیہ رہ گئی ہے، تو زکوٰۃ کے طور پر دینے سے پانچ سو روپے کا شمار ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ زکریا ۱۲/۲، آپ کے مسائل اور انکال ۵/۱۳۱)

لو عال یتیم فجعل یکسوہ ویطعمہ وجعلہ من زکاة مالہ

فالکسوة تجوز لوجود رکنہ وهو التملیک . (البحر الرائق ، کتاب الزکاة،

کوئٹہ ۲/۲۰۱، زکریا ۲/۳۵۳)

المال الذى تجب فيه الزكاة أدى زكاته من خلاف جنسه أدى قدر قيمة الواجب . (ہندیہ ، کتاب الزکاة، الباب الثالث فى زکاة الذهب الفصل الثانی فى العروض زکریا ۱/۱۸۰، جدید مطول ۱/۲۴۲)

وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة . (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال کراچی ۲/۲۹۷، زکریا ۳/۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۶۹/۴۰)

استعمال شدہ کپڑے اور برتن زکوٰۃ میں دینا

سوال: [۴۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو کپڑے سلے ہوئے استعمال میں آچکے ہوں ان کو وقت کے لحاظ سے کم قیمت لگا کر زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، اور جو برتن ٹوٹے ہوئے نہ ہوں مستعمل ہوں تو ان کو زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں، برائے مہربانی تفصیل سے ان مسئلوں کا جواب لکھ دیجئے؟
المستفتی: محمد ناصر، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: استعمالی کپڑے اور استعمالی ٹوٹے ہوئے برتن وغیرہ انسان کے بالکل ادنیٰ اور گھٹیا مال ہیں اور حدیث شریف میں زکوٰۃ میں خراب اور گھٹیا مال دینے سے سخت ممانعت آئی ہے، بلکہ اوسط درجہ کا مال دینے کا حکم وارد ہوا ہے، اسلئے ایسا مال زکوٰۃ میں دینے سے زکوٰۃ دہندہ گناہ گار ہوگا، ہاں البتہ ان کو فروخت کر کے قیمت زکوٰۃ میں دی جائے تو جائز اور درست ہے۔

عن عبد الله بن معاوية ، قال : قال النبي صلى الله عليه وسلم :

ثلاث من فعلهن فقد طعم طعم الإيمان - إلى - وأعطى زكاة ماله طيبة بها نفسه رافدة عليه كل عام ولا يعطى الهرمة ولا الدرنة ولا المريضة ولا الشرط اللئيمة ولكن من وسط أموالكم فإن الله لم يسألكم خيره ولا يأمركم بشره . (سنن أبي داود ، كتاب الزكاة ، باب في زكاة السائمة ، النسخة الهندية ۱/۲۲۳ ، دارالسلام رقم: ۱۵۸۲)

ويحرم على رب المال إخراج شروا المال الخ . (نوی ۱/۳۷)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۴/۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۵۷/۲۸)

زکوٰۃ میں رقم کے بجائے کپڑا، برتن وغیرہ دینا

سوال: [۴۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ میں رقم کے بجائے برتن کپڑا دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: روشن جہاں، ابو منصور
کمپنی، محلہ بھٹی، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر کپڑا اور برتن کی قیمت بازاری بھاؤ کے اعتبار سے کم نہیں ہے، تو دیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۲/۲، احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۴)

وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة الخ . (شامی،

كتاب الزكاة ، باب زكاة المال کراچی ۲/۲۹۷ ، زکریا ۳/۲۲۷)

المال الذي تجب فيه الزكاة، إن أدى زكاته من خلاف جنسه أدى قدر قيمة الواجب . (ہندیہ ، كتاب الزكاة ، الباب الثالث فی زكاة الذهب والفضة ،

الفصل الثانی فی العروض زکریا ۱/ ۸۰، جدید مطول ۱/ ۲۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۷۸/۲۵)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب بچوں کو کپڑے اور کتابیں دینا

سوال: [۴۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تقریباً ڈیڑھ سال سے مدرسہ کا قیام عمل میں آیا ہے، ماشاء اللہ بچے ایک سو سے زائد ہیں مگر فی الحال بیرونی بچوں کا داخلہ مصلحتاً نہیں لیا گیا ہے، مقامی بچوں میں بھی بہت سے بچے غریب ہوتے ہیں، تو ایسے کمزور بچوں کو کپڑے اور کتابیں مال زکوٰۃ و صدقات واجبہ و چرم قربانی کی رقم سے خرید کر دے سکتے ہیں؟

المستفتی: محمد نولس، مہتمم، مدرسہ طارق ابن زیاد،
احمد گڑھ، بنگرور، صوبہ: پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ صدقات واجبہ اور چرم قربانی کی رقم سے غریب نادار طلبہ کو کپڑے اور کتابیں خرید کر مالک بنا دینا جائز ہے۔

والأوجه تقييده بالفقير ويكون طلب العلم مخصصاً لجواز
سؤاله من الزكاة وغيرها وإن كان قادراً على الكسب. (شامی، کتاب
الزكاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/ ۲۸۶، کراچی ۲/ ۳۴۰، الموسوعة الفقهية
الكويتية ۲۸/ ۳۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۸۴/۳۳)

بعد التملیک زکوٰۃ کی رقم سے تبلیغی حضرات کیلئے لحاف سلوانا

سوال: [۴۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں الحمد للہ تبلیغی جماعتوں کا سلسلہ ہے باہر سے آنے والی جماعتیں بعض علاقوں میں موسم گرم ہوتا ہے، اور اس وقت یہاں ٹھنڈی ہوتی ہے، تو ان کیلئے بعد زکوٰۃ تملیک کرا کر لحاف گدے بنائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمایا جائے؟ نوازش و کرم ہوگا؟

المستفتی: فرزند علی، ٹانڈہ، راجپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حیلہ تملیک ہر دینی کام کیلئے جائز نہیں ہے بلکہ اس کیلئے شرط یہ ہے، کہ ایسا دینی کام ہو جس کے بغیر اسلامی معاشرہ خطرہ میں پڑ سکتا ہے اور زکوٰۃ کا پیسہ اس میں خرچ کئے بغیر چلنا ممکن نہ ہو تب حیلہ تملیک کر کے اس میں رقم صرف کرنے کی گنجائش ہوتی ہے، اور مذکورہ صورت میں تبلیغ کی تحریک پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا وہ بدستور جاری رہے گی، اسلئے مذکورہ صورت میں حیلہ تملیک جائز نہ ہوگا۔

لیس من أخلاق المؤمنین الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق الخ. (عمدة القاری، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۹/۲، جدید زکریا دیوبند ۱۶/۲۳۹)

نیز اس بارے میں مرکز سے منسلک ذمہ دار علماء حضرات سے مشورہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۱۳/۲۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۶/۲۲ھ

زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے مسلمانوں کی حفاظت کی غرض سے اسلحہ خریدنا

سوال: [۴۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا زکوٰۃ و صدقات کی رقم سے دین کی حفاظت و مسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے بچنے کیلئے اسلحہ وغیرہ خرید سکتے ہیں، یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد قاسم، محلہ لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے ذریعہ سے اسلحہ خریدنا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسلئے کہ اداء زکوٰۃ کیلئے تمملیک فقراء شرط ہے، اور یہاں یہ مفقود ہے، لہذا بناء مسجد اور حج و جہاد وغیرہ میں زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد وتحتة في الشامي كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه . (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة، باب المصروف كراچی ۲/ ۳۴۴، زكريا ۳/ ۲۹۱)

وعلى هذا يخرج صرف الزكاة إلى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقايات ، وإصلاح القناطر ، وتكفين الموتى ودفنهم أنه لا يجوز ، لأنه لم يوجد التمليك أصلاً . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة، فصل في اركان الزكاة زكريا ديوبند ۲/ ۱۴۲)

الزكاة يجب فيها تمليك المال ، لأن الإيتاء في قوله تعالى 'وآتوا الزكاة'. (البقرة: ۴۳)

یقتضی التملیک ، ولا تتأدی بالاباحۃ . (تبیین الحقائق ، کتاب الزکاة ، زکریا دیوبند ۱۸/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۳۶/۲۶)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب شخص کو سامان خرید کر دینا

سوال: [۴۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جھگڑے کے دوران اگر ہم زکوٰۃ کے پیسے سے کسی مسلمان کی کسی طرح کی امداد کرنا چاہیں، تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ کی رقم سے کوئی سامان خرید کر کسی غریب کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: حاجی محمد حنیف صاحب محلہ کچا باغ، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر وہ مسلمان غریب نادار مستحق زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ کے پیسے سے امداد جائز ہے اور اگر مستحق زکوٰۃ نہیں ہے تو جائز نہیں ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ ادا ہوگی۔
عن ابن عمر ، عن النبی ﷺ قال : لاتحل الصدقة لغني الحديث : (سنن الترمذی ، کتاب الزکاة ، بما جاء من لاتحل له الصدقة ، النسخة الهندیة ۱/۱۴۱ ، دار السلام رقم: ۶۴۷)

لا يجوز صرف الزكاة إلى الغني لعموم قوله تعالى: 'إنما الصدقات للفقراء'. (التوبة: ۶۰)

وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لاتحل الصدقة لغني . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل فی مصارف الزکاة زکریا دیوبند ۱۵۷/۲)
ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال

الخ. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۵، کراچی ۲/۳۴۷)
اگر غریب مسلمان کو زکوٰۃ کے پیسہ سے سامان خرید کر دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی
اور اس میں سامان کی قیمت کا اعتبار کرنا ہوگا۔

اما إذا أدى من خلاف جنسه فالقيمة معتبرة الخ. (شامی، کتاب الزکاة،
باب زکاة الغنم زکریا ۳/۲۱۱، کراچی ۲/۲۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۲۳/۲۶)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو حج کرانا

سوال: [۴۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا میں
کسی غریب کو زکوٰۃ کی رقم دیکر حج کی ترغیب دلا سکتا ہوں کہ تم چاہو تو اس رقم سے حج کر سکتے
ہو تم اسکے مالک ہو؟

المستفتی: عبدالکریم، الہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں اور خیر کی ترغیب دینے میں الگ سے
ثواب بھی ملے گا۔

عن سهل بن سعد قال: قال رسول الله ﷺ: الدال على الخير
كفعله. (المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۶/۱۸۶، رقم: ۵۹۴۵،
۲۲۷/۱۷، رقم: ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۱)

لیکن مقدار نصاب سے زائد دینے کی کراہت بھی لازم آئے گی۔

ويكره لمن عليه الزكاة أن يعطي فقيراً مائتي درهم أو أكثر ولو

اعطیٰ جاز ، وسقط عنه الزکاة . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل فی مصارف الزکاة ، زکریا ۲/۱۶۰)

و کرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر . (الدر المختار ، کتاب الزکاة ، باب المصرف ، مطلب فی الحوائج الاصلیة کراچی ۲/۳۵۳ ، زکریا ۳/۳۰۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۴۲)

زکوٰۃ کی رقم سے قرآن کریم اور دینی کتابیں خرید کر تقسیم کرنا

سوال: [۴۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب ثروت ہے حوالان حول کے بعد ما واجب رقم بنیت زکوٰۃ علیہ کردی ہے، پھر یہ خیال آیا کہ اسی رقم سے (جو بنیت زکوٰۃ علیہ کردی ہے) کلام پاک وغیرہ خرید کر دیدوں تو اس میں زیادہ بہتر ہے تو اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مزی کی بنیت زکوٰۃ علیہ کردہ رقم کو ازیں قبل کہ کسی فقراء و مساکین کو مالک بنائے تصرف کا حق ہے کہ نہیں؟ مثلاً کلام پاک یا دینی کتابیں یا کپڑا خرید کر فقراء و مساکین ہی کو دیدیا جائے، تو درست ہے کہ نہیں؟

المستفتی: عارف حسین، بابو گنج، پرتاپ گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں مذکورہ کی رقم سے قرآن کریم یا دینی کتابیں خرید کر مستحق کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔
(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۱۳)

وفی سبیل اللہ وهو منقطع الغزاة ، وقیل: الحاج ، وقیل: طلبۃ العلم .
(در مختار ، کتاب الزکاة ، باب المصرف زکریا ۳/۲۸۹ ، کراچی ۲/۳۴۳ ، مراقی الفلاح

مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الزکاة، باب المصرف دارالکتاب دیوبند/ ۷۲۰، الفتاویٰ
التاتارخانیۃ، کتاب الزکاة، الفصل الثامن فی من توضع فیہ الزکاة زکریا ۳/ ۳۰۴، رقم:
۴۱۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۴۹/۳۳)

زکوٰۃ کی رقم سے فیس ادا کرنا

سوال: [۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید
بہار کے سیلاب زدہ علاقہ میں ایک گاؤں کا رہنے والا ہے، گاؤں میں ہی زید کے پاس
ڈھائی بیگہ زمین ہے، کبھی کسان ہر سال سیلاب سے متاثر ہوتی ہے، گاؤں میں رہتے سہنے
کیلئے زید کے پاس کچا مکان بھی ہے، زید نے اپنے گاؤں کی ڈھائی بیگہ زمین بٹائی
پردیدی ہے اور زید مراد آباد میں آکر پرائیویٹ نوکری کرتا ہے، جس میں زید کو سات
ہزار روپیہ مہینہ کی تنخواہ ملتی ہے کبھی اگر زید چھٹی لیکر اپنے وطن کو جاتا ہے، تو اس کی تنخواہ
نہیں ملتی ہے، سیلاب کی زد سے بچنے کے بعد بٹائی دار جو بھی اناج آدھا حصہ میں بانٹ
کر دیتا ہے، اس اناج سے اور تنخواہ کے روپے سے زید اپنے گھر کے اخراجات مع بیوی
بچوں کے نبھاتے ہوئے چل رہا ہے، اسی سے بچوں کی پڑھائی لکھائی بھی چل رہی ہے،
زید کی ایک ۱۲ سال کی بیٹی ہے جو مراد آباد کے ایک دینی مدرسہ کے ہوسٹل میں رہ کر
دینی تعلیم حاصل کر رہی ہے، ہوسٹل کا خرچہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہوسٹل کا خرچہ پورا
نہیں ہو پا رہا ہے، زید کی بیٹی ایک پردیسی بچی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ کے پیسے سے
زید کی بیٹی کے ہوسٹل کا خرچہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ کا پیسہ جو بھی دیا جائے گا، وہ
زید کی بیٹی کے ہی ہاتھ سے مدرسہ میں دیا جائیگا، زید کو اس پیسے سے کوئی مطلب نہیں
رہے گا، کیا ایسی صورت میں ایک پردیسی بچی ہونے کے ناطہ زید کی بیٹی زکوٰۃ کے پیسے

سے دینی تعلیم پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عمر مقام گہواں، ڈگروا، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مذکورہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے اور وہ نصاب زکوٰۃ

کی مالک نہیں ہے تو براہ راست زکوٰۃ کا پیسہ اس کے ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے، اور وہ مدرسہ میں کھانے وغیرہ کی فیس میں وہ پیسہ جمع کر سکتی ہے، اور اگر نابالغ ہے تو بالغ آدمی اس کی طرف سے وکیل بن کر اس کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لیکر اس کے کھانے اور خرچہ وغیرہ کی تعلیمی فیس مدرسہ میں دیدے تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدیدہ ۹/۵۳۵)

إذا دفع الزكاة إلى الفقير لا يتم الدفع مالم يقبضها، أو يقبضها للفقير من له ولاية عليه نحو الأب والوصى يقبضان للصبي والمجنون ولو قبض الصغير وهو مرأق جاز وكذا لو كان يعقل القبض بأن كان لا يرمى ولا يخذع عنه . (ہندیہ قدیم، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، قبیل فصل ما یوضع فی بیت المال أربعة انواع ۱/۱۹۰، جدید ۱/۲۵۲)

فان لم یکن عاقلاً فقبض عنه أبوه أو وصیه أو من یعوله قریباً أو أجنبیاً

أو ملتقطه صح. (شامی، کتاب الزکاة، زکریا ۳/۱۷۱، کراچی ۲/۲۵۷، تاتارخانیہ

کتاب الزکاة، الفصل الثامن فی من توضع فیہ الزکاة زکریا ۳/۲۱۲، رقم: ۴۱۵۳، قدیم

۲/۲۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۰ھ/۱۰/۳۰

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ شوال ۱۴۳۰ھ

(الف توئی نمبر: ۳۸/۹۸۱۰)

زکوٰۃ کے روپے سے ہنر سیکھنے کیلئے ماسٹر رکھنا

سوال: [۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ طالب

علم جس کے لئے صدقہ و زکوٰۃ کا استعمال کرنا درست ہے اگر اسی پیسے سے کسی ہنر سکھانے

کیلئے ماسٹر رکھا جائے اور طالب علم خارج وقت میں اس ہنر کو سیکھے تو کیسا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: احقر نجیب الرحمن، بھاگلپوری، مدرس:
مدرسہ فیض الاسلام، بروالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ صدقہ کے پیسے سے ہنر سکھانے کیلئے ماسٹر رکھنا جائز نہیں ہے، اور اس سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسلئے کہ اس میں تمملیک فقراء نہیں ہے، اور اداء زکوٰۃ کیلئے تمملیک فقراء شرط ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب

المصرف زكريا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

الزكاة فيها يجب تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالى 'وآتوا الزكاة'. (سورة البقرة: ۲۳) يقتضي التمليك ولا تتأدى بالإباحة. (تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، زكريا ديوبند ۲/۱۸)

فهى تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمى ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا فى الشرع. (هنديہ، كتاب

الزكاة، الباب الاول زكريا ديوبند ۱/۱۷۰، جديد ۱/۲۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ صفر ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۴۶/۲۷)

مذکوٰۃ سے سید کا قرض ادا کرنا

سوال: [۴۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی سید

ہاشمی اگر کسی شخص سے قرضہ لیکر مدرسہ میں اور مسجد وغیرہ میں یا کسی فقیر کو دے اور سید خود صاحب

نصاب نہ ہو تو سید کے کہنے سے سید کا قرضہ مد زکوٰۃ سے قرضدار کو دیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ نکتہ یہ سمجھنا ہے کہ سید کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں عین زکوٰۃ کا مال سید کو ملتا ہے بلکہ اس کا قرضہ قرضدار کو پہنچتا ہے، اسکی گنجائش ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد اللہ مظفر ٹکری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سید ہاشمی کا قرض مد زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ اس میں سید کو مال زکوٰۃ کا مالک بنانا لازم آتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۴۲) ہاں البتہ اس کیلئے ایک شکل یہ نکل سکتی ہے کہ کوئی فقیر شخص کسی سے قرض لیکر سید کا قرض ادا کرے پھر زکوٰۃ کی رقم وہی فقیر وصول کر کے اپنا لیا ہو قرض ادا کر دے۔

عن عائشةؓ - إلی - فقلت هذا ما تصدق به علی بريرة ، فقال : هو لها صدقة ، ولنا هدية . (صحیح البخاری ، الزکاة ، باب الصدقة علی موالی أزواج النبی ﷺ ، النسخة الهندية ۱/۲۰۲ ، رقم : ۱۴۷۱ ، ف : ۱۴۹۳)

عن عطاء بن یسار أن رسول الله ﷺ قال : أو لرجل كان له جار مسكين ، فتصدق علی المسكين فأهداها المسكين للغني . (سنن أبي داؤد ، الزکاة ، باب من يجوز له الصدقة وهو الغني ، النسخة الهندية ۱/۲۳۱ ، دار السلام رقم : ۱۶۳۵ ، مسند أحمد بن حنبل ۳/۵۶ ، رقم : ۱۱۵۵۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۵/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۵۴/۲۹)

شادی کیلئے زکوٰۃ کی رقم لینا

سوال: [۴۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک غریب بے سہارا اور یتیم لڑکی ہوں میرے والد صاحب لمبی بیماری کے بعد ۲۰۰۵ء میں انتقال کر گئے، ایک بھائی کی اسکول میں نوکری ہے میں خود ایک صاحب اختیار لوگوں

میں ملازمت کرتی ہوں (یعنی کمپیوٹر آپریٹری کی) مجھے خدمت انجام دیتے ہوئے ۱۲ سال کا عرصہ ہو گیا لیکن حضرت میری تنخواہ بہت ہی کم ہے گزارہ بھی مشکل سے ہوتا ہے، جہاں میں نوکری کرتی ہوں ان صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ آپ کی شادی کا پورا خرچ ہم کریں گے، اور یہ وعدہ مالک صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں اور فرم کے ملازم کے سامنے کیا تھا، اور مجھے اپنی بیٹی کہا تھا، اور جب تک حیات رہے بیٹی ہی سمجھا ہے، لیکن جناب عالی اب آپ سے عرض مدعا یہ ہے کہ میرے مالک صاحب کا ۲۰۰۷ء میں انتقال ہو گیا، اور میری شادی مارچ کے مہینے میں طے ہو گئی ہے جو کچھ پیسہ جمع تھا، وہ رشتہ کے سلسلہ میں اور شادی کی تاریخ میں خرچ کر چکا ہے، اور اللہ پاک کو حاضر جان کر کے عرض کر رہی ہوں، کہ میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے، کہ میں اس سے شادی کر سکوں میں نے ان کے بیٹے سے مدد کی اپیل کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ کیا تمہارے اوپر زکوٰۃ واجب ہے، (یعنی زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے) اور وہ میرے حالات جانتے ہیں، لیکن پھر بھی ان کو آپ کی اجازت چاہئے، اللہ نے انہیں بہت باحیثیت بنایا ہے، اور اللہ سے دعا ہے کہ ان کے رزق دروزی میں برکت فرمائے، آپ سے مؤدبانہ عرض ہے، کہ برائے کرم اپنی رائے سے مطلع کر دیں؟ (ایک بیٹی)

المستفتی: آصف حسین، مغلیہ ورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس لڑکی کی شادی ہونی ہے، اگر وہ واقعاً مستحق

زکوٰۃ ہے تو اس کے جہیز کے سامان اور زیورات وغیرہ کیلئے یک مشنت زکوٰۃ کا پیسہ دے کر اسے مالک بنانا جائز ہے، لیکن اگر کسی ایک شخص نے اس طرح پیسہ دیدیا ہے تو وہ مالک نصاب ہو چکی ہے، اسلئے اب کسی دوسرے سے زکوٰۃ کے پیسے نہیں لے سکتی، لہذا اس بات کی رعایت کرتے ہوئے زکوٰۃ کا پیسہ دیا جاسکتا ہے، نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر زکوٰۃ کے پیسے لے کر شادی میں کھانا کھلایا جائے، تو اس میں خود زکوٰۃ دینے والا بھی اپنی زکوٰۃ کا کھانا

کھائیگا، اگرچہ فتویٰ کی رو سے جائز ہے، لیکن تقویٰ کیخلاف ہے، اسلئے اس کی بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۳۶)

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ. (التوبة آیت: ۶۰)

مصرف الزکاة الخ هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة ومسكين من لا شيء له. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۸۳، ۲۸۴، کراچی ۲/۳۳۹)

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً وكان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخصص كلاً أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية زکریا دیوبند ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، المحيط البرهاني، کتاب الزکاة، الفصل الثامن يوضع فيه الزکاة، المجلس العلمي ۳/۲۱۹، رقم: ۶، ۲۸۰، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف، زکریا دیوبند ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰)

عن سالم، أن عبد الله بن عمر كان يحدث: أن عمر بن الخطاب تصدق بفرس في سبيل الله، فوجده يباع، فأراد أن يشتريه، ثم أتى النبي ﷺ، فاستأمره فقال: "لا تعد في صدقتك" فبذلك كان ابن عمر لا يترك أن يتناع شيئاً تصدق به إلا جعله صدقة. (بخاری، باب هل يشتري الرجل صدقته،

النسخة الهندية ۱/۲۰۱، ۲۰۲، حديث: ۱۴۶۷، ف: ۱۴۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۶ صفر ۱۴۳۱ھ

۱۴۳۱/۲/۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۰۴)

زکوٰۃ کی رقم غریب کی شادی میں دینا

سوال: [۴۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں امام صاحب تقریباً چوبیس سال سے ہیں آمدنی بھی مختصر ہے، عیال دار ہیں اب امام صاحب اپنی لڑکی کی شادی کر رہے ہیں، عیال دار ہونے کی وجہ سے قرضدار بھی ہیں، حضرت سے معلوم کرنا یہ ہے کہ ایسے موقع پر یعنی شادی کے موقع پر زکوٰۃ کی رقم سے ہم ان کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر امام صاحب مستحق زکاۃ فقیر ہیں، تو ان کو زکاۃ کا پیسہ دینا اور ان کیلئے لینا جائز اور درست ہے، اور زکاۃ کا پیسہ حاصل ہونے کے بعد وہ اپنی ضروریات میں کہیں بھی خرچ کر سکتے ہیں، چاہے اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں یا بچی کی شادی میں خرچ کریں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (التوبة آیت: ۶۰)

فی الدر: ومصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة ومسكين من لا شيء له. (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ باب المصرف کراچی ۳۳۹/۲، زکریا ۲۸۳/۳، ۲۸۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰/رجب ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۷۰)

زکوٰۃ کے پیسہ سے شادی کرانا

سوال: [۴۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک غریب آدمی ہے جس کی دولڑکیاں ہیں، اور اسکے پاس اتنا ذریعہ و پیسہ نہیں ہے جس سے کہ وہ ان دونوں لڑکیوں کی شادی کر سکے، اس شخص کے پاس نہ ہی کپڑا اور نہ ہی زیور و برتن ہے جسکی وجہ سے ان دونوں لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہو رہی ہے، لہذا اگر میں زکوٰۃ کا پیسہ ان دونوں

لڑکیوں کی شادی کی مد میں صرف کردوں تو میری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اس شخص کے پاس تھوڑا سا کپڑا ہے جو کہ اس مد کے لئے ناکافی ہے، مثلاً سات آٹھ جوڑے ایک لڑکی کے حق میں ہیں، جواب سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتی: عبد المجید قریشی، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر وہ غریب غیر صاحب نصاب ہے تو اس کو نصاب سے کم زکوٰۃ کا مالک بنا سکتے ہیں اسی طرح غریب کی بالغ لڑکیوں کو بھی نصاب سے کم کی مالک بنا سکتے ہیں، جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کریں گی، البتہ مذکورہ صورت میں شادی کے لئے ایک لڑکی کے حق میں سات آٹھ جوڑے کافی ہیں، اسلئے شادی کی رسوم پوری کرنے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ اس میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا، بلکہ ان غریب لڑکیوں کو نقدی مالک بنا دینا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۳)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل حين بعثه إلى اليمن: إنك ستأتي قوماً أهل الكتاب فإذا جئتهم فادعهم إلى أن يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله -إلى- فإن هم أطاعوا لك بذلك فأخبرهم أن الله قد افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم، الحديث: (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب اخذ الصدقة من الأغنياء الخ- (النسخة الهندية ۱/۲۰۲، رقم: ۱۴۷۴، ف: ۱۴۹۶)

خذها من أغنيائهم وردّها في فقرائهم الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة،

باب المصرف كراچی ۲/۳۴۲، كوئٹہ ۲/۶۶، زكريا ۳/۲۸۸)

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة باب

المصرف، مطلب في الحوائج الاصلية كراچی ۲/۳۵۳، كوئٹہ ۲/۷۴، زكريا ۳/۳۰۳)

يكره لمن عليه الزكاة أن يعطي فقيراً مائتي درهم أو أكثر ولو أعطى

جواز وسقط عنه الزکوة . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل فی مصارف الزکاة
زکریا ۲/۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ رمضان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۲/۲۴)

غریب بچی کی شادی میں بقدر نصاب زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
زینب ۸ سالہ بیوہ ہے اس کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں، لڑکا بڑا ہے شادی شدہ ہے
سات ماہ سے اپنی سسرال میں رہ رہا ہے، بڑی لڑکی کی شادی ہو گئی ہے وہ بھی اپنی سسرال
میں رہ رہی ہے، اب بیوہ کے پاس دو جوان لڑکیاں ہیں، بڑی جوان لڑکی کی شادی ہونے
والی ہے، چونکہ مسماۃ کے پاس کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے، وہ سلائی اور مزدوری کر کے
اپنی اور بچیوں کی زندگی بسر کر رہی ہے، کیا بڑی لڑکی کی شادی کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم دی
جاسکتی ہے، کیونکہ ۵ ہزار کی رقم پر صاحب نصاب ہونہ جائے رقم دس ہزار سے زائد کوئی
صاحب دینا چاہتے ہیں؟

المستفتی: امیر النساء، لالباغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اس کے پاس اب تک ساڑھے باون تولہ
چاندی یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ وغیرہ نہیں ہے اور نہ ہی غلہ وغیرہ ہے، ساڑھے باون
تولہ چاندی کی قیمت اس زمانہ میں تقریباً پانچ ہزار روپیہ ہے، تو اسکی شادی کیلئے اکٹھے چار
ساڑھے چار ہزار روپیہ دینا بلا کراہت جائز ہے، اور پانچ ہزار سے زیادہ دینا مکروہ ہے۔

وکرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر الخ. (در مختار ، کتاب الزکاة ، باب

المصرف ، مطلب فی الحوائج الاصلیة ، زکریا دیوبند ۳/۳۰۳ ، کراچی ۲/۳۵۳)

ویکړه أن یدفع إلی رجل مائتی درهم فصاعداً ، وإن دفعه جاز .

(ہندیہ ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/ ۱۸۸ ، جدید ۱/ ۲۵۰ ، ہدایہ ، کتاب الزکاة، باب من يجوز دفع الصدقات إلیه ومن لا يجوز ، اشرفیہ دیوبند ۱/ ۲۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

(الف توٰی نمبر: ۵۵۳۴/۳۳)

بذریعہ چیک زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک متمول شخص ہے مدارس کا بھی تعاون کرتا ہے، وہ ایک مذہبی مدرسہ میں ماہانہ کچھ رقم زکوٰۃ کی دیتا ہے، اور ایک ہی مرتبہ پورے سال کی امداد کا چیک کاٹ دیتا ہے، ہر ماہ اتنی رقم جس کا مدرسہ والوں سے وعدہ ہے فلاں بینک سے لے لی جائے، اس میں زکوٰۃ کی رقم پر تملیک کی صورت پائی جا رہی ہے، یا نہیں؟ یہ رقم مدرسہ ماہ بماء کیش کراتا رہتا ہے، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو رہی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شعبان، بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت درست ہوگی جب مستحق زکوٰۃ کو وہ رقم ادا کر دی جائے، اور مستحق یا اس کا وکیل اس پر قبضہ کر لے اور چیک کاٹنے کی صورت میں زکوٰۃ کی رقم پر ذمہ داران مدرسہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہے، لہذا محض چیک کاٹنے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک ذمہ داران مدرسہ بینک سے رقم نکال کر اپنے قبضہ اور تحویل میں نہ لے لیں، نیز بینک میں بیلنس ختم ہو جانے یا کسی اور وجہ سے مدرسہ والوں کو وہ رقم نہ مل سکے تو زید پر دوبارہ زکوٰۃ کی ادائیگی لازم اور ضروری ہوگی اور بینک سے رقم نکال کر اس پر قبضہ کرنے کے بعد ادائے زکوٰۃ کی بات اس صورت میں ہے جب ذمہ

داران مدرسہ کو منجانب مدرسہ طلبہ کا وکیل تسلیم کر لیا جائے، اور سوالنامہ میں جس شکل کا ذکر ہے اس سے تملیک نہیں ہوتی۔

ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء (وفی الشامیة) فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكاة. (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/۲۷۰، زکریا ۳/۱۸۹)

إذا دفع الزكاة إلى الفقير لا يتم الدفع مالم يقبضها أو يقبضها للفقير من له ولاية عليه. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱/۱۹۰، حدید ۱/۲۵۲، البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا ۲/۳۶۹، کراچی ۲/۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴/رب جب ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۸۸۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۴/رب جب ۱۴۲۶ھ

چیک کے ذریعہ دی گئی رقم زکوٰۃ کی ادائیگی کی تفصیل

سوال: [۴۲۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کو آنحضرت کی کتاب ایضاح النوادر حصہ دوم کے ایک مسئلہ میں طالب علمانہ شبہ ہے، جس کی بنیاد یقیناً عدم واقفیت و قلت علم ہے، مسئلہ یہ ہے کہ چیک کے ذریعہ دی گئی رقم زکوٰۃ کی ادائیگی کی صحت کا حکم لگایا گیا ہے، جبکہ طالب علم نے چیک کو فیس میں جمع کر دیا ہو۔

شبہ یہ ہے کہ مہتمم نے جب طالب علم کو چیک دیا اور طالب علم نے اس پر قبضہ کیا تو کیا یہ قبضہ علی الدین کہلائے گا، جبکہ طالب علم کے بس میں نہیں ہے کہ وہ از خود جا کر چیک دے کر دین وصول کر سکے کیونکہ اس پر تو مہتمم کے دستخط ہوتے ہیں، نیز جب وہ قبض دین سے عاجز ہے اور چیک کو فیس میں جمع کر کے گویا وہ مہتمم کو پہلے اپنی طرف سے قبضہ کا وکیل بنا رہا ہے، اور پھر مہتمم اپنی طرف سے اس پر قبضہ کریگا، تو کیا یہ قبض دین کی توکیل صحیح ہے، جبکہ طالب علم خود قبض دین سے عاجز ہے، عرض یہ کہ قبض سے عجز کے وقت بھی قبضہ متحقق

ہو جاتا ہے، نیز ایسے قبضہ کے بعد قبض کی توکیل صحیح ہے حضرت والا سے درخواست ہے کہ مکمل و مدلل، مفصل اور باحوالہ طریقہ سے اس طالب علمانہ شبہ کو رفع فرمائیں، جزاکم اللہ۔
المستفتی: محمد حذیفہ گجراتی، متعلم مظاہر العلوم، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: چیک کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ادارہ کے اندر اس کا اعتبار ہے حکومت اور عوام میں اس کا اعتبار نہیں ہے، تو یہ صحیح معنی میں مال کا بدل نہیں، اگر آپ نے ایسا ہی چیک مراد لیا ہے تو ایضاح النوادر کی عبارت سے مطلب نکالنے میں مغالطہ ہے۔ (۲) سرکاری چیک جو بینک ہی سے حاصل ہو سکتا ہے بڑے ادارہ اور فرم اور کمپنی کی رقم جب بینک میں جمع ہو جائے تو ادارہ بینک سے سرکاری چیکوں کی پوری پوری کاپی اور بک حاصل کر سکتا ہے، ایک ایک بھی کافی تعداد میں چیک ہوتا ہے، اگر گتہ تمام اور ذمہ دار اس پر طالب علم کا نام لکھ کر دستخط کر دے اور ہر طالب علم اپنے دستخط کر کے دفتر میں جمع کر دے تو طالب علم کی طرف سے اس باب دفتر بینک سے رقم نکال سکتے ہیں، نیز طلبہ بھی نکال سکتے ہیں، تو ایضاح النوادر میں اسی سرکاری چیک کا ذکر ہے اس سے صحیح طور پر تملیک ہو جاتی ہے، اور ایسی صورت میں قبضہ دین سے عاجز نہیں ہوتا اور طالب علم کی طرف سے ذمہ دار وکیل ہوتا ہے، اس لئے یہ شکل جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۳)

زکوٰۃ کی رقم مریض کی دوا یا تعمیر میں لگانا

سوال: [۴۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا زکوٰۃ کے پیسہ مریض کی دوا یا مکان کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مہربانی فرما کر شریعت کے لحاظ سے اس کے بارے میں فتویٰ سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتی: حافظ سمیع الاسلام، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مریض اگر مستحق زکوٰۃ ہے اس کے علاج میں زکوٰۃ کا پیسہ بطور تملیک لگایا جاسکتا ہے، لیکن تعمیر مکان میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة كما مر لا يصرف إلى

بناء نحو مسجد الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصروف كراچی

۲/۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

الزكاة يجب فيها تمليك المال، لأن الإيتاء في قوله تعالى

وآتوا الزكاة. (البقرہ: ۴۳)

يقتضى التمليك ولا تتأدى بالإباحة. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة،

زکریا دیوبند ۲/۱۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

۱۱/۵/۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۶۵)

زکوٰۃ کی رقم سے اسپتال میں غرباء کا علاج کرانا

سوال: [۴۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کی رقم سے ایک اسپتال میں غرباء کا علاج کرنا مقصود ہے اسپتال کے ذمہ داران ایک وکالت نامہ کا فارم چھپوانا چاہتے ہیں، جس میں یہ جملہ تحریر ہو، ”میں فقیر و مسکین ہوں اسپتال کی طرف سے مقررہ فیس ادا نہیں کر سکتا، اسلئے میں ذمہ دار اسپتال کو اپنی طرف سے اتنی رقم وصول کرنے اور میرے لئے علاج کا نظم کرنے کا وکیل بناتا ہوں“، اس فارم پر مریض کے دستخط لے لئے جائیں گے اور اسپتال کے ذمہ داران زکوٰۃ وصول کر کے اس کے ذریعہ سے مریضوں کے علاج کے اخراجات پورے کریں کیا شرعاً یہ طریقہ درست ہے اور اس طریقہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائیگی یا نہیں؟ کیا اس میں اس بات کی گنجائش ہے کہ رمضان میں زکوٰۃ وصول کر لی جائے، اور پھر سال بھر مریضوں کا علاج کیا جاتا رہے، اور یہی طریقہ اسکول کی تعلیم کے اخراجات کے سلسلہ میں اختیار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبداللہ قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مستحق زکوٰۃ مسلمان فقیر کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنا کر دینا ضروری ہے، اور مسئلہ صورت میں مستحق اور غیر مستحق کی تعیین ممکن نہیں ہے، اسی طرح مسلم اور غیر مسلم کے درمیان بھی تمیز نہیں ہے، لہذا اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم براہ راست مستحق زکوٰۃ فقیر کو دیدی جائے، جس کو وہ اپنے علاج و معالجہ میں باختیار طور پر خرچ کر لے تو یہ جائز ہوگا، اسی طرح اسکولی بچوں کے مستحق زکوٰۃ سرپرستوں کو زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے، جس سے وہ بچوں کی تعلیمی ضروریات یا اپنی ذاتی ضروریات میں آزادانہ طور پر صرف کریں، تو یہ جائز ہے اس پر زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہونی چاہئے، لہذا سوال نامہ میں درج شدہ صورت میں زکوٰۃ کے پیسہ کو رمضان یا غیر رمضان میں جمع کرنا بے موقع اور بے محل ہے اس سے احتیاط ضروری ہے خود زکوٰۃ دہندگان کو ایسے مواقع میں زکوٰۃ دینے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

قال الله تعالى: 'إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ'. (التوبة: ۶۰)

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: لاتحل الصدقة لغني، الحديث:
(سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء من لاتحل له الصدقة، النسخة الهنديه ۱/ ۱۴،
دارالسلام رقم: ۶۴۷)

لايجوز صرف الزکاة إلى الغني..... لعموم قوله تعالى 'إنما
الصدقات للفقراء وقول النبی ﷺ: لاتحل الصدقة لغني. (بدائع الصنائع،
كتاب الزکاة، فصل فی مصارف الزکاة زکریادیوبند- ۱۵۷)

الزکاة هی تملیک جزء مال عينه الشارع وهو ربع عشر نصاب
حولی من مسلم فقیر . (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الزکاة، زکریا
۳/ ۱۷۰ تا ۱۷۲، کراچی ۲/ ۲۵۶ تا ۲۵۸)

ومنها أن يكون مسلما، فلا يجوز صرف الزکاة إلى الکافر بلا
خلاف لحديث معاذ "خلها من أغنيائهم ورد ها في فقرائهم" أمر بوضع
الزکاة في فقراء من يؤخذ من أغنيائهم وهم المسلمون فلا يجوز وضعها في
غيرهم . (بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل فی مصارف الزکاة زکریا ۲/ ۱۶۱،
صحيح البخاری، کتاب الزکاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء الخ، النسخة الهنديه
۱/ ۲۰۲، رقم: ۱۴۷۴، ف: ۱۴۹۶)

ولا تدفع إلى ذمي ولا إلى غني يملك قدر نصاب . (شامي، کتاب الزکاة،
باب المصروف کراچی ۲/ ۳۴۷، ۳۵۱، زکریادیوبند ۳/ ۲۹۵، ۳۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم
کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف توئی نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۵)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۹ھ

زکوة کی رقم سے پتھری کی دوامنگا کر تقسیم کرنا

سوال: [۴۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد اپنی

زکوٰۃ کی رقم کما حقہ ادا کرتا ہے، رمضان المبارک میں وغیرہ رمضان المبارک میں بھی لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کچھ رقم اس میں سے بچا لیتا ہے، اور اس رقم سے غیر ملک مثلاً جرمنی دہی وغیرہ سے پتھری کی دوا منگوا کر لوگوں میں تقسیم کرتا ہے، جو دوا خالد لوگوں میں تقسیم کرتا ہے، اس میں ہندو مسلم کسی کی تمیز نہیں جو لوگ آتے ہیں، خواہ ہندو ہوں یا مسلمان حسب ضرورت دوا لے جاتے ہیں، اور انھیں فائدہ بھی ہو جاتا ہے، تو کیا زکوٰۃ کی رقم بچا کر دوا منگوانا اور تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ خالد کا یہ عمل کئی سالوں سے ہے؟

المستفتی: محمد شاہد، پاکڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مسلمان مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا کر رقم ادا کرنا لازم ہے، اور مذکورہ صورت میں غیر مسلم ہندو، مسلمان مستحق اور غیر مستحق سب کے درمیان بلا امتیاز دوا تقسیم ہو جاتی ہے، لہذا خالد کا یہ عمل شرعی طور پر درست نہیں ہے، کیونکہ غیر مسلموں اور غیر مستحق زکوٰۃ مسلمان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، حالانکہ مسئلہ صورت میں زید خود بھی جانتا ہے کہ وہ غیر مسلم اور مسلمان مستحق غیر مستحق سب کو بلا امتیاز دے رہا ہے، اس لئے مذکورہ طریقہ پر زکوٰۃ کے پیسے سے دوا تقسیم کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

ومنها : أن يكون مسلماً فلا يجوز صرف الزكاة إلى الكافر بلا خلاف لحديث معاذ ” خذها من أغنيائهم و ردّها في فقرائهم “ أمر بوضع الزكاة في فقراء من يؤخذ من أغنيائهم وهم المسلمون فلا يجوز وضعها في غيرهم . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، فصل في مصارف الزكاة ، زكريا ديوبند ۱/۲۶۱ ، صحيح البخاري ، كتاب الزكاة ، باب أخذ الصدقة من الأغنياء الخ ، النسخة الهندية ۱/۲۰۲ ، رقم: ۱۴۷۴ ، ف: ۱۴۹۶)

الزكاة هي تملك جزء عينه الشارع من مسلم فقير . (شامی ، کتاب

الزکاة، کراچی ۲/۲۵۷، زکریا ۳/۱۷۲، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرھا و صفتھا و شرائطھا زکریا ۱/۱۷۰)

ولا تدفع إلی ذمی . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی الحوائج الأصلية کراچی ۲/۳۵۱، زکریا ۳/۳۰۱)

لو دفع بلا تحرب أن لم یخطر بباله أنه مصرف أولا لم یجز إن أخطأ
أی تبین له أنه غیر مصرف . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف مطلب فی الحوائج الأصلية کراچی ۲/۳۵۳، زکریا ۳/۳۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۱۵/۳۹)
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۱/۱۴۳۱ھ

غریب کا قرض اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرنا

سوال: [۴۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا ایک رشتہ کا بھائی ہے وہ کافی غریب ہے انھوں نے لڑکی کی شادی کی تھی، جس میں ان کو بطور قرض کے کچھ رقم دی تھی لیکن وہ رقم ادا نہ کر سکے وہ رقم میں نے معاف کر دی اور بھی لوگوں کا ان پر قرض ہے، وہ اس قابل نہیں کہ وہ ادا کر سکیں تو کیا میں اپنی زکوٰۃ کے پیسہ سے ان کا قرض ادا کر سکتی ہوں، اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

المستفتی: اہلیہ حاجی سراج احمد
مرچنٹ، محلہ اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں ان سے اجازت لیکر ان کی طرف سے وکیل بن کر آپ اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ان کا قرض ادا کر سکتی ہیں، اس سے قرض بھی ادا ہو جائیگا، اور

آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۳، احسن الفتاویٰ/۳/۲۵۰)

أما إذا كان يادنه وهو فقير فيجوز عن الزكاة على أنه تمليك منه ، والدائن يقبضه بحكم النيابة عنه ، ثم يصير قابضاً لنفسه . (فتح القدير ، الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز زكريا ۲/۲۷۲ ، كوئٹہ ۲/۲۰۸ ، دارالفكر ۲/۲۶۸ ، حاشية جلیبی علی تبیین الحقائق ، مكتبه امداديه ملتان ۱/۳۰۰ ، زكريا ۲/۱۲۰ ، شامی زكريا دیوبند ۳/۲۹۲ ، كراچی ۲/۳۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۲۲)

قرضدار سے زکوٰۃ کی رقم لیکر قرضہ کی ادائیگی

سوال: [۴۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بکر کا مقرض ہے اور زید کے پاس بکر کے قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی شکل و صورت نہیں ہے، بحالت مجبوری کیا زید بکر سے ماہ رمضان شریف کی زکوٰۃ حاصل کرنے کے بعد بکر کا قرض ادا کر سکتا ہے؟ مفصل و مدلل بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد لقمان، دربیہ پان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں زید کا بکر کی زکوٰۃ پر قبضہ ہو جانے کے بعد زید اس مال سے بکر کا قرض ادا کر سکتا ہے۔

وأداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكوئته ثم يأخذها عن دينه الخ. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الزكاة كوئٹہ ۲/۱۳، كراچی ۲/۲۷۱، زكريا دیوبند ۳/۱۹۰، ۱۹۱، الموسوعة الفقهية

الکویتیة ۳۶/۲۴۵، الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة،
زکریا دیوبند ۱/۳۰، جدید ۶/۳۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۶/۲۴)

مقروض کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: [۴۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے چاروں مکان ۱۴ لاکھ میں فروخت ہوں گے، مجھ پر دو لاکھ قرضہ بھی ہے، اور مجھے اپنے ذاتی مکان کی تعمیر کیلئے تقریباً ۶ لاکھ روپیہ چاہئے، اور کم از کم ایک لاکھ روپیہ میرے لڑکے کی شادی کا خرچ ہے تو میں زکوٰۃ کس طرح ادا کروں مکمل ۱۴ لاکھ کی یا ۷ لاکھ ضرورت اصلیہ اور ۲ لاکھ قرضہ کی رقم منہا کر کے ۵ لاکھ کی زکوٰۃ ادا کروں؟

المستفتی: مولوی محمد زبیر، احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس وقت آپ چودہ لاکھ روپے میں مکانات فروخت کریں گے تو اس وقت دو لاکھ قرضہ کی رقم منہا کر کے بقیہ بارہ لاکھ روپے کی زکوٰۃ ادا کریں گے، اور ذاتی مکان کی تعمیر اور لڑکے کی شادی میں خرچ کرنے کیلئے جس رقم کی آپ کو ضرورت ہے اس کو منہا کرنا درست نہیں ہے، اسلئے کہ لڑکے کی شادی اور مکان کی تعمیر کا جو خرچہ ہے وہ خرچ ہو جانے سے پہلے پہلے خرچہ میں شمار نہیں ہے، اسلئے اس کی زکوٰۃ لازم ہے۔
ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد إن بلغ نصاباً. (شامی، کتاب

الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاء کراچی ۲/۲۶۳، زکریا ۳/۱۸۰)

إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه

نصاب فیانہ یزکی ذلک الباقي ، وإن كان قصدہ الإنفاق منه أيضاً في المستقبل . (شامی، کتاب الزکاة ، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/۶۶۲، زکریا ۳/۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷/۱۱/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۴۹/۳۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۱۱/۱۳ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مقروض کے قرض کی ادائیگی اور زکوٰۃ کا حکم

سوال: [۴۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری شادی کے کچھ مہینے بعد ہمارے میکہ میں پریشانی کے حالات ہو گئے ہم پانچ بہنیں ہیں، تین کی شادی ہو گئی ہے، دو بہنیں شادی سے باقی ہیں، ہماری شادی کے بعد ہماری امی حالات سے پریشان ہو کر مجھ سے کچھ سونے کی چیزیں لے گئیں کہ ان کو رکھ کر کچھ دن گذر ہو جائے گا، حالات ٹھیک ہوتے ہی نکال کر دیدوں گی، میں نے اس بھروسے پر دیدیں کہ اگر امی نہیں نکال پائی تو میں ہی کچھ نہ کچھ کر کے نکالوا لوں گی، میرے شوہر کو اس بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا، مگر نہ تو میں ہی ان چیزوں کو نکالوا پائی اور نہ ہی میری امی، حالت یہ ہو گئی کہ وہ چیزیں بیاج جمع نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو گئیں، ہمارے والد کا بھی انتقال ہو گیا، اب ہمارے میکہ میں کمائی کا بھی کوئی سہارا نہیں ہے، اللہ کے حکم سے لے دے کر گذر ہوتا ہے، میرے شوہر کو بھی اب اس بات کا پتہ ہو گیا، اور سسرال میں کسی اور کو اس بات کا پتہ نہیں ہے، لہذا اب ہماری امی نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ جو ہم رمضان میں روپے نکالتے ہیں، اس میں سے تھوڑا تھوڑا کر کے اپنا زور پورا کر لو، تم ہمیں بھی تو دیتی ہو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے ان چیزوں کی بھرپائی کر دی، کیونکہ میری نظر تمہاری شوہر سے نہیں ملتی، بڑی شرم آتی ہے، ہم کھاپی بھی وہی رہے ہیں، اپنے شوہر سے جب میں نے یہ کہا تو انھوں نے پہلے منع کر دیا، پھر میرے سمجھانے پر انھوں نے کہا کہ آپ سے معلومات

کرنے کے بعد ہی میں کچھ کہوں گا، لہذا آپ سے گزارش ہے کہ اس بارے میں کچھ مشورہ دیں بڑی مہربانی ہوگی؟

المستفتی: نظام الدین، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہئے، کہ آپ اپنے ذاتی مال یا زیور کی زکوٰۃ اپنی والدہ کو نہیں دے سکتیں، اس سے آپ کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر آپ کے شوہر اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کی والدہ کو دیں جو ان کی خوشدامن ہیں، تو شوہر کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، اور اس زکوٰۃ کی رقم کو خود ہی اپنے پاس یہ سمجھ کر روک لینا کہ آپ کا جو زیور والدہ نے لیکر استعمال کر لیا ہے، زکوٰۃ سے اس کی بھر پائی کر دی جائے، یہ درست نہیں ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ کے شوہر زکوٰۃ کی رقم اولاً اپنی خوش دامن صاحبہ کے ہاتھ میں دیدیں اور پھر وہ رقم آپ کے قرض کی ادائیگی میں آپ کے حوالے کر دیں، تو اس سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، اور قرض کی بھر پائی بھی ہو جائیگی۔

لا يجوز الدفع إلى أصوله وهم الأبوان الخ. (تبيين الحقائق، كتاب

الزكاة، باب المصروف زكريا ۲/۱۲۲)

ولا يدفع إلى أصله وإن علا. (عالمگیری، كتاب الزكاة الباب السابع في

المصارف زكريا ۱/۱۸۸، جدید ۲۵۰/۱)

لا يجوز دفع الزكاة إلى والديه وإن علو. (خانيه على الهنديه،

كتاب الزكاة، فصل فيمن توضع فيه الزكاة، زكريا ۱/۲۶۷، جدید ۱/۱۶۴)

ولا يصرف إلى من بينهما ولا د (درمختار) وتحتة في الشامية: وقيد

بالولاد لجوازه لبقية الأقارب الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب المصروف زكريا

۲/۳۹۴، کراچی ۲/۳۴۶)

ويجوز (دفع الزكاة) إلى سائر قرابته. (خانيه على الهنديه، كتاب الزكاة،

فصل فی تعجیل الزکوٰۃ زکریا ۱/۲۶۷، جدید ۱/۱۶۴)

ولو وهب دينه من فقير ونوى زكوة دين آخر له على رجل آخر
أونوى زكوة عين له لم يجز الخ. (ہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیرھا
وصفتھا وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۱، جدید ۱/۲۳۳)

وأداء الدين عن العين وعن دين يقبض لا يجوز. (ہندیہ ۱/۱۷۱،
جدید ۱/۲۳۳)

وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه.
(درمختار ۳/۱۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۶۸/۳۹)

اپنے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اس سے قرضہ وصول کرنا

سوال: [۴۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ
کاروپہ جس کا میں وکیل بنا دیا گیا ہوں، اسکو اگر کسی ایسے غریب کو دوں جس کے ذمہ خود میرا
روپیہ قرض ہے، تاکہ وہ میرا روپیہ ادا کر دے، تو اسکا مجھ کو اختیار ہے یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا
ہو جائیگی یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: محمد ابوبکر، پریتم پور، دھول پور، فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کو اسکا اختیار ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی،
جبکہ آپ کا مدیون قبضہ کے بعد آپ کو دیدے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۸)

كما استفاد من الهندية والحيلة في ذلك أن يتصدق صاحب
المال على الغريم بمثل ماله عليه من المال العين ناويا عن زكوة ماله
ويُدفعه إليه فإذا قبضه الغريم دفعه إلى صاحب المال قضاءً بما عليه

من الدين يجوز الخ. (ہندیہ، کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة، زکریا ۶/۳۹۱، جدید ۱/۳۹۵، البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/۳۷۰، کوئٹہ ۲/۲۱۱، الدر المختار، کتاب الزکاة مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کراچی ۲/۲۷۱، زکریا ۳/۱۹۰)

وللوکیل بدفع الزکوة أن يدفعها إلى ولد نفسه كبيراً كان أو صغيراً وإلى امرأته إذا كانوا محالین، ولا يجوز أن یمسک لنفسه شیئاً إلا إذا قال: وضعها حیث شئت الخ. (البحر الرائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/۳۶۹، کوئٹہ ۲/۲۱۱، الدر المختار، کتاب الزکاة، مطلب فی زکوة ثمن المبیع وفاء زکریا ۳/۱۸۸، کراچی ۲/۲۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۸)

زکوة کی رقم مدیون کے قبضہ میں دیکر واپس لینے سے زکوة و قرض کی ادائیگی

سوال: [۴۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص زید نے بکر سے قرضہ پر روپیہ لیا اب زید کے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے، کہ قرضہ ادا کرے تو کیا بکر ان روپیوں کو اپنی زکوة میں مجرا کر سکتا ہے؟ یا زید کے ہاتھ میں دینا ضروری ہے؟ کیا اس طرح قرضہ ادا ہو جائیگا؟

المستفتی: دتگیر عالم، کسرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محض مجرئی کرنے سے زکوة ادا نہ ہوگی بلکہ اول مدیون کے قبضہ میں دیکر مالک بنادیا جائے، پھر مدیون کے ہاتھ سے اپنے قرض کے نام سے وصول کر لیا جائے، تب جائز ہو سکتا ہے، ورنہ زکوة ادا نہ ہوگی۔

وأداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز أن

يعطي مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۱۹۰، ۱۹۱، كراچی ۲/۲۷۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۲۴۵، هندیہ، كتاب الحيل زكريا ديوبند ۶/۳۹۱، جديد ۱/۳۹۴) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/رجب ۱۴۱۲ھ

(الف توئی نمبر: ۲۸/۲۷۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/۷/۱۴۱۲ھ

ادائیگی زکوٰۃ کیلئے قرض دار کا مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بسا اوقات مقروض قرض ادا نہیں کر پاتے اپنی مجبوری کی بنا پر قرض ادا نہ کر کے بری ہونا چاہتے ہیں، کیا ایسی صورت میں قرض خواہ ان کو معاف کر کے ایسی رقم کو اپنی قابل ادا زکوٰۃ میں مجرا کر سکتے ہیں، خلاصہ احکام شرعی سے آگاہ کریں؟

المستفتی: عبدالحق، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی نہیں بلکہ مقروض کو قبضہ دینا شرط ہے۔

عن الشعبي أن شريحاً ومسروقاً كانا لا يجيزان الصدقة، حتى

تقبض. (مصنف عبد الرزاق، باب لا تجوز الصدقة إلا بالقبض، المجلس

المعلمي ۹/۱۲۲، رقم: ۱۶۵۹۱)

وأداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز وحيلة الجواز أن

يعطي مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة،

باب المصرف زكريا ديوبند ۳/۱۹۰، ۱۹۱، كراچی ۲/۲۷۱، هندیہ، كتاب الحيل،

فصل الثالث في مسائل الزكاة، زكريا ديوبند ۶/۳۹۱، جديد ۶/۳۹۵، الموسوعة الفقهية

الکویتیة ۲۶/۵/۲۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۱/۲۴)

مقروض فقیر شخص کا زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنانا

سوال: [۴۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب نصاب تو نہیں ہے، لیکن چھوٹا موٹا کام کر کے روزانہ کچھ نہ کچھ بقدر کفاف کما لیتا ہے، اور سال کا اکثر حصہ مقروض رہتا ہے، اس کا مکان گرنے کے قریب ہے، تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے ایسے شخص کے مکان کی تعمیر کروائی جاسکتی ہے؟ یا مرمت کروائی جاسکتی ہے؟ مرمت میں تقریباً ۳۵ ہزار اور تعمیر میں تقریباً ۲ لاکھ خرچ ہو گئے؟

المستفتی: محمد زبیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب مستحق زکوٰۃ آدمی ہے تو زکوٰۃ کا پیسہ اسے دیا جاسکتا ہے، وہ ان پیسوں سے گرنے والے مکان کی تعمیر کرائے یا مرمت کرائے اور ایسا کرنا بھی درست ہے، کہ تعمیر و مرمت کا سامان خرید کر کے زکوٰۃ کی نیت سے اس کے حوالہ کر دیا جائے، اور مزدوری دینے کے بقدر پیسہ اس کے ہاتھ میں دیدیا جائے، اور اگر آپ براہ راست تعمیر یا مرمت کی نگرانی کریں اور پیسہ مزدوروں کو دے کر سامان خرید کر مکان میں لگا دیں تو یہ بہتر شکل نہیں، بلکہ بہتر شکل وہی ہے، جو اوپر لکھی ہے۔
(مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۵، ۱۱۶)

ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحةً. (شامی، کتاب الزکاة، باب

المصرف کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱)

وجاز دفع القمية في زکوٰۃ وعشر وفطرة. (الدرمع الرد، کتاب الزکاة،

باب زکاة الغنم، کراچی ۲/۲۸۵، ۲۸۶، زکریا ۳/۲۱۰، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، باب المصرف، دارالکتاب دیوبند/۷۲۴، زکریا ۳/۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ

(الف توئی نمبر: ۳۸/۹۶۴۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۶/۱۴۲۹ھ

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر دینا

سوال: [۴۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص کرایہ کے مکان میں رہتا ہو مگر صاحب نصاب نہ ہو تو اس شخص کو مذکوٰۃ سے مکان خرید کر دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ وہ اس وقت جس مکان میں رہتا ہے، وہ بھی اسکی اصلی ضرورت شمار ہوگی یا ذاتی مکان ہونا ضروری ہے؟

المستفتی: عبد اللہ مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر مستحق زکوٰۃ کو مکان کا مالک بنا دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۰، ایضاح المسائل/۱۱۵) ویشترط أن يكون الصرف تملیكا الخ. (درمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

الزکاة يجب فيها تملیک المال ، لأن الإیفاء فی قوله تعالیٰ: ”وَأَتَوَالِزْکَاةَ (البقرة: ۴۳) یقتضی التملیک ولا تتأدی بالإباحة. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، زکریا دیوبند ۲/۱۸)

فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذا فی الشرع. (ہندیہ

کتاب الزکاة، الباب الأول زکریا دیو بند ۱/۱۷۰، جدید ۱/۲۳۲)
 اور ضرورت اصلیه میں ذاتی مکان شمار ہوگا، کرایہ کا مکان اسکی ملکیت نہیں ہے۔
 وہی مسکنہ و اثاث مسکنہ الخ۔ (عالمگیری، کتاب الزکاة، باب
 المصارف زکریا ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۱۴/۵/۲۴
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۰/۲/۶
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۴۵۴/۲۹)

زکوٰۃ کی رقم سے کمرے بنوانا

سوال: [۲۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسا مسلم
 ادارہ جس میں عصری و دنیوی تعلیم و تربیت کا بندوبست ہے سارے اساتذہ اور طلباء مسلم ہیں،
 غیر مستطیع طلباء کی فیس بھی معاف ہے دینی تعلیم سب بچوں کیلئے لازمی ہے، (قرآن شریف،
 ناظرہ، ضروری مسائل یا اسلامی تاریخ وغیرہ) کیا ایسے ادارے میں زکوٰۃ کے فنڈ سے تعمیر
 کام کرایا جاسکتا ہے، چونکہ بلڈنگ بچوں کے بیٹھنے کیلئے ناکافی ہے، لہذا منتظمین کی خواہش
 ہے کہ زکوٰۃ کی مد سے کچھ کمرے بنوادیئے جائیں، کچھ لوگوں کی رائے اس کے برعکس ہے؟
 المستفتی: انور حسین، پاکپڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زکوٰۃ کی مد سے کمرے بنوانا جائز نہیں ہے، اس
 سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

ويشترط أن يكون الصرف تملیكا لا إباحة كما مر ولا يصرف إلى
 بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وتحتة فی الشامیة، كبناء القناطر
 والسقایات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد و كل مالا
 تملیک فیہ الخ۔ (الدر المختار مع الشامی، كتاب الزکاة باب المصروف)

زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴

ولايجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات
وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد، وكل مالا تملك
فيه. (هنديہ، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف زکریا ۱/۱۸۸، جدید
۲۵۰/۱) فقط وللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ شوال ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۰/۱۴۲۳ھ

مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر دینا

سوال: [۴۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے، وہ یہ کہ ہم نے ایک مکان خریدا ہے، نیچے کے حصہ میں مالک
مکان رہتا ہے، اس نے خالی کر کے ہمیں چابی دیدی اور اوپر ایک دوسرے آدمی کا قبضہ
ہے، اس کی ایک بیوی اور چھ لڑکیاں اور ایک پندرہ سالہ لڑکا ہے یہ لوگ رہتے ہیں، اس
آدمی کا انتقال ہو گیا ہے، اب اس وقت اس کی بیوہ اور یتیم بچے اس مکان پر رہتے ہیں،
اب اس وقت ہمیں مکان کی ضرورت ہے، ہم ان سے خالی کرانا چاہتے ہیں، مگر مفتی
صاحب! اگر ہم ان یتیم بچوں کو مکان سے نکالتے ہیں تو یہ انسانیت کے خلاف ہے، اگر
ہم زکوٰۃ کے روپے جو ہماری نکلی ہے دو یا تین سال کی اس رقم کو اکٹھا کر کے اس رقم کا
مکان خرید کر اس بیوہ کو دیدیں تو کیا ہماری یہ زکوٰۃ کا روپیہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تفصیل
کیسا تھ فتویٰ دیجئے گا؟ آپ کا شکر گزار ہوں گا؟

المستفتی: جمال احمد، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مرحوم کی بیوی بچے مستحق زکوٰۃ ہیں، تو زکوٰۃ کی رقم

سے مکان خرید کر کے ان کو مالک بنا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

ویشترط أن يكون الصرف تملیكا الخ. (درمختار، کتاب الزکاۃ، باب

المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

الزکاۃ يجب فيها تملیک المال ، لأن الإیفاء فی قوله تعالیٰ:

”وَأَتُوا الزکاۃ (البقرة: ۴۳) یقتضی التملیک ولا تتأدی بالإباحة . (تبین

الحقائق، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/۱۸)

لیکن نصاب زکوٰۃ سے زیادہ کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر . (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب

المصرف، مطلب فی الحوائج الأصلية کراچی ۲/۳۵۳، زکریا ۳/۳۰۳)

ویکره لمن علیه الزکاۃ، أن یعطى فقیراً مائتی درهم أو أكثر ولو

أعطى جاز و سقط عنه الزکاۃ . (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، فصل فی مصارف

الزکاۃ، زکریا ۲/۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ شوال ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۵۸/۲۵)

زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنا کر مستحق کو دینا

سوال: [۴۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک فلاجی

ورفاہی ادارہ جو کہ اپنے ممبران اور مسلمانان بنگلہ دیش کے رفاہی اور ریلیف کے کاموں میں مدد

کے علاوہ اپنے ممبران سے مدد زکوٰۃ کے ٹکے بھی جمع کرتا ہے، اور اس کو غرباء اور ضرورت مندوں کے

علاج معالجہ، ادائیگی قرض، شادی دختران اور وقتی امداد کے طور پر خرچ کرتا ہے۔

رہائش کے کرایہ میں مستقل ناقابل برداشت اضافے اور مسلسل مکان بدلتے رہنے کی

مجبوری، پریشانی اور اذیت مزید سفید پوشی کے بھرم کی نزاکتوں کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اور روزمرہ کی بڑھتی ہوئی گرانی کے عذاب اور خاص طور پر کرایہ کے بوجھ تلے دبی سسکتی انسانیت کی تسکین کی خاطر اب ادارہ کارادہ رہائشی فلیٹ، مکانات تعمیر کرنے کا ہے جو زکوٰۃ کی رقم کو بذریعہ حیلہ (تملیک) کے بعد ہی ممکن العمل ہے ادارہ منصوبے کی تشکیل کے ابتدائی مراحل سے تعمیر کے بعد کے جملہ مسائل سے نبرد آزما رہنے کیلئے حفظ ماتقدم کے طور پر اسے اپنی زیرگرانی اور زیر اہتمام رکھنا چاہتا ہے، تاکہ اس کا انفرادی طور پر غلط اور بے جا استعمال ممکن نہ ہو سکے، مثلاً اسکی فروخت اور حکومت کے بقایا جات وغیرہ ادارہ تعمیر شدہ فلیٹ، رہائش بیوگان، یتیم بوڑھے لوگ جواب معاش کے قابل نہیں، اور ایسے لوگ جو معاشی اعتبار سے کمزور اور پریشان ہیں کو بحیثیت کرایہ دار ادارہ کے دستوری طور پر بہت ہی قلیل اور معمولی کرایہ لیکر آہستہ آہستہ بسانے کا ارادہ رکھتا ہے، واضح ہو کہ حاصل شدہ معمولی کرایہ بھی اس کام میں استعمال ہوگا، لہذا کیا دین اسلام میں شرع محمدی کے رو سے اس طریقہ کار پر بذریعہ حیلہ تملیک عمل درآمد کیا جاسکتا ہے، واضح ہو کہ ادارہ کی معلومات کے مطابق مدرسوں کی تعمیر اور دوسرے کاموں کیلئے زکوٰۃ کی رقم حاصل کر کے اس طریقہ کار کے ذریعہ عمل درآمد اور تعمیرات وغیرہ کے کام بھی کئے جاتے ہیں، جبکہ زیادہ تر مدارس میں مطلوبہ رقم حاصل کرنے کیلئے ایک اچھی خاصی رقم حاصل شدہ رقم ہی سے بطور کمیشن دیگر اخراجات وغیرہ کے نذر ہو جاتی ہے، غیر ممالک سے بھی وفود آتے اور جاتے ہیں، جس میں کافی خرچ مثلاً کرایہ رہنا سہنا کھانا پینا سواری خرچ وغیرہ ہوتا ہے، وہ بھی کٹ جاتا ہے، جبکہ ہمارے ادارے میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے، اور رقم کی وصولیابی میں کسی قسم کا کوئی خرچ نہیں ہوتا ہے، برائے کرم وضاحت سے جواب مرحمت فرمائیں؟ تاکہ کوئی بات تشنہ نہ رہنے پائے، اور بات بھی اچھی طرح واضح ہو جائے؟

المستفتی: انیس احمد شمس، ویلفیر سوسائٹی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ جائز ہو سکتا ہے، کہ زکوٰۃ کے پیسوں سے

مکانات بنا کر پورے پورے مکانات متعین طور پر مستحق زکوٰۃ فقیر کو قبضہ دیکر مالک بنا دیا جائے، اور پھر اس سے کسی قسم کا کرایہ وغیرہ وصول نہ کیا جائے، مگر مکانات بنا کر کرایہ پر دینے کے لئے حیلہ تملیک کرانا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ حیلہ تملیک ہر جگہ جائز نہیں ہے، بلکہ صرف ناگزیر انداز سے دینی ضرورت کے لئے جائز ہو سکتا ہے، اور سوال نامہ میں ذکر کردہ رفاہی ادارہ وغیرہ عام طور پر اپنی ترقی اور فروغ کے لئے اس طرح کی اسکیمیں چلاتے ہیں، اس لئے جائز نہ ہوگا، مدارس پر ان اداروں کو قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ انھیں مدارس کے ذریعہ سے اسلام زندہ ہے۔

أما الاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان وقال النسفي، في الكافي عن محمد بن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى 'إبطال الحق الخ'. (عمدة القاري، دار احياء التراث العربی بیروت ۱۰۹۲/۲۴، زکریا دیوبند ۲۳۹/۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

۱۴۱۸/۱/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۹۶/۳۳)

مال زکوٰۃ سے مکان تعمیر کر کے فقیر کو مالک بنانا

سوال: [۴۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) بعد تعمیرات مکمل طریقہ پر بیع نامہ کروا دیا جائے گا، مالکانہ حیثیت قائم کر دی جائے گی، میرا کوئی تعلق نہ ہوگا؟

(۲) میری سرپرستی کا اب کوئی تعلق نہیں ہوگا، جبکہ میں بیع نامہ تحریر کروں گا؟

(۳) کسی قسم کا مفاد وابستہ نہیں کرنا ہے، چونکہ مکان ایک امانت ہے اس کا صرف

استعمال کرنا ہے؟ جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: احقر عاقل کامل، اسماعیل، محلہ: ٹھہیرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر زکوٰۃ کی رقم سے مکانات تعمیر کرا کے فقیر نادار مستحق زکوٰۃ کو مستقل طور پر بیعتا کر کے خود مختار نہ مالکانہ قبضہ دیدیا جائے، اور اس میں تعمیر کرانے والے کا کوئی تصرف باقی نہ رہے، اور نہ آئندہ کوئی سرپرستی یا احسان جتانے کی کوئی بات پیش آئے، تو مالک زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، نیز ایک فقیر کو ایک نصاب سے زائد دینے کی وجہ سے مکروہ نہ ہوگا۔

ویشترط أن يكون الصرف تملیكا لا اباحة . (الدر المختار، کتاب الزکاة

باب المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

وكره إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر إلا إذا كان مديوناً الخ . (الدر المختار

مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی حوائج الأصلية زکریا ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، البحر الرائق، زکریا ۲/۴۳۵، کوئٹہ ۲/۲۴۹)

اور مکروہ نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ مکان پر قبضہ ہونے کی وجہ سے فقیر صاحب نصاب نہیں ہوگا، بلکہ بمنزلہ نصاب سے زائد قرضدار کو نصاب سے زائد دینے کے حکم میں ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۰)

وكره إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ .

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی حوائج الأصلية

زکریا ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، فتاویٰ بزازیہ علی الہندیہ زکریا ۴/۸۵، جدید ۱/۵۷)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۴۰/۲۴)

زکوٰۃ کی رقم سے غریب کو کرایہ پر مکان دلوانا

سوال: [۴۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک مکان ہے جس کو مسجد کیلئے خریدا ہے، آئیں پہلے سے کرایہ پر غریب لوگ رہتے ہیں، جو دوسری جگہ مروجہ پگڑی دیکر کرایہ کا مکان نہیں لے سکتے، ایسی صورت میں زکوٰۃ کی رقم سے کرایہ کا مکان دلواسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اور مسجد کی رقم دیکر اس کرایہ دار کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: حاجی محمد یسین، احمد آباد، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جو غریب فقیر مستحق زکوٰۃ ہیں، ان کو زکوٰۃ کی رقم حوالہ کر کے مالک بنادیا جائے، اس کے بعد وہ جو چاہیں کریں، اس روپیہ سے کرایہ کا مکان بھی لے سکتے ہیں، مروجہ پگڑی شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامی،

كتاب الزكاة باب المصرف كراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۲۹۱/۳، ایضاً ح النوادر ۱۰۹/۱)

فهي تملك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا في الشرع.

(ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الأول زکریا دیوبند ۱/۱۷۰، جدید ۱/۲۳۲)

الزكاة يجب فيها تملك المال ، لأن الإيتاء في قوله تعالى:

”وآتوا الزكاة. (البقرة: ۴۳)

يقتضى التملك ولا تنادى بالإباحة . (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة،

زکریا دیوبند ۲/۱۸)

(۲) مسجد کی رقم سے کسی فقیر کی مدد جائز نہیں ہے، جو متولی مسجد کی رقم کو مسجد کی ضروریات کے علاوہ دوسری جگہ خرچ کرنا چاہتا ہے، وہ تولیت کے لائق نہیں ہے، اس کو الگ کر کے دوسرے دیانتدار متولی کا تقرر لازم ہے۔

مراعاة غرض الواقفين واجبة . (الشامی، کتاب الوقف، مطلب مراعاة

غرض الواقفین واجبہ زکریا ۶/۶۶۵، کراچی ۴/۴۵ (فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ شعبان ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۹۷۰/۳۲)

پگڑی میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

سوال: [۴۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم سال کی زکوٰۃ کے روپیہ اکٹھا کر کے جتنی رقم یہ کرایہ دار مانگ رہا ہے، اس کو تین سال کے بعد ساری زکوٰۃ کی رقم جو قریب پندرہ ہزار روپیہ ہوتی ہے کسی جگہ جمع کر لیں جب یہ رقم اکٹھی ہو جائے، تو اس رقم کو کرایہ دار کو دیکر مکان کا حصہ خالی کرانا کیسا ہے؟ اس کا فتویٰ آپ تفصیل سے مع حوالہ کے تحریر فرمائیے گا، جزاک اللہ۔

المستفتی: محمد جمال، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پگڑی میں زکوٰۃ کی رقم سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، دوبارہ مستحق زکوٰۃ کو ادا کرنا واجب ہوگا۔

الزکوٰۃ تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ الخ. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، قدیم ملتان ۱/۲۵۱، جدید زکریا دیوبند ۲/۱۷، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرھا وصفئھا وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۰، جدید ۱/۲۳۲)

لا یدفع إلی غنی بسبب ملک نصاب الخ. (تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف جدید زکریا ۲/۱۲۳، قدیم ۱/۳۰۲، الجوہرۃ، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لا یجوز جدید، دارالکتاب دیوبند ۱/۱۵۵، قدیم ۱/۱۵۸)
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۵/۲۴)

کیا پگڑی پر فقیر کو مکان لے کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

سوال: [۴۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر پگڑی پر فقیر کو مکان لیکر دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ کیونکہ پگڑی دینے کے بعد بھی کرایہ دار کو کرایہ دینا پڑتا ہے، اگر فقیر کو پگڑی کی قیمت نقد دیں گے تو نصاب کا مالک بن جائے گا؟ ایسی صورت میں کیا کریں؟

المستفتی: عبداللہ مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مد زکوٰۃ سے فقیر کو پگڑی پر مکان لیکر دیا جاتا ہے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسلئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا فقیر کو بلا شرط عوض مالک بنا دیا جائے، اور وہ شرط یہاں مفقود ہے اور جو مکان ہے اس کا بھی فقیر مالک نہیں ہے، بلکہ اس کو مکان میں صرف حق سکونت حاصل ہے اور اس کا بھی کرایہ ادا کرنا پڑیگا۔ ولو دفع إليه داراً ليسكنها عن الزكاة لا يجوز۔ (عالمگیری، کتاب

الزكاة، الباب السابع في المصارف زكريا ۱/۱۹۰، جدید ۱/۲۵۲)

ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ رقم پر فقیر کو مالکانہ قبضہ دیدیا جائے، اور پھر وہ خود پگڑی ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحةً. (الدر المختار مع الشامی،

کتاب الزكاة، باب المصروف زكريا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴، تبیین الحقائق، کتاب

الزكاة، زكريا دیوبند ۲/۱۸، ہندیہ، کتاب الزكاة، الباب الأول زكريا دیوبند ۱/۱۷۰،

جدید ۱/۲۳۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴/۵/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۵۴/۲۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۲ھ

سودی قرض لیکر زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: [۳۳۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی کے پاس بقدر نصاب سامان ہے اس پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے، لیکن زکوٰۃ یا قربانی کیلئے پیسہ نہیں ہے، صرف دوسرے مال ہیں، اور وہ مال بیچنا بھی نہیں چاہتا اور جائز قرض بھی نہیں ملتا تو زکوٰۃ اور قربانی ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا سودی قرض لے سکتے ہیں، ادا زکوٰۃ اور قربانی کیلئے؟

المستفتی: عمران بہاری، انگلشور، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سودی قرض لے کر زکوٰۃ یا قربانی ادا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جو مال موجود ہے سودی قرض کے بغیر اسی کو بیچ کر زکوٰۃ یا قربانی ادا کرنا لازم ہے، اور شریعت میں اسکو بیچنے کی طبیعت نہ چاہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مستفاد: محمود میرٹھ ۱۴/۱۲)

الزکوٰۃ واجبة فی عروض التجارة الخ، وکان إلحاق هذه الأموال بالذهب والفضة أولى وإذا وجب اعتبار المقدار بهما يعتبر بأيهما . (تاتارخانیہ، کتاب الزکوٰۃ، الفصل الثالث، زکاة عروض التجارة زکریا ۳/۱۶۴، رقم: ۳۹۹۹)

في عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أو ورق ففي كل أربعين درهما درهم . (درمختار، کتاب الزکوٰۃ، باب زکاة المال کراچی ۲/۲۹۸، ۲۹۹ زکریا ۳/۲۲۸، ۲۲۹)

وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب أى يجب ربع العشر في عروض التجارة، إذا بلغت نصاباً من أحدهما . (البحر الرائق، کتاب الزکوٰۃ،

باب زکاة المال زکریا ۲/۳۹۸، کوئٹہ ۲۲۸/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ رزی الحجہ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۶۴/۳۹)

سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بہت زیادہ مقروض ہے اور کوئی صورت قرض کی ادائیگی کی نظر نہیں آتی کیا زید بہت زیادہ مالدار بکر سے وہ رقم جو زکوٰۃ کی مد میں بکرنے نکالی ہے لیکر اسے سودی قرضہ کی ادائیگی میں دیدے اور پھر سہولت سے وہ قرض اسے واپس کر دے اور بکر اس کے بعد زکوٰۃ نکال دے اگر یہ گنجائش ہو تو تحریر فرمادیں؟

المستفتی: آل حسن، مغلیہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ کے پیسے کو بطور قرض کی ادائیگی میں دینا درست نہیں ہے، اگر بطور قرض دینا ہے، تو زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے پیسے دیدیں نیز سودی قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کا پیسہ دینا ممنوع ہے، اسلئے کہ اس میں من وجہ سودی معاملہ میں تعاون ہے، آجکل کے زمانہ میں لاکھوں کی تعداد میں سودی قرض لیکر لوگ اپنے آپ کو سرمایہ داروں کے سامنے فقیر ثابت کرتے ہیں، پھر سرمایہ دار سے زکوٰۃ کا پیسہ لیکر سودی قرض ادا کر کے پھر اپنا کاروبار اور تجارت کو فروغ دیتے ہیں، یہ سخت خرابی کی بات ہے، زکوٰۃ کا پیسہ فقیروں کا حق ہے کاروبار اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے سودی قرض لینے والوں کا حق نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۲۹)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . (سورہ

المائدہ، آیت: ۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷/ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۵۱/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۴/۲۸ھ

زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرض میں دینا

سوال: [۴۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں

نے ایک کاروبار شروع کیا تھا، جس میں کچھ پیسہ میں نے اپنی زمین بیچ کر لگایا تھا، اور کچھ پیسہ میں نے قرض کی شکل میں بینک سے لیا تھا، جس میں ضمانت کے طور پر میں نے اپنے گھر اور جائیداد کے کاغذات رکھے تھے، میرے پاس موجودہ جائیداد کی شکل میں رہنے کا مکان ہے جس میں میں اپنے بھائی اور بہنوں کیساتھ رہتا ہوں، جو کہ مشترکہ ملکیت ہے ایک کاروبار کی جگہ ہے جس میں موجودہ طور پر کوئی کاروبار نہیں ہوتا ہے، جو کہ تقریباً ساڑھے تین سو گز میں ہے، گاؤں میں لگ بھگ تین ایکڑ کاشتکاری کی زمین ہے ایک کریشر جو کہ گاؤں میں ہے چار بیگہ زمین میں ہے، اور ایک فصلی کام ہے، یہ کاروبار بھی تین سال سے نقصان میں چل رہا ہے، جس کے اوپر تقریباً ۵۱ لاکھ کی دینداری ہو چکی ہے، فی الحال میرے پاس کسی ذریعہ سے معاش نہیں ہے، صرف کھیتی کی زمین سے کچھ اناج آتا ہے، ایک پلاٹ جو کہ شہر میں ہے، ۸۰ گز کا ہے، اور ۳۰ گز کا پلاٹ جس میں مقدمہ بازی چل رہی ہے، مقدمہ ہائی کورٹ اور رامپور کورٹ میں چل رہا ہے، میں نے جو نیا کاروبار کیا تھا، اس میں بھی تقریباً پانچ لاکھ ۶۰ ہزار کی دینداری ہے جس کے تقاضہ میرے اوپر لگاتار ہو رہے ہیں، اوپر لکھی جائیداد میں ۶ بہنیں اور ۶ بھائی حصہ دار ہیں، ایسی صورت میں مجھے بتائیں کہ میں اپنا قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم کا استعمال کر سکتا ہوں یا نہیں؟

موجودہ جائیداد میں اور کاروبار میں سائل اپنا حصہ ختم کر چکا ہو تو وہ چونکہ مالدار اور صاحب نصاب نہیں رہ گیا، لہذا وہ قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے لے سکتا ہے، صاحب نصاب ہونے اور نہ ہونے کی ذمہ داری سائل پر ہے؟

جو شخص صاحب نصاب نہ ہو وہ اپنا قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کی رقم حاصل کر سکتا ہے؟
المستفتی: محمد الیاس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب آپ کے پاس کھیتی کی زمین ہے اور تین سو گز کی زمین جس پر مقدمہ چل رہا ہے، اس کے علاوہ اسی گز کا پلاٹ بھی ہے، تو کھیتی کی زمین یا پلاٹ فروخت کر کے قرض ادا کرنا چاہئے، زکوٰۃ کا پیسہ فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے، نیز زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرض میں دینا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص زکوٰۃ کا پیسہ سودی قرضہ میں دے گا، تو سود کی لعنت زکوٰۃ کا پیسہ دینے والے کی گردن پر بھی پڑے گی۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْمَسْكِينِ. (سورة التوبة: ۶۰)

وعن جابر قال لعن رسول الله ﷺ آكل الرباء ومؤكله و كاتبه

وشاهده، الحديث: (صحيح مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، النسخة

الهندية ۲/۲۷، بيت الافكار رقم: ۱۵۹۷) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ شوال ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۱۶/۳۵)

زکوٰۃ کی رقم سے سودی قرض ادا کرنے یا منہا کرنے کا حکم

سوال: [۴۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ

ہے کہ عمر نے خالد سے روپے قرض کے طور پر مانگے خالد نے اسے زیور گروی رکھ کر تقریباً پچاس ہزار روپے دیئے اب بہت دن ہو گئے سود پر سود بڑھتا گیا عمر کو اتنی استطاعت نہیں ہے، کہ وہ زیور چھڑا کر خالد کے حوالے کر دے، ادھر جب سود کا خوب اضافہ ہو گیا تو خالد نے زکوٰۃ کے پیسہ سے سود ادا کر دیا اور آدھا عمر نے اور آدھا خالد نے اصل پیسہ دیکر

زیورچھڑالیا اب عمر کو اتنی استطاعت نہیں ہے، کہ وہ بقیہ پیسہ دیدے کیا خالد ان بقیہ پیسوں کو زکوٰۃ کے مال سے منہا کر سکتا ہے؟

المستفتی: محمد شاکر عالم، تحت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال کے اندر دو معاملے بالکل الگ الگ ہیں۔

(۱) معاملہ: عمر کا خالد سے قرضہ لینا۔ (۲) خالد کا تیسرے شخص سے زیور گروی رکھ کر پچاس ہزار روپیہ سودی معاملہ میں لینا، یہ دونوں معاملہ شرعاً الگ الگ ہیں، پہلا معاملہ جو عمر اور خالد کے درمیان ہے اس میں خالد نے عمر کو پچاس ہزار روپیہ قرض دیا ہے، اور قرض دیکر سود لینا قطعاً حرام ہے، لہذا خالد عمر سے صرف پچاس ہزار روپیہ جو بطور قرض دیا تھا وہی لے سکتا ہے، اس کے علاوہ کسی اور پیسہ کا دیندار نہیں ہے، اور دوسرا معاملہ خالد اور تیسرے آدمی کا ہے اس میں خالد نے تیسرے آدمی کے پاس زیور گروی رکھ کر پیسہ لیا ہے، اب اگر تیسرا آدمی مسلمان ہے تو اس کیلئے خالد کو دیئے ہوئے قرضہ کے اوپر مزید سود لینا جائز نہیں ہے، اور اگر تیسرا آدمی مسلمان نہیں ہے، تو خالد اس سے سود کی دینداری میں شرعاً کسی طرح کا ذمہ دار نہیں ہے، اسلئے کہ اس معاملہ کا تعلق خالد اور تیسرے آدمی سے ہے، عمر اور تیسرے آدمی سے نہیں ہے، نیز خالد کیلئے بھی یہ قطعاً جائز نہیں تھا، کہ زیورات کو گروی رکھ کر سود پر قرض لے اس کی وجہ سے خالد سخت گنہگار ہوگا اور لعنت کا مستحق ہوگا اور دیندار بھی خالد ہی ہوگا۔

عن ابن مسعودؓ قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا ومؤكله

وشاهد به وكاتبه . (ترمذی شریف، ابواب البیوع، باب ما جاء فی أكل الربوا،

النسخة الهندية ۲۲۹/۱، دار السلام رقم: ۱۲۰۶، مسلم شریف، كتاب المساقاة

والمزارة، باب الربا، النسخة الهندية ۲۷/۲، بیت الأفكار رقم ۱۵۹۷)

لہذا اب تک خالد نے عمر سے جو کچھ پیسہ لیا ہے چاہے سود ادا کرنے کے نام پر لیا ہو یا اصل رقم وصول کرنے کے نام پر ہو یا تیسرے آدمی کو دینے کے نام پر لیا ہو وہ تمام رقم اسی میں

مجڑی ہوگی جو قرضہ خالد نے عمر کو دیا تھا، اسکے بعد پھر بھی جو قرضہ عمر کے ذمہ باقی ہے اور وہ مستحق زکوٰۃ بھی ہے تو خالد کیلئے جائز ہے کہ زکوٰۃ کا پیسہ عمر کے قبضہ میں دیدے اس کے بعد عمر سے یہ کہے کہ اب تمہارے پاس پیسہ آ گیا ہے، میرا قرضہ ادا کرو اور اسی محفل میں وہ پیسہ قرض کے نام سے لے سکتا ہے، ایسی صورت میں عمر کا قرضہ بھی ادا ہو جائے گا، اور خالد کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور صرف ارجسٹ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

اعلم أن أداء الدين عن المال الذي عنده لا يصح والحيلة أن يعطى
زكوته ثم يأخذ عن دينه الخ. (طحطاوی علی المراقی الفلاح/ ۵/ ۷۱، دارالکتاب
دیوبند، درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء
زکریا ۳/ ۱۹۰، کراچی ۲/ ۲۷۱) فقط واللہ سبحانہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲ھ/ ۷/ ۱۸

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۲۶)



۶ / باب المصروف

صاحب نصاب کون ہے؟

سوال: [۴۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان میں صاحب نصاب کیلئے کتنی رقوم یا کتنے سامان کا ہونا شرط ہے؟
المستفتی: محمد شکیل، سکسینا، پورنیہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کی رقوم یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا تجارتی سامان ہو تو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں نکالنا واجب ہے، ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا روپیہ کتنا بنتا ہے، صرافے سے معلوم کر لیجئے! (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲/۲۹۴)

اعتبرت القيمة إجماعاً الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة المال
زکریا ۳/۲۲۷، کراچی ۲/۹۸، جواہر الفقہ ۱/۳۸۵)

تجب الزکاة فی الذهب والفضة إذا بلغ النصاب ونصاب الذهب
عشرون مثقالاً وهو الدينار، ونصاب الفضة مائتا درهم. (کتاب الفقہ علی
المذاهب الأربعة کتاب الزکاة، زکاة الذهب والفضة ۱/۶۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ / ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۸/۲۴)

صدقہ واجبہ اور زکوٰۃ کے مستحق کون؟

سوال: [۴۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صدقہ

کے مستحق کون کون آدمی ہیں؟

المستفتی: شرف الحق، ضلع پیر بھوم، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن کریم میں صدقہ و زکوٰۃ کے جو مصارف مذکور ہیں، ان میں سے بعض منسوخ ہیں، اسلئے اس زمانہ میں درحقیقت صرف فقراء ہی مستحق ہیں، اور فقراء کے مختلف انواع ہیں۔

(۱) طالبان علوم نبوت۔

(۲) غرباء۔

(۳) مساکین۔

(۴) قرضدار۔

(۵) وہ مسافر جس کا توشہ ختم ہو چکا ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۹، فتاویٰ

دارالعلوم ۶/۲۲۹، معارف القرآن ۸/۸۰۸)

إن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعبزله عن الكسب والحاجة داعية إلى مالا بد منه الخ.

(طحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، دارالکتاب دیوبند/۷۲۰،

قدیم/۳۹۲، شامی، کتاب الزکاۃ، باب المصروف زکریا دیوبند/۳/۲۸۵، کراچی

۲/۳۴۰ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۲۵/۲۵)

فقیر و مسکین کسے کہتے ہیں؟

سوال: [۴۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فقیر اور

مسکین کسے کہتے ہیں؟ ایک ہی ہیں یا کوئی فرق ہے؟

المستفتی: شرف الحق، پیر بھوم، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فقیر جس کے پاس نصاب سے کم ہو، مسکین جسکے پاس کچھ نہ ہو، لیکن استحقاق زکوٰۃ میں کچھ اختلاف نہیں۔ (مستفاد: بیان القرآن ۴/۱۲۰، معارف القرآن اثر فی ۴/۱۶۶)

فقیر وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة، ومسکین من لا شيء له. (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۸۳، ۲۸۴، کراچی ۲/۳۳۹، فتاویٰ عالمگیری زکریا ۱/۱۸۷، جدید ۱/۲۴۹، بزازیہ علی ہامش الہندیہ زکریا ۴/۸۵، جدید ۱/۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۵/۲۵)

فی سبیل اللہ کا مصداق

سوال: [۴۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کا آپکے نزدیک کیا مصداق ہے فی سبیل اللہ کے دائرے میں کون کون داخل ہیں، اس میں وسعت دیکر عمومیت پیدا کر سکتے ہیں؟ اگر فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی اور حاجی کو قرار دیا جائے اور بقول بعض طالبان علم کو قرار دیا جائے، تو ان کیلئے فقر کی شرط ہے یا نہیں؟ نیز مصارف زکوٰۃ کو قیاس شرعی کا محل قرار دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ یا نص پر موقوف رہے گا، اور اس زمانہ میں مختلف دینی اور دعویٰ کاموں کیلئے بے پناہ سرمایہ کی ضرورت ہے تو کیا مدارس، مساجد، اور اکیڈمیاں

و دیگر رفاہ عام میں جو شخص حکمی کے دائرے میں ہیں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ امور فی سبیل اللہ کے مصداق بن سکتے ہیں؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ، اکیڈمی،
پھولواری شریف، پٹنہ، (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فی سبیل اللہ کے لفظی معنی بہت عام ہیں، جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے کئے جائیں وہ سب فی سبیل اللہ کے عمومی مفہوم کے دائرے میں آجاتے ہیں، اور جو لوگ فی سبیل اللہ کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام کے تفسیری اقوال و بیان وائمہ مفسرین اور فقہاء مجتہدین کے ارشادات سے گریز اور قطع نظر کرتے ہوئے محض لفظی ترجمہ کے عموم کے ذریعہ سے قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو فی سبیل اللہ کا مصداق متعین کرنے میں زبردست دھوکہ اور مغالطہ لگا ہے، اور انھوں نے لفظ کے عمومی مفہوم کو دیکھ کر ان تمام نیک کاموں کو فی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل کر دیا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے عبادات میں داخل ہیں، چنانچہ تعمیر مساجد، مدارس، شفا خانہ، مسافر خانہ وغیرہ اور کنویں، نل، سڑکیں وغیرہ بنانا اور تمام رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں وغیرہ ان سب کو فی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے، جو سراسر غلط اور قول رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام، اور اجماع امت کی تفسیر کے خلاف ہے، جیسا کہ امام رازی نے امام قفال کی تفسیر کی نشاندہی کرتے ہوئے، اسی طرح کی بات نقل فرمائی ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی دیوبند / ۴۰۷، تفسیر کبیر ۱۶/۱۱۳)

نیز لفظ فی سبیل اللہ کے عمومی مفہوم سے تفسیر کرنیوالوں کے کلام میں خود تعارض بھی واقع ہوا ہے، جیسا کہ حضرت نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی تصنیف الروضۃ الندیہ میں لفظ فی سبیل اللہ کے عموم کو پیش نظر رکھ کر تمام علماء اور علمی خدمات انجام دینے والوں کو فی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل کر دیا ہے، چاہے وہ علماء فقیر ہوں یا مالدار۔ (الروضۃ الندیہ ۱/۲۰۷)

پھر نواب صاحب ہی نے اپنی تفسیر فتح البیان میں عمومیت کی تردید کرتے ہوئے فی سبیل اللہ کے مفہوم کو غازی بنین میں منحصر کر دیا ہے۔ (فتح البیان ۴/۱۴۱)

اس سے واضح ہوتا ہے، کہ عمومیت کے قائلین خود اپنے قول میں متردد اور مضطرب ہیں، نیز ماضی قریب میں علامہ رشید رضا مصری اور مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ نے بھی لفظ فی سبیل اللہ کے عمومی مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور للفقراء الذین احصوا فی سبیل اللہ سے استدلال کرتے ہوئے، فی سبیل اللہ کے مصداق کو ہر دینی کام میں عام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (مستفاد: فقہی اسلامی ۱/۴۶۱)

جو اجماع امت اور قول رسول اللہ ﷺ کے خلاف اور مغالطہ پر محمول ہے اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے فی سبیل اللہ کے مصداق میں۔ (حدیث ابو داؤد، کتاب المناسک، باب العمرۃ، النسخۃ الہندیہ ۲/۲۷۷، دار السلام رقم: ۱۹۸۸)

اور حدیث بخاری کی صراحت کی وجہ سے اس حاجی کو داخل فرمایا ہے جس کے اسباب سفر ختم ہو چکے ہوں اور حضرت امام محمدؒ کا حجاج کو شامل کرنا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ میں رہ کر ہے اور اس میں قیاس اور توسع سے امام محمدؒ نے کام نہیں لیا ہے، نیز جس حاجی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مد زکوٰۃ سے سواری کا جانور دلوا یا ہے وہ فقیر اور نادار تھا، جو الفاظ حدیث سے واضح ہوتا ہے، اس لئے امام محمدؒ نے حاجی کیلئے منقطع الحاج کی قید اور شرط بھی لگائی ہے، لہذا ایسے حجاج فقراء کے دائرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے بہر حال مستحق زکوٰۃ ہیں۔

ترجمہ: اور فی سبیل اللہ کے مفہوم میں غازی ہی مراد ہے جس کے پاس اسباب جنگ نہ ہونے کی وجہ سے سے مجبوراً جنگ میں جانے سے رکنا پڑ رہا ہے یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اس لئے کہ جب مطلقاً فی سبیل اللہ بولا جاتا ہے، تو اس سے

وفی سبیل اللہ منقطع الغزاة عند أبي يوسف رحمة الله عليه لأنه المتفاهم عند الاطلاق، وعند محمد منقطع الحاج؛ لما روى أن رجلاً جعل بعيراً له في سبيل الله فأمره رسول الله صلى

اللہ علیہ وسلم أن یحمل
علیہ الحاج ولا یصرف
إلی أغیاء الغزاة عندنا لأن
المصرف هو الفقراء .
(ہدایہ، کتاب الزکاة، باب من
لا یجوز، لشرفیہ
دیوبند ۱/۲۰۵، قدیم
۱/۱۸۵)

یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے، اور حضرت امام محمدؒ کے
نزدیک اس سے وہ مراد ہے، جو اسباب سفر ختم ہونے
کی وجہ سے حج کرنے سے قاصر ہو چکا ہو، اس لئے
کہ حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے
اپنا اونٹ فی سبیل اللہ دیدیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے حاجی کو سواری کیلئے دینے کا حکم فرمایا اور زکوٰۃ
مالدار غازی کو نہ دیا جائے، ہمارے نزدیک اسلئے کہ
مصرف زکوٰۃ فقراء ہی ہیں۔

اور امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن ابراہیم کے نزدیک بس غازی کے ساتھ ساتھ
ضرورت مند حاجی بھی آسمیں داخل ہے۔

وعن أحمد وإسحق الحج من سبیل اللہ . (فتح الباری، کتاب الزکاة، باب قول
اللہ تعالیٰ وفي الرقاب والغارمین ۳/۳۳۲، اشرفیہ دیوبند ۳/۴۲۳، تحت رقم الحدیث : ۱۴۶۸)
ترجمہ: یعنی امام احمد اور اسحاق کے نزدیک حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

اب معلوم ہوا کہ علاوہ عاملین کے باقی مصارف زکوٰۃ میں فقراء کی شرط ملحوظ ہے
اور صاحب درمختار وغیرہ نے جو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں طالب علم کو داخل فرمایا ہے
اس کا مطلب بھی علامہ ابن عابدین شامی وغیرہ نے واضح کر دیا ہے، کہ فقراء صحابہ جو
اصحاب صفہ سے موسوم تھے وہ درحقیقت دربار نبوت میں تشنگی علوم نبوت کی وجہ سے ہی رہا
کرتے تھے، اسلئے فقہاء نے جہاں طالب علم کو مستحق زکوٰۃ قرار دیا ہے، وہاں فقیر ہونے
کی بھی قید لگائی ہے اور اسی کو ترجیح دی ہے، اسلئے صاحب درمختار وغیرہ کی عبارات سے
کوئی اشکال واقع نہ ہونا چاہئے۔

وقیل طلبہ العلم وتحتہ
فی الشامی وهل یبلغ طالب
ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ طالب علم بھی
فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور شامی میں ہے

رتبة من لازم صحبة النبي
صلى الله عليه وسلم لتلقى
الأحكام عنه كأصحاب الصفة
فالتفسير بطالب العلم وجيه
خصوصاً الخ. (شامی، کتاب
الزكاة، باب المصروف زکریا دیوبند
۲۸۹/۳، کراچی ۳/۴۳)

کہ کیا کوئی طالب علم اس شخص کے مرتبہ کو
پہنچ سکتا ہے، جس نے پیغمبر علیہ السلام کی
صحبت اختیار کی ہے، حضور ﷺ سے احکام
دین حاصل کرنے کیلئے جیسا کہ اصحاب صفہ،
لہذا خاص طور پر فقراء طلبہ کے ساتھ فی سبیل
اللہ کی تفسیر کرنا زیادہ اولیٰ اور بہتر ہوگا۔

ائمۃ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور
جمہور فقہاء و محدثین اور مفسرین کے نزدیک فی سبیل اللہ کا مصداق صرف منقطع الغزاة
ہے، مجاہد فی سبیل اللہ کے علاوہ باقی اور کوئی اس کے دائرے میں داخل نہیں ہے اسلئے کہ
اس زمانہ میں عام محاورہ میں فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہوا کرتا تھا، بس صرف اتنا فرق
ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ کا فقیر ہونا شرط ہے، اور دیگر ائمہ
ثلثہ کے نزدیک فقیر ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ غازی غنی بھی فی سبیل اللہ کے مصداق میں
داخل ہے یہی تفصیل قدر فرق کیساتھ فتح الباری، مغنی ابن قدامہ، ہدایۃ المجتہد،
اوجز المسالک، بدائع، کتاب الفقہ، تاتارخانیہ، درمختار، سیرکبیر، مجمع الانہر، البحر الرائق،
وغیرہ چاروں مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے۔ (بدایہ المجتہد، الزکاة، الفصل
الثانی فی الصفة التي تقتضى صرفها إليهم، دارالفکر بیروت ۱/۲۷۷، اوجز
المسالک، الزکاة، أخذ الصدقة ومن يجوز له أخذها قديم ۳/۲۲۳، جدید ۶/۷۸،
مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، باب فی بیان أحكام المصارف قديم ۱/۲۲۱،
دارالکتب العلمیۃ بیروت جدید ۱/۳۲۵، بدائع الصنائع، کتاب الزکاة، فصل فی
المصارف کراچی ۲/۴۵، زکریا دیوبند ۲/۱۵۴، السیر الکبیر ۴/۲۴۵،

البحر الرائق ، کتاب الزکاة ، باب الوحدۃ ۲/ ۲۴۲ ، تاتارخانیہ ۲/ ۲۷۰ ، درمختار ، زکریا ۳/ ۲۸۹ ، کراچی ۲/ ۳۴۳ ، ہدایہ ، مکتبہ اشرفی بکڈپو دیوبند ۱/ ۲۰۵ ، کتاب الفقہ ۱/ ۶۲۱ ، احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۵۳

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ: بہر حال فی سبیل اللہ کے بارے میں اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ کیساتھ خاص ہے مجاہد چاہے فقیر ہو یا مالدار، مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے محتاج اور فقیر مجاہد کیساتھ خاص کر دیا ہے۔

وأما سبيل الله فالأكثر على أنه يختص بالغازي غنياً كان أو فقيراً إلا أن أبا حنيفة قال يختص بالغازي المحتاج. (فتح الباری ، کتاب الزکاة ، باب قول اللہ فی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ بیروت ۳/ ۳۳۲ ، اشرفیہ ، دیوبند ۳/ ۴۲۳ ، رقم: ۱۶۴۸)

اور علامہ موفق الدین بن قدامہ نے ائمہ اربعہ کا مسلک ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے۔

ترجمہ: حضرات فقہاء کہتے ہیں، کہ فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی ہے، اسلئے کہ جب مطلقاً فی سبیل اللہ بولا جاتا ہے، تو اس سے عرف عام میں جہاد ہی مراد ہوتا ہے، اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مجاہد ہی مراد ہے، تو ان کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے، اگر چہ وہ مال دار کیوں نہ ہو اور اسی کو امام مالک امام شافعی اسحق ابو ثور ابو عبیدہ بن المنذر و غیرہ نے اختیار کیا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کہتے ہیں، کہ صرف فقیر ہی کو دیا جاسکتا ہے۔

أنهم الغزاة في سبيل الله لأن سبيل الله عند الإطلاق هو الغزو (إلى قوله) فإذا تقرر هذا فإنهم يعطون ، وإن كانوا أغنياء وبهذا قال مالك والشافعي وإسحق وأبو ثور وأبو عبيد وابن المنذر وقال أبو حنيفة وصاحبه لا تدفع إلا إلى فقير الخ. (المغنى ۶/ ۳۳۲)

اور اس مضمون کی عبارتیں ائمہ اربعہ کے مذاہب کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں، لہذا حاصل یہ نکلے گا، کہ فی سبیل اللہ کے مفہوم کو عام کر کے اس کے تحت مساجد، مدارس، مسافر خانہ، شفاخانہ، وغیرہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہ ہوگا، یہ جو سوال پیش کیا جاتا ہے، کہ موجودہ دور میں مد زکوٰۃ کے بغیر اس قسم کے کار خیر کا انجام پذیر ہونا بہت دشوار گزار ہے یہ سوال سلف کے زمانہ میں پایا جاتا ہے، جب سلف نے اسکی اجازت نہیں دی ہے، اور کام چلتا رہا ہے، تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کیلئے خدا کی ذات سے امید ہے کہ یہ چلتا رہے گا، اور کچھ نہ کچھ پریشانیوں ہر زمانہ میں رہی ہیں، اور آئندہ بھی اس قسم کی دشواریوں سے چھٹکارہ نہیں ہو سکتا مگر سلف اور اجماع امت سے ہٹنا کسی بھی طرح جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۵۶/۲۸)

بدائع کی عبارت سے غلط فہمی

سوال: [۴۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدائع الصنائع کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، ہر نیک کام اس میں داخل ہو سکتا ہے، تو اگر فی سبیل اللہ میں عمومیت جائز نہیں ہے تو عبارت بدائع کا کیا مطلب ہوگا؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی،

فقہ اکیڈمی، پھولواری، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: امام علاء الدین کا سائی کی بدائع الصنائع کی عبارت سے بعض لوگوں کو زبردست دھوکہ اور مغالطہ ہوا ہے، اور ان کی عبارت کے شروع حصہ سے فی سبیل اللہ کی عمومیت ضرور ثابت ہوتی ہے، لیکن انھوں نے عبارت کے آخر میں

جو احتیاج اور فقر کی قید لگائی ہے اسکی وجہ سے شروع کی عمومیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے، اور امام کا سائی کی پوری عبارت ہم یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا قول وفی سبیل اللہ سے تمام نیک کام مراد ہیں، لہذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہوگا، جو اللہ کی اطاعت اور خیر کے راستہ میں محنت کرتا ہے، بشرطیکہ وہ محتاج اور فقیر ہو اور ابو یوسفؒ نے صرف فقیر غازی مراد لیا ہے، اسلئے کہ عرف شرع میں جب فی سبیل اللہ بولا جاتا ہے، تو اس سے صرف جہاد مراد ہوا کرتا ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ حاجی ہے جس کا زادراہ اور اسباب سفر ختم ہو چکے ہوں۔

وأما قوله تعالى 'وفی سبیل اللہ عبارة عن جمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعة اللہ و سبیل الخیرات ، إذا کان محتاجاً وقال أبو یوسف المراد منه فقراء الغزاة لأن سبیل اللہ إذا أطلق فی عرف الشرع یراد به ذلک وقال محمد المراد منه الحاج المنقطع الخ. (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل المؤلفۃ قلوبہم کراچی ۴۵/۲ ، ذکر یا ۱۵۴/۲)

اب بدائع کی مذکورہ عبارت میں دوبارہ غور کیا جائے، اس میں صرف اتنی عمومیت تو ضروری ہے کہ فی سبیل اللہ کے دائرہ میں ہر نیک کام کرنے والے داخل ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ وہ نیک کام کرنے والا محتاج فقیر ہو اور ائمہ اربعہ جمہور فقہاء بھی ہر فقیر کو مصرف زکوٰۃ قرار دیتے ہیں، بس اتنا فرق ہے، کہ صاحب بدائع نے ہر نیک عمل کرنے والے فقیر کو فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل کر کے مصرف قرار دیا ہے، اور جمہور نے ہر فقیر کو مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے، لیکن فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل نہیں کیا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ مفتی بغداد علامہ آلوسیؒ جیسے فقیہ اور مفسر وقت کو بھی بدائع کی عبارت نقل کرنے میں

مسامحت ہوگئی ہے، کہ انھوں نے بھی ”اذا كان محتاجاً“ کی شرط کو نقل نہیں کیا ہے۔
 (روح المعانی، سورۃ توبہ تحت الآیہ ۵۹، ۶۰، جدید زکریا ۱۰/۱۷۹، قدیم ۱۰/۱۲۳)
 بہر حال جن لوگوں نے بدائع کی عبارت سے عمومیت ثابت کرنے کی کوشش کی
 ہے، ان کو ”اذا كان محتاجاً“ کی شرط پر توجہ نہ کرنے کی بنا پر مغالطہ ہوا ہے۔
 (فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۵۷)

کیا فی سبیل اللہ کے مصداق، مدارس، مساجد اور اکیڈمیاں ہو سکتی ہیں؟

سوال: [۴۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا فی سبیل اللہ کے دائرہ میں شخص حکمی جو محتاج ہے، وہ داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ محتاج شخص حقیقی کے دائرہ میں داخل ہونے کا سوال نہیں ہے، بلکہ محتاج شخص حکمی یعنی مدارس، مساجد، اکیڈمیاں وغیرہ داخل ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

المستفتی: مجاہد الاسلام قاسمی، فقہ اسلامی،
 پھولواری شریف، پٹنہ، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ فی سبیل اللہ کے مفہوم میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے صرف فقیر غازی کو داخل کیا ہے، اور حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے غازی فقیر اور غازی غنی دونوں کو داخل فرمایا ہے، لیکن غزاة کی شرط کیساتھ مقید کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہؒ اور امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک غازی کیساتھ ساتھ محتاج حاجی بھی بنفس حدیث داخل ہے، اور صاحب درمختار نے محتاج غازی و حاجی اور طالب علم کو بھی شامل فرمایا ہے، لیکن جہاں جہاں عمومیت کی

بات ہے وہاں فقر و احتیاج کی بھی قید ہے، لہذا اگر فی سبیل اللہ کے مفہوم کو عام کیا جائے، تو شخص حقیقی کے فقر اور احتیاج کی قید کیساتھ کیا جاسکتا ہے اس کے بغیر عمومیت کی اجازت نہیں ہو سکتی ہے، اور شخص حکمی کو احتیاج کی وجہ سے فی سبیل اللہ کے دائرہ میں موجودہ دور میں بھی داخل نہیں کیا جاسکتا ہے، اسلئے کہ جن ضرورتوں کی بنا پر شخص حکمی (تعمیر مساجد، تعمیر مدارس، تعمیر مکاتب، اور اکیڈمیوں اور رہائشی اداروں کی ضرورتوں) کو فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل کرنے سے جو سوال پیدا ہو رہا ہے، وہی سوال اور ضرورتیں زمانہ رسالت اور ائمہ مجتہدین کے دور میں بھی پائی جاتی تھیں، اس کے باوجود کہیں یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس طرح کی ضرورت کو فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل کیا گیا ہے، ہاں البتہ دیگر صدقات نافلہ کی ترغیب دی گئی ہے، ہم کو بھی اس طرح صدقات نافلہ کی ترغیب دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، اسلئے یہ ضرورتیں توسع کا باعث نہیں بن سکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۵۸/۲۸)

زکوٰۃ و صدقہ فطر کا بہترین مصرف

سوال: [۴۳۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ صدقہ فطر اور زکوٰۃ کا بہترین مصرف مدارس ہیں، کیا ان کا کہنا درست ہے؟ اور زکوٰۃ مدارس ہی میں دینا چاہئے؟

المستفتی: محمد فاروق، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ مفتی صاحب کا کہنا صحیح اور درست ہے اسلئے کہ مدارس میں غریب طلبہ پر خرچ ہوتا ہے، لہذا زکوٰۃ و صدقات واجبہ صرف ان مدارس میں

دیئے جائیں جن میں بیرونی طلباء اور مطبخ ہو کیونکہ ان پر خرچ کرنے پر زکوٰۃ بھی ادا ہو جاتی ہے، اور دین کی خدمت بھی ہوتی ہے، اور نیک لوگوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔

التصدق على العالم الفقير أفضل الخ. (درمختار، کتاب الزکاة، باب

المصرف کراچی ۲/۳۵۴، زکریا دیوبند ۳/۳۰۴، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،

کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند ۲/۷۲۲، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف

زکریا دیوبند ۱/۱۸۷، جدید ۱/۲۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

۲۶/۲/۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۱۳)

زکوٰۃ کس کو دیں طلبہ کو یا غریب لوگوں کو؟

سوال: [۴۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہمارے پڑوس اور رشتہ داروں میں ایسے یتیم و مسکین ہیں جو بے نمازی شریر ہیں، ان کے لئے کوئی کمانے والا بھی نہیں اور ایک طرف اجنبی اور دوسرے خاندان و گاؤں میں اچھے لوگ نماز روزہ کی پابندی کرنے والے یتیم و مسکین ہیں، ان میں بھی کوئی کمانے والا نہیں اور ایک طرف مدرسہ کے طلباء موجود ہیں ان کے ماں باپ بھی موجود ہیں، اور مدرسہ بھی چندہ وغیرہ سے بھرا ہے، مال کے اعتبار سے کسی قسم کی کمی نہیں ہے، تو اس صورت میں کس کو زکوٰۃ و صدقہ دینا اچھا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث میں آیا ہے، کہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ

دینے سے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی ثواب ملتا ہے، اسی طرح اہل علم اور علماء کو دینے سے علم دین کا بھی ثواب ملتا ہے، لیکن اگر قریبی رشتہ دار شرارتوں اور برائیوں میں مبتلا ہوں

اور زکوٰۃ کے پیسہ کا برائیوں میں خرچ کرنے کا اندیشہ ہو تو ان کو زکوٰۃ دینے سے ڈبل ثواب نہیں ملے گا، لہذا ان کے مقابلہ میں اہل علم علماء اور دینی طلبہ اور دوسرے نیک صالح غریب لوگوں کو زکوٰۃ دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

التصدق علی العالم الفقیر أفضل . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف

کراچی ۲/۳۵۴، زکریا دیوبند ۳/۳۰۴، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، دارالکتاب دیوبند/۷۲۲، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند/۱۸۷، جدید ۱/۴۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۵/۱۴۲۶ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۹۸)

غیر مالک نصاب غریب کو زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

میں چار پانچ سال سے بہت زیادہ پریشان ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ تیار کی کا کام تھا اس میں مجھ کو نقصان ہو گیا، اور پیسہ کسی پارٹی نے دیا بھی نہیں جس کی وجہ سے کافی قرضدار ہو گیا، قرض کی ادائیگی میں اپنا زیور اور مال تھا وہ بھی اور چھوٹے بھائیوں نے اپنا زیور فروخت کر کے قرض ادا کر دیا لیکن آج تک مکمل قرض ادا نہیں ہوا ۲۵۱ روپے پر سینٹ باقی رہ گیا ہے، کیونکہ میرا کوئی کاروبار اس طرح کا نہیں ہے، کہ میں قرض ادا کر سکوں، مزدوری کر کے اپنے آٹھ بچوں کا خرچ چلاتا ہوں وہ بھی بہت پریشانی سے ہوتا ہے، ایک مکان والد مرحوم کا ہے، وہ بھی بینک میں رکھا ہوا ہے، کچھ لوگوں کا قرض ایسا باقی ہے جو لوگ بہت زیادہ برا بھلا کہتے اور گالی دیتے ہیں، ایسی حالت میں زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور قرض کی ادائیگی کرنا یا کوئی کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اب کوئی سرمایہ نہیں ہے جس سے قرض کی

ادائیگی ہو سکے؟ جواب سے نوازیں

المستفتی: محمد یامین، مقبرہ دوئم، کیت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کے پاس سونا، چاندی یا نقدی وغیرہ بقدر نصاب قرض چکانے کے بعد نہیں بچتا ہے، تو آپ کیلئے زکوٰۃ کے روپیہ سے اپنا قرض ادا کرنا جائز ہوگا، کیونکہ آپ شرعاً زکوٰۃ کے مصرف ہیں۔

ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ، وفي الظہیریۃ: الدفع للمدیون أولىٰ منه للفقیر الخ. (الدرمع الرد، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریادیوبند ۲۸۹/۳، کراچی ۲/۳۴۳، کوئٹہ ۲/۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۱۲/۲۶)

غریب شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے

سوال: [۴۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی حالت یہ ہے کہ اس کی کمائی اتنی ہے کہ روزی روٹی چلتی ہے، اور قرضہ بہت ہے، اتنی کمائی نہیں ہو پاتی ہے کہ جس سے قرضہ ادا کر سکے، اب آپ سے سوال یہ ہے کہ قرضہ ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ و فطرہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ حضرت مفصل جواب سے نوازیں گے؟

المستفتی: محب اللہ، خادم: مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں لے سکتا ہے۔

ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ ، وفي الظہیریۃ: الدفع
للمدیون أولىٰ منه للفقیر الخ . (الدر المختار ، کتاب الزکاة، باب المصرف ،

زکریادیوبند ۳/۲۸۹ ، کراچی ۳/۲۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

۱۲/۱۲/۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۲۹)

سخت مجبوری میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا

سوال: [۴۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
۶ سال سے بہت زیادہ پریشانی میں چل رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا کام تیاری کا
تھا، جو کہ مال باہر جاتا ہے، اس میں مجھ کو کافی نقصان ہو گیا، کئی پارٹیوں نے پیسہ نہیں دیا
اور اپنا کام ختم کر دیا اس میں میرے اوپر قرض زیادہ ہو گیا قرض کی ادائیگی میں اپنا جو کچھ
زیور تھا فروخت کر کے قرض میں دیدیا اور چھوٹے بھائیوں نے بھی کافی سہارا دیا جس
قابل تھے، اس کے باوجود قرض ایک حصہ ابھی باقی ہے، جو کہ لگ بھگ ۲۵ / پریسٹ
ہے، اس میں سیل ٹیکس کا بھی ہے جو کہ بغیر رشوت کے کام نہیں ہو سکتا، اس وقت میرا اور
کوئی سہارا نہیں ہے، کہ قرض سے نجات پاسکوں ایک مکان ہے جو بینک میں رکھا ہے
اس پر پیسہ محمد اکرام مرحوم میرے بھائی تھے انھوں نے لیا تھا، اس میں گیارہ حصہ دار
ہیں، اور مکان بینک سے ابھی تک واپس نہیں ملا ہے، عدالت میں کیس چل رہا ہے،
میری آمدنی اتنی نہیں ہے کہ گھر کا خرچہ بھی صحیح طریقہ سے پورا کر سکوں میرے ۸ بچے
اور ۲/ہم خود ۱۰ آدمیوں کا خرچہ اس حالت میں نہ تو قرض ادا ہو رہا ہے اور نہ ہی سیل
ٹیکس سے پیچھا چھوٹ رہا ہے، کئی ایسے لوگ ہیں جن سے منہ چھپانا پڑتا ہے، کیونکہ وہ
لوگ راستہ میں طرح طرح کی گالیاں بھی دیدیتے ہیں، اور برا بھلا بھی کہتے ہیں،

اور سیل ٹیکس والے بھی بہت پریشان کر رہے ہیں، ایسے حالات میں زکوٰۃ یا بینک میں جو لوگ پیسہ رکھتے ہیں اس کا سود ملتا ہے اس سے قرض یا سیل ٹیکس میں دیکر اپنی جان چھڑا سکیں؟ جو بھی شریعت کی رو سے بہتر ہو جواب سے نوازیں کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد یامین ولد مشتاق حسین مرحوم،

مقبرہ دویم، کیت والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی مجبوری کے تحت مقروض آدمی کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ قبول کر کے اپنا قرض ادا کرنا شرعاً جائز ہے، نیز اس ناداری کی حالت میں سودی رقم سے قرض ادا کرنا بھی جائز ہوگا اس لئے کہ بینک کے سودی رقم کا مستحق نادار فقیر ہی ہوا کرتا ہے۔

و کرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديونا أو كان صاحب عيال الخ. (الدر المختار، کراچی ۲/۳۵۳، زکریا ۳/۳۰۳)

أما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يردّه إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمة عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء الخ. (بذل مصری ۱/۱۴۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۴۹۷)

کیا رکشا چلانے والا صاحب نصاب ہے؟

سوال: [۴۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص بہت غریب ہے، کرائے کا رکشا چلا کر گذر بسر کرتا ہے، جسکی وجہ سے اس کی محنت کے چھ سات روپے بلکہ اور بھی آٹھ دس روپیہ کرائے کی شکل میں رکشامالک کو چلے جاتے ہیں،

کیا انجمن زکوٰۃ کے پیسے سے رکشا خرید کر اسے اس رکشا کا مالک بنا سکتی ہے؟ تاکہ وہ خود کفیل ہو جائے، امید ہے کہ برائے کرم تشفی بخش جواب دے کر پہلی فرصت میں جلد از جلد ارسال فرمائیں گے؟ ممنون ہوگا؟

المستفتی: سکریٹری، امدادی کمیٹی، ہلدوانی، نئی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر رکشا چلانے والا انصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں ہے، تو اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے، زکوٰۃ کے روپے سے رکشا یا دوسری چیز خرید کر دینا بھی جائز ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۰۰/۲۵)

جس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہو اس کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے، مگر زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے، صدقۃ فطر واجب ہے، مثلاً نقد روپے دو ہزار ہیں، اور تقریباً تین ہزار روپے کے برتن ہیں جو ضرورت سے زائد ہیں، اور مال تجارت بھی نہیں ہے تو ایسے شخص کو جو صاحب نصاب ہو اور اس پر فطرہ واجب ہو اور زکوٰۃ واجب نہ ہو تو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس شخص پر صدقۃ فطر واجب ہو اس کو زکوٰۃ دینا

جائز نہیں؛ لہذا اگر کسی نے اس کے صاحب نصاب کا علم ہونے کے باوجود اس کو زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

عن عبد الله بن عمرو، عن النبي ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء من لا تحل له الصدقة، النسخة الهنديه ۱/۱۴۱، دارالسلام رقم: ۶۵۲)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب. (در مختار علی شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۴۷، ذکر ۳/۲۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۳۹۸۸)

صدقہ فطر کے نصاب کا مالک مستحق زکوٰۃ نہیں

سوال: [۴۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) سونا، چاندی، روپیہ، پیسہ یا تجارتی سامان نصاب کے برابر پہنچ جائے تو اس کے اوپر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، اور اس کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں؟ لیکن سوال یہ ہے کہ صدقہ فطر کا نصاب بننے کیلئے تجارتی سامان، روپیہ، پیسہ اور سونا چاندی کا ہونا لازم نہیں ہے، بلکہ حاجت اصلیہ سے زائد کوئی بھی سامان ہو، یا رہائشی مکان سے الگ کوئی مکان ہو یا گھر میں سال بھر کا غلہ رکھا ہو یا ضرورت سے زائد برتن ہوں، ان چیزوں کو ملانے کے بعد نصاب کو پہنچ جاتا ہے، تو اس کو صدقہ فطر ادا کرنا پڑتا ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے مفتی صاحب واضح فرمادیں؟

(۲) اسی میں دوسرا سوال یہ ہے کہ آدمی صدقہ فطر کے نصاب کا مالک ہے صدقہ فطر ادا کرنا اس پر لازم ہے مگر نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں ہے، تو صدقہ فطر کے

نصاب کا جو مالک ہے اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس کو مع دلیل تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، نابل، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جی ہاں یہ بات صحیح ہے کہ صدقہ فطر کے واجب ہونے کیلئے تجارتی سامان اور مال نموکا ہونا لازم نہیں ہے، بلکہ حاجت اصلیہ سے زائد کوئی بھی چیز ہو اور وہ نصاب کے بقدر ہو جائے، اس کے اوپر صدقہ فطر کا ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے، مثلاً ضرورت سے زائد کوئی مکان ہے چاہے اسے کرایہ پر دیا ہو یا ایسے ہی خالی پڑا ہو اسی طرح ضرورت سے زائد سردی یا گرمی کے کپڑے ہیں یا اتنا بڑا مکان ہے جس کے چند کمروں میں رہائشی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، اور کچھ کمرے رہائشی ضرورت سے بھی زائد ہیں، جنکی قیمت نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے، تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) جس آدمی کے پاس صدقہ فطر کے نصاب کے بقدر ضرورت سے زائد سامان ہے مثلاً سردی و گرمی کے کپڑے جو ہر وقت کے استعمال سے زائد ہیں، یا دیہاتی آدمی کے لئے سال بھر کا غلہ ہے اور شہر کے کاروباری آدمی کے پاس ایک مہینہ سے زائد کھانے کا غلہ ہے مثلاً اتنا غلہ موجود ہے، جو دو مہینے تک کھایا جاسکتا ہے، تو ایک مہینہ کا غلہ حاجت اصلیہ میں داخل ہے اور ایک مہینہ سے زائد غلہ حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہے، اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے اسی طرح کوئی پلاٹ پڑا ہوا ہے، چاہے اس پر اپنا مکان بنانے کا ارادہ کیوں نہ ہو، اور اس کی قیمت نصاب سے زائد ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں، اسکو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور نہ ہی اس کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز ہے۔

إذا كان له دار لا يسكنها ويؤجرها أو لا يؤجرها يعتبر قيمتها في الغنى، وكذا إذا سكنها وفضل عن سكنها شيء يعتبر فيه قيمة الفاضل في النصاب . (خانية على الهندية، كتاب الصوم، فصل في صدقة الفطر

(۲۲۷/۱، جدید ۱/۱۴۱)

ہی واجبة على الحر المسلم المالك لنصاب فاضل عن حوائجه الأصلية ، وإن لم يكن نامياً وبه تحرم الصدقة وتجب الأضحية (وتحتہ فی مجمع الأنهر) وإن لم يكن النصاب نامياً كدار لا تكون للسكنی ، ولو كان له دار واحدة يسكنها وفضلت عن سكنائه يعتبر الفاضل ، إن كانت قيمته نصاباً وكذا ما فضل عن الثلاثة من الثياب للشتاء والصيف ، وعن فرسين للغازی و فرس و حمار للغير . (ملتی الأبحر مع مجمع الأنهر ، كتاب الصوم ، صدقة الفطر ، دار الكتب العلمية بیروت ۱/۳۳۵ ، الفتاوی التاتار خانیة ، كتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر زکریا دیوبند ۳/۴۵۳ ، رقم : ۴۸۳۱ ، ۴۸۳۲)

ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً أي مال كان ، دنایر أو دراهم أو سوائهم أو عروضاً للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته فی جميع السنة ، والشرط أن يكون فاضلاً عن حاجته الأصلية وهي مسكنه وأثاث مسكنه ، وثيابه وخادمه ، ومركبه ، وسلاحه ، ولا يشترط النماء إذ هو شرط وجوب الزكاة . (هندیه ، كتاب الزكاة ، الباب السابع فی المصارف ۱/۱۸۹ ، جدید ۱/۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۱/۲۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۸۵۶/۴۱)

کسی کو زبردستی زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) زید ذات کا فقیر ہے، اس کے ماں باپ مانگتے ، اور قبر کھودتے تھے ، اور مردے کو

غسل دینے کا کام کرتے تھے، اور خود بھی کچھ دنوں تک ایسا کیا، لوگ قبرستان میں اناج لے جاتے ہیں، اور زید کو اناج لینے پر مجبور کرتے ہیں، تو کیا زید کیلئے یہ لینا ضروری ہے جبکہ زید لینا نہیں چاہتا ہے؟

(۲) زید نے ایک مرتبہ سوچا کہ میں اگرچہ ذات کا فقیر ہوں لیکن میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ میں مزدوری کر سکتا ہوں اور میرے اولاد بھی ہے، اور میں مقروض ہوں، تو کیا اگر مجھے لوگ زبردستی زکوٰۃ صدقات و خیرات وغیرہ دیں تو میرے لئے لینا ضروری ہے، جبکہ میں اسکو لینا نہیں چاہتا؟

المستفتی: محمد ظہور شاہ، سہس پور، علی نگر، ڈولی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جب آپ لینا نہیں چاہتے تو لوگوں کو آپ پر زور و زبردستی کرنے کا کوئی حق نہیں، آپ اگر نہ لیں تو آپ پر ملامت کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔

عن عمرو بن يحيى المازنى عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: لا ضرر

ولا ضرار. (موطأ للإمام مالك، النسخة الهندية / ۳۱۱)

(۲) آپ نہ لیں تو لوگوں کو زور دینے کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

یکم صفر ۱۴۱۷ھ

۱۴۱۷/۱/۳۰

(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۳۹/۳۲)

استحقاق زکوٰۃ سے متعلق سوالات و جوابات

سوال: [۴۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

خاتون پرائیویٹ اسکول میں ملازمت کرتی ہے، اسکی تنخواہ ۲۴۰۰ روپے ہے، اس نے

شوہر پیشہ سے وکالت کرتے ہیں، مگر آمدنی بہت قلیل ہے گھریلو اخراجات میں مختصر تعاون کرتے ہیں، خاتون خود ہی کسی طرح گھریلو اخراجات کو پورا کرتی ہیں، تنگی سے گذر بسر ہوتا ہے، کرایہ کے مکان میں رہتی ہے ۱۵۰۰ روپے ماہانہ کرایہ ادا کرتی ہے، ایک لڑکا ہے جو بیمار رہتا ہے، جس کے علاج میں ۱۱۰۰، ۱۲۰۰ روپے خرچ ہوتا ہے، اور اسکی تعلیم بھی جاری ہے اس پر بھی رقم خرچ ہوتی ہے۔

اس کے پاس زیور یا از قسم نقد کچھ نہیں ہے، زیور اور تانبے کے برتن فروخت ہو چکے ہیں، اخراجات کی تنگی رہتی ہے اور اپنے ذاتی مکان کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔
مستحق زکوٰۃ ہونے کی وجہ سے دوسروں نے اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جس کو قسطوں سے ادا کر کے اس نے ایک زمین اپنے لڑکے کیلئے (جو کہ خود غریب ہے) مکان بنانے کیلئے خرید لی ہے؟ (ابھی رجسٹری نہیں ہوئی ہے)

قابل دریافت امر یہ ہے کہ کیا اس زمین کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے اس لڑکے پر صدقہ فطر اور قربانی کا وجوب ہو جائے گا، (جبکہ یہ زمین مکان کیلئے ہے جو حاجت اصلیہ میں سے ہے، اور اس کے پاس کوئی دوسرا مکان نہیں ہے، اپنی والدہ کے ساتھ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے)

یا حاجت اصلیہ میں شمار ہو کر اس کی قیمت محسوب نہ ہوگی، اور اس زمین کی وجہ سے صدقہ فطر اور قربانی کا وجوب نہ ہوگا، اور یہ زمین مانع اخذ زکوٰۃ بھی نہ ہوگی؟

(۲) زکوٰۃ کی رقم ایسی خاتون یا اسکے لڑکے کو لینا جائز ہے تو علاج اور تعلیم میں تو فوراً روپے خرچ ہوتے ہیں، مگر مکان بنانے کیلئے روپیہ جمع کرنا پڑے گا، تو کس حد تک جمع ہو جائے، کہ اسکے بعد زکوٰۃ نہ لے؟

(۳) نیز اگر زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے تو کیا بغیر سوال کئے کوئی دیدے تب ہی لے سکتا ہے، یا اظہار حال اور سوال کرنے کی اجازت ہے؟

المستفتی: نوید احمد، کریملی، الہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اگر مذکورہ فی السوال خاتون اور ان کے شوہر خاندان سادات سے نہیں تو صورت مسئلہ میں وہ مصارف زکوٰۃ میں سے ہیں، ان کو اگر کوئی زکوٰۃ دیدے تو اس کو قبول کر کے اپنے اوپر خرچ کرنا جائز ہے، بقدر ضرورت زمین برائے مکان کی قیمت محسوب کرنے سے زکوٰۃ و قربانی کا وجوب نہیں کیونکہ یہ زمین حاجت اصلیہ میں شمار ہے۔

ہکذا فی رد المحتار تحت (قوله وفارغ عن حاجته الأصلية الخ.)

كالنفقة ودور السكنی'. (الدرمع الرد، زکریا دیوبند ۳/۱۷۸، کراچی ۲/۲۶۲)

(۲) برائے مکان اس مقدار میں زکوٰۃ لے لے کہ نصاب کی مقدار سے کم رہے، جب وہ مکان میں صرف ہو جائے تو پھر اتنی مقدار لے لے کہ نصاب کو نہ پہنچے اسی طرح مکان بنالے۔
(۳) بغیر مانگے کوئی دیدے تو اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہے یا کمانے پر قادر ہے، ایسے شخص کو سوال کرنا جائز نہیں، فضائل صدقات میں اس کی تفصیلات کو ملاحظہ کر لیا جائے، اس کے بعد کچھ معلوم کرنیکی ضرورت ہو تو سوال کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمود حسن غفرلہ بلند شہری

۱۴۲۸/۵/۵ھ

(فتویٰ: ۵۶۱ھ)

دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ عربیہ وصیۃ العلوم الہ آباد کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حامداً ومصلياً ومسلماً: صورت مسئلہ میں دارالعلوم دیوبند سے جو فتویٰ دیا گیا ہے، اس میں تسامح ہے، کیونکہ مذکورہ زمین سے مستفتی کا تعلق نہ تو سکونت کے اعتبار

سے ہے، کہ اس کو دارسکنی کا مصداق قرار دے کر حاجت اصلیہ میں شمار کیا جائے، اور نہ ہی اس زمین سے مستفتی کا تعلق نفقہ کے اعتبار سے ہے، (مثلاً اس کو کرائے پر دے رکھا ہو اور اس کی آمدنی اپنی ضروریات میں صرف کر رہا ہو) کہ اس کو نفقہ کا مصداق قرار دے کر حاجت اصلیہ میں شمار کیا جائے، بلکہ حقیقی صورت یہ ہے کہ مستفتی مستقبل میں اس زمین پر مکان بنا کر سکونت اختیار کرنے کا عزم و ارادہ رکھتا ہے، اور مستقبل کی ضروریات حاجت اصلیہ میں شرعاً شامل نہیں۔ (مثلاً اگر کسی کے پاس رہنے کے لئے مکان نہ ہو اور کرائے کے مکان میں رہتے ہوئے اپنی آمدنی سے تھوڑا تھوڑا پس انداز کر کے مکان بنانے کے لئے بقدر نصاب رقم جمع کر لے تو اس پر شرعاً صدقہ فطر و قربانی واجب ہو جاتی ہے، اور سال گذرنے پر زکوٰۃ بھی واجب ہو جاتی ہے، اور یہ شخص مصرف زکوٰۃ بھی نہیں رہتا حالانکہ اس کی رقم مستقبل میں مکان بنانے کی ضرورت سے ہے اس لئے بندہ کے نزدیک صورت مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ مستفتی پر صدقہ و قربانی واجب ہوگی اور زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہوگا، جس کی تائید مندرجہ ذیل فقہی عبارات اور فتاویٰ سے ہوتی ہے۔

فقہی عبارات: (۱) أما الغنا الذي يحرم به أخذ الصدقة وقبولها فهو الذي تجب به صدقة الفطر والأضحية وهو أن يملك من الأموال التي لا تجب فيها الزکوٰۃ ما يفضل عن حاجته وتبلغ قيمة الفاضل مائتي درهم من الثياب والفرس والنبور والحوانیت والدواب والخدم زيادة على ما يحتاج إليه كل ذلك لا ابتذال والاستعمال لا للتجارة والإسامة، فإذا فضل من ذلك ما يبلغ قيمته مائتي درهم وجب عليه صدقة الفطر والأضحية وحرم عليه أخذ الصدقة. (بدائع الصنائع، ۲/ ۱۵۸، جدید زکریا دیوبند)

(۲) الحاجة الأصلية هي ما يدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرث والثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد أو تقدير الكالدين فإن المديون محتاج إلى قضاءه بما في يده من النصاب دفعاً عن نفسه الحبس الذي هو كالهلاك. (قواعد الفقہ/ ۲۵۷)

(۳) فالأولى التوفيق بحمل ما في البدائع وغيرها على ما إذا أمسكه

لینفق منه کل ما یحتاجه فحال الحول وقد بقي معه منه نصاب فإنه یزکی ذلك الباقي، وإن کان قصده الإنفاق منه أیضافی المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلی حوائجه الأصلية وقت حولان الحول الخ. (شامی، مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند ۱۷۹/۳، کراچی ۲۶۳/۲)

(۴) ولو له عقار یستغله فقیل تلزم لو قیمته نصابا وقیل لو یدخل منه قوت سنة تلزم وقیل قوت شهر فمتی فصل نصاب تلزمه. (شامی، ۴۵۲/۹)

فتاویٰ: (۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ ۳۰/۲ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، روایات مذکورہ سوال سے تو زیادہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔۔۔ مگر اس میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اگر اس عقار سے یہ شخص استعمال نہیں کرتا تب تو خود اس کی قیمت کا اعتبار ہے پس اگر وہ فاضل عن حاجتہ الاصلیہ قیمت بقدر نصاب ہے، تو مانع اخذ زکوٰۃ اور موجب فطر و خیمہ ہے الخ۔

(۲) نیز امداد الفتاویٰ ۲۹/۲ پر ہے، سوال: ایک شخص کے پاس دوسروں کے نقد ہیں، جن پر سال گزر گیا ہے، مگر اس خیال سے جمع کر رکھے ہیں کہ اپنے رہنے کے واسطے مکان خریدے یعنی اس کے پاس رہنے کے واسطے مکان نہیں ہے، بلکہ اپنی ہمیشہ کے مکان میں قیام پذیر ہے، نیز اس پر قرض بھی نہیں ہے، لہذا اس صورت میں زکوٰۃ دینی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اس میں اختلاف ہے، مگر رائج وجوب زکوٰۃ ہے۔

(۳) فتاویٰ رحیمیہ ۸۸/۲ پر جناب مفتی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ اپنا گھر چاہے کرایہ پر دیا ہو یا مفت یا خالی پڑا ہو اور خود دوسرے مکان میں کرایہ پر رہتا ہو یا مفت ہر ایک صورت میں قربانی اور فطرہ کے متعلق المالداری میں اس مکان کی قیمت کا اعتبار ہوگا، کیونکہ یہ مکان فی الحال حاجت اصلیہ سے زائد ہے۔ فقط ہذا عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد: (لمفتی) محمد ضیاء الدین القاسمی عفی عنہ

دارالافتاء: مدرسہ اسلامیہ عربیہ و صیۃ العلوم

۲۳/۳۵ بخشی بازار، روشن باغ، الہ آباد

دارالافتاء مدرسہ شاہی مراد آباد کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال اور اس کا جواب جو دارالعلوم کی طرف سے دیا گیا ہے، اور آنجناب کی طرف سے دیا گیا ہے، سب چیزوں پر نظر ڈالی گئی حاصل یہ ہے کہ سوال نامہ میں مکان تعمیر کیلئے بمشکل وہ زمین خرید کر ڈال دی گئی ہے جس پر مکان بنانے ہی کا ارادہ ہے وہ زمین افتادہ زمین کے درجہ میں ہے اور افتادہ زمین کی وجہ سے زکاۃ، صدقہ فطر، اور اضحیہ لازم نہیں اور مال کے اعتبار سے وہ زمین رہائشی مکان بنانے کیلئے ہے جو حاجت اصلیہ کے دائرے میں داخل ہے، اور افتادہ زمین کے بارے میں امداد الاحکام (۳/۴۵) میں وضاحت سے لکھا گیا ہے، کہ اگر ہزار بیگہ بھی ہو تب بھی اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے، اور زکاۃ لے کر اپنی ضرورت پوری کرنے کی اجازت ہے، اور آنجناب نے جو امداد الفتاویٰ کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے، اگر زمین ایسی ہے کہ جس سے آمدنی ہوتی ہے جو اپنے اور اہل و عیال کے خرچ سے بچتی نہیں ہے، تو حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس کے لئے زکاۃ سے ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے، حضرت تھانویؒ نے یہ جو لکھا ہے، کہ اگر اس عقار سے وہ شخص استغوال نہیں کرتا تو خود اسکی قیمت کا اعتبار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی جگہ کہ جس سے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے، مگر پھر بھی اس سے آمدنی حاصل نہیں کی جارہی ہے، ایسے ہی فالتو میں ڈال رکھا ہے، نہ یہ کہ مکان بنانے کیلئے جو زمین خرید کر ڈال دیا ہے اس کی قیمت کا اعتبار ہے، اسلئے کہ وہ زمین قابل استغوال اور قابل آمدنی ہی نہیں ہے، اس لئے سوال مذکور میں مکان بنانے کیلئے جس زمین کا ذکر ہے وہ زمین یا تو افتادہ زمین کے حکم میں ہوگی یا ایسے دار سکنتی کے حکم میں ہوگی جس کا کل حصہ استعمال میں نہیں آ رہا ہے، بلکہ بعض حصہ فالتو پڑا ہوا ہے، تو ایسے مکان اور ایسی زمین کے بارے میں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے،

کہ اس پر زکاة، صدقہ فطر اور قربانی واجب نہیں ہے، اور اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے بقدر ضرورت زکاة لینا بھی جائز ہے، اسی قول پر فتویٰ ہے اسلئے آنجناب کا لکھا ہوا جواب اور دارالعلوم کا لکھا ہوا جواب دونوں میں سے دارالعلوم کا فتویٰ صحیح ہے اب آنجناب کی تشفی کے لئے حکم مذکور کے مطابق چند جزئیات پیش خدمت ہیں، ممکن ہے کہ ان جزئیات سے آپ کا اشکال دور ہو جائے۔

وفیہا عن الصغریٰ لہ دار یسکنہا لکن تزید علی حاجتہ بأن لایسکن الكل یحل لہ أخذ الصدقة فی الصحیح وفیہا سئل محمد عن لہ أرض یزرعہا أو حانوت یستغلہا أودار غلتہا ثلاثة آلاف و لا تکفی لنفقته و نفقة عیالہ سنة یحل لہ أخذ الزکاة وإن کانت قیمتہا تبلغ ألفاً و علیہ الفتویٰ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، قبیل مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة کراچی ۲/ ۳۴۸، زکریا ۳/ ۲۹۶)

وإذا کانت لہ دار یسکنہا تحل لہ الصدقة، وإن لم تکن الدار جمیعاً مستحقة بحاجتہ بأن کان لایسکن الكل وهو الصحیح. (التاتار خانیة کتاب الزکاة، الفصل الثامن من توضیح فیہ الزکاة، زکریا دیوبند ۳/ ۲۱۵، رقم: ۴۱۶۲، کوئٹہ ۲/ ۲۷۶)

سئل محمد بن الحسن عن لہ أراضی یزرعہا أو حانوت یستغلہا و فی الخانیة أو دار غلتہا تساوی ثلاثة آلاف قال إن کان غلتہا تکفی لنفقته و نفقة عیالہ سنة لایحل لہ أخذ الزکاة، وإن کانت غلتہا لا تکفی لنفقته و نفقة عیالہ سنة، قال محمد یحل لہ أخذ الزکاة، وإن کان قیمتہا یبلغ ألفاً و فی الفتاوی العتائیة و علیہ الفتویٰ. (تاتار خانیة، کتاب الزکاة، الفصل الثامن من توضیح فیہ الزکاة زکریا دیوبند ۳/ ۲۱۶، رقم: ۴۱۶۷، کوئٹہ ۲/ ۲۷۷)

لو کان لہ حوانیت أو دار غلة تساوی ثلاثة آلاف درهم و غلتہا لا تکفی لقوته و قوت عیالہ یجوز صرف الزکاة إلیہ فی قول محمد رحمہ

اللہ تعالیٰ۔ (خانیہ علی ہامش عالمگیری، کتاب الزکاة، فصل فیمن توضع فیہ الزکاة، زکریا دیوبند ۱/۲۶۶، جدید ۱/۱۶۳، عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۵۲/۳۸)

صدقات واجبہ کے مصارف

سوال: [۴۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

صدقات واجبہ، فطرہ، زکوٰۃ، صدقہ (چرم قربانی یا اس کی قیمت) وغیرہ کا مصرف کون ہیں؟ کیا تملیک ادائیگی کیلئے ضروری ہے؟

(۲) اگر کچھ لوگوں نے مل کر کوئی تنظیم ایسی قائم کر رکھی ہے، کہ وہ مجموعی طور پر اس طرح کی رقم جمع کر کے اس کو صحیح مصرف پر خرچ کرتے ہیں، مثلاً غریب لڑکیوں کی شادی، بیوہ یا بے سہارا مستحق افراد، غریب و نادار طلباء وغیرہ، کیا اس تنظیم کے سربراہ ذمہ دار کو وہ رقم فوراً خرچ کرنا ضروری ہے یا اگر کچھ وقت مناسب موقع محل کے انتظار میں گزرے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے؟

(۳) کیا جمع شدہ رقم کو کسی غریب مستحق کو دیتے وقت یہ ضروری ہے کہ اس کو بتایا جائے کہ زکوٰۃ یا صدقہ سے ہم امداد کر رہے ہیں، اگر قرض کے نام سے دیا اور حقیقت میں وہ زکوٰۃ کی رقم ہے اب اگر وہ قرض جان کر رقم کو واپس کرتا ہے، تو کیا وہ رقم کسی دوسرے مستحق کو اسی طرح دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ قرض کے نام پر دی گئی رقم کو اس نے نہیں لوٹایا تو زکوٰۃ یا صدقات ادا ہو گئے یا نہیں؟

(۴) کیا جمع شدہ رقم کو تنظیم اپنے کسی استعمال میں لاسکتی ہے جبکہ رقم کی واپسی شرط ہو؟

المستفتی: محمد احمد، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صدقات واجبہ، فطرہ، زکوٰۃ کے مصارف قرآن کے بیان کردہ اصول کے مطابق آٹھ ہیں، فقیر، مسکین، حکومت اسلام کی شرط کیساتھ عامل، جو غلام بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہونا چاہے اس کے بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے جو اس وقت دنیا میں موجود نہیں، مقروض، اللہ کے راستہ میں نکلنے والا جیسے مجاہد فی سبیل اللہ، ابن السبیل یعنی مسافر کہ جو حالت سفر میں صاحب نصاب نہ ہو، مؤلفۃ القلوب، تالیف قلب کیلئے جن کے اسلام کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں لیکن اب تالیف قلب کیلئے زکوٰۃ دینے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ . (سورۃ توبہ: ۶۰)

فہذہ ثمانیۃ أصناف وقد سقط منها المؤلفۃ قلوبہم لأن اللہ أعز الإسلام وأغنیٰ عنهم وعلىٰ ذلک انعقد الإجماع . (ہدایہ، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات إلیہ ومن لا یجوز، اشرفیہ دیوبند ۲۰۴/۱)

عن ابن سيرين عن عبيدة قال : جاء عيينة بن حصن والأقرع بن حابس إلى أبي بكر رضي الله عنه ، فقالا : يا خليفة رسول الله ﷺ ! إن عندنا أرضاً سبخة ليس فيها كالأول ولا منفعة ، فإن رأيت أن تقطعناها لعلنا نزرعها ونحراثها ، فذكر الحديث في الإقطاع وإشهاد عمر عليه ومحوه إياه ، قال : فقال عمر رضي الله عنه : إن رسول الله ﷺ كان يتألفكمما ، والإسلام يومئذ ذليل ، وإن الله قد أعز الإسلام ، فاذهبا فاجهدا جهدا كما ، لا أرى الله عليكما إن رعيتما ، ويذكر عن الشعبي أنه قال : لم يبق من المؤلفة قلوبهم أحد ، إنما كانوا على عهد رسول الله ، فلما استخلف أبو بكر رضي الله عنه انقطعت الرشا ، وعن الحسن قال : أما المؤلفة قلوبهم فليس اليوم . (السنن)

الکبریٰ للبيهقي، کتاب قسم الصدقات باب سقوط سهم، المؤلفه قلوبهم دارالفکر
۱۰/۱۱۳، رقم: ۱۳۴۶۴، ۱۳۴۵۶، ۱۳۴۶۶ (۱۳۴۶۶)

عن عامر، قال: إنما كانت المؤلفه قلوبهم على عهد رسول الله ﷺ،
فلما ولي أبو بكر انقطعت . (المصنف لابن أبي شيبة، الزكاة، في المؤلفه قلوبهم
يوجدون اليوم أو ذهبوا، مؤسسه علوم القرآن ۶۹/۷، رقم: ۱۰۸۶۴)
صدقہ نفلہ مذکورہ مصارف کے علاوہ مالدار کو بھی دے سکتا ہے، کیونکہ یہ اس کیلئے بہہ
کے درجے میں ہوگا۔

وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني لأنها تجرى مجرى
الهبه . (بدائع الصنائع، کتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة زكريا ديوبند ۱۵۷/۲)
چرم قربانی فروخت کرنے سے پہلے خود بھی استعمال کر سکتا ہے، اور انبیاء کو ہدیہ بھی
دے سکتا ہے، اور فقراء و مساکین پر صدقہ کر سکتا ہے، لیکن اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت
کر دیا تو خواہ کسی نیت سے فروخت کیا ہو اس کا صدقہ کر دینا واجب ہے، اور اس کا مصرف
صرف فقراء و مساکین ہیں۔ (جواہر الفقہ ۱/۳۵۷)

يتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب . (ہندیہ جدید
۳۴۷/۵، کتاب الأضحیۃ الباب السادس في بيان ما يستحب في الأضحیۃ، والانتفاع بها
زكريا ديوبند قدیم ۳۰۱/۵، تبیین الحقائق، کتاب الأضحیۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۶)
اور مستحق کو ملکیت دینے کا نام تملیک ہے اور یہی سب میں شرط ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً وفي الشامية: فلا يكفي فيها
الإطعام إلا بطريق التمليك . (درمختار مع الشامی، کتاب الزكاة، باب المصروف
کراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۲۹۱/۳)

(۲) تنظیم کی شکل ہندوستان جیسے ممالک میں کامیاب نہیں ہے، اگر اہل تنظیم ان
پیسوں میں خور و برد کر دیں تو ان پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا ہے، اور ایسی تنظیم قائم کرنے

والے عام طور پر خدا ترس اور متبع شریعت متقی لوگ نہیں ہوتے ہیں، اور ایسے متبع شریعت لوگ اس قسم کی ذمہ داری اس ملک میں لینے کیلئے تیار نہیں ہیں، اس لئے ایسی تنظیم قائم کرنا ہندوستان جیسے ممالک میں زکوٰۃ کی رقم کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اس لئے مدارس دینیہ کے علاوہ اگر دیگر مستحق فقراء کو زکوٰۃ کی رقم دینا ہے، تو اہل خیر حضرات براہ راست فقراء کو مالک بنادیں، درمیان میں واسطہ نہ بنائیں، ہاں البتہ مدارس دینیہ میں سفراء وغیرہ کے واسطے سے مدارس میں زکوٰۃ کی رقم پہنچانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں کوئی خرد برد نہیں ہو سکتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے اور ہندوستان کے مدارس اسی طرح چل رہے ہیں۔

(۳) زکوٰۃ کا پیسہ غریب مستحق کو دیتے وقت یہ بتلانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ کی رقم ہے، البتہ بتلانا اولیٰ اور بہتر ہے۔

إذا أراد الرجل أداء الزكاة الواجبة قالوا: الأفضل الإعلان

والإظهار. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرھا وصفتها وشرائطھا

زکریا ۱/۱۷۱، جدید ۱/۲۳۳، خانہ علی ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة، فصل فی

أداء الزكاة زکریا ۱/۲۶۰، جدید ۱/۱۶۰)

قرض کے نام سے جو رقم دی ہے، اور زکوٰۃ کی نیت سے دی ہے، اگر وہ واپس کرتا ہے، تو اس کا واپس لینا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کہہ دے کہ میں نے معاف کر دیا ہے۔

(مستفاد ایضاً المسائل/۱۱۳)

قرض کے نام پر جو رقم دی گئی ہے، وہ زکوٰۃ دیتے وقت ادا ہوگئی۔

ومن أعطی مسکینا دراهم وسمّاها هبة أو قرضا ونوی الزكاة فإنها

تجزیہ وهو الأصح. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب الأول فی تفسیرھا وصفتها

وشرائطھا زکریا ۱/۱۷۱، جدید ۱/۲۳۳)

(۴) اسی وجہ سے مد زکوٰۃ کیلئے تنظیم قائم کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ تنظیم فقراء کو

چھوڑ کر اپنے اغراض و مقاصد میں خرچ کرنا شروع کر دے گی، اس لئے ہندوستان جیسے

ممالک میں مد زکوٰۃ کیلئے تنظیم کی اجازت نہیں ہے، اور متعدد تنظیموں کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں، کہ مد زکوٰۃ کی رقم جمع کرنے کے بعد وہ رقم دوسرے اغراض میں ذمہ داران اپنے مفاد میں معمولی معمولی بہانہ سے خرچ کر دیتے ہیں، یا غبن کر کے بیٹھ جاتے ہیں، اس لئے ایسی تنظیم قائم کرنیکی اجازت ہی نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

یکم صفر ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۲/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۷۷)

رشتہ داروں اور طلباء مدارس کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہت دقت محسوس ہونے لگی ہے، چاہتا ہوں کی پڑوسیوں میں، رشتہ داروں میں جو غریب ہیں ان کو دوں مدارس اسلامیہ میں نہ دوں نہ معلوم مدرسہ والے کیسے کرتے ہوں گے، تملیک کرتے ہیں، اور نہ معلوم کیا کیا کرتے ہیں تو آپ سے شریعت مطہرہ کی روشنی میں مشورہ طلب ہے میں کیا کروں؟

المستفتی: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کو اختیار ہے چاہے مدارس کو دیں یا غریب پڑوسیوں کو دیں، نیز طالبان دین اور غریب رشتہ داروں کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے مدارس کے طلبہ کیلئے دینے میں ایک ثواب اداء زکوٰۃ کا اور ایک ثواب خدمت دین کا ملتا ہے، اور غریب رشتہ دار کو دینے میں ایک ثواب اداء زکوٰۃ کا اور ایک ثواب صلہ رحمی کا ملتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۲)

عن سلمان بن عامر الضبی، قال: قال رسول الله ﷺ: الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي القرابة اثنتان، صدقة وصله. (سنن ابن ماجه، الزكاة، باب فضل الصدقة، النسخة الهندية ۱/۳۲، دارالسلام رقم: ۱۸۴۴، صحيح ابن

حزیمہ، المکتب الاسلامی ۹۹۴/۲، رقم: ۲۰۶۸، ۱۱۴۸/۲، رقم: ۲۳۸۴، المعجم
الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۱۰۱/۵، رقم: ۴۷۲۳)

التصدق على الفقير العالم أفضل من التصديق على الجاهل . (ہندیہ،

کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف ۱۸۷/۱، جدید ۲۴۹/۱، شامی، کتاب الزکاة
، باب المصروف زکریا دیوبند ۳/۳۰۴، کراچی ۲/۳۵۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۴۲/۲۸)

صاحب نصاب اقرباء کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اعزاء
واقرباء میں پڑوسیوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے پاس تھوڑا بہت سونا چاندی
ہوتا ہے، یعنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، تو کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟
المستفتی: عبدالکریم، الہ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اعزاء واقرباء میں سے جو لوگ صاحب نصاب
ہیں، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

عن عبد الله بن عمرو، عن النبي ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني
ولا لذي مرة . (مسند احمد بن حنبل، ۱۶۴/۲، رقم: ۶۵۳۰، ۱۹۲/۲، رقم: ۶۷۹۸)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي

مال كان الخ. (درمختار، کتاب الزکاة، باب المصروف، قبیل مطلب فی جهاز المرأة هل
تصير به غنية، زکریا دیوبند ۳/۲۹۵، کراچی ۲/۳۴۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۴۲)

کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

سوال: [۳۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اپنی خالہ اپنے چچا کے بچوں اور ماموں کے بچوں اپنی بہنوں کے بچوں اپنی لڑکی کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ: میرے لڑکے کی زکوٰۃ اس کی پھوپھی کے بچوں پر یا میرے چچا کے بچوں کے اوپر جو کہ لڑکے کے بڑے دادا ہوتے ہیں، اور میری خالہ کے اوپر جو کہ میرے لڑکے کی دادی ہوتی ہیں کے بچوں پر زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: غلام صابر، محلہ کسرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اپنے اصول و فروع کے علاوہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دو ثواب ملیں گے۔ (۱) زکوٰۃ کا ثواب۔ (۲) صلہ رحمی کا ثواب۔

لہذا اپنی خالہ، چچا، ماموں، اور بہنوں کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، نیز پھوپھی کے بچے یا آپ کے چچا کے بچے کو آپ کے لڑکے کی زکوٰۃ دینا جائز ہے، بشرطیکہ ان میں کوئی اصل یا فرع نہ ہو، اپنی لڑکی کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

عن سلمان بن عامر[ؓ] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدقة على المسکین صدقة و علی ذی الرحم اثنتان صدقة و صلة. (سنن النسائی،

کتاب الزکاة، باب الصدقة علی الأقارب، النسخة الهندیة ۱/۲۷۸، دارالسلام رقم: ۲۵۷۸،

سنن ابن ماجہ، الزکاة، باب فضل الصدقة، النسخة الهندیة ۱/۱۳۲، دارالسلام رقم: ۱۸۴۴)

ولا یدفع المزکی زکوٰۃ مالہ إلى أبیہ وجده وإن علاء ولا إلى ولده

وولد ولده وإن سفل الخ. (ہدایہ، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة إلیہ ومن

لايجوز ، اشرفیہ دیوبند ۶/۱ (۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۸/۲۴)

زکوٰۃ کا طریقہ اور رشتہ داروں یا کنبہ کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے؟

(۲) کیا زکوٰۃ کا پیسہ اپنے رشتہ داروں یا کنبہ کے لوگوں میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں؟

المستفتی: نور الاسلام، سیدھی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زکوٰۃ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ نصاب پر

سال گزرنے کے بعد چالیسواں حصہ نکال کر غریب فقیر مسکین کو ثواب اور فرض کی ادائیگی کی نیت سے دیدیا جائے۔

(۲) زکوٰۃ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتے ہیں، ان کے علاوہ بھائی بہن اور چچا

پھوپھی اور ماموں خالہ اور ان کی اولاد کو دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ (۱) صلہ رحمی کا۔

(۲) زکوٰۃ کی ادائیگی کا۔

عن سلمان بن عامر ، عن النبی ﷺ قال: إن الصدقة على

المسکین صدقة ، وعلى ذی الرحم اثنتان : صدقة و صلة . (سنن النسائی،

الزکاة ، الصدقة على الأقارب ، النسخة الهندية ۱/۲۷۸ ، دار السلام رقم: ۲۵۸۳ ، سنن

الترمذی ، الزکاة ، باب فضل الصدقة على الأقارب ، النسخة الهندية ۱/۴۲ ،

دار السلام رقم: ۶۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۳۰/۳۲)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۲/۱۴۱۷ھ

زکوٰۃ کی رقم سے بیٹے کا قرض ادا کرنا

سوال: [۴۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بیوہ عورت نے اپنے لڑکے کے واسطے کاروبار کئی مرتبہ کروایا جبکہ بیوہ کا ذریعہ معاش صرف مکان کا کرایہ ہے اس بیوہ کا مکان کافی بڑا ہے، کرایہ بھی اچھا آتا ہے، اور اس کا بینک بیلنس بھی کافی ہے، اس کا لڑکا صوم و صلوة کا اس وقت پابند ہے وہ بیوہ چاہتی ہے کہ اپنے فرزند کا قرضہ اپنے روپے سے اتار دے اس بیوہ پر زکوٰۃ کا روپیہ واجب ہے، جو کہ ابھی تک کسی وجہ سے ادا نہیں ہو سکا تھا، اور اس کے لڑکے پر قریب ۱۴ ہزار روپیہ کا قرضہ ہے جس کی وجہ سے لڑکا کافی پریشان ہے، جناب عالی سے مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے، کہ کیا وہ بیوہ عورت اپنے فرزند کا قرضہ اپنے اس زکوٰۃ کے روپیہ سے ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہے تو کس طریقہ سے؟ یہ نہایت ہی ضروری بات ہے، چونکہ اب اس بیوہ عورت کا فرزند مکمل طریقہ سے اللہ کے حکم پر اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر گامزن ہے۔ لہذا مفصل جواب سے نوازیں آپ کا کرم ہوگا؟

المستفتی: محمد شان الہی، فیل خانہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: والدین کا اپنے اصول و فروع کو زکوٰۃ دینا جائز

نہیں، لہذا بیوہ ماں کا اپنے لڑکے کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، لہذا مذکورہ صورت میں زکوٰۃ کی رقم سے بیٹے کا قرضہ ادا کرنا ہرگز جائز نہیں۔

ولا یدفع المزکی زکاة ماله الیٰ أبیه وجده وإن علا، ولا الیٰ ولده

وولد ولده وإن سفل الخ . (ہدایہ ، کتاب الزکاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶)

ولا يدفع إلى والده وإن علا ، ولا إلى ولده وإن سفل ، لأنه ينتفع بملكه فكان الدفع إليه دفعاً إلى نفسه من وجه فلا يقع تملكه كاملاً . (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة ، فصل فی رکن الزکاة ، زکریا دیوبند ۲/۱۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۳۸/۳۴)

اپنی اولاد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا باپ اپنی لڑکی یا لڑکے کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

المستفتی: عبداللہ تمبا کووالان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اپنی لڑکی یا لڑکے کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

عن ابن عباسؓ قال: لا بأس أن تجعل زكاتك في ذوى قرابتك ، ما لم يكونوا في عيالك . (المصنف لابن أبي شيبة ، الزکاة ، ما قالوا فی الرجل يدفع زکاتہ إلى قرابته ، مؤسسہ علوم القرآن ۶/۵۴۳ ، رقم: ۱۰۶۳۳ ، مصنف عبد الرزاق ، الزکاة ، باب لمن الزکاة ، المجلس العلمي ۴/۱۱۲ ، رقم: ۷۱۶۳)

ولا يدفع المزكى زكاة ماله إلى أبيه وجده وإن علا ، ولا إلى ولده

وولد ولده وإن سفل الخ . (ہدایہ ، کتاب الزکاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ، اشرفیہ دیوبند ۶/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۴/۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۶۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۴/۸ھ

بیٹی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیٹی شادی شدہ ہے لیکن غریب ہے مستحق زکوٰۃ ہے زید تو اپنی زکوٰۃ بیٹی کو نہیں دے سکتا ہے، داماد شرابی اور جواری ہے اس لئے داماد کو نہیں دے سکتا ہے، زید کا ایک لڑکا شادی شدہ ہے، زید نے اپنی زکوٰۃ اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر دے دیئے کہ ان پیسوں کو کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دینا، اس لڑکے نے وہ پیسے اپنی بہن یعنی زید کی لڑکی کو دے دیئے کیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟ شریعت کی روشنی میں جواب چاہئے؟

المستفتی: سعید احمد، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید نے بیٹے کو اداء زکوٰۃ کا وکیل بنایا اور بیٹے نے زکوٰۃ کی رقم اپنی بہن کو دیدی تو اس سے باپ کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کی رقم بیٹی کو ملی ہے اور ایسا بالقصد ہوا ہے، اور بیٹی کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

ولا يعطى للولد . (ہندیہ ، زکریا دیوبند ۱/۱۸۸ ، جدید ۱/۲۵۰ ، کتاب الزکاة

الباب السابع فی المصارف)

ولا إلى من بينهما ولاد . (شامی ، کراچی ۲/۳۴۶ ، زکریا ۳/۲۹۴)

إن كل ما جاز للإنسان أن يتصرف بنفسه جاز له أن يؤكل غيره .

(الفقہ علی المذاهب الأربعة، دارالفکر ۳/ ۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴ شعبان ۱۴۳۲ھ

۱۴/۸/۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۸/ ۱۰۴)

بیٹے کا باپ کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور بکردونوں نے ایک بزنس کی جس میں کچھ رقم اپنے پاس سے اور کچھ رقم قرض لیکر لگائی، بزنس چل رہی ہے، اور فائدہ بھی ہو رہا ہے، مگر یہ لوگ قرض ادا نہیں کر سکتے کیونکہ قرض ادا کرنے کی صورت میں بزنس بند ہو سکتی ہے، لیکن یہ دونوں اپنا قرض فائدے سے مجرئی کر کے باقی فائدے کی سالانہ زکوٰۃ نکالتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے، کہ زید کا باپ کافی قرض دار ہے، یہاں تک کہ اس پر کچھ قرض تو بیان کا ہے جس کے ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، اور قرض بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، اور زید بھی اس پوزیشن میں نہیں ہے، کہ باپ کا قرض ادا کر سکے، لہذا زید اور بکر اپنی بزنس کے فائدے میں سے جو زکوٰۃ نکالتے ہیں اس سے زید کے باپ کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر قرض دیا جائے تو اس صورت میں زید اور بکر کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں۔

المستفتی: مہندی حسن، نئی بستی، جسر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مسئلہ میں زید کیلئے اپنے باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، البتہ زید کے شریک کیلئے اپنے حصہ زکوٰۃ کو الگ کر کے اس سے زید کے باپ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جبکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہو۔

ولا إلیٰ من بینہما ولا دای بینہ و بین المدفوع إلیہ لأن منافع الأملاک بینہم متصلة فلا يتحقق التملیک علی الکمال الخ. (شامی،

کتاب الزکاة، باب المصروف کراچی ۳۴۶/۲، زکریا ۲۹۳/۳)

ومدیون لایملک نصاباً فاضلاً عن دینہ . (درمختار مع الشامی ، کتاب

الزکاة، باب المصروف کراچی ۳۴۳/۲، زکریا ۲۸۹/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/شعبان ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۸۱/۳۸)

فقیر خسر کو داماد زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۳۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

کا سر باحیات ہے لیکن سر بہت غریب ہے اسلئے کہ جو کام کرتے تھے، وہ کام وغیرہ بھی بہت دنوں سے نہیں چل رہا ہے، جس کی بنیاد پر وہ مفلسی میں مبتلا ہے اسلئے ان کا داماد ان کو اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو اس کی کیا مقدار ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب زید کا خسر مفلس اور مستحق زکوٰۃ ہے تو زید

کیلئے ان کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز اور درست ہے اسلئے کہ زید کا خسر اصول یا فروع میں داخل نہیں ہے، بشرطیکہ زید کا خسر سید نہ ہو لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ مقدار نصاب یا اس سے زائد زکوٰۃ نہ دی جائے، ورنہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورۃ توبہ : ۶۰)

عن سلمان بن عامر الضبی، قال : قال رسول الله ﷺ : الصدقة على

المسکین صدقة ، وعلى ذی الرحم اثنتان ، صدقة و صلة . (مسند الدارمی، دار

المغنی ۱۰۴۶/۲، رقم: ۱۷۲۲، سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی

القراۃ، النسخة الهندیة ۱/۴۲، دارالسلام رقم: ۶۵۸)

مصرف الزکوۃ والعشر هو فقیر وهو من له أدنی شیئی اى دون نصاب أو قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة . (درمختار مع الشامی ، کتاب الزکاة ، باب مصرف کراچی ۳۳۹/۲ ، زکریا ۳/۲۸۴)

ولا یدفع المزکی زکوۃ ماله اى أبیه وجده وإن علا ، ولا اى ولده وولد ولده وإن سفل . (ہدایہ ، کتاب الزکاة ، باب من یجوز دفع الصدقات اى من لا یجوز ، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶)

ولا تدفع اى بنی ہاشم لقوله علیه السلام ، یا بنی ہاشم إن اللہ حرم علیکم غسالۃ الناس وأوساخهم . (ہدایہ ، کتاب الزکاة ، باب من یجوز دفع الصدقات اى من لا یجوز ، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶)

وكره إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر . (درمختار مع الشامی ، کتاب الزکاة ، باب مصرف زکریا دیوبند ۳/۳۰۳ ، کراچی ۳۵۳/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۸۶۵)
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۲۳/۶/۱۴۲۶ھ

مالدار والد کی غریب اولاد کو زکوۃ دینا

سوال: [۴۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر ایک دولت والا ہے، بکر کے بچے بھی ہیں، عاقل بالغ ہیں، بچے غریب ہیں، باپ مالدار ہے، کیا بکر کے ان بچوں کو زکوۃ کا پیسہ دینا جائز ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن، کھٹولی، مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صاحب دولت کی بالغ غریب اولاد کو زکوۃ کا پیسہ دینا جائز اور درست ہے۔

فی ان کان الابن کبیراً جاز الخ . (خانیہ علی ہامش الہندیہ ، کتاب الزکاة ،

فصل فیمن توضع فیہ الزکاة، زکریا دیوبند ۱/۲۶۶، جدید ۱/۶۳)

بخلاف ما إذا كان كبيراً فقيراً ، لأنه لا يعد غنياً بيسار أبيه وإن كانت نفقته عليه. (هدایہ، کتاب الزکاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۰۳، زکریا دیوبند ۲/۱۲۵، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، باب المصرف دارالکتاب دیوبند/۷۲۰)

بخلاف الكبير فإنه لا يعد غنياً بغنى أبيه الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۹، کراچی ۲/۳۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۱ جمادی الثانی۱۴۱۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۲۶۹/۲۶)
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۱/۶/۲۰

دولت مند شخص کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک دولت مند شخص ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، لیکن زید غلط راستے پر گامزن ہے، اس کے نتیجے میں وہ اپنے بچوں اور بیوی کی طرف بالکل آنکھ بند کیے ہوئے ہے، ایسے حالات میں جبکہ یہ چھوٹے چھوٹے بچے اور ان کی والدہ اپنے ذاتی نفقات میں پریشان ہیں، کیا زکوٰۃ کا پیسہ ان کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحمن، کھٹولی، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ صاحب دولت کے نابالغ بچوں کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر بیوی فقیر اور نادار ہے تو بیوی کو دینا جائز اور درست ہو سکتا ہے۔
 وإنما منع من الدفع لطفل الغنى لأنه يعد غنياً بغناء أبيه الخ.

(البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصروف زکریا ۲/۴۲۹)

ولا يجوز إلى صغير والده غني الخ. (قاضیخان علی ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة، فصل فیمن توضع فیہ الزکاة، زکریا دیوبند ۱/۲۶۶، جدید ۱/۱۶۳)

وبجوز دفع الزکوة إلى فقيرة زوجها موسر فی قول أبي حنيفة ومحمد فرض لها النفقة أولم تفرض الخ. (قاضیخان علی ہامش الہندیہ، کتاب الزکاة، فصل فیمن توضع فیہ الزکاة، زکریا دیوبند ۱/۲۶۶، جدید ۱/۱۶۳، طحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاة، باب المصروف، دارالکتاب دیوبند ۷۲۰/قدیم ۳۹۳)

لا يعد غنياً إلى قوله ولا الزوجة بغني زوجها الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف زکریا دیوبند ۳/۲۹۹، کراچی ۲/۳۵۰)

ولا إلى ولد غني إذا كان صغيراً لأنه يعد غنياً بمال أبيه بخلاف امرأة الغني لأنها وإن كانت فقيرة، لا تعد غنية بيسار زوجها وبقدر النفقة لاتصير موسرة. (ہدایہ، کتاب الزکاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۶۹)

نافرمان و شرابی اولاد کو زکوٰۃ، امداد دینے یا وراثت سے محروم کر دینے کا حکم

سوال: [۴۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) ایک شخص بے نمازی ہے، روزہ بھی کبھی نہیں رکھتا دین کے احکامات کا مذاق بناتا ہے، مردے کو دفن کے بجائے جلانے کو بہتر کہتا ہے، شراب بھی پیتا ہے، کمال درجہ کا جھوٹا ہے، حرام خور ہے کوئی کام نہیں کرتا نکمنا ناکارہ کبھی کچھ کام کر آئے تو شراب و کباب میں پٹ کر دیا، ماں باپ کا نافرمان اس درجہ کہ گالی گلوچ مار پیٹ سے بھی ان کا استقبال کرنے سے گریز نہیں کرتا کچھ بھی سمجھائے اپنی روش سے باز نہیں آتا، گھر کا سامان چرا کر بچتا رہتا ہے،

نہایت بد زبان اور کچھ بھائی اور کبھی باپ ان کو پیسے دیتے رہتے ہیں، لیکن ان کے طرز زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیا ان کو بھائیوں کی طرف سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(۲) ماں باپ کی طرف سے امداد کرنا ضروری ہے؟

(۳) والدین کی میراث سے محروم کر دینا جائز ہوگا؟

(۴) والدین کے ورثاء سے محروم کر دینا ضروری ہوگا؟

(۵) والدین کے ورثاء سے محروم کر دینا قابل مواخذہ ہوگا؟ سائلوں کو جھڑکنا بھی

اس کا محبوب عمل ہے، خدا کا بھی انکار کر دیتا ہے، اور یہ شخص بغیر شادی شدہ ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہے، اس کی عمر تقریباً ۵۸ سال کی ہے؟

المستفتی: تلخیص احمد، قاضی ٹولہ، مراد باد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) مذکورہ شخص جب والد اور بھائیوں کی فیملی میں

ایک ساتھ رہتا ہے، تو اسے زکوٰۃ کا پیسہ الگ سے دینے کا کوئی مطلب نہیں، نیز اس کا شرابی کبابی ہونا خود سوالنامہ میں مذکور ہے ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا ایک شرابی کی حوصلہ افزائی اور مدد کرنا ہے، اسلئے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہ ہوگا۔

قال الله تعالى: 'وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'. (سورہ المائدہ، الآیہ ۲)

ولا يجوز صرفها إلى أهل البدع. (شامی، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف

کراچی ۲/۳۵۴، زکریا دیوبند ۳/۴۰، سکب الأنهر، کتاب الزکوٰۃ، باب فی بیان

أحكام المصرف، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۳۲)

(۲) ماں باپ پر ایسے لڑکے کی امداد کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ ماں باپ اور بھائیوں پر

لازم ہے کہ اس کے ہاتھ پر اتنا پیسہ نہ دیں جس سے وہ شراب پی سکے یا جو اسٹے میں لگائے۔

ولا يجب على الأب نفقة الذکور الکبار. (ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب

السابع عشر، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد زکریا دیوبند ۱/۵۶۳، جدید ۱/۶۰۹)

وإن كان في ولده فاسق لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته كيلا

يصير معيّناله على المعصية . (ہندیہ ، کتاب الہبۃ ، الباب السادس فی الہبۃ

للصغیر زکریا دیوبند ۴/۳۹۱ ، جدید ۴/۴۱۶)

(۵،۴،۳) اگر والدین اپنی حیات میں جائیداد دیگر لڑکوں کو ہبہ کر کے اس فاسق

لڑکے کو محروم کر دیں تو یہ جائز اور درست ہے اور والدین کے ذمہ اس لڑکے کو محروم کرنا نہ تو

لازم ہے، اور نہ ہی ان سے اس محروم کرنے پر عند اللہ مواخذہ ہوگا لیکن والدین کے لئے اس

لڑکے کو عاق کر نیکی وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح والدین کی وفات کے بعد دوسرے

وارثین اس لڑکے کو والدین کے ورثاء سے محروم نہیں کر سکتے۔

ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى 'وجوه الخير ويحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه . (ہندیہ ، کتاب الہبۃ ، الباب السادس فی الہبۃ للصغیر

زکریا دیوبند ۴/۳۹۱ ، جدید ۴/۴۱۶ ، البحر الرائق ، کتاب الہبۃ ، کوئٹہ ۷/۲۸۸ ، زکریا

دیوبند ۷/۴۹۰)

الإرث جبرى لا يسقط بالإسقاط . (تکملہ رد المختار ، کتاب الدعویٰ باب

التحالف ، زکریا دیوبند ۱۱/۶۷۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۴/رجب ۱۴۳۱ھ

۱۴۳۱/۷/۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۲۰/۳۹)

کیا بھائی بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

سوال: [۴۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا

ایک حقیقی بھائی ہے، جو نہایت غریب ہے زید اس کو اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت

کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: محمد خلیل، محلہ کاشی پور، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غریب حقیقی بھائی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی

ہے، نیز دوسرا ثواب ملتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۹۲، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۶/۳۳۲)

عن سلمان بن عامر الضبی، قال: قال رسول الله ﷺ: الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي القرباة اثنتان، صدقة وصله. (سنن ابن ماجه، الزكاة، باب فضل الصدقة، النسخة الهندية ۱/۳۲، دارالسلام رقم: ۱۸۴۴، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۲/۹۹۴، رقم: ۲۰۶۸، ۲/۱۱۴۸، رقم: ۲۳۸۴، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۵/۱۰۱، رقم: ۴۷۲۳)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام، والأخوال الفقراء بل هم أولى؛ لأنه صلة وصدقة. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصروف زکریا دیوبند ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳۴۶)

الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكوراً وإناثاً. (مجمع الأنهر، کتاب الزكاة، باب فی بیان أحكام المصارف، قبیل باب صدقة الفطر، دارالکتب العلمیة بیروت جدید ۱/۳۳۳، قدیم ۱/۲۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۵۲/۲۳)

تجارت کو فروغ دینے کیلئے بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۲۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا سگا چھوٹا بھائی ذاکر کاروبار سے پریشان ہے، لیکن اسکی شادی نہیں ہوئی ہے، میرے پاس زکوٰۃ کے پیسے ہیں، جو مجھے دینے ہیں، کیا میں اسکو زکوٰۃ کے پیسے دے سکتا ہوں؟ اور کاروبار کیلئے بیس ہزار روپے دے سکتا ہوں؟

المستفتی: عظیم اللہ، مانپور، سڑک والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ کا بھائی آپ کی فیملی میں شامل نہیں ہے، کھانا پینا بہن سب الگ الگ ہے اور وہ تقریباً پانچ ہزار روپیہ کی مالیت کا مالک نہیں ہے، تو مستحق زکوٰۃ ہے اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، مگر زکوٰۃ فقراء کے پیٹ بھرنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کیلئے ہے تجارت کو فروغ دینے کیلئے نہیں ہے، نیز پانچ ہزار میں آدمی صاحب نصاب بن جاتا ہے، اور مقدار نصاب سے زیادہ ایک فقیر کو دینا مکروہ ہے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية، كراچی ۲/۳۵۳، زکریا دیوبند ۳/۳۰۳، بدائع الصنائع، كتاب الزكاة، فصل في مصارف الزكاة، زکریا دیوبند ۲/۱۶۰، الفتاویٰ التاتاریخانیہ، كتاب الزكاة، الفصل الثامن فيمن توضع فيه الزكاة، زکریا دیوبند ۳/۲۲۱، رقم: ۴۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/ صفر ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۲/۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۵۵/۳۷)

بھائی کا اپنی بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بھائی اپنی بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

المستفتی: عبداللہ، تمباکو والا ان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اپنے بھائی بہن کو زکوٰۃ دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ عن سلمان بن عامر، عن النبی ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي،

الزكاة، الصدقة على الأقارب، النسخة الهندية ۱/۲۷۸، دارالسلام رقم: ۲۵۷۸)

لأنه صلة و صدقة الخ. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصروف زکریا

دیوبند ۳/۳۹۳، کراچی ۲/۳۴۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۲/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۶۲)

کیا بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

سوال: [۴۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں

نے عرصہ ۵ سال سے اپنے کاروبار کا مکمل طریقہ سے اپنے لڑکے کو مالک بنا دیا ہے، اور کاروباری معاملات سے اپنا دخل ختم کر دیا، مگر میرا اور میری بیوی بچوں کا تمام خرچ میرے لڑکے کے ذمہ ہے اور ہم اسی کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، کیا میرا لڑکا اپنی حقیقی بہن جو کہ شادی شدہ ہے اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: ریاست حسین، طویلہ اسٹریٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر واقعی آپ اپنے سارے کاروبار

کا مکمل طریقہ سے اپنے مذکورہ لڑکے کو ہبہ کر کے مالک بنا دیا ہے اور اب اسمیں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے اور آپ کے مرنے کے بعد اس میں بطور میراث آپ کا کوئی ترکہ بھی نہیں رہے گا نوعیت اسی طرح کی ہے تو آپ کا وہ لڑکا اپنے کاروبار اور آمدنی کی زکوٰۃ اپنی حقیقی بہن کو جو مستحق ہے دے سکتا ہے۔

وقيد بالولاد لجوازہ لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال

الفقراء بل هم أولى لأنه صلة و صدقة الخ. (شامی، کتاب الزكاة، باب المصروف

زکریا دیوبند ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳۴۶، مجمع الانهر، دارالکتب العلمیہ بیروت
۱/۳۳۳، قدیم ۱/۲۲۶، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتب دیوبند/۷۲۲

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اررمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۷۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

اررمضان ۱۴۱۲ھ

حقیقی بہن کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۳۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
میرے دو لڑکے مجھ سے علیحدہ رہتے ہیں، جو کہ مجھ سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے وہ اپنی حقیقی
شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: ریاست حسین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کے جوڑ کے آپ سے بالکل الگ رہتے
ہیں، وہ اپنی حقیقی بہن کو ہر حال میں زکوٰۃ دے سکتے ہیں، چاہے شادی شدہ ہوں یا غیر شادی
شدہ۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۰)

الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكوراً أو إناثاً. (مجمع الأنهر،

کتاب الزکاة، باب فی بیان أحكام المصارف، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۳۳، قدیم

۱/۲۲۶، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالکتب دیوبند/۷۲۲، شامی، کراچی

۲/۳۴۶، زکریا ۳/۲۹۳ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

یکم/رمضان ۱۴۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۷۳)

بالغ غیر شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے ماں باپ غریب ہیں، خود زید مالدار ہے، اور ماں باپ کی شرکت سے الگ ہے، لیکن زید کی ایک بہن ہے جو بالغ ہے اور وہ بہن زید کی شرکت میں ہے، کبھی کبھی ماں باپ کی شرکت میں رہتی ہے، معلوم یہ کرنا ہے، کیا زید اپنی اس بالغ غیر شادی شدہ بہن کو جو ماں باپ کی شرکت میں ہے، زکوٰۃ دے سکتا ہے، جبکہ وہ بہن کبھی کبھی خود زید کے پاس بھی رہتی ہے، کیا اس شکل میں بھی اپنی اس بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

المستفتی: محمد اصغر سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال سے واضح ہوا کہ مذکورہ بالغ لڑکی زید مالدار کی حقیقی بہن ہے، جو کبھی غریب ماں باپ کے پاس اور کبھی زید سرمایہ دار کے پاس رہتی ہے، اس کا نان نفقہ نکاح ہو جانے تک زید ہی پر لازم ہے، اور جن کا خرچہ واجب ہوتا ہے، ان کو خرچہ کی جگہ پر زکوٰۃ دینا جائز نہیں اس لئے اپنی بالغ غیر شادی شدہ بہن کو زکوٰۃ کے بجائے واجب خرچہ جیب خاص سے دیا کرے، اور غریب ماں باپ کا نفقہ بھی بیٹے پر لازم ہوتا ہے۔

وتجب نفقة الاناث الکبار من ذوی الأرحام وإن کن صحیحات

البدن، إذا کان بہن حاجة إلی النفقة. (ہندیہ، زکریا ۱/۵۶۶، الفصل الخامس فی

نفقة ذوی الأرحام، کتاب الطلاق، جدید ۱/۶۱۲)

ویجبر الولد المومر علی نفقة الأبوين المعسرین. (ہندیہ،

زکریا ۱/۵۶۴، کتاب الطلاق الفصل الخامس فی نفقة ذوی الأرحام، جدید ۱/۶۱۰)

ولو دفع زکوٰۃ إلی من نفقته واجبة علیہ من الأقارب جاز، إذا لم

یحسبہا من النفقة الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف زکریا ۳/۹۳،

کراچی ۲/۳۴۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رمضان ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۸۸/۳۹)

بہن کا بھائی کو زکوٰۃ کی رقم دینا

- سوال:** [۴۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک بہن اپنے بھائی کے گھر پانی کی سہولت کے لئے نل لگوانے کے واسطے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ بھائی کی مالی حالت بہت خستہ ہے قرضدار بھی ہے؟
- (۲) گھر میں والدہ بھی ہیں، جن کا خرچ اخراجات بھائی کے ذمے ہے جبکہ زکوٰۃ ماں پر واجب نہیں ہے؟
- (۳) بہن جو زکوٰۃ کا روپیہ لگانا چاہتی ہے، باہر رہتی ہے، مگر کبھی کبھی بھائی کے گھر آنا جانا ہوتا ہے، تو پانی کا استعمال بھی ہوگا؟
- (۴) بہن کے پاس زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا ذریعہ نہیں ہے، براہ کرم مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر مسئلہ بتانے کی زحمت کریں؟

المستفتی: ذوالفقار احمد قریشی، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲-۳-۴) اپنے بھائی کو زکوٰۃ دینا دوہرا ثواب ہے، جبکہ بھائی غریب صاحب نصاب نہ ہو، بہن بھائی کو زکوٰۃ کے پیسے کا مالک بنادے، پھر بھائی اپنے طور پر نل یا دوسری ضروریات میں خرچ کر دے، نیز بھائی زکوٰۃ کے پیسے سے جو نل وغیرہ لگوائے گا، اس سے بہن کو پانی پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عن سلمان بن عامرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصدقة علی المسکین صدقة، وإنها علی ذی الرحم اثنتان، إنها صدقة وصلة. (مسند)

أحمد بن حنبل ۴/ ۱۸، رقم: ۱۶۳۴۲، ۴/ ۱۷، ۱۸، رقم: ۱۶۳۳۰، ۱۶۳۳۱، ۱۶۳۳۸، ۱۶۳۴۱، ۴/ ۲۱۴، رقم: ۱۸۰۲۸، ۱۸۰۲۹، ۱۸۰۳۰ (۱۸۰۳۰)

الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكوراً أو إناثاً . (مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصارف، قبيل باب صدقة الفطر، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۳۳۳، قديم ۱/ ۲۲۶، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الزكاة، باب المصرف، دارالكتاب ديوبند/ ۷۲۲)

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى لأنه صلة وصدقة . (شامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، زکریا دیوبند ۳/ ۲۹۳، کراچی ۲/ ۳۴۶، مصری ۲/ ۸۶، کوئٹہ ۲/ ۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۱/۲۴)

بہن کا بھائی کو بطور قرض زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر زکوٰۃ کا روپیہ بطور قرض دیدیا جائے، اور اس روپے سے نل لگالیا جائے، بھائی یہ روپیہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کر دے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

المستفتی: ذوالفقار احمد قریشی، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کا روپیہ بطور قرض میں دینا جائز نہیں ہے، بلکہ مستحق کو مالک بنادینا واجب ہے۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة الخ. (شامی، كتاب الزكاة، باب

المصرف، زکریا دیوبند ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴، کوئٹہ ۲/۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۱/۲۴)

بہن بھائی بہنوئی سالے وغیرہ کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: [۳۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بھائی غریب ہے تو بہن اس کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ یا بہن غریب ہے تو بھائی دے سکتا ہے یا نہیں؟ بہنوئی کو سالہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ ساس بہو کو دے سکتی ہے یا نہیں؟ نیز ساس داماد کو دے سکتی ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتی: رضیع الدین، محلہ گویاں باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غریب بھائی اور بہن کو زکوٰۃ دینے سے دو ثواب ملتے ہیں، (۱) زکوٰۃ ادا کرنے کا (۲) صلہ رحمی کا، نیز بہنوئی کو سالہ اور ساس بہو کو اور داماد کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔

عن سلمان بن عامر الضبی ذکر: أن النبی ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وإنها على ذي الرحم اثنتان، صدقة وصلية. (سنن الدارمی، دارالمغنی ۲/۱۰۴۶، سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، النسخة الهندية ۱/۱۴۲، رقم: ۶۵۸، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰۹/۲۷)

بھائی بھتیجہ، بہن بھانجی، پھوپھی کوز کوۃ دینا

سوال: [۴۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خاص رشتہ داروں میں زکوۃ کن کن کو دے سکتے ہیں، مثلاً بھائی، بھتیجہ، بہن، بھانجی، یا پھوپھی وغیرہ کو دے سکتے ہیں؟ نیز اگر بہن کا شوہر انتقال کر جائے تو اس کے بال بچوں کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟ جواب دیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: رفاقت حسین، معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بھائی، بھتیجہ، بہن، بھانجی یا پھوپھی ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہے بلکہ دوہرا ثواب ہے۔

عن سلمان بن عامر الضبی قال: قال النبی ﷺ: الصدقة علی غیر ذی الرحم صدقة، وعلی ذی الرحم اثنتان، صدقة وصلۃ. (المصنف لابن أبي شیبۃ، الزکاة، ماقالوا فی الرجل یدفع زکاته إلی قرابته، مؤسسہ علوم القرآن ۶/۵۴۴، ۵۴۵، رقم: ۱۰۶۴۳)

كما فی الشامی، وقید بالولاد لجوازه لبقیۃ الأقارب کالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى لأنه صلۃ وصدقة الخ. (شامی، کتاب الزکاة، با المصرف زکریا دیوبند ۳/۲۹۳، کراچی ۲/۳۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

حفظ الرحمن غفرلہ

۱۲/۹/۱۴۰۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۲۲۷)

ساتھ میں رہنے والی بھابھی کوز کوۃ دینا

سوال: [۴۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم تین بھائی ہیں، دو بھائی دہلی میں کام کرتے ہیں اور جو کچھ کماتے ہیں، بڑے بھائی کے حوالے

کر دیتے ہیں، بڑے بھائی گھر کی دیکھ بھال بلکہ گھر کی ساری ذمہ داریاں نبھاتے ہیں، ہم تینوں بھائی اور والدین ایک ہی مکان میں رہتے ہیں، کھانا پینا بھی ساتھ ہی ہوتا ہے، یعنی ایک ہی جگہ کھانا پکتا ہے، آپس میں محبت بہت زیادہ ہے، تینوں بھائی والدین کی بھی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں، اب دریافت یہ کرنا ہے، کہ گھر کی کل جائیداد مثلاً کھیتی زمین اس کی پیداوار اور مکان کے مالک تو والد محترم ہیں، لیکن روپے پیسے اور سونے چاندی کے زیورات کے مالک ہمارے بڑے بھائی ہیں، اور ہر سال اسکی زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں، بڑے بھائی کی اہلیہ ہماری بھابھی کے پاس بھی کچھ زیورات ہیں، جنکی وہی مالک ہیں، لیکن نصاب کی مقدار سے کم ہیں، تقریباً دو ڈھائی ہزار روپیہ کے زیورات کی مالک ہیں، اب میں (سائل) الحمد للہ صاحب نصاب ہوں، جبکہ پیسے بڑے بھائی کو بھی دیتا ہوں لیکن پھر بھی میری ملکیت میں اتنے پیسے ہیں، جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یعنی کم و بیش اس وقت میرے پاس دس ہزار روپے ہیں، اب اگر میں اپنی بھابھی کو زکوٰۃ کی رقم دیدوں یا کپڑے وغیرہ دیکران کو مالک بنادوں تو کیا میری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۲) نیز میری بھابھی بہت غیر متمدد ہیں، اگر ان کو پتہ چل گیا کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے یا زکوٰۃ کی رقم کے زیورات ہیں، تو وہ ہرگز نہیں لیں گی، تو اس صورت میں ان کو کس طرح مالک بناؤں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن، سلیم مسجد
چوہان بانگر، محلہ: سلیم پور، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲) مسئلہ صورت میں جبکہ کھانا پینا ایک ساتھ ہے، تو بھابھی کو زکوٰۃ دینا اپنے کو زکوٰۃ دینا ہے، نیز آپکی بھابھی زکوٰۃ کی مستحق بھی نہیں ہیں، جیسا کہ سوال کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے، اور زکوٰۃ کا مستحق محتاج فقیر ہی ہوا کرتا ہے، اسلئے آپکا اپنی بھابھی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اور دینے پر زکوٰۃ ادا بھی نہ ہوگی۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (التوبة: ۶۰)

عن عبد الله بن عمرو ، قال : قال رسول الله ﷺ : لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي . (مصنف عبد الرزاق ، الزكاة ، باب كم الكنز وللمن الزكاة ، المجلس العلمي ۴/ ۱۱۰ ، رقم : ۷۱۵۵)

مصرف الزكاة والعشر هو الفقير . (شامی ، كتاب الزكاة ، باب المصروف کراچی ۳۳۹/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۶۵/۳۵)

نابالغ کوزکوۃ دینا

سوال: [۴۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا نابالغ کوزکاۃ دی جاسکتی ہے؟

المستفتی: حبیب اللہ تاج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نابالغ جو عاقل ہو شیار و سمجھ دار ہو نیز مستحق زکوۃ ہو تو اس کوزکوۃ دینا جائز ہے۔

دفع الزکوۃ إلى صبيان أقر به برسم عيد أو إلى مبشر أو مهدي الباكورة جاز . (شامی ، كتاب الزكاة ، باب المصروف کراچی ۳۵۶/۲ ، زکریا ۳۰۷/۳) لیکن اگر نابالغ مالدار کا بچہ ہے تو پھر اس کوزکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

ولا إلى طفله — أي طفل الغني . (شامی ، کراچی ۳۴۹/۲ ، زکریا ۲۹۸/۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۷۵/۳۵)

سید کوزکوة

سوال: [۴۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کا داخلہ مکمل ہو چکا ہے، لہذا کھانا جاری کر دیا جائے، بہت زیادہ ممنون و مشکور ہوں گا؟

المستفتی: سید عادل، رامپوری

چونکہ سال اول کا امدادی کوٹہ پورا ہو گیا ہے، یہ طالب علم سادات میں سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی بنا پر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی سے درخواست ہے، کہ اس طالب علم کا خصوصی طور پر کھانا جاری فرما دیا جائے۔

محمد عمر، نائب مہتمم مدرسہ شاہی، یکم ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ

سادات کیلئے یہ کھانا جائز ہوگا؟

رشید الدین حمیدی، مہتمم مدرسہ شاہی، مراد آباد۔ ۲۲/۵/۱۴۰۹ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سادات کیلئے زکوٰۃ و صدقہ واجبہ کا کھانا کھانا جائز نہیں ہے، اسکے علاوہ تملیک شدہ صدقہ یا امداد کا کھانا کھانا جائز ہے۔

لَا نَعْلَمُ خِلَافًا فِي أَنْ بَنِي هَاشِمٍ لَا تَحِلُّ لَهُمُ الصَّدَقَةُ الْمَفْرُوضَةُ
وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِأَلِ مُحَمَّدٍ هِيَ أَوْ سَاخِ النَّاسِ
الخ. (كتاب المغنی، ۲/۲۷۴، عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی
المصارف زکریا ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱، الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة،
باب المصروف، مطلب فی الحوائج الأصلية زکریا ۳/۲۹۹، کراچی ۲/۳۵۰،
البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصروف زکریا ۲/۴۲۹، ۲/۲۷۶، مجمع الأنهر،
کتاب الزکاة، باب فی بیان أحكام المصروف، مکتبه دار الکتب العلمیہ ۱/۳۲۵)

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي..... وقال في الحديث: ثم

قال لنا إن هذه الصدقات إنما هي أو ساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد، ولا

لآل لمحمد، الحديث: . (صحيح مسلم، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۳۴۴، بيت الأفكار رقم: ۱۰۷۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۷۵)

سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے شہر پر نام بٹ کے ایک صاحب آپ کی کتاب ایضاح المسائل لائے تھے، مطالعہ کا موقع ہوا الحمد للہ سارے ضروری اور جدید مسائل کو یکجا کر کے آپ نے امت مسلمہ کی دینی ضرورت کو پورا کر دیا ہے، ”فجزا کم اللہ خیر الجزاء“ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱۹ میں لکھا ہے کہ سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اس سلسلہ میں یہ عرض ہے، کہ کتب فقہ کے عام متون میں بس یہی مسئلہ تحریر ہے، لیکن حالات زمانہ کا جائزہ لیتے ہوئے متاخرین فقہاء اور مفتیان عظام نے اس میں وسعت دیدی ہے، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب (امداد المفتیین ۱-۲/ ۲۸ مطبوعہ امدادیہ دیوبند) میں تحریر فرماتے ہیں علامہ شامیؒ نے بعض اقوال ایسے نقل کئے جن سے جواز ثابت ہوتا ہے، اور ضرورت زمانہ اور حاجات سادات اسی کو مقتضی ہے کہ جواز کا فتویٰ حسب روایات شامی دیا جائے، چنانچہ احقر اور بعض اکابر و اساتذہ احقر بھی جواز کا فتویٰ دیتے رہے ہیں، عبارت شامی کی یہ ہے بعد نقل کرنے اقوال ممانعت لکھتے ہیں:

وروی أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بنی ہاشم فی زمانہ

لأن عوضها هو خمس الخمس لن يصل إليهم لإهمال الناس الخ.

اور حضرت موصوف کے فرزند عالی مقام حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ درس ترمذی

میں اس پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں جو۔

باب ماجاء فی کراہیۃ الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وأهل بیتہ وموالمیہ .
 کے تحت موجود ہے اور ابو عصمہ نے تو امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اس کی نقل کی
 ہے، کہ بیت المال کا خمس ختم ہونے کے بعد بنو ہاشم کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے، امام طحاویؒ نے
 بھی عن محمد بن ابی یوسف کے طریق سے ایک روایت یہی نقل کی ہے، بعض شافعیہ اور بعض
 مالکیہ کا بھی یہی قول ہے (آگے مولانا قسیمی فرماتے ہیں) ہمارے زمانہ کے فقہاء کو اس پر
 غور کرنا چاہئے، کہ کیا اس دور میں بنو ہاشم میں فقر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کی
 مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (درس ترمذی، ۲/۴۷۶)

ملفوظات علامہ انور شاہ کشمیری جمع کردہ مولانا سید احمد رضا بجنوری، ناشر بیت الحکمتہ دیوبند۔
 فرمایا میرے نزدیک سید کو زکوٰۃ کا مال لینا سوال کرنے سے بہتر ہے، امام
 رازی و طحاوی بروایت امام ابو حنیفہؒ قائل جواز ہوئے ہیں، اور امام رازی کو فقہ فی
 النفس حاصل ہے، اسلئے میں جواز کا فتویٰ دیتا ہوں/ ۲۶۶، مذکورہ بالا تحقیق کو دیکھتے
 ہوئے ان حضرات کو زکوٰۃ دیدینے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ہے، رسالہ بحث و نظر
 ۳/، اپریل مئی جون ۱۹۹۰ء میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے کئی دلائل پیش کر کے پر
 زور طریقہ سے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

المستفتی: محمد ایوب غفرلہ مدرسہ عربیہ دارالعلوم،
 پرنام ہٹ، ضلع: شالی آرکاٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) آنجناب کی مرسلہ تحریر بغور پڑھی گئی، آنجناب
 کی تحریر میں سید و بنی ہاشم کیلئے زکوٰۃ کے جواز میں امداد مفتیین کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے، اور
 حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی طرف سے جواز کی جو نسبت کی گئی ہے وہ متردد
 فیہ ہے، اسکی دوجہ ہے۔

(۱) امداد المفتین ۲/ ۲۸ میں جو جواب ہے اس کے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم ہی کے ہونے میں تردد ہے، اس میں کئی حضرات کے فتاویٰ ہوا کرتے تھے، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ پر عام طور پر مرحوم کے دستخط بھی ہوا کرتے ہیں۔

(۲) خود حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا لکھا ہوا فتویٰ ان کے دستخط کیساتھ اسی امداد المفتین کے صفحہ ۴/ ۳۵ میں موجود ہیں، کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے صاف عبارت میں لکھا ہے کہ نہ سید کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور نہ ان کیلئے لینا جائز ہے، اور اگر کسی نے دیدی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، نیز آگے چل کر اسی فتویٰ میں یہ لکھا ہے کہ اگر حیلہ تملیک کر کے فقیر کی طرف سے بنی ہاشم کو بطور ہدیہ دیجائے، تو مضائقہ نہیں پھر ۲/ ۲۸، میں حضرت مفتی صاحب مرحوم کا یہ لکھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ کہ احقر اور بعض اکابر اور اساتذہ احقر بھی فتویٰ جواز کا دیتے رہے ہیں، جس میں موصوف کے دستخط بھی نہیں ہیں، نیز شاید اسی وجہ سے اس فتویٰ کو کراچی سے شائع شدہ امداد المفتین میں درج نہیں کیا ہے، صرف عدم جواز والا فتویٰ نقل کیا گیا ہے، لہذا اس فتویٰ کو کس طرح بنیاد بنایا جاسکتا ہے، اور اسی وجہ سے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے بحث کر کے چھوڑ دیا ہے، اپنی کوئی رائے پیش نہیں کی ہے، اور حضرت امام رازی شافعی المسلك تھے، لیکن علامہ کشمیری ان سے متاثر تھے، اسلئے امام رازی کے قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور وہ اکابر اور علماء عظام کا دور تھا، ان میں سے کسی نے حضرت علامہ کشمیری کے فتویٰ کا اعتبار نہیں کیا ہے، نیز طحاویؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے عدم جواز کا قول بہت مضبوط انداز سے نقل فرمایا ہے، اور جواز کے قول کو بہت کمزور انداز سے نقل فرمایا ہے، اسی وجہ سے اکابر اہل فتاویٰ میں سے اس قول کو کسی نے اختیار نہیں کیا ہے، اسلئے سوالنامہ میں پیش کردہ دلائل احقر کے نزدیک ایسے نہیں ہیں، کہ جن کی وجہ سے ظاہر الروایہ کو ترک کیا جاسکے، اب احقر مختصر الفاظ میں اپنا جواب تحریر کرتا ہے، سید اور بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے عدم جواز کی اصل علت اوساخ الناس

ہی ہے، نیز اگر خمس بیت المال کے حصوں کو بھی علت قرار دیا جائے، تو وہ اتنی بڑی اہم علت نہیں ہے، جتنی اہمیت اوساخ الناس کی علت ہونے میں ہے، حدیث شریف کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے، جس میں علت حرمت بار بار اوساخ الناس ہی کو قرار دیا ہے، تو اگر حصول خمس بیت المال کی علت ختم ہو گئی ہے تو پھر اوساخ الناس کی علت سے وجود کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے، اسلئے احقر کے نزدیک اکابر مفتیان کرام کی طرح سید و بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي وقال في الحديث : ثم قال لنا: إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد، ولا لآل محمد، الحديث : . (صحيح مسلم، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۳۴۴، بيت الأفكار رقم: ۱۰۷۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ رجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۵۲/۲۹)

سیدہ بیوہ عورت کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک سیدہ عورت ہے جو بیوہ ہے اس کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہے ایسی صورت میں اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سیدہ عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اگر اسکو جان بوجھ کر زکوٰۃ دی جائیگی تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسے دور بارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، لہذا اسکا صدقات نافلہ ہی کے ذریعہ سے تعاون کرنا چاہئے۔

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل الهاشمي وقال في الحديث : ثم

قال لنا: إن هذه الصدقات إنما هي أو ساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد، ولا لآل لمحمد، الحديث: . (صحيح مسلم، الزكاة، باب ترك استعمال آل النبي ﷺ)

الصدقة، النسخة الهندية ۱/۳۴۴، بيت الأفكار رقم: ۱۰۷۲)

ولا إلى بنی ہاشم ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع (تحتہ فی الشامیة) یعنی سواء فی ذلک کل الأزمان، وسواء فی ذلک دفع بعضهم لبعض ودفع غیرهم لهم . (شامی، کتاب الصدقات باب المصرف، مطلب فی

الحوائج الأصلية، کراچی ۲/۳۵۰، ذکر یا ۳/۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ شعبان ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۰۶/۳۸)

کیا آل ہاشم کو بھی صدقات واجبہ دینا جائز نہیں؟

سوال: [۴۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن سادات کو صدقات واجبہ دینا جائز نہیں وہ آل ہاشم ہیں، یا صرف حضرت علیؑ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہؑ سے ہیں، اور جن سادات کو صدقہ واجبہ کا استعمال ناجائز ہے، کیا ان کی بالغ اولاد کو مدارس عربیہ میں سے برائے حصول علم دین امداد لینے کا جواز ہے؟

المستفتی: نور العابدین، محلہ بارودگراں،

پوسٹ: نوگلگڑھ، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جن سادات کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان میں حضرت علیؑ کی اولاد کے ساتھ ساتھ تمام بنو ہاشم داخل ہیں، اور حضرت فاطمہؑ کی اولاد کی بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ حضرت علیؑ کی دوسری بیوی کی اولاد بھی داخل ہیں۔

ولا إلى بنی ہاشم الخ . (درمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف، زکریا

دیوبند ۲۹/۳، کراچی ۲/۳۰ (فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۱۳)

صاحب نصاب لڑکی کی شادی کیلئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۲۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صاحب نصاب ہو جانے کے بعد اپنی لڑکی کی شادی کیلئے دوسرے تیسرے چوتھے شخص سے مال زکوٰۃ لینا کیسا ہے؟ بیوقوف تو جروا۔

المستفتی: البقمر، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: لینے والے کیلئے حرام ہے نیز اگر معلوم ہو جائے تو دینے والے کیلئے بھی حرام ہے، نیز انکی زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی۔

وإذا حرم السؤال عليه إذا ملك قوة يومه فهل يحرم الإعطاء له إذا علم حاله (إلى قوله) يَأْتِم بِذَلِكَ لَأَنَّهُ إِعَانَهُ عَلَى الْحَرَامِ الْخ. (البحر الرائق، زکریا ۲/۴۳۷، کراچی ۲/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۳۷)

زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھال کس کو دی جائے؟

سوال: [۲۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ، فطرہ و قربانی کی کھالوں کو کس کو دینا چاہئے، بزرگوں سے سنا ہے کہ مستحق بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں اس کے بعد قرابت داروں کو پڑوسیوں کو دینا چاہئے، اس کے خلاف مدرسے

والے رمضان شریف میں مدرسوں کی ضرورت دکھا کر زکوٰۃ فطرہ کا پیسہ وصول کر کے لیجاتے ہیں، اس پیسے کا کون زیادہ مستحق ہے؟

المستفتی: عبد القدیر، اصالت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دو قسم کے لوگوں کو دینے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، (۱) قریبی رشتہ دار، مثلاً بھائی، بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ۔ (۲) طالب علم اور علماء، رشتہ داروں کو دینے سے ڈبل ثواب اسلئے ہے کہ اس میں اداء زکوٰۃ اور صلہ رحمی دونوں موجود ہیں، علماء اور طلبہ کو دینے سے ڈبل ثواب اسلئے ہے، کہ اداء زکوٰۃ اور خدمت دین دونوں موجود ہیں، لہذا دونوں قسم کے لوگوں کو دینے میں زیادہ ثواب ہوگا، ہاں البتہ اس کا بھی لحاظ رکھنا بہتر ہوتا ہے کہ جو زیادہ محتاج ہو اس کو مقدم رکھا جائے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/۱۱۰)

عن سلمان بن عامر أن رسول الله ﷺ قال: إن الصدقة على المسكين صدقة، وإنها على ذي رحم اثنتان، إنها صدقة وصله. (صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۱۱۴۸/۲، رقم: ۲۳۸۴، المستدرک، کتاب الزکاة، قدیم ۴۰۷/۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ۵۷۳/۲، رقم: ۱۴۷۶، صحيح ابن حبان، دارالفکر ۱۰۳/۴، ۱۰۴، رقم: ۳۳۴۱)

التصدق على العالم الفقير أفضل. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاة، باب المصرف، دارالکتاب دیوبند/۷۲۲، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند/۱۸۷، جدید ۱/۲۹، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۰۲/۱، زکریا دیوبند ۱۲۴/۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۵۲/۳۳)

ایک فقیر کو بیک وقت مکمل نصاب کا مالک بنانا

سوال: [۴۳۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ تملیک جو آجکل مدارس دینیہ میں رائج ہے اگر کسی فقیر کو زکوٰۃ کی اتنی رقم دی جائے جس سے وہ خود صاحب نصاب ہو جائے، آیا جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں، نیز زکوٰۃ محتاجوں کو دی جاتی ہے، اور آجکل مدارس کے اندر کثیر رقم ہونے کے باوجود وہ زکوٰۃ حاصل کرتے ہیں، جبکہ فنڈ میں ان مدارس کا کافی روپیہ رہتا ہے مگر پھر بھی زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، کیا یہ صورت جائز ہے؟ اور ان کا زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے، اگر ایسی صورت میں کوئی زکوٰۃ ادا کرتا ہے، تو زکوٰۃ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: اختر حسین قاسمی، مدرسہ مصباح الظفر،
ڈھکھ حسن پور، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی ایک فقیر کو زکوٰۃ میں سے اتنی رقم دینا جس سے صاحب نصاب بن جائے مکروہ ہے، زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ تو ادا ہوگی مگر ساتھ ساتھ کراہت بھی لازم آتی ہے۔

کرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر الخ. (در مختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب فی حوائج الأصلیة کراچی ۳۵۳/۲، زکریا دیوبند ۳/۳۰، الفتاویٰ التاتار خانیہ، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن من توضع فیہ الزکاۃ، زکریا دیوبند ۳/۲۲۱، رقم: ۴۱۸۵، ہدایہ، کتاب الزکاۃ، باب من یحوز دفع الصدقات إلیہ ومن لا یحوز، اشرفیہ دیوبند ۱/۲۰۷)

نیز مدرسہ شخص حقیقی نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس میں بہت سارے مستحق طلبہ ہوتے ہیں، اسلئے مدارس میں زیادہ تعداد میں زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور بینک میں حفاظت کیلئے تو رکھنا جائز ہے، لیکن سودی کھاتہ اور فکسڈ ڈپازٹ کھاتہ میں رکھنا جائز نہیں ہے۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۲۲/۳۳)

غریب کو مال زکوٰۃ دیکر صاحب نصاب بنانا

سوال: [۴۳۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے کسی عزیز غریب کو نادار مفلوک الحال خیال کر کے اس کی جوان لڑکی کی شادی کیلئے بھد زکوٰۃ ۴ ہزار روپیہ دئے جس سے وہ مفلوک الحال اب صاحب نصاب ہو گیا، دوسرے شخص نے ۲ ہزار روپے دیئے، تیسرے شخص نے ۵ ہزار روپے دیئے اور یہ سب رقم بھد زکوٰۃ دی گئی کیا دوسرے اور تیسرے شخص کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی کہ نہیں؟

المستفتی: البقمر، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اول شخص کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی لیکن ایک دم صاحب نصاب بنادینے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

كره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية كراچی ۳۵۳/۲، زکریا دیوبند ۳۰۳/۳، البحر الرائق، زکریا دیوبند ۴۳۵/۲، کوئٹہ ۲۴۹/۲)

اسکے بعد دوسرے اور تیسرے شخص نے اول شخص کے واقعہ کے علم ہوتے ہوئے یا مدفعِ اِلیہ سے اس سلسلہ میں بلا تحقیق یا شک و تردد ہوتے ہوئے دیا ہے، تو ان دونوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر ان دونوں نے مصرف زکوٰۃ ہونے کے یقین کے ساتھ دیا ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، ورنہ نہیں۔

لو دفع بلا تحر لم یجز إن أخطأ وفي الشامية أما تحری فدفع لمن ظنه غیر مصرف أو شک ولم یتحر لم یجز حتی یتظهر أنه مصرف الخ. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية)

زکریا ۳۰۲۳/۳، کراچی ۳۵۲/۲)

وأما إذا شك ولم يتحرر أو يتحرر فدفع وفي أكبر رأيه أنه ليس بمصرف لا يجوز له إلا إذا علم أنه فقير هو الصحيح الخ. (هدايه، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، اشرفی دیوبند ۲۰۴/۱، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، زکریا ۱۹۰/۱، جدید ۲۵۱/۱، تبیین الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصارف زکریا ۱۲۹/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ذی الحجۃ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۳۷)

زکوٰۃ کی رقم سے جنگی ہتھیار خریدنا یا تنخواہ میں دینا

سوال: [۴۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک گاؤں جہاں مسلم آبادی زیادہ مقدار میں ہے لیکن اس گاؤں کے ارد گرد غیر مسلموں کا علاقہ ہے گاہ بگاہ غیر مسلم اس گاؤں پر حملہ کرتے رہتے ہیں، وہاں کے مسلمان حالات کے پیش نظر دشمنوں سے مقابلہ کیلئے اسی گاؤں کے مدرسہ کے روپے سے جنگی اور دفاعی ہتھیار خریدنا چاہتے ہیں، یا اس مدرسہ کے روپے کو دیگر مسلم مفاد میں صرف کرنا چاہتے ہیں، تو کیا شریعت میں اسکی اجازت ہے؟

(۲) مدرسہ میں آئی ہوئی زکوٰۃ کی رقم سے بغیر لڑکوں سے تملیک کے استادوں کو تنخواہ دینا عمارت بنوانا لڑکوں کے کھیل کود کیلئے بال وغیرہ خریدنا مدرسہ کے اندر پھول وغیرہ لگانا کہاں تک درست ہے؟

المستفتی: محمد مظفر الحق، گڈاوی، مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲) زکوٰۃ فقراء و مسکین کا حق ہے، اسکو ہتھیار

وغیرہ کی خریداری نیز مروجہ تملیک اور بلا تملیک کے مدرسین کی تنخواہوں میں صرف کرنا اسی طرح تعمیرات اور سوالنامہ میں مذکور امور میں صرف کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اس طرح کی ضروریات باہمی تعاون سے پوری کی جائیں زکوٰۃ مستحقین پر ہی صرف کرنا لازم ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورة التوبة: ۶۰)

مصرف الزکوٰۃ... وهو الفقير . (درمختار ، کتاب الزکاۃ، باب المصرف

کراچی ۳۳۹/۲) زکریا ۲۸۳/۳

ويشترط أن يكون الصرف تملكاً لا إباحة . (الدر المختار مع

رد المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف کراچی ۳۴۴/۲، زکریا ۲۹۱/۳)

وأما تفسيرها فهي تملك المال من فقير مسلم غير هاشمي

ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا في

الشرع . (هنديه ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول زکریا ۱۷۰/۱، جدید ۲۳۲/۱)

الزكاة يجب فيها تملك المال، لأن الإتياء في قوله تعالى

وآتوا الزكاة . (البقرة: ۴۳) يقتضي التملك ولا تتأدى بالإباحة . (تبيين

الحقائق، کتاب الزکاۃ، زکریا دیوبند ۱۸/۲) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۲۵/۳۵)

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم مؤکل کی بیوہ اولاد کو دینا

سوال: [۴۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور

زید کی بالغ اولاد ایک ساتھ محنت کرتے ہیں، اور کمائی والد صاحب کے پاس جمع ہوتی ہے،

اب جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگئی، زید نے زکوٰۃ کی رقم بالغ اولاد کو دیدی کہ جس کو چاہو ادا

کردو جو تمہاری نگاہ میں مستحق ہو ایسی صورت میں کیا یہ بالغ اولاد اپنی بہن جو بیوہ ہے اور

از حد پریشان ہے اس کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے؟

المستفتی: محمد ارمان، جامع مسجد، کاسنگ، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بالغ اولاد اس مال زکوٰۃ کی مالک نہیں ہے، بلکہ مستحقین کو دینے کیلئے وکیل ہے، اسلئے بالغ اولاد کیلئے باپ کی زکوٰۃ باپ کی بیٹی کو دینا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

لا يدفع المزكي زكاة ماله إلى أبيه وجده وإن علا ولا إلى ولده وولد ولده وإن سفل الخ. (ہدایہ، کتاب الزکاۃ، باب من يجوز، دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، اشرفی دیوبند ۱/۲۰۶)

ولا يدفع إلى والده وإن علا ولا إلى ولده وإن سفل، لأنه ينتفع بملكه، فكان الدفع إليه دفعاً إلى نفسه من وجه، فلا يقع تملیکاً مطلقاً. (بدائع، کتاب الزکاۃ، فصل فی رکن الزکاۃ، زکریا دیوبند ۲/۴۳۱)

ولا يعطى من الزكاة والداً، وإن علا، ولا ولداً، وإن سفل، وفي الخانية من قبل الذکور والإناث. (الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن فی من توضع فیہ الزکاۃ، زکریا ۳/۲۰۶، رقم: ۴۱۳۷)

ولا يجوز دفع الزكاة، إلى أولاده وأولاد أولاده من قبل الذکور والإناث وإن سفلوا. (خانیۃ علی الہندیۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی من توضع فیہ

الزکاۃ، زکریا دیوبند ۱/۲۶۷، جدید ۱/۱۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۹/۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۹/۲۱ھ

(الف توئی نمبر: ۳۴/۵۸۸۶)

تنخواہ نہ کافی ہونے والے ملازم کا زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ لینے کے حقدار کون لوگ ہیں، ایک شخص پرائیویٹ ملازم ہے اس کی ماہانہ تنخواہ ایک ہزار روپے ہے اس کے پاس ذاتی مکان ہے ساڑی بننے کیلئے ایک لوم بھی ہے، اس کی آمدنی گھر کے اخراجات کیلئے خاطر خواہ کافی نہیں ہوتی ہے، وہ شخص کثیراً اولاد بھی ہے، جس کی وجہ سے پریشانی و تنگ دستی کا شکار ہے، کیا ایسے شخص کی زکوٰۃ سے مدد کی جاسکتی ہے؟

المستفتی: شمشاد احمد الاعظمی، چندن پورہ، منو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر پرائیویٹ ملازم ایک ہزار روپیہ تنخواہ سے اپنی اور بال بچوں کی ضروریات پوری نہیں کر پاتا ہے اور محتاج رہتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ ہے، بقدر ضرورت زکوٰۃ کے پیسے سے بال بچوں کی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

وإن كان غلتها لا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة قال محمد يحل له أخذ الزكاة، وإن كان قيمتها يبلغ ألفاً وفي العتابة وعليه الفتوى.

(تاتارخانیہ، کتاب الزکاة، الفصل الثامن، من توضع فيه الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۶۲۱، رقم: ۴۱۶۷، کوئٹہ ۲/۲۷۷، وهكذا في المحيط البرهاني، كتاب الزکاة، الفصل الثامن من يوضع فيه الزکاة، المجلس العلمي ۳/۲۱۶، رقم: ۲۷۹۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۹/۲/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹/۱/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۳۱)

تجارت اور اچھی مزدوری کرنے والے کا زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص تجارت کرتا ہے، اور اچھی اجرت کی مزدوری کر لیتا ہے، تو یہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتی: مظہر الاسلام، عرف بابو ٹھٹیرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو شخص محنت مزدوری کی طاقت رکھتا ہے، یا تجارت کرتا ہے، صحیح اور تندرست بھی ہے اچھی اجرت پر کام کرتا ہے، تو حدیث شریف میں ایسے شخص کو زکوٰۃ لینے سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب من لا تحل له الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۱، دار السلام رقم: ۶۵۲، مسند الدارمی، دار المغنی ۲/ ۱۰۲۰، رقم: ۱۶۷۹، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۱۶۴، رقم: ۶۵۳۰، ۲/ ۱۹۲، رقم: ۶۷۹۸)

البتہ اگر مقروض ہو تو اس کو قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ لینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۹۰۴/۳۲)

۳۰، ۲۵ بیگزہ زمین کے مالک کا ادائے قرض کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا

سوال: [۴۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مستحق زکوٰۃ نے اہل نصاب کو یہ خط لکھا کہ آپ اپنی زکوٰۃ سے میرا قرضہ ادا کر دیں کیا مستحق زکوٰۃ مقروض کا یہ سوال جائز ہے یا نہیں؟ مستحق مقروض کے پاس ۲۴ بیگزہ زمین بھی ہے یہ زمین گاؤں کے پاس ہے جس میں فصل کا بہت زیادہ اجاڑ ہے، جس کی وجہ سے کوئی خریدنے

کیلئے تیار نہیں ہے، صاحب نصاب اور مستحق زکوٰۃ کے لڑکے کا دوستانہ ہے، جب مستحق زکوٰۃ کا لڑکا صاحب نصاب سے ملنے گیا تو صاحب نصاب نے اس لڑکے سے یہ کہا کہ تمہارے والد صاحب کا یہ خط آیا ہے، یہ لڑکا سرکاری ملازم بھی ہے، جو ۱۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ تنخواہ پاتا ہے، اور والد ابھی ہے، اور والد صاحب کا قرضہ ادا کرنے میں والد صاحب کا کوئی تعاون نہیں کرتا بلکہ اس خط کی فوٹو کاپی کرا کے عام لوگوں کو سنایا جس کی وجہ سے بوڑھا باپ رسوا ہوا لڑکے کے لئے باپ کے حق میں ایسا کرنا کیسا ہے؟ اہل نصاب کا کسی کو مستحق زکوٰۃ کا خط پڑھوانا یا سنا ناجائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: حاجی عبدالرحمن، ردر پور، ضلع رام پور،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو آدمی ۲۵، ۳۰ بیگہ زمین کا مالک ہے اور بیٹا دس پندرہ ہزار روپیہ تنخواہ پر ملازم ہے اس کا قرضہ ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ پہلے اپنے سارے سرمایہ سے قرضہ ادا کرے گا، اور یہ کہنا درست نہیں کہ زمین کے خریدار نہیں ہیں، زمین کے خریدار اس لئے نہیں مل رہے ہوں گے، کہ زمین جس معیار کی ہوگی اس سے زیادہ پیسہ مانگا جا رہا ہوگا، نیز زمین کے ذریعہ قرضہ ادا کیا جاسکتا ہے، نیز زمین کے لوگوں کا قرضہ ہے زمین کے معیار کے مطابق قیمت لگا کر ان کے نام فروخت کر دی جائے۔

عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة، وخذ الغني،

النسخة الهندية ۱/ ۲۳۱، دارالسلام رقم: ۱۶۳۴، سنن ابن ماجه، الزكاة، باب من سأل

عن ظهر غنى، النسخة الهندية ۱/ ۱۳۲، دارالسلام رقم: ۱۸۳۹)

وإن كان أحدهما عيناً والآخر موصوفاً في الذمة فإن جعل العين

منهما مبيعاً والدين ثمناً جاز. (عالمگیری، کتاب البیوع، الفصل الثالث، فی معرفة

المبيع والثلث والتصرف فيهما قبل القبض زکریا دیوبند ۳/ ۱۳، جدید ۳/ ۱۵)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان . (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصروف، فبیل مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة زکریا دیوبند ۳/۲۹۵، ۲۹۶، کراچی ۲/۳۴۷)

نیز جس سے زکوٰۃ کا پیسہ مانگا گیا ہے ایسے صاحب نصاب جائیداد شخص کے بارے میں اس نے اگر تحقیقات کی ہیں، تو یہ کوئی بری بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ شعبان ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۹۲/۳۸)

غیر صاحب نصاب جائیداد کے مالک کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ ایسے لوگوں کو دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ جو صاحب جائیداد ہوں مگر وہ اتنا روپیہ نہیں رکھتے جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے؟

المستفتی: روشن جہاں، ابو منصور کمپنی، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کوئی زیور وغیرہ بھی اتنا نہ ہو جس سے صاحب نصاب بن جائے، لیکن ایسے صاحب جائیداد شخص کی شایان شان نہیں ہے، کہ وہ دوسروں کے اموال کا میل (زکوٰۃ) کھائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورة التوبة: ۶۰)

عن سعيد بن جبیر قال: يعطى من الزكاة من له الدار والخادم والفرس وأخرج أيضا، عن شبيب بن عبد الملك قال: سألت مقاتل بن حيان عن رجل في الديوان له عطاء وفرس، وهو محتاج، أعطيه من الزكاة،

قال: نعم . (المصنف لابن أبي شيبة ، الزكاة، من له دار وخدام يعطى من الزكاة، مؤسسه

علوم القرآن ۶/۵۱۷، رقم: ۱۰۵۱۶، ۱۰۵۱۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۷۸/۲۵)

مالداروں کے گھر رہنے والی غریب لڑکی کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی جو غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، وہ ہمارے ساتھ رہتی ہے، اسکی ساری ضرورتیں تعلیم کھانے پینے اور دیگر خرچ کی ذمہ داری ہماری ہے کیا اس کی ضرورتوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

المستفتی: محمد ناصر، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر وہ لڑکی مستحق زکوٰۃ ہے، تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ اگر وہ لڑکی آپ کے یہاں کام کرتی ہے، تو زکوٰۃ کے پیسے سے اس کو اجرت دینا درست نہیں ہے، ہاں البتہ اس کی اجرت کے علاوہ الگ سے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے، اور ایسا کرنا درست نہیں ہے کہ آپ اس سے گھر کی نوکرائی بنا کر کام لیتے رہیں، اور اس کی ضروریات کی تمام چیزیں مد زکوٰۃ سے ادا کرتے رہیں، اور اسی کی بنا پر وہ آپ کے یہاں نوکرائی بن کر رہ رہی ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کے پیسے اجرت میں شمار ہو جائیں گے۔

لشخص مخصوص هو أن يكون فقيراً ونحوه من بقية المصارف

غير هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله

تعالیٰ . (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، کتاب الزکاة دار الکتاب دیوبند ۷۱۴/۷،

قدیم / ۳۸۹، البناہ، الزکاة، اشرفیہ دیوبند ۳/۲۸۸، ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول

زکریا دیوبند ۱/۱۷۰، جدید ۱/۲۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۳/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ صفر ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۳/۸۷)

حج کیلئے زکوٰۃ کا سوال کرنا

سوال: [۴۳۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی حافظ یا مولوی قاری ہو کر حج کے لئے زکوٰۃ کا سوال کرے تو کیا ان کو زکوٰۃ حج کیلئے دینا جائز ہے یا نہیں اور اس کا سوال کرنا ٹھیک ہے یا غلط؟

المستفتی: محمد عثمان فینسی کارنر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی بھی غیر مصرف اور غیر مستحق کیلئے زکوٰۃ کا سوال کرنا جائز نہیں ہے، زکوٰۃ صرف فقراء کا حق ہے، حج کو جانے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ مانگنا مشروع نہیں ہے۔

ذهب جمهور العلماء إلى أنه لا يجوز الصرف في الحج من الزكاة لأن

سبيل الله في آية مصارف الزكاة مطلق وهو عند الإطلاق ينصرف إلى الجهاد

في سبيل الله. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۳/۳۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۳/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶۱/۷۵۶۸)

ناہینا حاجی کی مدد کیلئے بینا کو زکوٰۃ کی رقم سے بھیجنا

سوال: [۴۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک نابینا شخص حج کو جانا چاہتا ہے، اس کی مدد کیلئے ایک صاحب زکوٰۃ کے پیسے سے ایک نابینا شخص کو بھیجنا چاہتے ہیں، تو کیا اس آدمی کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

المستفتی: محمد حنیف، پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ کی رقم سے کسی کو حج کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ منشاء زکوٰۃ کے خلاف ہے، اسلئے کہ زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ مال زکوٰۃ کو فقیر کی ملکیت میں پورے طور پر منتقل کر دیا جائے، اور اس کے بعد اس زکوٰۃ دینے والے کا اس میں کوئی دخل نہ ہو، اور وہ فقیر جہاں چاہے اسے اپنی مرضی سے خرچ کرے خواہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے یا اس سے حج کرے لیکن اس رقم سے حج کرانے کا مطلب یہ ہے کہ اس زکوٰۃ میں فقیر کو آ زادانہ تصرف کا حق نہیں دیا گیا ہے، لہذا ایسی صورت میں زکوٰۃ کے ادا ہونے میں بھی تردد ہوتا ہے، اسلئے زکوٰۃ کے پیسے سے کسی کو حج نہ کرایا جائے، بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ اپنی جیب خاص اور مد تعاون سے حج کرائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۱/۶۱۰۲)

تبلیغ والوں کو مد زکوٰۃ سے کھانا کھلانا

سوال: [۴۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) یہ کہ مراد آباد میں تبلیغی جماعتیں آتی رہتی ہیں، ہر ہفتہ بروز جمعرات قریب نماز مغرب ساری جماعتیں مسجد سرائے پختہ مرکز تبلیغ مراد آباد میں آجاتی ہیں بعد نماز عشاء سب کو فری کھانا دیا جاتا ہے، جماعتیں ۴۸/میل سے کم کی بھی ہوتی ہیں، اور ۴۸/میل سے زیادہ کی

بھی ہوتی ہیں، کبھی کبھی غیر ملکی جماعتیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے جس طرح طلباء مدارس اسلامیہ کیلئے مطبخ کا خرچہ مد زکوٰۃ سے کیا جاتا ہے کیا ان جماعتوں کے کھانے کا خرچہ مد زکوٰۃ سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہ اس میں مخیر صاحبان کی زکوٰۃ بلاشبہ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

(۳) یہ کہ اس کھانے میں مقامی انتظامیہ صاحبان کا شریک ہو کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز، سابق بزاز حال،

ظروف مرچنٹ بازار، شاہی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) سائل کا مقصد سوالنامہ میں ذکر کردہ لوگوں کا

ابن السبیل کے دائرہ میں داخل ہونا ہے، قرآن کریم میں جو ابن سبیل کا لفظ آیا ہے، اس کا مصداق ہر قسم کا مسافر نہیں ہے، بلکہ صرف وہ مسافر مراد ہے، کہ جس کے پاس حالت سفر میں اپنی ضروریات کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اور جس مسافر کے پاس بقدر ضرورت روپیہ وغیرہ ہو وہ ابن السبیل کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، اس لئے تبلیغ والوں کو ابن السبیل یا فی سبیل اللہ کے دائرہ میں داخل سمجھ کر ان کو مد زکوٰۃ سے کھانا کھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: معارف القرآن ۴/۲۰۹)

عن الضحاک فی رجل سافر وهو غني فنقد ما معه فی سفره

واحتراج، قال: يعطى من الصدقة فی سفره، لأنه ابن سبیل. (مصنف ابن أبي

شيبه، الزکاة، ما قالوا فیما رخص فیہ من المسألة لصاحبها ۳۷/۷، رقم: ۱۰۷۸۹)

وفی کتاب علی بن صالح الجوزجانی أن ابن السبیل هو الذی

لا یقدر علی ماله وهو غني، ولو یقدر علی أن یتقترض، فالقرض خیر له

من قبول الصدقة، وإن قبل الصدقة أجزی أن یعطیه. (الفتاویٰ التاتارخانیہ،

کتاب الزکاة، الفصل الثامن فی من توضع فیہ الزکاة، زکریا ۳/۲۰، رقم: ۴۱۱۳۵)
 (۲) ایسی صورت میں مختیر حضرات کی زکوٰۃ ادا ہونے میں واقعی شبہ اور تردد باقی
 رہ جاتا ہے۔

(۳) مقامی صاحب نصاب حضرات کا شریک ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورة التوبة: ۶۰)

عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ قال : لا تحل الصدقة لغني ، الحديث :

(سنن الترمذی، الزکاة، باب ماجاء من لا تحل له الصدقة النسخة الهندیہ ۱/۴۱،

دارالسلام رقم: ۶۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۶۵)

ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے زکوٰۃ و صدقہ دینا

سوال: [۴۳۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا دہلی کے میڈیکل کالج میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، وہ قوم کا سید نہیں تھا، اسکے والد کا انتقال ہو چکا ہے، رہنے کیلئے ذاتی مکان ہے، اسکے علاوہ کچھ زمین اور جائداد بھی ہے، جس کی تقسیم ابھی ورثاء میں نہیں ہوئی ہے، اسکے پاس تعلیم کے اخراجات پورے کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہے، اس لڑکے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد احمد، فیض گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مذکورہ لڑکے کا حصہ اور اسکے حصہ کی جائداد کی آمدنی نصاب کی مقدار کو پہنچ جاتی ہے، تو اس کو زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ دینا شرعاً جائز

نہیں ہے، اور اگر نصاب کی مقدار کو نہیں پہونچتی ہے تو جائز ہے اور جائیداد کا تقسیم نہ ہونا کوئی عذر نہیں ہے، منافع لازمی تقسیم ہو سکتے ہیں۔

سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولا تكفي لنفقتها ونفقہ عياله سنة يحل له أخذ الزكوة وإن كانت قيمتها تبلغ ألفاً وعليه الفتوى، وعندهما لا يحل الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصرف، قبیل مطلب فی جہاز المرأة هل تصير به غنية زكريا ديو بند ۳/۲۹۶، کراچی ۲/۳۴۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ رمضان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۹۶/۲۵)

صاحب نصاب کو علاج کے لئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے پاس پانچ ہزار روپیہ نقد ہیں، اور وہ بیمار ہے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، علاج کیلئے ڈاکٹر اس کو علاج کیلئے دس ہزار روپیہ بتاتا ہے، جو کہ اس کے پاس نہیں ہیں، صرف پانچ ہزار روپے ہیں تو کیا اس شخص کے پاس پانچ ہزار نقد موجود ہونے کے باوجود اس کو مد زکوٰۃ سے پانچ ہزار روپیہ دیئے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

المستفتی: عبد اللہ مظفر ٹکری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مسئلہ میں اگر شخص مذکور کے پاس بقدر نصاب روپے موجود ہیں، تو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اسکی صورت یہ ہوگی کہ وہ اپنا علاج کرائے اور جب کل روپے یا اتنے روپے خرچ ہو جائیں کہ وہ بقدر نصاب مالک ہی نہ

رہے، تو اسکو مد زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور اس کے لئے لینا بھی جائز ہو جائیگا، یا یوں کرے اولاً پانچ ہزار روپیہ قرض لے کر علاج کرے اور علاج کے بعد قرض ادا کرنے کیلئے مد زکوٰۃ سے اسکو پانچ ہزار روپیہ دیدے۔

مصرف الزکوٰۃ (إلى قوله) هو فقير وهو من له أدنى شيء ومسكين من لا شيء له . (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، زکریا دیوبند ۲۸۳/۳، ۲۸۴، کراچی ۳/۳۳۹، عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف ۱۸۷/۱، جدید ۱/۲۴۹)

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب، وإن كان صحيحاً مكتسباً. (عالمگیری، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱)

مديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه . (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصارف زکریا دیوبند ۳/۲۸۹، کراچی ۲/۴۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۵/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۵۴/۲۹)

غریب مریض کے علاج و معالجہ کے لئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا مد زکوٰۃ سے غریب نادار کینسر کے بیماروں کی دوا علاج کے لئے دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک ہسپتال بمبئی میں وکرنائٹک میں اس خدمت کو انجام دے رہا ہے۔

المستفتی: عبدالحق، محلہ اصلت پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غریب نادار مریضوں کو مالکانہ قبضہ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اس کے بغیر ہسپتال وغیرہ میں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، نیز وہاں بدعنوانیاں بھی ظاہر ہیں۔

عن الشعبي ، أن شريحاً ومسروقاً كانا لا يجيزان الصدقة حتى تقبض. (مصنف عبد الرزاق ، باب لا تجوز الصدقة إلا بالقبض ، المجلس العلمي ۹/۱۲۱ ، رقم: ۱۶۵۹۱)

يشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد الخ. (الدر المختار ، كتاب الزكاة ، باب المصرف زكريا ديو بند ۳/۲۹۱ ، كراچی ۲/۳۴۴ ، مصري ۲/۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رمضان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۱/۲۳)

صدقات و زکوٰۃ ہسپتال میں صرف کرنا

سوال: [۴۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مراد آباد میں ایک ہسپتال ہندو حضرات کے زیر اہتمام ان کے چندہ اور گورنمنٹ کی امداد سے بن رہا ہے، مریضوں کو بغیر کسی فیس کے دیکھا جاتا ہے، اور علاج بھی ہو رہا ہے، اس ہسپتال کی تکمیل کے بعد مریضوں کو دہلی آنے جانے کی ضرورت نہیں رہے گی، معلوم یہ کرنا ہے، کہ ایسے ادارہ میں جو رفاہ عام کے طور پر ہو کسی مسلمان کو بغرض خدمت خلق اور بہ نیت ثواب اس کی خدمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے فوراً براہ کرم مطلع فرما کر رہبری فرمادیں۔ آپ کا ممنون ہوں گا؟

المستفتی: احقر ظفر حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ ادارے میں بغرض خدمت خلق زکوٰۃ و صدقہ فطر کے ذریعہ خدمت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اس میں دینے سے زکوٰۃ و صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔ ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر ولا يصرف إلى

بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وتحتة في الشامية : كبناء القناطر والسقايات ، وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد ، وكل مالا تملك فيه الخ . (الدر مختار مع الشامی ، كتاب الزكاة ، باب المصروف زكریا دیوبند ۳/۲۹۱ ، کراچی ۲/۳۴۴)

ہاں البتہ بغرض خدمت خلق بنیت ثواب نفلی امداد کی گنجائش ہے! لیکن وہ ثواب حاصل نہیں ہو سکتا جو مسلم ادارے میں دینے سے حاصل ہو سکتا ہے! (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۷۷، معارف القرآن ۸/۴۰۶، مطبوعہ ربانی بکڈ پو، مالا بدمنہ/۱۱۳، مطبوعہ نامی بکھنؤ) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۹۹/۲۵)

زکوٰۃ کی رقم غریبوں کیلئے تیار شدہ ہوسپٹل میں لگانا

سوال: [۴۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس ہوسپٹل کی عمارت میں غریبوں کی دوائیاں اور دیگر ضروریات مثلاً دوائی بغیر پیسے ہے، اور کمرے کی رہائش وغیرہ کا کوئی کرایہ غریب مریض سے نہیں لیا جاتا ہے، مزید بات یہ ہے کہ ان تمام اخراجات سے ہوسپٹل گیارہ لاکھ کا مقروض ہو چکا ہے، تو کیا اس ہوسپٹل میں زکوٰۃ کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے، کہ نہیں اور اگر کسی نے لگا دیا تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، چاہے ہسپتال مقروض ہو گیا ہو، اگر اس میں زکوٰۃ کا پیسہ لگایا جائے، تو زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور جس نے ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ دیا ہے اس پر دوبارہ اپنی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، حتیٰ کہ مسجد میں لگانے سے بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے۔

عن الثوری قال: الرجل لا يعطى زكاة ماله.... في كفن ميت ولا دين ميت، ولا بناء مسجد، ولا شراء مصحف، الحديث: (مصنف عبد

الرزاق ، کتاب الزکاة، باب لمن الزکاة، المجلس العلمی بیروت ۴/ ۱۱۳، رقم: ۷۱۷۰)
 ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة ولا يصرف إلى بناء نحو
 مسجد وفي الشامية كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى
 الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب
 المصروف ، کراچی ۲/ ۳۴۴، زکریا ۳/ ۲۹۱)

وعلى هذا يخرج صرف الزكاة، إلى وجوه البر من بناء المساجد
 والرباطات والسقايات وإصلاح القناطر وتكفين الموتى ودفنهم أنه
 لا يجوز، لأنه لم يوجد التمليك أصلاً. (بدائع الصنائع ، کتاب الزکاة، فصل فی
 ارکان الزکاة، زکریا ۲/ ۱۴۲)

ولا تصرف في بناء مسجد وقنطرة ورباط ولا يبنى بها
 قبر، ولا يقضى بها دين ميت، ولا يعتق عبد ولا يكفن ميتا. (الفتاویٰ التاتار
 خانية ، کتاب الزکاة، الفصل الثامن ، فی من توضع فيه الزکاة، زکریا ۳/ ۲۰۸، رقم:
 ۱۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۳ شوال ۱۴۱۲ھ
 (الف توئی نمبر: ۳۶۵۸/۳۱)

صاحب نصاب فقیر برادری کے افراد کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 ہمارے علاقہ میں پرانی رسم چل رہی ہے، کہ لوگ صدقہ فطرہ اپنے یہاں کے فقیروں کو
 دیتے ہیں، جو ایک ذات یا برادری کے نام سے جانی جاتی ہے، جو میاں خاندان کے نام
 سے مشہور ہے ہو سکتا ہے، کہ کسی زمانہ میں واقعۃً یہ لوگ اس لائق ہوں کہ جن کی زکوٰۃ
 فطرہ وغیرہ کے ذریعہ سے مدد کی جاسکے لیکن اس وقت ان کی حیثیت مالی اعتبار سے زیادہ

اچھی نہ صحیح مگر پھر بھی متوسط درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا کسی قسم کے صدقات دینا درست ہے؟ اور کیا دینے والوں کو ثواب ملیگا، اور کیا ایسی ہی حالت رشتہ دار کی ہو تو اسے دینا درست ہے؟

المستفتی: ابوالکلام، سدھارتھ نگری۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا مصرف فقراء اور مساکین ہیں، اگر آپ کے رشتہ دار اور سوالنامہ میں ذکر کردہ افراد صاحب نصاب ہیں، جیسا کہ سوالنامہ سے پتہ چلتا ہے، اور ان کے صاحب نصاب ہونے کا علم پہلے سے ہے، تو انہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور نہ ہی انہیں دینے سے زکوٰۃ کا فریضہ ذمہ سے ساقط ہوگا، ایسے رشتہ داروں اور لوگوں کی صدقات نافلہ کے ذریعہ مدد کرنی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶/۲۰۲، ۶/۲۱۱)

عن عبد الله بن عمرو، عن النبي ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي. (سنن أبي داود، الزكاة، بایمن يعطى من الصدقة وحد الغني، النسخة الهندية ۱/۲۳۱، دارالسلام رقم: ۱۶۳۴، مصنف عبد الرزاق، الزكاة، باب كم الكنز ولمن الزكاة، المجلس العلمي ۴/۱۱۰، رقم: ۷۱۵۵، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۶/۲۳۸، رقم: ۲۲۷۱، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۴/۱۴، رقم: ۳۵۰۴، ۸/۱۳، رقم: ۲۰)

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، قبيل مطلب في الجهاز هل تصير به غنيه، زكريا ديوبند ۳/۲۹۵، ۲۹۶، کراچی ۲/۳۴۷)

وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني لأنها تجري مجرى الهبة. (بدائع الصنائع، كتب الزكاة، باب مصارف الزكاة، زكريا ديوبند ۲/۱۵۷) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/رجب ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۲۰/۳۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۴/۱۴۲۳ھ

سود یا زکوٰۃ کی رقم سے موٹر لگوانا

سوال: [۴۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت صاحب حیثیت رہی ہے، لیکن کافی عرصہ سے اس کے شوہر کا کام خراب ہو گیا ہے، اور قرض دار ہے جسکی وجہ سے وہ بہت تنگ حال ہے اسکی عورت کا زیور بھی گروی ہے، البتہ سات تولہ یا کچھ زیادہ زیورات بھی اس کے پاس ہیں، اس کو پانی کی بہت تکلیف ہے اوپری منزل ہے پانی نہیں پہنچتا اسکی بہن بینک کے سود سے اس کے یہاں موٹر لگانا چاہتی ہے، اس کیلئے کیا حکم ہے اور اگر زکوٰۃ اس پر خرچ کی جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: فرحت جہاں، محلّہ قانون گویاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جتنا اس پر قرض ہے اس کو منہا کرنے کے بعد موجودہ زیور و نقدی ملا کر چاندی کے نصاب کو اگر پہنچ جاتا ہے، تو اس کو زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز نہیں ہے اور اگر نصاب کے بقدر باقی نہیں رہتا ہے، تو اس کو زکوٰۃ کے پیسہ سے امداد کرنا جائز ہے، اور اگر بالکل نہیں بچتا ہے، تو سود کا حرام اور خبیث پیسہ بھی اس کو دیا جاسکتا ہے، اور اس سے وہ پانی کا ٹل وغیرہ لگا سکتی ہے۔

عن عطاء بن یسار، أن رسول الله ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني،

إلا لخمسة: لغاز في سبيل الله، أو العامل عليها، أو لغارم، الحديث: (سنن

أبي داود، كتاب الزكاة، باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني، النسخة الهندية

ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ الخ. (الدرالمختار، کتاب

الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۸۹، کراچی ۳/۲۴۳)

ومنها الغارم: وهومن لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه .

(ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰، تبیین

الحقائق، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۲/۱۱۵، مراقی الفلاح مع حاشیہ،

کتاب الزکاة، باب المصرف دارالکتاب دیوبند/۷۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۸۴/۲۷)

زکوٰۃ کی رقم تجہیز و تکفین میں خرچ کرنا

سوال: [۴۳۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ

کا پیسہ کسی قریبی رشتہ دار مردے کے گور و کفن میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد جاوید اختر، محلہ مقبرہ دوئم،

حظیرے والی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جائز نہیں ہے۔

عن الثوری قال: الرجل لا يعطى زكاة ماله.... في كفن ميت ولا

دين ميت، ولا بناء مسجد، ولا شراء مصحف، الحديث: (مصنف عبد

الرزاق، کتاب الزکاة، باب لمن الزکاة، المجلس العلمی بیروت ۴/۱۱۳، رقم: ۷۱۷۰)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة كما مر لا يصرف إلى

بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه الخ. (الدرالمختار مع الشامی،

کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴)

ولا يجوز أن يكفن بهاميت ولا يقضى بها دين الميت كذا في التبيين.

(ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، زکریا دیوبند ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰)

ولا تصرف فی بناء مسجد وقنطرة، ولا یسنی بها قبر، ولا یقضى

بها دين ميت، ولا یعق عبداً، ولا یکفن میتاً. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب

الزکاة، الفصل الثامن فی من توضع فیہ الزکاة، زکریا دیوبند ۳/۲۰۸، رقم: ۴۱۴۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۷/۲۴)

ڈپوزٹ میں دینے کیلئے زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آجکل

مہنگائی ہمارے یہاں اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک معمولی رہنے کا مکان کا خریدنا بھی ہر ایک کے

بس میں نہیں اسلئے یہاں کے غریب مسلمان پکڑی سے خریدنے سے قاصر ہیں، اور مجبوراً

ڈپوزٹ میں مکان رکھ لیتے ہیں، اور بعضوں کو تقریباً ۴۰ سے ۵۰ ہزار تک ڈپوزٹ دینا

پڑتا ہے، اور وہ بھی یہی زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے ڈپوزٹ سے مکان رکھتے ہیں، اور اپنی پوری

پونجی اسی میں لگا دیتے ہیں، اور ہاتھ میں بالکل نقد رقم نہیں رہتی ہے، گو کہ ڈپوزٹ کی رقم بطور

امانت جمع رہتی ہے، لیکن اگر یہ غریب شخص اپنی ڈپوزٹ کی رقم لے لیتا ہے، تو اس کا پورا کنبہ

گھر سے باہر ہو جاتا ہے، اور اس کے گھر انہ کیلئے رہنے کی ضرورت جو اس کیلئے از حد ضروری

ہے، رہ جاتی ہے، اسلئے ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ڈپوزٹ میں رکھی ہوئی

رقم ضرورت رہائش کیلئے ہے، اور یہ رقم ضرورت سے زائد نہیں ہے؟

ہمارے ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۴۰ ہزار تک ہوتی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مذکورہ میں مکان لینے والے کے پاس بقدر نصاب رقم موجود ہو یا بقدر نصاب رقم ڈپوزٹ میں دے چکا ہو جو واپس ملنے والی ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں، لیکن اگر نصاب کے بقدر مال اس کے پاس نہ ہو اور نہ ڈپوزٹ میں دی ہو تو وہ زکوٰۃ کی رقم لے سکتا ہے، پھر مکان مالک کو ڈپوزٹ میں دے سکتا ہے۔
(قوله والفقير له أدنى شيء) وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب

غير تام وهو مستغرق في الحاجة . (فتح القدیر، کوئٹہ ۲/۲۰، زکریا دیوبند ۲/۲۶۰، البحر الرائق، زکریا دیوبند ۲/۴۱۹، کوئٹہ ۲/۲۴۰، الدر المختار مع الشامی، زکریا ۳/۲۸۳، کراچی ۲/۳۳۹، بدائع الصنائع، زکریا ۲/۱۴۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲ شعبان ۱۴۱۹ھ

۱۴۱۹/۸/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۷۵/۳۴)

زکوٰۃ کی رقم کمیٹی کی رجسٹری وغیرہ میں صرف کرنا

سوال: [۴۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں سالانہ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہوں مدارس کیلئے نیز غرباء و مساکین کو ادائیگی کے لئے ایک شخص کو وکیل بنادیتا تھا، تاکہ وہ اپنی تحقیق کی بنیاد پر غرباء پر زکوٰۃ کی رقم صرف کر دے اب تک اس طرح ادائیگی ہوتی رہی لیکن اس سال میں نے ارادہ کیا ہے، کہ ایک کمیٹی اپنی نجی بنا کر رجسٹریشن کرا کر صرف اپنی ہی رقم اس رجسٹرڈ کمیٹی کی نگرانی میں غرباء پر صرف کریں تاکہ ایک باقاعدہ نظام کے تحت ادائیگی ہو جائے، رجسٹرڈ کمیٹی اس لئے کرانا چاہتا ہوں تاکہ کوئی اختلاف نہ ہو کام کرنے والوں میں چونکہ میں خود اپنی مشغولی میں رہتا ہوں، اسلئے پوچھنا یہ ہے کہ کمیٹی کے رجسٹرڈ کرانے و کرایہ بھاڑا کے جملہ اخراجات اسی مذکوٰۃ سے کر سکتا ہوں یا الگ سے اخراجات پورے کریں نیز اگر ایک شخص کو مستقل اسی کام پر لگادیا جائے، تاکہ وہ

بہر زکوٰۃ مستحق کو پہونچا دے اس کی تنخواہ الگ سے دیں یا اسی رقم سے؟ جواب تحریر فرمادیں۔
المستفتی: محمد انیس، سائنڈی، ہر دوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ سوال میں زکاۃ کی رقم کو کمیٹی کے رجسٹرڈ کرانے اور کرایہ وغیرہ کے جملہ اخراجات پورا کرنے میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے مذکورہ ملازم کو تنخواہ دینا بھی جائز نہیں ہے، اگر ایسا کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة، لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وکل مالاً تمليك فيه. (در مختار مع الشامی، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، کراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۳/۲۹۱) قوله لشخص مخصوص هو أن يكون فقيراً ونحوه من بقية المصارف غيرها شمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ.

(طحاوی علی المراقی، دارالکتاب دیوبند/۷۱۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۰۸/۳۹)

صدقات واجبہ کی رقم سے بیت المال کی رسید چھوانا

سوال: [۲۳۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک ادارہ کے تحت بیت المال قائم ہے، اس کا مقصد علاقہ کے غرباء کے مریضوں کے علاج اور مسکین بچوں کی تعلیم کیلئے رقم فراہم کرنا ہے، اور یہ رقم زکوٰۃ صدقۃ الفطر اور چرم قربانی سے فراہم ہوتی ہے، آیا اس بیت المال کی اس رقم سے بیت المال کے لئے رسید چھوانا قربانی کیلئے چھری تیز کروانے اور کھال وصول کرنے والوں کی اجرت وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ تشریح کے ساتھ جواب دیں؟

المستفتی: ریاض احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم سے بیت المال کیلئے رسید چھپوانا چھری تیز کروانے اور کھال وصول کرنے والوں کو اجرت دینا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم کے مستحق فقراء اور مساکین ہیں۔

ویشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة. (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصرف کراچی ۲/۳۴۴، ذکر یا ۱/۳۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۸/۳/۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۱۲/۳۸)

زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کرنا

سوال: [۴۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زکوٰۃ، فطرہ صدقہ کی رقم سے مسافر خانہ تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعظیم، مسجد بساتین، ٹولگڑھ، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ واجبہ کی رقم مسافر خانہ کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

عن الثوری قال: الرجل لا يعطى زكاة ماله في كفن ميت ولا

دين ميت، ولا بناء مسجد، ولا شراء مصحف، الحديث: (مصنف عبد

الرزاق، کتاب الزکاة، باب لمن الزکاة، المجلس العلمی بیروت ۴/۱۱۳، رقم: ۷۱۷۰)

ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد وتحتة في الشامية كبناء القناطر

والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار الخ. (الدر المختار مع الشامی،

کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا ۳/۲۹۱، کراچی ۲/۳۴۴، ذکر یا ۱/۳۹۱)

وعلى هذا يخرج صرف الزكاة إلى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات ، والسقايات وإصلاح القناطر وتكفين الموتى ودفنهم أنه لايجوز ، لأنه لم يوجد التملك أصلاً . (بدائع الصنائع ، كتاب الزكاة ، فصل فى ركن الزكاة، ۲/ ۱۴۲)

ولا تصرف فى بناء مسجد وقنطرة ، ولا يبنى بها قبر ، ولا يقضى بها دين ميت ، ولا يعتق عبد ، ولا يكفن ميتاً . (الفتاوى التاتار خانية ، كتاب الزكاة ، الفصل الثامن فى من توضع فيه الزكاة ، ذكرى ديو بند ۳/ ۲۰۸ ، رقم : ۴۱۴۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۰۲/۲۸)

زکوٰۃ کی رقم سے تعمیرى قرض کی ادائیگی

سوال: [۴۳۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مدرسہ کے ذمہ داران نے ادارہ کی تعمیرى ضرورت کیلئے ایک صاحب خیر سے قرض لیا اور ضرورت بھر کی تعمیر کر لی گئی اب کافی عرصہ ہو گیا مدرسہ کے پاس عطیہ اور تعمیر کی مد میں کوئی آمدنی نہیں ہو پا رہی ہے، مطبخ اور تنخواہوں کی ضروریات بھی بڑی مشکل سے پوری ہو رہی ہیں، تو کیا مذکورہ کی رقم سے تملیک کے بعد تعمیرى قرض کی ادائیگی کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

المستفتی: ظہیر احمد قاسمی، ناظم:
مدرسہ بحر العلوم، سائڈہ، سیٹاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شرعاً ایسا قرض لینا جائز نہیں ہے، جس کی

ادائیگی کے لئے پہلے سے کوئی اسباب موجود نہ ہوں، اگر اس طرح کی اجازت مل جائے کہ قرض لے کر تعمیر کر لی جائے، اور اسکے بعد زکوٰۃ کے پیسے سے تعمیری قرض ادا کیا جائے تو یہ ایک ایسا حیلہ ہے جس کے ذریعہ زکوٰۃ کے مستحقین کی حق تلفی لازم آتی ہے، پھر یہ سلسلہ مدارس سے تجاوز کر کے اسکولوں اور ہسپتالوں میں بھی جاری ہو جائیگا، اس لئے اس قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم کے بجائے امداد ہی کی رقم سے کرانی ضروری ہے اور اس مقصد کیلئے حیلہ تملیک کرنا درست نہیں ہے۔

وقال محمدٌ يكره لمافيه من القصد إلى إبطال حق الفقراء بعد

وجود سببه. (عمدة القارى، كتاب الحيل، باب فى الزكاة، داراحياء التراث العربى بيروت ۱۱/۲۴، زكريا ديوبند ۲۳۹/۱۶)

وإن كانت لإبطال حق مسلم فلا بل هي إثم وعدوان. (فتح البارى،

كتاب الحيل، دارالريان للتراث ۱۲/۳۴۲، ۱۲/۳۲۶)

وما احتال به حتى يبطل حقاً أو يحق باطلاً أو ليدخل به شبهة فى حق

فهو مكروه. (فتح البارى، كتاب الحيل، باب فى الزكاة، دارالريان للتراث بيروت ۱۲/۳۴۷، اشرفيه ديوبند ۱۲/۴۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/زیقعدہ ۱۴۳۰ھ

۱۴۳۰/۱۱/۲۳

(الف توئی نمبر: ۹۸۱۸/۳۸)

کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال: [۴۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک

مسلمان بے روزگار ہو اور پہاڑ برابر قرض میں مبتلا ہو بے روزگاری اور تنگی کی بہت زیادہ کیفیت ہو اور قرض دینے والے اسے بہت زیادہ پریشان کر رہے ہوں، تو کیا اس حالت میں وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اور کیا زکوٰۃ کا پیسہ لیکر قرض ادا کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: افسر علی، بارہ درہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ پر غور کیا گیا اس کے بعد شرعی حکم واضح

کیا جا رہا ہے، ہمارے مراد آباد میں قرض کے شکار دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

(۱) ایک وہ غریب اور محنت کش لوگ ہیں، جو اپنی محنت و مزدوری اور معمولی کاروبار سے گزارہ کر رہے ہیں، اور بے روزگاری کی وجہ سے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے دوسروں سے قرض لیکر بچوں کی روٹی روزی کا انتظام کرتے ہیں، اور پھر محنت و مزدوری کے پیسے قرضہ کی ادائیگی کیلئے نہیں ہو پاتے تو ایسے لوگوں کے قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا اور ان کا زکوٰۃ لیکر اپنا قرض ادا کرنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے۔

(۲) دوسرے قسم کے قرضدار وہ لوگ ہوتے ہیں، جو بڑے اور اونچے کاروبار کرتے ہیں، اور سرمایہ داری اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے کبھی سرکار سے قرض لیتے ہیں، اور کبھی سرمایہ دار دوستوں سے قرض لیتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ نہیں ہوتا ہے، کیونکہ وہ فقراء اور غرباء کا حق ہے، اور بسا اوقات لوگ ایسا بھی کرتے ہیں، کہ کوئی چیز مہنگے ریٹ میں ادھار میں خریدتے ہیں، اور پھر نقد میں سستی بیچتے ہیں، مثلاً کوئی چیز ۲۲۰ روپے ادھار میں خرید کر ۲۰ روپیہ کا نقصان اٹھا کر ۲۰۰ روپیہ میں فروخت کر دیتے ہیں، تاکہ نقد پیسہ ہاتھ میں آجائے، اور اس طرح کرتے ہوئے دسیوں لاکھ روپیہ اپنے اوپر قصداً قرض میں چڑھا لیتے ہیں، یہ ضرورت کا قرض نہیں ہے بلکہ بالقصد دوسروں کے پیسے کو ہڑپ کرنا ہے، پھر اس طرح کے قرض لینے کے بعد دوسرے سرمایہ داروں سے اس قرض کی ادائیگی کیلئے دسیوں لاکھ کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا ناجائز اور فقراء و مستحقین کی سخت ترین حق تلفی ہے، اس طرح قرض لینے والے اپنی جائیداد اپنا گھر سب کچھ بیچ کر اپنا قرض ادا کریں۔

عن عبد الله رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من اقتطع مال امرئ مسلم بيمين كاذبة، لقي الله وهو عليه غضبان، قال عبد الله: ثم قرأ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، مصداقه من كتاب الله تعالى: إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمناً قليلاً، أولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله. (الآية: بخاری شریف، ابواب التفسیر، باب قول الله تعالى: وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها

ناظره ۲/۱۱۰۹، رقم: ۷۱۴۵، ف: ۷۴۴۵)

عن أبي أمامة أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقد أوجب الله له النار، وحرم عليه الجنة، فقال له رجل: وإن كان شيئاً يسيراً يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: وإن قضيباً من أراك. (مسلم شریف، كتاب الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم يمين فاجرة بالنار، النسخة الهندية ۱/۸۰، بيت الأفكار رقم: ۱۳۷، نسائی شریف، القضاء في قليل الماء وكثيره، النسخة الهندية ۲/۲۶۳، دار السلام رقم: ۵۴۱۹، سنن الدارمي دار المغني ۳/۱۶۹۶، رقم: ۲۶۴۵،

مسند أحمد بن حنبل ۵/۲۶۰، رقم: ۲۲۵۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۰ھ/۸/۱۹

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ شعبان ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۸۷)

کیا مقروض مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال: [۴۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں محمد الیاس کچھ عرصہ قبل کافی مقروض ہو گیا، اور کوئی کام بھی نہیں چل رہا ہے، ۸ ماہ سے مکان کا کرایہ ادا نہیں کر سکا ہوں سخت ضرورت مند ہوں قرضہ ادا کرنے کی کوئی صورت بظاہر نہیں ہے، تو آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا اہل خیر حضرات کی زکوٰۃ مجھے دینے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد الیاس، محلہ بابریان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مستحق زکوٰۃ مقروض کے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، مگر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے، کہ اگر کچھ لوگوں کے دینے سے قرض ادا ہو جائے، اور نصاب کے برابر اضافہ بھی ہو جائے، تو اسکے بعد اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ.

(درمختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳، بدائع زکریا ۲/۱۶۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۷/۱/۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۰۹)

مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۴۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے ایک عزیز اپنے کاروبار میں لاکھوں کے مقروض (قرضدار) ہو گئے ہیں، میں ان کے قرضہ کی ادائیگی کیلئے اپنے شہر کے چند صاحب حیثیت حضرات سے رجوع ہو رہا ہوں رائے مطلوب یہ ہے کہ رقم دینے والے حضرات کیا قرضدار کو قرض حسن دے سکتے ہیں، اور وہ لوگ کیا قرض حسن رقم کو زکوٰۃ میں ڈال سکتے ہیں، تاکہ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے، اور لینے والے کیلئے وہ رقم قرض حسن ہو جائے، آپ مفتی حضرات کی اس مسئلہ میں کیا تجویز ہے؟

المستفتی: عبدالقادر، واجد نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر وہ شخص قرضہ مجری کرنے کے بعد ساڑھے

باون تولہ چاندی کی قیمت (تقریباً چار ہزار روپیہ) کی مالیت کا مالک رہ جائیگا تو مد زکوٰۃ میں سے اس کو دینا جائز نہ ہوگا، اور اگر قرضہ کو مجرئی کرنے کے بعد چار ہزار روپیہ کا مالک نہیں رہتا ہے، تو اس کو قرض ادا کرنے کیلئے مد زکوٰۃ میں سے دینا جائز ہوگا، اگر ایک شخص کے دینے سے قرض ادا ہو کر چار ہزار کا مالک بھی ہو جاتا ہے، تو اس کے بعد کسی اور شخص سے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اس کا لحاظ رکھتے ہوئے صاحب حیثیت حضرات سے ملاقات کر سکتے ہیں۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف مطلب في حوائج الأصلية كراچی ۳۵۳/۲، زکریا ۳۰۳/۲)

فإن كان مديوناً، فدفع إليه مقدار ماله قضى به دينه ولا يبقى له شيء أو يبقى دون المأتين لأبأس به. (هنديہ، كتاب الزكاة، الباب السابع، في المصارف زکریا ۱۸۸/۱، جدید ۲۵۰/۱)

فإن كان عليه دين يجوز أن يعطيه قدر ما يقضى دينه، وزيادة دون مأتين. (مجمع الانهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف، دارالكتب العلمية بيروت ۳۳۳/۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۱۰/۳۰

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ شوال ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۱۱/۳۲)

سوال: [۴۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے ایک عزیز پر مبلغ پچھتر لاکھ روپیہ کا قرضہ ہو گیا ہے، اور لوگ برابر رقم وصول کرنے کا تقاضہ کر رہے ہیں، ان کی بازار میں ۱۶۰۰۰۰ روپیہ کی وصولیابی بھی ہے جو کہ تھوڑی تھوڑی کر کے وصول ہوگی اور ان کے پاس تقریباً ۲۴۰۰۰۰ روپیہ مالیت کی جائیداد ہے جو کہ برائے فروخت ہے لیکن خریدار نہ ہونے کی وجہ سے ابھی فروخت نہیں ہوئی ہے، اگر

یہ دونوں رقومات وصول ہو جائیں تو بھی ۳۵۰۰۰۰۰ روپیتیس لاکھ روپیہ کم رہے گا، جو کہ ان کو ادا کرنا ہے ایسی حالت میں کیا یہ قرض حسن لے سکتے ہیں، اور دینے والے حضرات کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

المستفتی: عبدالقادر، واجد نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال سے واضح ہوتا ہے کہ شخص مذکور ۷۵۰۰۰۰۰ روپے لاکھ روپیہ کا مقروض ہونے کے ساتھ ساتھ ۴۰۰۰۰۰۰ روپے کا مالک بھی ہے تو اولاً چالیس لاکھ کا قرض ادا کر دے اس کے بعد ۳۵۰۰۰۰۰ روپے کا مقروض رہ جائیگا، تو یہ قرض صاحب حیثیت حضرات سے زکوٰۃ لیکر ادا کر سکتا ہے، جب قرض ادا کرنے کے بعد چار ہزار روپیہ کی مالیت کا مالک رہ جائیگا، تو پھر زکوٰۃ لینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ. (درمختار، كتاب الزكاة، باب المصروف مطلب في الحوائج الأصلية زكريا ديوبند ۳/۳۰۳، كراچی ۳/۳۵۳، الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۳/۲۲۱، رقم:

۴۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

(الف توئی نمبر: ۵۰۱۵/۳۲)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۱/۱۴۱۷ھ

مقروض شخص کی زکوٰۃ سے امداد کرنا

سوال: [۴۳۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی شخص اپنے والد کے مکان میں رہتا ہے، اور یہ مکان اسی گزر کا کرولہ پر ہے جس کے پانچ وارث ہیں، اور وہ مکان بک کر اس کے حصہ میں جو پیسہ آئے اس سے کچھ قرض اتار دے،

اور پھر دوبارہ کچھ قرض لیکر آزاؤنگرا ایم ڈی اے میں قبضہ کے پیسے دیکر ایک مکان ۲۵ میٹر کا فراہم کر لے اس مکان کی رجسٹری اس کے نام ہے، جس کو پیسہ دیئے ہیں، اس مکان کو اپنے نام کرانے کے واسطے اس کے پاس مکان کی قسط جمع کرنے کو پیسہ نہیں ہیں، اور رجسٹری کے خرچ کے لئے بھی پیسہ نہیں ہیں، یہ کام اس لئے کیا تھا، کہ مکان کے کرایہ کے دباؤ سے بچ جائے، اس وقت اس کی ملازمت بھی ختم ہو گئی ہے، اس کے پاس کوئی جائیداد یا کسی بھی طرح کا بینک کا یا اور کوئی بچت کھاتہ نہیں ہے، اور نہ اس کے پاس کوئی جمع رقم ہے اور زیور بھی نہیں ہے، اور قرضدار ہے اور کوئی کام کاروبار یا نوکری بھی نہیں ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں، یہ شخص جسامت اور قامت سے بھاری بھر کم ہے اور دیندار ہے، شریعت کا پابند ہے اور کسی سے کہنے میں شرم محسوس کرتا ہے؟

المستفتی: محمد شمس الدین، آزاؤنگرا، ایم ڈی اے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مذکورہ شخص مالی اعتبار سے اتنا کمزور ہے کہ جس کی وجہ سے وہ مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کے یہاں زیورات بھی نہیں ہیں، تو مذکوٰۃ سے اس کی امداد کی گنجائش ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ. (سورة التوبة: ۶۰)

وَيَجُوزُ دَفْعُهَا إِلَى مَنْ يَمْلِكُ أَقْلَ مِنَ النَّصَابِ وَإِنْ كَانَ صَحِيحاً

مكتسباً كذا في الزاھدی. (ھندیہ، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف

زکریا ۱/۱۸۹، جدید ۱/۲۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ شعبان ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۷۰)

قرضدار کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: [۴۳۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد صدیق والد تصدق حسین شاہ بلاقی صاحب کی زیارت مکتب پور کارہنے والا ہوں، کافی وقت سے پریشان چل رہا ہوں، لگ بھگ ۱۲۵۰۰ روپے قرض ہے میری آمدنی ۷۰۰ روپے مہینہ ہے جو کہ ۶۵۰ روپے پڑتی ہے ایک میرا لڑکا جسکو ہر روز ۱۰ روپے ملتے ہیں، مہینہ میں ۱۶ دن اسکا کام ہوتا ہے، ۱۶۰ روپے مہینہ اس کی آمدنی ہے، ۸۱۰ روپے یہ میری مہینہ کی آمدنی ہے اور میرے آٹھ بچے ہیں، لوگوں کے قرض دینے کی کوشش کرتا ہوں لیکن آمدنی کم ہونے کی وجہ سے کسی قرض ادا نہیں کر سکتا، لیکن ایک روز مرنا ہے، اور اللہ کو منہ دکھانا ہے، صرف ادا کرنا چاہتا ہوں، اب آپ مجھے اس کا فتویٰ دیں اگر کوئی صاحب مجھے زکوٰۃ کی مد میں سے پیسے دینے چاہیں، تو وہ میرے لئے زکوٰۃ لیکر قرض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد صدیق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی صورت میں قرض ادا کر نیکی غرض سے آپ کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز ہے، اور اس سے زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع مديوناً أو كان صاحب عيال الخ. (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصروف، مطلب في الحوائج الأصلية ذكرها ديوبند ۳/۳۰۳، كراچی ۲/۳۵۳، مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، قبيل باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۳، هندیه، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف ذكرها ديوبند ۱/۸۸، جدید ۱/۲۵۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۵۵/۲۶)

مقروض کو قرض سے زائد زکوٰۃ دینا

سوال: [۳۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص ۲۰۰۰۰ روپے کا مقروض ہے تو اس کو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زائد کی رقم زکوٰۃ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس شخص کی اپنی کوئی قابل زکوٰۃ ملکیت نہیں ہے؟
المستفتی: ریاست حسین، طویلہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بیس ہزار روپیہ کے مقروض کے پاس اگر کوئی دوسری رقم یا دولت نہیں ہے، تو اس کو قرض ادا کرنے کیلئے پورے بیس ہزار روپیہ تک زکوٰۃ میں دینا جائز ہے اور اگر مثلاً دس ہزار موجود ہے تو اس کو پورا قرض ادا کرنے کیلئے مزید دس ہزار زکوٰۃ میں دینا جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل/ ۱۱۱)

ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ الخ. (شامی، کتاب الزکاة، باب

المصرف زکریادیو بند ۳/۲۸۹، کراچی ۲/۳۴۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

یکم رمضان ۱۴۱۲ھ

۱۱/رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵۷۳/۳۱)

غریب مقروض کو مالدار قرض خواہ کا زکوٰۃ کی رقم دینا

سوال: [۳۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک رقم قرض لی، قرضدار بہت بد حال ہو گیا، اور قرضہ ادا نہ کر سکا، قرض دینے والا بہت دولت مند ہے اور کافی روپیہ زکوٰۃ کا ادا کرتا ہے، اگر یہ دولت مند

شخص جس طرح دوسروں کو زکوٰۃ تقسیم کرتا ہے، اس مقروض کو بھی کچھ رقم دیدے، اور وہ مقروض پوری طرح مالک (قبضہ کر لے) بننے کے بعد اس رقم میں سے اپنا قرض ادا کرے، تو کیا یہ فعل درست ہوگا؟ اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

المستفتی: محمد حبیب، محلہ قانون گویاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر مقروض کی ملکیت میں جتنا مال ہے، اس سے زائد قرض ہے، یا قرض ادا کر دینے سے نصاب کی مقدار دولت نہیں رہے گی، تو سوالنامہ میں درج شدہ صورت شرعاً جائز ہوگی۔

والحيلة في ذلك: أن يتصدق صاحب المال على الغريم بمثل ماله عليه من المال العين ناوياً عن زكاة ماله ويدفعه إليه، فإذا قبضه الغريم ودفعه إلى صاحب المال قضاء بما عليه من الدين يجوز. (هنديہ، کتاب الحیل، الفصل الثالث في مسائل الزكاة، زکریا دیوبند ۳۹۱/۶، جدید ۳۹۴/۶، وھکذا في الدر مع الرد، کتاب الزكاة، زکریا دیوبند ۳/۱۹۰، ۱۹۱، کراچی ۲۷۱/۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۶/۲۴۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ یقعدہ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۴/۲۳)

زکوٰۃ کی رقم سے قرض کی ادائیگی

سوال: [۳۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں سائل رفیق احمد ولد عبد المجید، ساکن: گرام لاکڑی فاضل پور، پرگنہ ضلع مراد آباد غریب و مفلس نادار اور عیال دار ہوں میری دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک لڑکی کی شادی کر چکا ہوں، اور ایک لڑکی کنواری ہے چھ لڑکے ہیں جن میں صرف دو لڑکے برسر روزگار ہیں، جب کہ آمدنی

سے گھر کا خرچہ بھی صحیح طریقہ پر نہیں چل پاتا ہے، جس کی وجہ سے میں کافی قرضدار ہو گیا ہوں، اور کچھ زیور وغیرہ بھی رہن پڑا ہوا ہے، جس کا مسلسل سود بھی ہو رہا ہے، اس صورت میں از روئے شرع شریف میں زکوٰۃ کا روپیہ وغیرہ لے سکتا ہوں یا نہیں؟ از رائے مہربانی مطلع فرمائیں؟

المستفتی: رفیق احمد، لاکڑی فاضل پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ بالکل فقیر ہیں اور مقروض ہیں، تو زکوٰۃ کے پیسے سے قرض ادا کر سکتے ہیں، مگر اس کو کمائی کی شکل نہ بنائیں۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال الخ. (در مختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية كراچی ۳۵۳/۲، زکریا ۳۰۳/۲)

فإن كان مديوناً فدع إليه مقدار ماله قضى به دينه لا يبقى له شيء أو يبقى دون المأتين لا بأس به. (ہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا ۱۸۸/۱، جدید ۲۵۰/۱)

فإن كان عليه دين يجوز أن يعطيه قدر ما يقضى دينه، وزيادة دون مأتين. (مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، باب فی بیان أحكام المصرف، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳۳۳/۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ شعبان ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۸۸)

مالدار مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید مالی پریشانی میں گرفتار ہے، اپنے لڑکوں کی ملازمت حاصل کرنے کی غرض سے سود پر روپیہ قرض لیکر ملازمت حاصل کرنے میں رشوت دی جس کی وجہ سے مزید مقروض ہو چکا ہے، اس کے

علاوہ گھریلو حالات مالی اعتبار سے بیکدمزور ہیں، زیدان حالات میں امداد کا خواہشمند ہے، بکر کے پاس مد زکوٰۃ کی رقم موجود ہیں، اور یہ زید کی زکوٰۃ سے مدد کرنا چاہتا ہے، کیا ایسی صورت میں مد زکوٰۃ سے امداد کر سکتے ہیں، اس طریقے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جائے۔

المستفتی: فیض محمد، فوجی ریٹائر، رحمت نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زکوٰۃ اللہ کے فقراء و مساکین کا حق ہے، انہیں کو زکوٰۃ پہنچنی چاہئے، آجکل کے زمانے میں افسوس کی انتہا نہ رہی کہ مالدار لوگ بڑی بڑی تجارت کیلئے بھاری قرض لے لیتے ہیں، اور اس کے بعد نقصان ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو مستحق زکوٰۃ ثابت کر کے دوسرے مالداروں کی زکوٰۃ کی رقم اپنے قرض کی ادائیگی اور اپنی ضروریات میں صرف کرتے ہیں، نتیجہ یہ ثابت ہوتا ہے، کہ درحقیقت زکوٰۃ ایسے طریقہ پر ایک حیلہ کیساتھ بڑے بڑے تاجروں کو پہنچ رہی ہے، اور جو لوگ بنیادی طور پر فقیر و مسکین ہیں، ان تک زکوٰۃ کا ایک فیصد اور سوا حصہ بھی نہیں پہنچ رہا ہے، زکوٰۃ دہندگان اس کا ضرور خیال رکھا کریں کہ ان کی زکوٰۃ اصل مستحق کو پہنچ رہی ہے، یا عارضی مستحق کو پہنچ رہی ہے، اور یہ تاجر جو اپنے کو مستحق زکوٰۃ ثابت کرتے ہیں، وہ عارضی اور وقتی طور پر ہیں، اگرچہ مسئلہ کی رو سے ایسے مقروض تاجر کے قرضہ کی ادائیگی میں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے مذکورہ صورت میں بھی ایسا ہی ہے، کہ سائل عارضی اور وقتی طور پر مستحق ہے۔

قولہ (ومدیون) (تحت فی الشامیة) فإنما جاز الدفع إليه لأنه فقیر

یداً . (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف، زکریا دیوبند ۲۹۱/۳، کراچی ۳۴۳/۲)

نیز رشوت اور سود پر قرض لینا خود باعث لعنت اور بربادی ہے، جس کا نتیجہ خود ظاہر ہے، اور ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں سودی لین دین میں تعاون کرنا ہے، جس میں کسی خیر کی امید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۴۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷/۳/۱۴۲۱ھ

مالدار کا اپنا قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ لینا

سوال: [۴۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱)

زید ایک زراعت پیشہ آدمی ہے، انکی ملکیت میں آٹھ بیگہ زمین ہے اس آٹھ بیگہ زمین میں سے تین بیگہ زمین بیس ہزار روپے قرض کے عوض دوسرے کے پاس رہن پر ہے، اس رہن پر رکھی ہوئی زمین کی پیداوار قرض خواہ خود لیتا ہے، زید کو اس سے کچھ نہیں ملتا ہے، اب زید کے پاس پانچ بیگہ زمین زراعت کیلئے ہے نیز زید نے زراعت کیلئے ایک ٹریکٹر بھی خرید لیا ہے، جس کی قیمت تقریباً ساٹھ ہزار ہے، اس ٹریکٹر سے زید اپنی کھیتی کرتا ہے، اور موقع ملنے پر دوسرے کے کھیت کی بھی جوتائی کرتا ہے، مذکورہ صورت حال کے باوجود زید کی مالی حالت بہت خراب ہے کھیت کی پیداوار اور ٹریکٹر کی آمدنی زید کی آٹھ اولاد مع زوجین کے گذر بسر کیلئے ناکافی ہے بہت مشکل سے سال گذرتا ہے قرض کی ادائیگی زمین یا ٹریکٹر فروخت کر کے ہو سکتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ زید کی مذکورہ حالت کے پیش نظر کیا زید کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، تاکہ زید اپنا قرض ادا کر سکے، زید کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟ جبکہ ٹریکٹر اور زمین کی قیمت نصاب کو پہنچ جاتی ہے، مفصل و مدلل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

(۲) بالغ اولاد جو غیر شادی شدہ ہیں، اور والدین کی کفالت میں ہیں، کیا والدین کے غنی

ہونے سے اس بالغ غیر شادی شدہ اولاد پر بھی غنی ہونیکا حکم لگے گا، اگر یہ محتاج و غریب ہوں تو ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ غنی اور فقیر میں یہ مستقل بنفسہ ہیں یا والدین کے تابع ہیں؟

المستفتی: محمد داؤد، محلہ، کیتھا، بھاگل پور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زید کے پاس ساٹھ ہزار روپے کا ٹریکٹر ہے اور زراعت کیلئے ۵ بیگہ زمین ہے اس کے علاوہ ۳ بیگہ زمین رہن پر رکھی ہوئی ہے، تو اس کیلئے میں ہزار قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں ہے، اس کو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جو ۳ بیگہ زمین رہن پر ہے، چاہے اس میں سے بیچ کر اپنا قرضہ ادا کرے یا ٹریکٹر بیچ کر قرضہ ادا کرے، زید مستحق زکوٰۃ نہیں ہوا ہے، اور رہن پر رکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ اگر کسی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکے تو رہن پر رکھی ہوئی چیز فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جائے، یہی رہن کا مقصد ہے، لہذا مقصد رہن کے مطابق رہن پر رکھی ہوئی زمین بیچ کر قرضہ ادا کر دے۔

فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة. (شامی، کتاب الزکاة، باب المصروف، قبیل مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنية کراچی ۲/۳۴۷، زکریا ۳/۲۹۶، بدائع الصنائع، مطبوعہ کتاب الزکاة، باب مصارف الزکاة، زکریا ۲/۱۵۸)

(۲) اگر بالغ اولاد ہے اور باب کے ساتھ کاروبار میں شریک ہیں اور ایک ہی فیملی میں رہتے ہیں، اور ایک ساتھ کھانا پکایا جاتا ہے اور بالغ اولاد اپنی ساری کمائی باپ کو دیتی ہیں، تو ایسی صورت میں ساری دولت کا مالک باپ ہوتا ہے بیٹے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مگر بیٹے کیلئے زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے، جبکہ وہ کمانے پر قادر ہے، اور کما کر باپ کو دیتا ہے، ہاں البتہ دور دراز سفر میں پہنچ جائے فی الجملہ وقتی طور پر باپ کی فیملی میں نہیں ہے، الگ رہتا ہے، جیسا کہ مدارس اسلامیہ کے بالغ طلبہ ہیں، اگر چہ ان کے ماں باپ غنی ہوں مگر یہ کما تے نہیں ہیں، اور دور دراز رہتے ہیں، اسلئے ان بالغ لڑکوں کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح وطن میں رہ کر باپ کی فیملی سے الگ رہے کھانا پینا الگ رہے ان کی سالانہ آمدنی نصاب کو نہ پہنچے تو ان کے لئے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء فالكسب كله للأب إن كان الابن فی عیاله لکونه معیناله . (شامی، کتاب

التركة، مطلب اجتماعى دار واحدة، واكتسابا ولا يعلم التفات فهو بينهما بالسوية
کراچی ۴/ ۳۲۵، زکریا دیوبند ۶/ ۵۰۲)

وَابْن السَّبِيل (وتحتہ فی فتح القدير) فيجوز له أن يأخذ وإن
كان له مال في وطنه لا يقدر عليه للحال. (هدايہ، مع الفتح، کتاب الزکاة،
باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز زکریا دیوبند ۲/ ۲۶۹، کوئٹہ
۲/ ۲۰۵، دارالفکر مصری قدیم ۲/ ۲۶۴)

الملك في المدفوع نفع لمولاه وهو غني فكان دفعا إلى الغني. (بدائع
الصنائع، کتاب الزکاة، باب مصارف الزکاة، زکریا ۲/ ۱۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۱۷/۳۷)

غیر مستحق کا زکوٰۃ لے کر تجارت کرنا

سوال: [۴۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی
شخص زکاۃ دینے کے قابل نہیں ہے، مگر وہ زکاۃ لے کر (تقریباً ۶۰ ہزار روپے کی) تجارت
کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ یہ زکاۃ ۶۰ ہزار روپیہ کی کثیر رقم لیکر تجارت کر سکتا ہے، اگر نہیں تو اس
زکاۃ کی رقم کو بطور قرض استعمال کر سکتا ہے، اگر کر سکتا ہے، تو کس طرح کیونکہ تجارت میں نفع
اور نقصان دونوں ہی ہوتے ہیں؟

نوٹ: رقم ۶۰ ہزار سے زیادہ لمبی ہو سکتی ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر شمیم انور، محلہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فقراء اور مساکین کی
ضرورت پوری کرنے کے لئے فرض فرمایا ہے، اس لئے نہیں کہ زکوٰۃ کے ذریعہ سے کسی کی

تجارت کو فروغ دیا جائے، اور مستحقین کو اس سے محروم کر دیا جائے، اس لئے مذکورہ شخص کو تجارت کے لئے اتنی بڑی رقم کی زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی زکوٰۃ کی رقم کو بطور قرض دینا جائز ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ کے مستحق صرف فقیر و مسکین ہیں۔
 إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . (سورة التوبة: ۶۰)

نیز حدیث شریف میں ایسے شخص کو مال زکوٰۃ حاصل کرنے سے سختی سے منع کیا گیا جو صحیح و تندرست اور کمانے کی قدرت رکھتا ہو۔

لا يحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوى . (ترمذی شریف، الزكاة، باب ماجاء فی فضل الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۲، دار السلام رقم: ۶۵۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۴۴)

کاروبار شروع کرنے کیلئے مد زکوٰۃ سے کتنی رقم دے سکتے ہیں؟

سوال: [۴۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مد زکوٰۃ سے کسی کو کاروبار کے واسطے دینے کی کیا کوئی حد مقرر ہے، کیا اتنی ہی رقم دی جاسکتی ہے جتنی صاحب نصاب نہ بنائے یا اس حد سے زیادہ بھی کاروبار کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے رقم دی جاسکتی ہے؟

المستفتی: محمد اختر شمس، پیراماؤنٹ، ٹریڈنگ
 کارپوریشن، طویلہ اسٹریٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس کو دیا جائے وہ اگر زکوٰۃ کا مصرف ہے اور کاروبار اور تجارت ہی کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ دیا جا رہا ہے، تو صرف نصاب کے برابر دیا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ دینا ناجائز اور مکروہ ہے، نیز اگر اس کو دیا جا رہا ہے، اس کے پاس پہلے سے کچھ رقم موجود ہے، تو نصاب پورا ہونے میں اس رقم کا بھی حساب رکھنا چاہئے۔

وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر وتحتة في الشامية عن هشام قال سألت أبا يوسف عن رجل له مائة وتسعة وتسعون درهما فتصدق عليه بدرهمين قال يأخذ واحداً ويرد واحداً الخ. (شامي، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الاصلية كريا ۳/۳۰۳، كراچی ۲/۳۵۳، مجمع الانهر، كتاب الزكاة، قبيل باب صدقة الفطر، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۶۶/۲۸)

تجارت کو فروغ دینے کیلئے زکوٰۃ حاصل کرنا

سوال: [۴۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک کاروباری قرضدار ہے، اور اس کا کاروبار بند ہے، وہ اپنا مشکل سے گزارا کر رہا ہے ب ت ث سے قرضہ لیا زکوٰۃ کے پیسہ سے الف کے پاس اب کچھ خدا کی طرف سے غیب سے مدد ہوئی ہے وہ اپنا کام چلانا چاہتا ہے لیکن کچھ مزید اور پیسوں کی ضرورت ہے اب وہ ب سے ضرورت طلب کرتا ہے جو کہ صاحب حیثیت ہے اور ان کے پاس زکوٰۃ کا پیسہ دینے کیلئے ہے ، الف، ب سے زکوٰۃ کے نام سے لیکر کام چلا سکتا ہے، یا نہیں؟ جبکہ ب کو معلوم ہے یہ کاروبار کیلئے لے رہے ہیں، زکوٰۃ کا پیسہ دینے میں ب کو اس بات کا شک ہے میں الف کو کاروبار کی کمی پورا کرنے کیلئے یہ پیسہ دوں یا نہ دوں، اگر الف نے یہ پیسہ واپس نہیں کیا تو کیا ب پر سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور الف کو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عنایت کریم، حسن پور، مرد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تجارت کو فروغ دینے کیلئے زکوٰۃ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، البتہ قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ کی رقم حاصل کرنا جائز ہے، اور اگر قرض کی مقدار وافر انداز میں ہے، تو اسی تناسب سے وافر مقدار کی زکوٰۃ حاصل کرنا بھی اداء قرض کیلئے جائز ہے۔

و کرہ إعطاء فقیر نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ.

(در مختار، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطلب فی الحوائج الأصلية زکریا دیوبند ۳/۳۰۳، کراچی ۲/۳۵۳)

قال محمد في الأصل: إذا أعطى من زكاته مائتي درهم أو ألف درهم إلى فقير واحد، فإن كان عليه دين مقدار ما دفع عليه... فإنه يجوز ولا يكره. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الزكاة، الفصل الثامن من توضع فيه الزكاة، زکریا دیوبند ۳/۲۲۱، رقم: ۴۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۴/۱۴۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹۸۳/۳۱)

کاروباری مقروض فقیر کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں کافی مقدار میں مقروض ہو چکا ہوں معمولی کاروبار ہے اور کاروبار بھی کسی سے دس ہزار روپیہ قرض لیکر کیا ہے، اور اس میں صرف دو ہزار کا سامان ہی رہ گیا ہے، باقی سب گھر میں خرچ ہو چکا ہے، اور ان پیسوں کی جو آمد ہوتی ہے، وہ بھی گھر میں خرچ ہو جاتی ہے، ذہن بہت پریشان ہے کیا ایسی صورت میں میرے لئے زکوٰۃ لینا درست ہے، اور زکوٰۃ کی رقم سے اپنا قرض ادا کر سکتا ہوں؟

المستفتی: محمد اقبال، دریہ پان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر آپ کی دوکان سے آپ کا اور آپ کے

اہل خانہ کا گذر بسر نہیں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آپ مقروض بن گئے ہیں، اور یہاں تک حالات پیش آ گئے ہیں کہ آپ واقعی مستحق زکوٰۃ بن گئے ہیں، تو ایسی صورت میں آپ کیلئے زکوٰۃ لے کر ضرورت پوری کرنا اور قرضہ ادا کرنا جائز ہے، لیکن یاد رکھئے کہ تجارت کو

فروغ دینے کیلئے زکوٰۃ نہ لی جائے۔

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه
وعياله أنه فقير، ويحل له أخذ الصدقة عند محمد[ؐ] . (شامی، کتاب الزکاۃ، باب
المصرف، قبیل مطلب فی جهاز المرأة هل تصير به غنية، کراچی ۳/۴۸، زکریا
دیوبند ۳/۹۶، الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن من توضع فيه الزکاۃ،
زکریا دیوبند ۳/۲۱۶، رقم: ۴۱۶۷، المحيط البرهاني، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن يوضع
فيه الزکاۃ، المجلس العلمي ۳/۲۱۶، رقم: ۲۷۹۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

۱۴۲۹/۵/۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۹۷)

تجارتی مقروض کو زکوٰۃ دینے کا شرعی حکم

سوال: [۴۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بطور
مضاربت عبد اللہ نے پانچ سرمایہ داروں سے پیسے لیکر اس کو عمر کے پاس کاروبار میں لگایا عمر
نے اس کو تیسری جگہ لگایا، ایک زمانہ تک عبد اللہ کو جو نفع ملتا رہا وہ فیصد کے حساب سے ارباب
اموال کو نفع دیتا رہا پھر اچانک عمر نے جس جگہ پیسہ لگایا تھا، اس فریق ثالث نے وہ پیسہ ہڑپ
لیا، اب سرمایہ داروں نے عبد اللہ سے مطالبہ شروع کیا اور چونکہ عبد اللہ پورے پیسے کاروبار
میں لگا چکا تھا، اس لئے وہ بالکل تنگ دست اور فقیر ہو گیا، اور عمر نے بھی وہ سارے پیسے کاروبار
میں لگا دیئے تھے، تو دونوں بالکل کنگال ہو گئے، اب ہم لوگوں نے آپس میں زکوٰۃ کی رقم جمع
کر کے پہلے عبد اللہ کو دی کہ وہ اپنے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کرے، پھر ہم نے دوبارہ زکوٰۃ
کی رقم جمع کر کے عمر کو بھی بڑی رقم زکوٰۃ کی دی تاکہ وہ عبد اللہ کا قرضہ ادا کرے، اور عبد اللہ جو
بالکل کنگال ہو چکا ہے، عمر کی طرف سے ملنے والی اس رقم سے کاروبار شروع کر دے، تو عبد
اللہ کیلئے اس پیسہ کو لیکر اپنے ذاتی استعمال یا کاروبار میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارا مقصود یہ

ہے کہ عبد اللہ اور عمر اپنے قرضداروں سے سبکدوش ہو جائیں، اور عبد اللہ چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر کے اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے؟

المستفتی: عبد اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب عبد اللہ کو عمر کی طرف سے قرضہ کی واپسی کی شکل موجود ہے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی رقم سے عبد اللہ کا قرضہ چکا کر عبد اللہ کا کاروبار شروع کرنا، قطعی طور پر جائز نہیں ہے، یاد رکھیں کہ زکوٰۃ کی رقم کے مستحق فقراء اور مساکین ہی ہوتے ہیں، تجارت کو فروغ دینے کیلئے قرضہ ادا کرنے کے نام سے زکوٰۃ کے پیسے کو گھما پھرا کر ایک شخص کو دینا جائز نہیں ہے، اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضرات فقہاء نے مقروض کو اپنا قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ دینے کی جو گنجائش لکھی ہے اس سے مراد فقہاء کے زمانہ کا قرض ہے، اس زمانہ میں وہی شخص مقروض ہوا کرتا تھا، جس کو اپنے گھر میں خود کھانے اور بال بچوں کے کھانے کے لئے نہیں ہوتا تھا، وہ اپنے اور بال بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے دوسروں سے قرض لیتا تھا، پھر اس قرض کی ادائیگی میں پھنسا رہتا تھا، ایسے مقروض کو زکوٰۃ دینے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے، یہاں پر یہ شکل قطعاً نہیں؟ بلکہ یہاں تجارت کو فروغ دینے ہی کی شکل ہے، نیز سوال نامہ میں اس بات کو بھی واضح کیا گیا ہے، کہ عبد اللہ نے چار پانچ آدمیوں سے مضاربت کا پیسہ لیا تو اس نے کیوں لیا، اور دوسرے شخص کو کیوں دیا ہے، اور وہ اس نے کس کاروبار میں لگایا ہے یا کس کو دیا یہ صرف نام کی مضاربت ہے۔

کل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فہی مکروہة. (ہندیہ، قدیم ۶/۳۹۰، جدید ۶/۳۹۳، کتاب

الحیل، الفصل الأول، زکریا دیوبند ۶/۳۹۰، عمدة القاری، دار إحياء التراث العربی

۲۴/۱۰۹، زکریا دیوبند ۱۶/۲۳۹، تحت رقم الحدیث: ۶۹۵۳، الفتاویٰ التاتار

خانیة، زکریا ۱۰/۳۱۱، رقم: ۱۴۸۴۵)

لیس له أن یبیع ما اشترى إلا بأمر رب المال فإن باع بغير أمره
فحكمه כحكم بیع الفضولی لا یجوز إلا بإجازة المالك . (هندیہ ، کتاب
المضاربة ، الباب الأول زکریا دیوبند ۴/ ۲۸۵ ، جدید ۳/ ۲۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۰۲/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵ھ/۴/۲۲

تجارتی مقروض مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال: [۴۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں
ایک ہٹاکٹا شخص ہوں، مگر کانوں سے بہرہ اور ٹانگوں سے تھوڑا کمزور ہوں، ایک زمانے سے
بہت زیادہ تنگ دستی، بے روزگاری، اور بہت زیادہ قرض میں مبتلا ہوں، اور اللہ کے فضل و کرم
سے بہت عزت دار بھی ہوں، قرضداروں نے بہت پریشان کر رکھا ہے، قرض کی ادائیگی کیلئے
کچھ بھی اسباب میرے پاس نہیں ہیں، تو کیا میں قرض ادا کرنے کیلئے کسی مالی مدد زکوٰۃ وغیرہ
لینے کا مستحق ہوں یا نہیں؟ اور میں صاحب نصاب بھی نہیں ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ پر غور کیا گیا اس کے بعد شرعی حکم واضح
کیا جاتا ہے، ہمارے مراد آباد میں قرض کے شکار دو قسم کے لوگ ہیں۔
(۱) ایک وہ غریب اور محنت کش لوگ ہیں، جو اپنی محنت و مزدوری اور معمولی کاروبار
سے گزارہ کر رہے ہیں، اور بے روزگاری کی وجہ سے اپنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے
کیلئے دوسروں سے قرض لیکر بچوں کی روٹی روزی کا انتظام کرتے ہیں، اور پھر محنت و مزدوری
کے پیسے قرضہ کی ادائیگی کیلئے نہیں ہو پاتے تو ایسے لوگوں کے قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ
دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا اور ان کا زکوٰۃ لیکر اپنا قرض ادا کرنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے۔
(۲) دوسرے قسم کے قرضدار وہ لوگ ہوتے ہیں، جو بڑے اور اونچے کاروبار کرتے

ہیں، اور سرمایہ داری اور تجارت کو فروغ دینے کیلئے کبھی سرکار سے قرض لیتے ہیں، اور کبھی سرمایہ دار دوستوں سے قرض لیتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا ناجائز نہیں ہوتا ہے، کیونکہ وہ فقراء اور غرباء کا حق ہے، اور بسا اوقات لوگ ایسا بھی کرتے ہیں، کہ کوئی چیز مہنگے ریٹ میں ادھار میں خریدتے ہیں، مثلاً کوئی چیز ۲۲۰ روپیہ ادھار میں خرید کر ۲۰ روپے کا نقصان اٹھا کر ۲۰ روپیہ میں فروخت کر دیتے ہیں، تاکہ نقد پیسہ ہاتھ میں آجائے، اور اس طرح کرتے ہوئے دسیوں لاکھ روپیہ اپنے اوپر قصداً قرض میں چڑھا لیتے ہیں، یہ ضرورت کا قرض نہیں ہے، بلکہ بالقصد دوسروں کے پیسے کو ہڑپ کرنا ہے، پھر اس طرح کے قرض لینے کے بعد دوسرے سرمایہ داروں سے اس قرض کی ادائیگی کے لئے دسیوں لاکھ کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں، ایسے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ دہندگان کا اپنی زکوٰۃ دینا ناجائز اور فقراء و مستحقین کی سخت ترین حق تلفی ہے، اس طرح قرض لینے والے اپنی جائیداد، اپنا گھر سب کچھ بیچ کر اپنا قرض ادا کریں۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اقتطع مال امرئ مسلم بيمين كاذبة، لقي الله وهو عليه غضبان، قال عبد اللہ: ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مصداقه من كتاب الله تعالى: 'إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمناً قليلاً، أولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله الآية .

(بخاری شریف، کتاب التوحید، باب وجہ يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة، النسخة الهندية ۱۱۰۹/۲، رقم: ۷۱۴۵، ف: ۷۴۴۵)

عن أبي أمامة أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقد أوجب الله له النار، وحرم عليه الجنة، فقال له رجل: وإن كان شيئاً يسيراً يا رسول الله قال: وإن قضيباً من أراك . (مسلم شریف، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، النسخة الهندية ۸۰/۱، بيت الأفكار رقم: ۱۳۷، نسائی شریف، القضاء في قليل الماء وكثيره، النسخة الهندية ۲/۶۳، دارالسلام رقم: ۵۴۲۱، سنن الدارمي دارالمغنى ۳/۶۹۶، رقم: ۲۶۴۵، مسند أحمد بن حنبل

۵/۲۶۰، رقم: ۲۲۵۹۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۵۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/۷/۱۴۳۱ھ

سودی قرض ادا کرنے کیلئے زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص بینک سے سود پر ایک لاکھ کی رقم لیکر کپڑے کی دکان کھولتا ہے، تجارت کرتا ہے، پھر دوسرے بینک سے ایک لاکھ رقم سود پر لیکر ایک مکان بنوا کر اس میں رہتا ہے، پھر ایک اچھی موٹر کار قسطوں پر لیتا ہے، اچھا کھاتا پیتا ہے، گھر میں فرنیچر وغیرہ بھی اچھا خاصہ ہے لیکن یہ تمام چیزیں مکان دوکان موٹر وغیرہ بینکوں کے پیسوں سے ہیں، گاڑی بھی ادھار سے ہے، اب اگر اس شخص کے پاس جتنا اس نے بینکوں سے قرضہ لیا ہے، اس رقم سے اگر پچاس ہزار کا خسارہ ہو تو کیا اس باقی گاڑی کا قرضہ اور بینک کا ایک لاکھ پچاس ہزار کا مال موجود ہوتے ہوئے یہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ یعنی پچاس ہزار تک کی رقم زکوٰۃ سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد اللہ مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سود پر قرض لیکر کاروبار کرنا مکان وغیرہ تعمیر کرنا

جائز نہیں ہے۔

عن جابر رض قال: لعن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم آكل الربوا، ومؤكله، وكاتبه،

وشاهديه، وقال: هم سواء. (مسلم شریف، باب لعن آكل الربا ومؤكله، النسخة

الهندية ۲/۲۷، بیت الأفكار رقم: ۱۵۹۸)

لیکن جب اس کو خسارہ ہو گیا اور اس کے پاس قرض ادا کرنے کے بقدر رقم نہیں رہی

بلکہ اسمیں پچاس ہزار روپیہ کم ہو گئے تو ایسی صورت میں یہ شخص مقرض شمار کیا جائیگا، اور اس کو قرض ادا کرنے کیلئے مذکورہ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

وفی الدر المختار مصرف الزکاة (إلی ان قال) مديون لا يملك

نصاباً فاضلاً عن دينه. (درمختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب المصروف زکریا

دیوبند ۳/۲۸۹، کراچی ۲/۳۴۳)

ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه أو كان له مال على الناس لا يمكنه أخذه والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير. (عالمگیری، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، زکریا دیوبند ۱۸۸/۱، جدید ۲۵۰/۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴/۵/۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۵۴/۲۹)

غریب قاتل کو زکوٰۃ دینا

سوال: [۴۴۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سوسائٹی جس کا نام عباس ویلفئر آرگنائزیشن رجسٹرڈ ہے میں (محمد یسین) اس کمیٹی کا صدر ہوں ہم لوگوں نے پبلک سے جو روپیہ اکٹھا کیا ہے، وہ روپیہ فطرہ، چرم قربانی وغیرہ زکوٰۃ و صدقات سے وصول کیا گیا ہے، اس روپیہ کو ہم یتیم، بیوہ، مریض و دینی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں، ہمارے پاس ایک ایسے شخص کی درخواست آئی ہے جو کہ مسلمان ہے لیکن اس شخص نے ایک مسلمان بھائی کو قتل کیا ہے، وہ نہایت ہی کمزور و غریب آدمی ہے، اور اسکی والدہ بیوہ ہیں، اور یہ شخص اسوقت جیل میں بند ہے، اور اسکی والدہ نے قتل کیس کے لئے ہم لوگوں سے مدد کی درخواست کی ہے آپ سے گزارش و التماس ہے کہ ہم لوگ اس شخص کی اس روپیہ سے مدد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ آپ اس کیلئے ہمیں مشورہ و فتویٰ دیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد یاسین، عباسی ویلفئر
آرگنائزیشن رجسٹرڈ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ قاتل شخص اگر غیر مالک نصاب غیر سید ہے، تو اسکو دینے سے زکوٰۃ صدقہ فطرہ وغیرہ ادا ہو جائے گا، البتہ مومن کے قاتل کی مدد اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے دینے والا گنہگار ہوگا۔

قوله تعالى: 'وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'. (سورة المائدة: ۲۰)

نیز ضروری بات یہ ہے کہ مذکورہ سوسائٹی کے صدر سے زبانی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صدقہ فطر، اور چرم قربانی کا پیسہ بچوں کو تعلیم دینے والے استادوں کی تنخواہوں وغیرہ میں بھی دیا جاتا ہے، جس سے زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے، اس طرح صدقہ فطرہ وغیرہ بھی ادا نہیں ہوتا ہے، اسلئے کہ ان میں تملیک فقراء شرط ہے، جو یہاں مفقود ہے لہذا مذکورہ سوسائٹی میں زکوٰۃ صدقہ فطرہ وغیرہ دینے والوں کی زکوٰۃ صدقہ فطرہ وغیرہ ادا نہیں ہوگا، دوبارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة الخ. (الدر المختار، كتاب

الزكاة، باب المصرف كراچی ۲/۳۴۴، زکریا ۱/۳۹۱)

ولا تدفع إلى غني يملك نصاباً الخ. (ملتنقى الأبحر، كتاب الزكاة، باب

فی بیان أحكام المصرف مصری قدیم ۱/۲۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت جدید

۱/۳۲۸، البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف زکریا ۲/۴۲۶، کوئٹہ ۲/۴۴۴،

فتاویٰ عالمگیری، كتاب الزكاة، الباب السابع فی المصارف کوئٹہ و زکریا ۱/۱۸۹،

جدید ۱/۲۵۱، زیلعی، كتاب الزكاة، باب المصرف زکریا ۱/۱۲۳، کوئٹہ ۲/۳۰۲)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ / جمادی الآخریٰ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۱/۲۳)

شیعہ کوزکوة دینا

سوال: [۴۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کسی شیعہ کوزکوة کی مد میں سے امداد کی جاسکتی ہے، کیونکہ زیادہ لوگ (شیعہ حضرات) اپنے آپ کو سید کہتے ہیں، اور میری معلومات میں یہ ہے کہ سید حضرات کوزکوة نہیں دی جاسکتی، برائے مہربانی تفصیلی جواب سے نوازیں، کرم ہوگا؟

المستفتی: جنسین اختر، قانون گویان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شیعہ غالی کوزکوة دینے سے زکوة ادا نہیں ہوگی ان کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے، اور ان کے ساتھ بیاہ شادی بھی جائز نہیں ہے، اور ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ وہ سید ہیں، وہ سب جعلی طور پر اپنے آپ کو سید کہتے ہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۰)

ولا يجوز صرفها لأهل البدع كالكرامية لأنهم مشبهة في ذات الله وكذا المشبهة في الصفات وقال الشامي، تحت هذه العبارة: عبارة البزازية ولا يجوز صرفها للكرامية الخ. فالمراد هنا بالبدع المكفرات الخ. (الدر مع الرد، كتاب الزكاة، باب المصروف زكريا ديوبند ۳/۳۰۴، ۳۰۵، كراچی ۲/۳۵۴، سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصروف، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۳۳۲) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۳/۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۸۰/۳۷)

کیا شیعہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

سوال: [۴۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ضرورت مند شیعہ حضرات کو زکوٰۃ کی مد میں سے رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟
المستفتی: حبیب اختر، قانون گویان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: وہ شیعہ جن پر کفر کا فتویٰ صادر ہو چکا ہے، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۸۱)

ولا يجوز صرفها لأهل البدع (تحتہ فی الشامیۃ) فالمراد هنا بالبدع المكفرات الخ. (الدر مع الرد، کتاب الزکاة، باب المصرف زکریا دیوبند ۳/۴۰، کراچی ۲/۳۵۴، سکتب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الزکاة، باب فی بیان أحكام المصرف، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۳۲)

وعند الحنفیۃ: يجوز إعطاء الزکاة، للمنتسبین إلى الإسلام من أهل البدع، وإن كانوا من الأصناف الثمانیۃ، ما لم تكن بدعتهم مکفرة مخرجة لهم عن الإسلام. (الموسوعة الفقہیۃ الكويتیۃ ۲۳/۳۲۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۳۸/۲۶)

غریب غیر مسلم کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا

سوال: [۴۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غریب غیر مسلم کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا کیسا ہے، کیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

المستفتی: قاری تحسین، مدرس مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مسلم کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں ہے۔
 عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: ... فإن هم أطاعوا لك بذلك فأخبرهم، أن الله قد افترض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم ترد على فقرائهم، الحديث: (صحيح البخاري، الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء، النسخة الهندية ۲۰۲/۱، رقم: ۱۴۷۴، ف: ۱۴۹۶، صحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين، النسخة الهندية ۳۶/۱، بيت الأفكار رقم: ۱۹۰)
لا تدفع إلى ذمي الخ. (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف زكريا ديو بند ۳۰۱/۳، کراچی ۳۵۱/۲)

ولا يجوز أن يدفع الزكاة إلى ذمي. (هدايہ، کتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، اشرفیہ دیوبند ۲۰۵/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۷/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۶۰۸/۲۷)

زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا

سوال: [۴۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کو زکوٰۃ کا مال یا اسی طرح سے صدقۃ الفطر اور عشر دینا درست ہے یا نہیں؟
المستفتی: اسرار الحق، مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مسلم کو زکوٰۃ و عشر دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط نہ ہوگا۔

ولا تدفع إلى ذمي وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج إليه.
 (شامی، کتاب الزكاة، با المصرف کراچی ۳۵۱/۲، زکریا ۳۰۱/۳)
 غیر مسلم کو صدقۃ فطر دینا جائز نہیں ہے، لیکن اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے،

بعض فقہاء نے ناجائز کہا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے گنجائش بتائی ہے، لیکن ان حضرات کے نزدیک بھی کافر کے مقابلہ میں مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے، اور زیادہ افضلیت اور ثواب کا باعث ہے۔

واختلفوا فی صدقة الفطر قال أبو حنیفۃؒ ومحمدؒ یجوز إلا أن
فقراء المسلمین أحب إلینا کذا فی شرح الطحاوی. (عالمگیری، کتاب

الزکاة، الباب السابع فی المصارف زکریا دیوبند ۱/۱۸۸، جدید ۱/۲۵۰، ہکذا فی
الشامی، کراچی ۲/۳۵۱، زکریا ۳/۳۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۵۲/۳۵)